حدیث کی مایہ ناز تصنیف ابوداؤد شریف

کا ترجمہ، شرح و تخریج

نعمۃ الودود

فی شرح

سنن ابی داؤد

جلد چہارم

تصنیف

امام ابوداؤد بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ شرح مع تخریج

علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

نظر ثانی

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی

جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ

پسند فرمودہ و مصدقہ

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یارسول اللہ
وعلی الک واصحابک یاسیدی یاحبیب اللہ

نام کتاب	....	نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد (جلد چہارم) (احادیث 901 تا 1281)
مصنف	....	حضرت امام ابوداؤد اشعث بجستانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم و شارح	....	علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
نظر ثانی	....	استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ
پسند فرمودہ	....	علامہ مفتی غلام حسن قادری - حزب الاحناف لاہور
صفحات	....	864
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	دسمبر 2014ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	900 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سینٹر
40 اردو بازار لاہور

اظہارِ تشکر

اللہ تعالیٰ نے مجھ حقیر و فقیر پر کروڑ ہا احسان عظیم فرمائے ہیں جن میں سے ایک احسان عظیم یہ بھی ہے کہ نبی کریم، رؤف رحیم ﷺ کے فرامین مقدسہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ عزوجل آج ''نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد'' سے موسوم چوتھی جلد شروع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور اسی طرح آقائے دو عالم نور مجسم ﷺ کے فرامین مقدسہ اور دین متین کی خدمت تادم مرگ تک کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

شرفِ انتساب

فقیر اپنی اس ادنیٰ کاوش کو یار غار و یار روضۂ پر انوار حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ جن کی محبت و خدمت سے آج اسلام کا بول بالا ہے اور ان شاء اللہ تا حشر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے صدقے میری میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز و اقارب، اساتذہ کرام، پیر و مرشد اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت بے چین دلوں کے چین ﷺ حشر میں شفاعت نانائے حسنین کریمین ﷺ اور جنت الفردوس میں پڑوس رحمۃ للعلمین ﷺ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مغفرت و مدفن جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

نعت شریف

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن وجاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رُخ اے مہر فروزاں ہم کو

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو

خارِ صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا کوہ و بیاباں ہم کو

کاش آویزۂ قندیلِ مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشکِ چراغاں ہم کو

عرش جس خوبیِ رفتار کا . پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو

شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شررِ آتشِ پنہاں ہم کو

خوف ہے سمع خراشیِ سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالہء و افغاں ہم کو

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سروساماں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تری بیتابی سے
چین لینے دے تب سینہء سوزاں ہم کو

پاؤں غربال ہوئے راہِ مدینہ نہ ملی
اے جنوں اب تو ملے رخصتِ زنداں ہم کو

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی کر دے نمک داں ہم کو

سیر گلشن سے اسیرانِ قفس کو کیا کام
نہ دے تکلیفِ چمن بلبلِ بستاں ہم کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

گر لب پاک سے اِقرارِ شفاعت ہو جائے
یوں نہ بے چین رکھے جوشِ عصیاں ہم کو

نیر حشر نے اِک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ ملے سایہء داماں ہم کو

رحم فرمایئے یا شاہ کہ اب تاب نہیں
تابکے خون رُلائے غم ہجراں ہم کو

چاک داماں میں نہ تھک جائیو اے دشتِ جنوں
پرزے کرنا ہے ابھی جیب. و گریباں ہم کو

پردہ اُس چہرۂ انور سے اُٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہِ تاباں ہم کو

اے رِضا وصف رُخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

(کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

اے مجاہد رضا سمائے رکھو آنکھوں میں مدینہ کی یاد
دکھا ہی دیں گے جلوہ والضحیٰ کبھی ہم کو

ترتیب

جماع ابواب صلوٰۃ الاستسقاء وتفریعها

بَاب الْجُمُعَةِ لِلْمَمْلُوكِ وَالْمَرْاَةِ

باب: غلام اور عورت کے واسطے جمعۃ المبارک

یہ باب غلام اور عورت کے واسطے جمعۃ المبارک کے حکم میں ہے:

901 حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ حَدَّثَنِي اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُرَيْمٌ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً عَبْدٌ مَمْلُوكٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِيٌّ اَوْ مَرِيضٌ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ طَارِقُ بْنُ شِهَابٍ قَدْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ ہر مسلمان پر ضروری حق ہے سوائے ان چار لوگوں کے، مملوک غلام، عورت، بچہ اور مریض کے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور انہوں نے اس میں سے کچھ نہیں سنا۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 425، سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1، ص: 373، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 172، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 46، ص: 356)

شرح

جمعہ فرض ہونے کے لئے چند شرائط ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی مفقود ہوئی تو جمعہ فرض نہیں ہوگا۔

1- شہر میں مقیم ہونا، 2- صحت یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں۔ مریض سے مراد وہ ہے جو کہ مسجد جمعہ تک نہ جا سکتا ہو یا چلا تو جائے مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا، شیخ فانی بھی مریض کے میں ہے:

3- آزاد ہونا، لہٰذا غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا منع کر سکتا ہے۔

4- مرد ہونا (لہٰذا عورت پر فرض نہیں)

5- بالغ ہونا (لہٰذا نابالغ پر فرض نہیں)

6- عاقل ہونا (لہٰذا مجنون پر جمعہ فرض نہیں)

یہ دونوں شرائط خاص جمعہ کے لئے نہیں بلکہ ہر عبادت کے وجوب میں عقل و بلوغ شرط ہے۔

7-انکھیارا ہونا (یعنی وہ دیکھ بھی سکتا ہو)

8-چلنے پر قادر ہونا۔

9-قید میں ہونا، 10-بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا۔

11-مینہ یا آندھی یا اولے یا سردی کا نہ ہونا یعنی اس قدر کہ ان سے نقصان کا خوف صحیح ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار: جز:3،ص26 تا29)

علامہ کمال ابن الہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں۔

1-آزاد ہونا، 2-مرد ہونا

3-مقیم ہونا، 4-تندرست ہونا

5-آنکھوں کا تندرست ہونا، 6-ٹانگوں کا تندرست ہونا

7-شہر ہونا، 8-جماعت کا قائم ہونا

9-سلطان کا ہونا، 10-جمعہ کا وقت ہونا

11-اور اذان عام ہونا۔ (فتح القدیر: جز:2،ص21 تا22)

ان شرائط سے یہ ثابت ہوا کہ جمعہ اس پر واجب ہے جو مرد ہو، مقیم ہو، آزاد ہو اور تندرست ہو۔ لہٰذا عورت، غلام، بچہ اور مریض پر جمعہ واجب نہیں۔

آئمہ اربعہ کا مؤقف

آئمہ اربعہ کے نزدیک غلام، عورت، بچہ اور مریض پر جمعہ فرض نہیں البتہ داؤد ظاہری کا عبد میں اختلاف ہے ان کے نزدیک غلام پر بھی جمعہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے **فاسعوا الی ذکر اللہ** اسی طرح مجنون پر بھی واجب نہیں۔

☆ **قولہ الا اربعۃ عبد مملوک او امراۃ اوصبی او مریض**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

بیمار سے وہ بیمار مراد ہے جسے مسجد میں آنے میں حرج ہو یہ مطلب نہیں کہ سر میں درد ہو جمعہ چھوڑ دو خیال رہے کہ حصر اضافی ہے ورنہ مجنون، مسافر، نابینا اور گاؤں والوں پر بھی جمعہ فرض نہیں اگر یہ لوگ جمعہ پڑھ لیں تو ان کا فرض ادا ہو جائے گا اور ظہر واجب نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ جمعہ کے لئے جماعت شرط ہے یعنی امام کے علاوہ تین آدمی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2،ص:316)

مسئلہ:1

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو اگر مسجد جامع سے روکا جائے تو اذان عام کے خلاف نہ ہوگا کہ ان کے آنے میں خوف فتنہ ہے۔

(ردالمختار: جز:3، ص:29)

مسئلہ:2

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جمعہ واجب ہونے کے لئے گیارہ شرطیں ہیں۔ ان میں ایک بھی ایک معدوم ہو تو فرض نہیں پھر بھی اگر پڑھے گا تو ہو جائے گا بلکہ مرد عاقل بالغ کے لئے جمعہ پڑھنا افضل ہے اور عورت کے لئے ظہر افضل، ہاں عورت کا مکان اگر مسجد سے بالکل متصل ہے کہ گھر میں امام مسجد کی اقتدا کر سکے تو اس کے لئے بھی جمعہ افضل ہے اور نابالغ نے جمعہ پڑھا تو نفل ہے کہ اس پر نماز فرض ہی نہیں۔ (درمختار ورد المختار: جز:3، ص:30)

مسئلہ:3

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

صحت یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں مریض سے مراد وہ ہے کہ مسجد جمعہ تک نہ جا سکتا ہو یا چلا جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ (غنیۃ المستملی: ص:548)

مسئلہ:4

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

شیخ فانی مریض کے حکم میں ہے۔ (درمختار: جز:3، ص:31)

مسئلہ:5

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جو شخص مریض کا تیماردار ہو جانتا ہے کہ جمعہ کو جائے گا تو مریض دقتوں میں پڑ جائے گا اور اس کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا تو اس تیماردار پر جمعہ فرض نہیں۔ (درمختار: جز:3، ص:31)

مسئلہ:6

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا منع کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:144)

مسئلہ: 7

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
مالک نے غلام کو جمعہ پڑھنے کی اجازت دے دی جب بھی واجب نہ ہوا اور بلا اجازت مالک اگر جمعہ یا عید کو گیا اگر جانتا ہے کہ مالک ناراض نہ ہوگا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار: جز:3،ص:32)

غلام کی تعریف

حدیث مبارکہ میں غلام کا لفظ آیا ہے اس لئے غلام کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔
''غلام وہ آدمی ہوتا ہے جو غیر کا مملوک ہو اس میں مالکیت اور ولایت کی اہلیت ہوتی ہے نہ شہادت کی اور اس کو خود بخود کسی چیز میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہوتا نہ تو اپنے نفس میں اور نہ کسی غیر میں۔''

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ

☆ عن طارق بن شهاب رضی الله عنه

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ کم روایت ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے بجلی کوفی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی مگر آپ رضی اللہ عنہ سے بہت ہی کم احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ خلافت صدیقی و فاروقی میں 33 تینتیس جہاد کئے اور 82ھ میں وفات پائی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:557)
ایک اور مقام پر راقم ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس سے ہیں کوفی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر فرمان مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم سنے، زمانہ صدیقی و فاروقی میں 34 غزووں میں شریک 82ھ میں وفات پائی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:2،ص:316)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل وصلی الله علیه وسلم

بَاب الْجُمُعَةِ فِی الْقُرٰی

باب: دیہات میں جمعہ ہونا

یہ بات دیہات میں جمعہ قائم ہونے کے حکم کے متعلق ہے۔

902 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُخَرِّمِیُّ لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِي الْاِسْلَامِ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ لَجُمُعَةٌ جُمِّعَتْ بِجُوَاثَاءَ قَرْيَةٌ مِّنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ قَالَ عُثْمَانُ قَرْيَةٌ مِّنْ قُرَى عَبْدِ الْقَيْسِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک پہلا جمعہ جو اسلام میں ادا کیا گیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مدینہ منورہ میں ادا کیا گیا تھا یہ وہی ہے جو کہ اثا میں ادا کیا گیا اور جوثاء بحرین کا قریہ ہے۔ عثمان فرماتے ہیں: یہ عبدالقیس کا قریہ ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 417، معجم الکبیر: جز: 12، ص: 226، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 176، صحیح ابن خزیمہ: جز: 3، ص: 113)

903 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ اَبِيْهِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ بَصَرُهُ عَنْ اَبِيْهِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ كَانَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَحَّمَ لِاَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقُلْتُ لَهُ اِذَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ تَرَحَّمْتَ لِاَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِنَا فِيْ هَزْمِ النَّبِيْتِ مِنْ حَرَّةِ بَنِيْ بَيَاضَةَ فِيْ نَقِيْعٍ يُقَالُ لَهُ نَقِيْعُ الْخَضَمَاتِ قُلْتُ كَمْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ اَرْبَعُوْنَ

حضرت عبدالرحمٰن ابن کعب بن مالک جو اپنے والد محترم کی بینائی ختم ہونے کے بعد ان کو راستہ بتاتے تھے سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب جمعہ کے دن اذان کی آواز سنی تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے واسطے رحمت کی دعا طلب فرمائی۔ میں نے ان سے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ اذان سننے کے بعد حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے واسطے دعا کیوں طلب کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سب سے پہلے ہزم النبیت میں جمعہ قائم فرمایا جو بنی بیاضہ میں نقیع کے اندر ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ اس دن کتنے افراد تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا چالیس (افراد تھے)

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 177، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 41، ص: 24)

مذاہب اربعہ

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز جمعہ کے لئے شہر ہونا شرط نہیں ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر ہونا شرط ہے۔

(الفقہ فی المذاہب الاربعہ: جز: 1، ص: 379)

احناف کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر ا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دیہات والوں پر جمعہ نہیں ہے جمعہ صرف شہر والوں پر ہے۔ (المصنف: جز: 2، ص: 101)

دلیل نمبر ۲:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

شہر اور بڑے قصبہ کے سوا جمعہ ہے نہ تشرق نہ عید الفطر نہ عید الاضحیٰ۔ (المصنف: جز: 2، ص: 101)

دلیل نمبر ۳:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا کہ اگر دیہات کے کچھ لوگ مل کر جمعہ پڑھ لیں تو کیا ہو جائے گا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کا جمعہ نہیں ہوا ان پر لازم ہے کہ ظہر کی نماز پڑھیں۔ (المبسوط: جز: 1، ص: 346)

اعتراض

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلے جس مسجد میں جمعہ ہوا وہ جوثاء میں قائم ہوا تھا جو کہ بحرین کا ایک قریہ ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس قریہ سے دیہات مراد ہے لہٰذا شہر جمعہ کے لئے شرط نہیں ہے۔

جواب

جوثاء دیہات نہیں تھا بلکہ وہ شہر تھا کیونکہ صحاح ستہ کی احادیث مبارکہ میں ہے کہ جوثاء بحرین کا قلعہ تھا اور قلعہ میں حاکم اور عالم دونوں ہوتے ہیں اور قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوا کرتا ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔

لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (زخرف: 31)

اور کفار نے کہا کہ دو شہروں کے کسی عظیم شخص پر قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں مکہ اور طائف پر قریہ کا اطلاق کیا گیا ہے اور یہ شہر ہیں۔

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی فنا میں اور دیہات میں جائز نہیں۔ (غنیۃ المستملی :ص: 551)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔ ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں چار کنارہ پر چار مساجد مدت بیس بائیس برس سے جاری ہیں اور ہر مسجد میں تخمیناً بیس یا پچیس آدمی نماز جمعہ کی پڑھتے چلے آئے ہیں اور ان چار مساجد میں سے ایک قدیم ہے لیکن وہ بھی موضع کے ایک کنارہ پر واقع ہے اب کوئی عالم صاحب بنظر ہدایت واصلاح دین ودنیا ورضائے خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل موضع کو بلا کر کے کہ بحسب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

''سواد اعظم کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہوتا ہے۔'' (مستدرک: جز:1،ص115 تا116)

ان چاروں جماعت کو اکٹھا کر کے نماز جمعہ کی بطور اکمل واشرف ادا کیا کرو۔ اہل موضع بالاتفاق بایں شرط اس بات میں راضی ہوتا کہ گاؤں کے بیچا بیچ میں جامع مسجد ہو بعدہ مسجد قدیم والے کچھ پس وپیش کرنے لگے کہ یہاں سب کیوں نہیں آتے مسجد قدیم کو کسی طرح توڑوں ماقبی تین مساجد والے بوجہ حرج مسافت وبعد کہ یہاں سب کیوں نہیں آتے۔ مسجد قدیم کو کس طرح توڑوں ماقبی تین مساجد والے بوجہ حرج مسافت وبعد مسجد قدیم کے اس میں راضی نہیں۔

اس سوال میں یہ تین باتیں ضرورت طلب ہیں۔

1-اول، عالم صاحب مذکورۃ الصدر کو ان چاروں مسجدوں کے ٹین وستونوں کو اکھیڑ کے موضع کے بیچ میں ایک مسجد جامع بنا کر چاروں جماعت کو لے کے اس مسجد جامع میں نماز جمعہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ عالم اس امر میں مستحق ثواب ہوگا یا عذاب؟

2-دوم، ان چاروں مسجدوں کا متروکہ بیٹ یعنی جا گیوہ کا کیا حکم؟

3-سوم، مسجد قدیم والے کا عذر مذکورہ مکتوبہ از روئے شرع شریف ودین منیف مسموع یا غیر مسموع مستحسن یا غیر مستحسن؟

بینوا و توجروا۔

الجواب

سائل نے گاؤں کے لفظ سے تعبیر کیا اگر وہ واقع میں گاؤں ہے شہر یا قصبہ نہیں جب تو سرے سے مبنائے سوال باطل ہے کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اور اگر گاؤں سے بستی مراد ہے اور وہ بستی کم از کم قصبہ ہے جب یہ حرام کہ اور مسجدوں کو برباد کر کے جامع مسجد بنائی جائے نہ ان مسجدوں کے ٹین وستون اس کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں۔ (ردالمحتار: جز:3،ص:371)

نہ ان مسجدوں کی زمینوں کا کسی دوسرے تصرف میں لانا حلال ہوسکتا ہے جو ایسا کرے گا سخت ظالم و مستحق سخت عذاب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (البقرہ:114)

''اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کرتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے۔''

اور جب کہ بعد مسافت کی وجہ سے حرج ہے تو لوگ مجبور نہیں کئے جا سکتے کہ جمعہ ایک ہی جگہ پڑھیں کہ مذہب صحیح معتمد مفتی بہ میں شہر میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:16، ص419 تا420)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

☆ قولہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور چچازاد ہیں کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بہت بڑے مفسر تھے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص کر دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عزوجل ان کو حکمت کی تعلیم عطا فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی کوئی پیچیدہ مسئلہ آتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کا حل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کرواتے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہ تھے۔ شعر، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی جاننے والا نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ابوالعباس القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی وجہ سے البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دوبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی ''اے اللہ عزوجل اس

کو حکمت کی تعلیم دے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو۔ پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبیداللہ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے۔ علم، حلم، نسب اور تاویل میں، میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا، نہ کوئی آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ تھا، شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی جاننے والا نہ تھا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کا بیان کرتے، ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان فرماتے، ایک دن صرف غزوات کا بیان فرماتے، ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان فرماتے۔ جو عالم بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا وہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا وہ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب معلوم کر کے ہی گیا۔

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے کہ

میں نے طاؤس سے پوچھا کہ

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے؟

انہوں نے کہا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے قلم اٹھالئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ اپنا کام کیجئے۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا بالآخر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا:

تم بیعت کرو ورنہ میں تمہیں زندہ جلا دوں گا پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کو فہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے در و دیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ

کعبہ معظمہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے اور کہا۔

میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف ایک گھڑی میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی چپقلش ہو گئی تھی اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے اور چند دن کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

تو ابن الحنفیہ نے کہا:

بہ خدا! آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر مبارک تیرہ سال تھی۔ 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر سال کی عمر میں خلد آشیاں ہو گئے۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص192 تا 195)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ لبابہ بنت الحارث ہیں یعنی ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن۔ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تیرہ سال تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو علم و حکمت کی دعائیں دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت حسین بڑے عالم فقیہ مجتہد تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا۔ ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ آخر میں نابینا ہو گئے تھے 68ھ اڑسٹھ ہجری میں طائف میں وفات پائی۔ اکہتر سال عمر ہوئی۔ مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے آپ رضی اللہ عنہ سے ایک خلق نے روایات لی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِذَا وَافَقَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمَ عِيدٍ

باب: جب عید جمعہ کے دن کے موافق ہو

یہ باب عید جمعہ کے دن آنے پر حکم کے متعلق ہے۔

904 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيلُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ اِيَاسِ بْنِ اَبِي رَمْلَةَ الشَّامِيِّ قَالَ شَهِدْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ يَسْاَلُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ قَالَ اَشَهِدْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيدَيْنِ اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ صَنَعَ قَالَ صَلَّى الْعِيدَ ثُمَّ رَخَّصَ فِي الْجُمُعَةِ فَقَالَ مَنْ شَآءَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيُصَلِّ

ایاس بن رملہ شامی سے روایت ہے کہ میں حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور انہوں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت تھے جب ایک دن میں دونوں عیدیں جمع ہوئیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھائی پھر جمعہ کی رخصت عطا فرما کر ارشاد فرمایا: جو چاہتا ہے کہ وہ جمعہ پڑھے تو اسے چاہئے کہ وہ پڑھ لے۔

(مستدرک: جز:1،ص:425، معجم الکبیر: جز:5،ص:209، سنن الدارمی: جز:1،ص:459، صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:359)

905 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْبَجَلِيُّ حَدَّثَنَا اَسْبَاطٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ قَالَ صَلَّى بِنَا ابْنُ الزُّبَيْرِ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ اَوَّلَ النَّهَارِ ثُمَّ رُحْنَا اِلَى الْجُمُعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْنَا فَصَلَّيْنَا وُحْدَانًا وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالطَّائِفِ فَلَمَّا قَدِمَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اَصَابَ السُّنَّةَ

عطاء بن رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے دن ہم کو دن کے اول حصہ میں نماز عید پڑھائی پھر ہم جمعہ پڑھنے کے واسطے آئے تو ہمارے پاس نہ آئے اور ہم نے علیحدہ نماز پڑھ لی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں تھے جب آپ رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے اس کا آپ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہوں نے تو سنت کو پالیا ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:30، ص:58)

906 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ عَطَاءٌ اجْتَمَعَ يَوْمُ جُمُعَةٍ وَيَوْمُ فِطْرٍ عَلَى عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ عِيدَانِ اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فَجَمَعَهُمَا جَمِيعًا فَصَلَّاهُمَا رَكْعَتَيْنِ بُكْرَةً لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى صَلَّى الْعَصْرَ

ابن جریج سے روایت ہے کہ عطاء نے فرمایا: حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ایک ہی دن میں جمعہ اور عید الفطر جمع ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک ہی دن میں دونوں عیدیں جمع ہو گئی ہیں لہٰذا دونوں کی ایک ہی ساتھ دو رکعات صبح کے وقت پڑھیں ان دونوں پر کچھ زیادہ بھی نہ کیا حتیٰ کہ عصر کی نماز ادا فرمائی۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:40، ص:69، مصنف عبد الرزاق: ج:3، ص:303)

907 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى وَعُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الْوَصَّابِيُّ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ الضَّبِّيِّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ قَدِ اجْتَمَعَ فِي يَوْمِكُمْ هٰذَا عِيدَانِ فَمَنْ شَاءَ اَجْزَاهُ مِنَ الْجُمُعَةِ وَاِنَّا مُجَمِّعُونَ قَالَ عُمَرُ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کے دن تو تم لوگوں کے واسطے دونوں عیدیں اکٹھی ہو گئیں پس جو جمعہ پڑھنا چاہتا ہے تو وہ پڑھ لے اور ہم جمعہ ہی ادا کریں گے۔ عمر نے شعبہ سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک: ج:1، ص:425، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:318، مسند البزار: ج:2، ص:479، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:6، ص:209)

شرح:

اگر ایک ہی دن میں عید اور جمعہ دونوں جمع ہو جائیں تو دونوں نماز کو پڑھا جائے گا۔

مذاہب فقہاء

☆ **قوله قال شهدت معاوية ابن ابى سفيان رضى الله عنه وهو يسال زيد بن ارقم رضى الله عنه ۔ الخ**

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس کی شرح میں راقم ہیں۔

المغنی میں مذکور ہے کہ

شعبی، نخعی اور اوزاعی کے نزدیک عید کے دن جمعہ کی نماز ساقط ہو جائے گی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

1-حضرت عمر رضی اللہ عنہ، 2-حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

3-حضرت علی رضی اللہ عنہ، 4-حضرت سعد رضی اللہ عنہ

5-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، 6-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

7-حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے۔

اور عامۃ الفقہاء نے فرمایا ہے کہ

آیت کے عموم اور دیگر احادیث مبارکہ کی وجہ سے جمعہ کی نماز واجب ہے اور یہ دونوں نمازیں واجب ہیں اور ایک کے پڑھنے سے دوسری نماز ساقط نہیں ہوگی عید کے دن ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔(شرح سنن ابوداؤد: جز:4،ص:398)

☆ **قوله قد اجتمع فى يومكم هذا عيدان الخ**

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو چاہے اس کے لئے عید کی نماز جمعہ سے کافی ہوگی یہ رخصت ابتداء میں ان لوگوں کے لئے تھی جو بالائی بستیوں سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے تھے پھر یہ امر مقرر ہو گیا کہ عید کی نماز جمعہ کی نماز سے کافی نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس شخص نے عید کی نماز پڑھ لی اور امام کے ساتھ جمعہ پڑھنے حاضر نہیں ہوا وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے گا۔

(شرح سنن ابوداؤد: جز:4،ص:402)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ عید اور جمعہ دونوں لازم ہیں۔

الھدایہ میں الجامع الصغیر سے منقول ہے کہ

دو عیدیں ایک دن میں جمع ہو گئیں پس عید سنت ہے اور دوسری عید (جمعہ) فرض ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہیں کیا جائے گا۔ (ردالمختار: ج:3،ص:42)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال

☆عن ابی هريرة رضی الله عنه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور ابو ہریرہ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے اصل نام میں اختلاف ہے کہ عبد شمس ہے یا عبداللہ بن عامر یا عبداللہ بن عبد شمس وغیرہ وغیرہ۔

اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور انہوں نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نسب ''دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نضر بن الازد سے متعلق ہے۔''

آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں بہت اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اتنا اختلاف نہیں ہے آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ بن عامر

ایک قول یہ ہے کہ بریر بن عشرقہ

ایک قول یہ ہے کہ سکین بن دومۃ

ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ بن عبد شمس

ایک قول یہ ہے کہ عبد شمس

ایک قول یہ ہے کہ عبد نہم

ایک قول یہ ہے کہ عبد غنم

ایک قول یہ ہے کہ عبد عمر بن عبد غنم

ایک قول یہ ہے کہ عمرو بن علی القلاس۔

بہر حال اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام تبدیل کر دیا تھا۔

اس بارے میں بھی دو اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

عبداللہ

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

عبدالرحمٰن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جاہلیت میں میرا نام عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز مجھے ایک ہرہ (بلی) ملی میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آستین میں بلی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا!

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے اپنی چادر بچھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث مبارکہ بیان کیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول

کر دیا پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور وہیں پر ہی وصال فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا وصال 57ھ میں ہوا۔

ہیثم بن عدی نے کہا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے 58ھ میں ستر سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسد الغابہ: جز: 5، ص 315 تا 317)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقْرَأُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن صبح کی نماز میں کیا پڑھے؟

یہ باب جمعہ کے دن صبح کی نماز میں مخصوص سورت پڑھنے کے متعلق ہے۔

908 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مُّخَوَّلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُّسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَنْزِيلُ السَّجْدَةَ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّخَوَّلٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ بِسُوْرَةِ الْجُمُعَةِ وَاِذَا جَائَكَ الْمُنَافِقُوْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ تنزیل السجدہ اور ھل اتی علی الانسان حین من الدھر تلاوت فرماتے تھے۔ شعبہ نے مخول سے اپنی اسناد کے ساتھ اسی کو روایت کیا اور اضافہ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور اذا جاء ك المنافقون کا کیا۔

(معجم الکبیر: جز: 10، ص: 100، سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 51، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 201، سنن ترمذی: جز: 2، ص: 361)

مذاہب اربعہ

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک سورہ سجدہ اور سورہ دھر پڑھنا سنت ہے مگر حنبلیہ نے یہ کہا ہے کہ ان

دوسورتوں کو بغیر مواظبۃ کے پڑھا جائے۔ اور احناف کے نزدیک ان دوسورتوں کو پڑھنا احیاناً مستحب ہے وہ بھی ماثور کے اتباع کی نیت سے پڑھا جائے اور ان سورتوں کو متعین کر لینا اور ان پر مداومت کرنا نہ چاہیے۔ مالکیہ کے نزدیک مشہور قول میں فرض نماز میں ایسی سورت کا پڑھنا جس میں سجدہ ہو مکروہ ہے حتیٰ کہ جمعہ کے روز نماز میں سورہ سجدہ کا پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ اور دوسری روایت آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ہے کہ جب جماعت بڑی ہو تب کراہت ورنہ نہیں۔ تیسری روایت آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ہے کہ سراً پڑھنا مکروہ ہے جہراً نہیں۔

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

نماز جمعہ میں بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون یا پہلی میں سبح اسم اور دوسری میں هل اتك پڑھے مگر ہمیشہ انہیں کو نہ پڑھے کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھے۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:64)

☆ قوله عن ابن عباس رضی الله عنهما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات وواقعات پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلی الله علیه وسلم

بَابُ اللُّبْسِ لِلْجُمُعَةِ

باب: جمعۃ المبارک کے لئے لباس

یہ باب جمعۃ المبارک کے لئے لباس پہننے کے متعلق ہے۔

909 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَاٰى حُلَّةً سِيَرَاءَ يَعْنِي تُبَاعُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهٖ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ اِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَائَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَاَعْطٰى عُمَرَ حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ كَسَوْتَنِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ قُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدَ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ اَخًا لَهٗ مُشْرِكًا بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَجَدَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةَ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ بِالسُّوقِ فَاَخَذَهَا فَاَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْتَعْ هٰذِهٖ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَلِلْوُفُوْدِ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيْثَ وَالْاَوَّلُ اَتَمُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسجد کے دروازے کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر اس کو خرید فرمالیں اور اس کو جمعہ کے دن زیب تن فرمائیں۔ اور وفد آنے کے دن زیب تن فرمائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ پہنا کرتے ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں ان میں سے حلے آئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان میں حلہ عطا فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کو مجھے پہنانا چاہ رہے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطارد کے حلہ کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں آپ کو پہننے کے واسطے عطا نہیں فرماتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ سالم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ریشمی حلہ کو بکتے ہوئے بازار کے اندر دیکھا پس اس کو لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کیا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے لیں کہ عید کے دن اور وفود آنے کے دن تجمل ہو۔ پھر آگے حدیث بیان فرمائی اور پہلی اتم ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج:2، ص:178)

910 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ وَعَمْرٌو اَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنْ وَجَدَ اَوْ مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنْ وَجَدْتُّمْ اَنْ يَّتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهٖ قَالَ عَمْرٌو وَاَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ وَهْبُ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ يُّوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد ابن یحییٰ بن حبان نے بیان کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی پر کچھ حرج نہیں کہ کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑوں کو جمعہ کی نماز کے واسطے رکھ دے۔ اس کو عمرو ابن ابوحبیب، موسیٰ بن سعد، ابن حبان اور حضرت ابن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سماعت کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: اس کو وہب ابن جریر نے اپنے والد محترم سے، یحییٰ بن ایوب، یزید بن ابوحبیب، موسیٰ بن سعد (اور) یوسف بن عبداللہ بن سلام نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 242، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 47، ص: 400)

شرح:

☆ قوله رای حلة سيراء

سیراء ایک خاص قسم کا کپڑا ہوتا ہے جس میں ریشم بھی ہوتا ہے اور بعض نے خالص ریشمی کپڑا بھی کہا ہے۔

☆ قوله فی حلة عطارد

عطارد ایک شخص کا نام ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں تھا اسے کسی بادشاہ نے ریشمی حلہ دیا تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس جوڑے کو لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے کہ اگر آپ ﷺ ارشاد فرمائیں تو میں اسے آپ ﷺ کے واسطے خرید لوں۔ تو یہ حلہ عطارد اسی وجہ سے کہا گیا کیونکہ یہ عطارد کا حلہ تھا۔

☆ فكساها عمر اخاله مشر كا بمكة

جب نبی کریم ﷺ نے حلہ پہننے سے انکار فرمادیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس حلہ کو اپنے بھائی مشرک کو پہنادیا جو مکہ مکرمہ میں مقیم تھا۔ بعض نے کہا کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کا اخیافی بھائی تھا۔ بعض نے کہا رضاعی بھائی تھا۔ اس کا نام عثمان بن حکیم لکھا گیا ہے ان کے اسلام لانے میں اختلاف ہے۔

☆ قوله فكساها عمرا خالهً مشر كاً بمكة

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلہ اپنے مشرک بھائی کو پہنوادیا جو مکہ مکرمہ میں رہتا تھا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں کافر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کو ہدیہ دینے کی دلیل ہے اور اس حدیث مبارکہ میں مردوں کو ریشم کے کپڑوں کا ہدیہ دینے کی دلیل ہے کیونکہ کپڑا دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کپڑے کو پہنیں۔ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ کافر مردوں کے واسطے ریشم کے کپڑے پہننا جائز ہے مگر یہ وہم باطل ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں صرف کافر کی طرف ہدیہ دینے کا ذکر ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کافر کو وہ کپڑا پہننے کی اجازت دی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس ریشم کے کپڑے بھیجے اور اس سے ان کے پہننے کا جواز لازم نہیں آیا بلکہ نبی کریم ﷺ نے یہ تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو یہ کپڑے اس واسطے دیے ہیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں نہ یہ کہ ان کپڑوں کو پہنیں اور مذہب صحیح یہ ہے کہ کفار احکام فرعیہ کے بھی مخاطب ہیں اور ان پر ریشم پہننا حرام ہے۔ (شرح للنواوی: ج: 2، ص: 196)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح اپنے مذہب کے موافق کی ہے جبکہ ہمارے فقہاء احناف کے نزدیک کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں ان کا استدلال ان الفاظ سے ہے جو کہ اس باب کی روایت میں ہیں۔

فکساھا عمر اخالہ مشر کا بمکۃ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں اپنے بھائی مشرک کو پہنوا دیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کی تشریح تب درست ہوتی جب اس مشرک کو کپڑا دینے کا ذکر ہوتا جبکہ یہاں تو دینے کے بجائے پہنا دینے کا ذکر آیا ہے۔

مردوں پر ریشم حرام

اس باب کی حدیث اول میں ریشمی حلہ کا ذکر آیا۔ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مردوں پر ریشم پہننا کیسا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے:

مردوں پر ریشم پہننا حرام ہے البتہ حدیث مبارکہ میں ریشم کی حرمت سے چار انگلیوں کا استثناء فرمایا گیا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طیالسی کسروانی جبہ تھا جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ان احادیث مبارکہ سے جمہور فقہاء کرام نے یہ استدلال کیا ہے کہ کپڑے پر چار انگل ریشم کا کام بنانا جائز ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں ہے یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے ریشم پہننا مطلقاً جائز ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ریشم کے کپڑے مرد کے لئے حرام ہیں۔ بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں۔ ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لئے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔ (درمختار، ج:9،ص:580)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک کی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو لمبائی کا شمار نہیں۔ اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے اس طرح کے ہوتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ (درمختار وردالمحتار، ج:9،ص:580)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

آستین یا گریبان یا دامن کے کنارہ پر ریشم کا کام ہو تو وہ بھی چار انگل ہی تک ہو۔ صدری یا جبہ کا ساز ریشم کا ہو تو چار انگل

تک جائز ہے اور ریشم کی گھنڈیاں بھی جائز ہیں۔ٹوپی کا طرہ بھی چار انگل کا جائز ہے پائجامہ کا نیفہ بھی چار انگل تک کا جائز ہے۔ اچکن یا جبہ میں شانوں اور پیٹھ پر ریشم کے پان یا کیری چار انگل تک کے جائز ہیں۔ریشم کے کپڑے کا پیوند لگایا اگر یہ پیوند چار انگل تک کا جائز ہے اور زیادہ ہو تو نا جائز۔ریشم کو روئی کی طرح کپڑے میں بھر دیا گیا مگر ابرا اور استر (یعنی دوہرے کپڑے کی اوپری اور نچلی تہہ) دونوں سوتی ہوں تو اس کا پہنا جائز ہے اور اگر ابرا یا استر دونوں میں سے کوئی بھی ریشم ہو تو نا جائز ہے اسی طرح ٹوپی کا استر بھی ریشم کا نا جائز ہے اور ٹوپی میں ریشم کا کنارہ چار انگل تک جائز ہے۔(ردالمحتار: جز:9،ص:581)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگر چہ خالص ریشم ہو اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔(فتاویٰ ہندیہ: جز:5،ص:331)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے لئے ریشم اور سونا چاندی پہننا جائز ہے ان کے لئے چار انگل کی تخصیص نہیں اسی طرح عورتوں کے لئے گوٹے لچکے (زری کی تیار کی ہوئی گوٹ جو دو انگل سے چار انگل تک چوڑی ہوتی ہے) اگر چہ کتنے ہی چوڑے ہوں جائز ہے اور مغرق (سونے چاندی سے اس طرح لیا ہو کہ اس میں کپڑا نظر نہ آئے) اور غیر مغرق کا فرق بھی مردوں ہی کے لئے ہے عورتوں کے لئے مطلقاً جائز ہے۔(ردالمحتار: جز:9،ص:582)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریشمیں کپڑا مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں۔بینوا وتوجروا؟

الجواب

نہ بلکہ حرام ہے۔حدیث میں اس پر سخت وعیدیں وارد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ریشم نہ پہنو کہ جو اسے دنیا میں پہنے گا آخرت میں نہ پہنے گا (اس کو بخاری ومسلم نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ابن حبان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی)

نسائی کی ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

جو دنیا میں ریشم پہنے گا جنت میں نہ جائے گا (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

ریشم وہ پہنے گا جس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں (اس کو شیخین (بخاری ومسلم) نے روایت کیا اور الفاظ امام

بخاری رضی اللہ عنہ کے ہیں)

ایک حدیث مبارکہ میں ہے حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو ریشم پہنے گا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وامام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جو ریشم پہنے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایک دن کامل آگ پہنائے گا وہ دن تمہارے دنوں میں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لمبے دنوں سے یعنی ہزار برس کا ایک دن (اس کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے رب عزوجل کے نزدیک ایک دن تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں میں سونا لیا پھر فرمایا:

بے شک یہ دونوں (ریشم اور سونا) میری امت کے مردوں پر حرام ہیں (ابوداؤد اور نسائی نے اس کو روایت کیا)

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:22،ص155 تا157)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

نماز جمعہ کے لئے پیشتر سے جانا اور مسواک کرنا اور اچھے اور سفید کپڑے پہننا اور تیل اور خوشبو لگانا اور پہلی صف میں بیٹھنا مستحب ہے اور غسل سنت ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:149)

☆ **قولہ قال عمرو اخبرنی ابن ابی حبیب**

اس سے اوپر والی سند میں ابن وہب کے دو اساتذہ ذکر کیے گئے ہیں۔

1- ایک کا نام یونس ہے، 2- دوسرے کا نام عمرو ہے۔

عمرو سے جو پہلی روایت تھی وہ یحییٰ بن سعید سے تھی اب یہاں پر ابن وہب فرما رہے ہیں کہ میرے استاذ محترم عمرو جس طرح اس حدیث مبارکہ کو یحییٰ بن سعید سے روایت فرماتے ہیں: اسی طرح ابن ابی حبیب سے بھی روایت فرماتے ہیں مگر دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ پہلی روایت کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے محمد بن یحییٰ ہیں جو کہ تابعی بزرگ ہیں اسی لئے وہ روایت مرسل ہوئی اور اس دوسری روایت میں محمد بن یحییٰ بن حبان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ابن سلام کا واسطہ ہے اسی لئے یہ روایت مسند ہوگی مگر ابن سلام کے مصداق میں دو احتمال ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ

اگراس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی ہیں تو پھر یہ روایت منقطع ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن حبان کا سماع حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

اگرابن سلام سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے یوسف ہیں تو یہ صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور ابن حبان نے ان کا زمانہ واقعی پایا ہے پھر یہ روایت مسند اور متصل ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

☆ **قوله عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما**

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کے ساتھ ہی اسلام لے آئے تھے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ نابالغ اور چھوٹے تھے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے ہجرت کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی اتباع بہت زیادہ کرتے تھے دینی معاملات میں بہت محتاط تھے اور جب فتویٰ دیتے تو بہت احتیاط فرماتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر قرشی عدوی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب جمحیہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے ساتھ ہی اسلام لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ چھوٹے اور نابالغ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے پہلے ہجرت کی تھی۔ اس پر اتفاق ہے کہ غزوہ بدر میں نہیں تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کم عمر قرار دے کر واپس فرما دیا تھا۔ غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ اس غزوہ میں شریک تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔

صحیح یہ ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقہ میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔ سفر میں اس جگہ قیام فرماتے جہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے اور ہر اسی جگہ نماز ادا فرماتے تھے جہاں پر

رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ جس درخت کے نیچے اترتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت یاد تھیں اور فقہ میں اس قدر ماہر نہ تھے دینی معاملات میں بہت احتیاط کیا کرتے تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت محتاط تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملہ میں نہیں پڑے حالانکہ اہل شام کو آپ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بہت میلان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتنوں میں سے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے۔

حبیب سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری وقت میں فرمایا۔

مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوا اور کسی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ حج کیے اور صدقہ وخیرات بہت زیادہ دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کر دیا کرتے تھے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد 73ھ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب یہ تھا کہ حجاج نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں نیزے کی نوک چبھو دے حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک دن اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔

حجاج نے کہا:

میرا ارادہ ہے کہ میں تیرے اس جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہاں تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کیا گیا ہے۔ حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں چبھو دے اس زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وصال ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھیاسی سال کی تھی۔

(اسد الغابہ: جز:3، ص227 تا 230)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی عدوی ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایمان لائے۔ بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے۔ حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور انور ﷺ نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک

نہیں کیا۔غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ چودہ سالہ تھے۔بڑے عابد، زاہد، محتاط اور متبع سنت تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کرلیا سواء حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے۔

حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا متقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسا عالم نہ دیکھا۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کئے۔ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور 73 تہتر میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے تین مہینہ بعد وفات پائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت تو یہ تھی کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو حل میں دفن کیا جاوے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ ذی طوی میں دفن کئے گئے مہاجرین کے قبرستان میں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ

ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سورج تیرا انتظار نہ کرے گا۔

وہ بولا کہ

میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اندھا کردوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر تو چاہے تو ایسا کرسکتا ہے کیونکہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کردیا گیا ہے۔نیز آپ رضی اللہ عنہ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے۔ان وجوہ سے حجاج آپ رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگا۔

اس نے ایک شخص سے کہا۔

اس نے زہریلا نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے تلوے میں چبھو دیا راہ چلتے ہوئے اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوئی چوراسی یا چھیاسی سال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں۔(مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّحَلُّقِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ

باب: جمعہ کے دن نماز سے قبل حلقہ بنانا

یہ باب جمعہ کے دن نماز سے قبل حلقہ بنانے کے حکم کے متعلق ہے۔

911 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ وَأَنْ يُنْشَدَ فِيهِ شِعْرٌ وَنَهٰى عَنِ التَّحَلُّقِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

عمرو بن شعیب اپنے والد محترم، دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بیع وشراء اور اس میں گم شدہ چیز کو ڈھونڈنے سے روکا ہے اور اس کے اندر شعر کہنے سے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ بنانے سے روکا ہے۔

(سنن النسائی: جز:3،ص:133، صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:275، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:31،ص:362، مصنف ابن ابی شیبہ: جز:2،ص:137)

شرح:

جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے بعض لوگوں کا مسجد میں آ کر حلقہ بنا کر بیٹھنا حدیث مبارکہ کی رو سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ ہیئت نماز کے خلاف ہے اور صف بندی کے بھی خلاف ہے اس سے قطع صفوف لازم آتا ہے اس کے علاوہ کئی اور بھی خرابیاں ہیں مثال کے طور پر جب لوگ حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں تو آپس میں گپ شپ کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں حالانکہ مسجد اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے تیار کی گئی ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ ممانعت نفس تحلق کی نہیں بلکہ کثرت تحلق کی ہے کہ مختلف لوگ اپنے اپنے حلقے علیحدہ علیحدہ بنا کر مسجد میں بیٹھ جائیں صرف ایک آدھ حلقہ بنا کر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسجد میں بیع وشراء

☆ قوله نهى عن الشراء والبيع
مسجد میں بیع اور شراء کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔
سب سے پہلے بیع کی تعریف بیان کی جاتی ہے بعد میں حکم بیان کیا جائے گا۔

بیع کا معنی: بیع کے معنی کے متعلق علماء کرام کے درج ذیل اقوال ہیں:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

قیمت والی چیز کو دے کر قیمت کو لے لینا بیع ہے اور خریدنے اور بیچنے دونوں پر بیع کا اطلاق ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی شخص دوسرے بھائی کی بیع کو نہ خریدے۔

یہاں خریدنے پر بیع کا اطلاق فرمایا گیا ہے۔(المفردات:ص:67)

علامہ زین الدین ابن نجیم کا قول:

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی 976ھ لکھتے ہیں:

ایک شے کے عوض میں دوسری شے دینا چاہے وہ مال ہو یا نہ ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (یوسف:20)

انہوں نے اس کو کھوٹے چند دراہم کے بدلے بیچ دیا۔

حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام آزاد شخص تھے مال نہ تھے۔ ہر چند کہ لغت میں بیع کا اطلاق خریدنے اور بیچنے دونوں پر ہوتا ہے لیکن بائع کا متبادر معنٰی بیچنے والا ہے۔(البحر الرائق:ج:5،ص:256)

یہی علامہ ابن نجیم راقم ہیں کہ

علامہ نسفی نے لکھا ہے کہ

باہمی رضامندی سے مال کے عوض مال نہ دینے کو بیع کہتے ہیں۔

اور الکشف الکبیر میں لکھا ہے کہ

جس چیز کی طرف طبیعت مائل ہو اور اس کو بوقت ضرورت ذخیرہ کیا جا سکے اس کو مال کہا جاتا ہے کسی چیز کا مال ہونا تب ثابت ہوا کرتا ہے جب عرف میں اس کی کوئی قیمت ہو اور جس چیز سے بغیر قیمت کے نفع حاصل کرنا مباح وہ مال نہیں ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

کسی مرغوب چیز کا دوسری مرغوب چیز سے تبادلہ اگر قولاً ہو تو یہ ایجاب وقبول ہے اور اگر فعلاً ہو تو یہ بیع تعاطی ہے۔
(البحر الرائق:ج:5،ص:257)

صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی کا قول:

صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ (بہار شریعت: جز:2،ص:615)

حکم

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

بیع و شراء وغیرہ ہر عقد مبادلہ مسجد میں منع ہے صرف معتکف کو اجازت ہے جبکہ تجارت کے لئے خرید تا بیچتا نہ ہو بلکہ اپنی اور بال بچوں کی ضرورت سے ہو اور وہ چیز مسجد میں نہ لائی گئی ہو۔ (درمختار: جز:2،ص:526)

مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش کرنا

☆ **قوله نهى...... وان تنشد فيه ضالة**

اور مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنا منع ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:523)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

اور بے اجازت داخل ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اجازت کسی اور کام کی ہے اور داخل ہونے والا کسی اور کام کی غرض سے داخل ہوا۔ اسی نکتہ کی طرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں ارشاد فرمایا: جس نے کسی آدمی کو سنا کہ مسجد میں اپنی کھوئی ہوئی چیز تلاش کر رہا ہے تو دعا کرے کہ خدا کرے تو اسے نہ پائے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائیں گئیں......الخ

امام احمد، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے اسی حدیث مبارکہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے روایت کیا۔ مذکورہ بالا سبھی محدثین نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اس حدیث مبارکہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا تو اسے نہ پائے تو اسے نہ پائے تو اسے نہ پائے۔ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں وہ تو جس کے لئے بنائی گئی ہیں بنائی گئی ہیں۔

عبدالرزاق نے ابی بکر ابن محمد سے روایت کی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں کھوئی ہوئی چیز تلاش کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: اے تلاشی کرنے والے! پانے والے تیرے علاوہ ہو مسجدیں اس کام کے لئے نہیں ہیں۔

اس موضوع پر حدیثیں بہت ہیں اور یہ اس صورت کو بھی شامل ہے کہ تلاوت کے لئے مصحف شریف کو ڈھونڈنے یا کسی کی امانت جو اس کے پاس تھی کھو جانے پر مسجد میں تلاش کرے حالانکہ ایسی چیز کا تلاش کرنا واجب ہے۔

ارشاد الٰہی عزوجل ہے۔

''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانت واپس کردو۔''

تلاش پانے کا مقدمہ ہے اور پانا دینے کا ذریعہ اور جو واجب کا ذریعہ ہو وہ خود واجب ہے۔ فقہاء نے اس عموم میں ہر گم

شدہ چیز کی تلاش کو داخل کیا اور کسی خاص گمشدہ کا استثناء نہیں کیا اس کا رمز یہ ہے کہ واجب کی ادائیگی ہر چند کہ عمل آخرت ہے یہ بھی عمل آخرت کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:28، ص:171)

مسجد میں شعر کہنا

☆ **قوله نهى...... وان تنشد فيه شعر**

اور مسجد میں شعر کہنے سے منع فرمایا ہے۔

مسجد میں شعر کہنے کی تحقیق سے پہلے شعر کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

شعر کا معنیٰ

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

شعر کا معنیٰ بال ہے اور بال بہت باریک اور دقیق ہوتا ہے شعر کو بھی شعر اس لیے کہتے ہیں: اس کا معنیٰ بہت باریک اور دقیق ہوتا ہے اور عرف میں شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو ایک ردیف اور قافیہ پر ہو۔

بعض محققین نے کہا ہے:

کفار عرب آپ کو اس معنیٰ کے لحاظ سے شاعر نہیں کہتے تھے بلکہ بعض اوقات جھوٹ کو شعر سے اور جھوٹے شخص کو شاعر سے تعبیر کرتے ہیں اسی وجہ سے قرآن مجید میں عام شعراء کے متعلق فرمایا ہے۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۝ؕ (الشعراء:224)

اور شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔

اور چونکہ شعر جھوٹ کی قرارگاہ ہوتا ہے اسی لئے عرب کہتے ہیں: سب سے اچھا شعر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہو اور کفار قریش اس معنیٰ کے لحاظ سے آپ کو شاعر اور قرآن مجید کو شعر کہتے تھے۔ (المفردات: جز:1، ص:345)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

لغت میں شعر کا معنیٰ علم ہے اور اصطلاح میں اس کلام کو شعر کہتے ہیں جس میں قصداً کلام کے آخری الفاظ کو ایک وزن اور ایک قافیہ پر لایا گیا ہو اور اگر کسی کلام کا آخر بغیر قصد کے ایک وزن پر ہو تو اس کو شعر نہیں کہا جاتا۔ اس لحاظ سے یہ آیت شعر نہیں ہوگی۔

اَلَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۝ؕ (الانشراح:3تا4)

یہ کلام بھی مقفیٰ اور موزوں ہے لیکن یہ شعر نہیں ہے کیونکہ اس آیت کے آخری الفاظ کو قصداً ایک وزن پر نہیں لایا گیا اسی طرح دوسری آیات بھی جو موزوں اور مقفیٰ ہیں وہ اشعار نہیں ہیں کیونکہ ان کو موزوں اور مقفیٰ لانے کا مقصد نہیں کیا گیا اور منطقیوں کی اصطلاح میں شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو خیالی باتوں سے بنایا جائے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کسی چیز پر

راغب کیا جائے یا کسی کو کسی چیز سے متنفر کیا جائے۔(التعریفات:ص:92)

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

لغت میں شعر کا معنیٰ جاننا ہے اور اصطلاح میں اس کلام کو شعر کہتے ہیں جس میں کلمات کو ایک وزن پر لانے کا قصد کیا گیا ہو اس تعریف کے اعتبار سے قرآن مجید شعر نہیں ہے۔

مؤرخین نے کہا ہے:

سب سے پہلا شعر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تھا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا تو انہوں نے اسی کے غم میں یہ اشعار کہے۔

تغیرت البلاد ومن علیھا	فوجہ الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی طعم ولون	وقل بشاشۃ الوجہ الملیح
وھابیل اذاق الموت فانی	علیك الیوم محزون قریح

یعنی تمام شہر اور ان کے رہنے والے متغیر ہو گئے زمین کا چہرہ غبار آلود اور خراب ہو گیا، ہر ذائقہ والی اور رنگ دار چیز متغیر ہو گئی اور چہروں کی بشاشت اور ملاحت کم ہو گئی۔اے ہابیل تو نے موت کا ذائقہ چکھ لیا اور تجھ پر میری طبیعت غمزدہ اور ملول ہے۔

قاسم بن سلام بغدادی نے کہا:

سب سے پہلا شعر حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں میں سے یعرب بن قحطان نے کہا اور فارسی میں سب سے پہلا شعر بہرام گور نے کہا:

اور ایک قول یہ ہے کہ

سب سے پہلے جس نے مدح اور تعریف میں قصائد کی بنیاد رکھی وہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں خراسان، بخارا اور ہرات کے سلطان احمد بن نوح السامانی کا درباری تھا اس کا نام رودکی تھا۔(دستور العلماء:جز:2،ص157 تا 158)

حکم

مسجد میں شعر پڑھنا ناجائز ہے ہاں اگر وہ شعر حمد ونعت ومنقبت، وعظ اور حکمت کا ہو تو پھر جائز ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں شعر پڑھنا ناجائز ہے البتہ اگر وہ شعر حمد ونعت ومنقبت ووعظ وحکمت کا ہو تو جائز ہے۔(درمختار:جز:2،ص:523)

حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ

☆ قولہ عن عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم، ابن مسیّب، طاؤس وغیرہم سے روایات لی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر احادیث مبارکہ منقول ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سہمی ہیں آپ نے اپنے والد شعیب، ابن مسیّب، طاؤس وغیرہم سے روایات لیں۔ بخاری، مسلم نے ان کی کوئی حدیث نہ لی کیونکہ ان کی روایت میں عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے خبر نہیں ہوئی کہ جدہ سے ان کے اپنے دادا محمد مراد ہیں یا والد شعیب کے دادا ابن عمرو ابن عاص مراد ہیں محمد تابعی ہیں اور عبداللہ ابن عمرو صحابی ہیں تو پتہ نہیں لگتا کہ حدیث متصل ہے یا مرسل۔ نیز شعیب نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے ملاقات نہیں کی لہٰذا ان کی احادیث میں تدلیس ہے اسی وجہ سے بخاری، مسلم نے ان کی احادیث نہ لیں۔

(مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:545)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِيْ اِتِّخَاذِ الْمِنبَرِ

باب: منبر بنوانے کے متعلق

یہ باب منبر بنوانے کے حکم میں ہے۔

912 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُهُ فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ اَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ وَاَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فُلَانَةَ امْرَاَةٌ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ اَنْ مُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ اَنْ يَّعْمَلَ لِيْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَاَرْسَلَتْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَاهُنَا فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ فِيْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا

بِیْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلَاتِیْ

ابو حازم بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مرد آئے اور انہیں منبر کے بارے میں تردد تھا پس انہوں نے اس بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں بہت زیادہ جانتا ہوں کہ وہ کس کا تھا۔ اور میں نے اس کو اول دن سے ہی دیکھا اور کون سے دن اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانی عورت کی طرف یہ حکم بھجوایا اس کا حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے نام بھی بیان فرمایا کہ اپنے ترکھان غلام کو کہو کہ میرے واسطے لکڑی کا منبر تیار کروا دے کہ میں اس کے اوپر جلوہ فرما کر لوگوں سے کلام کیا کروں پس اس عورت نے ان کو حکم دیا تو انہوں نے غابہ کے طرفہ درخت کی لکڑی سے بنا کر پیش کیا۔ تو اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا تو وہیں رکھ دیا گیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اوپر نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اوپر تکبیر فرمائی پھر رکوع فرمایا اور اس کے اوپر ہی تھے پھر پشت اقدس پھیر کر نیچے تشریف لے آئے تو منبر کی جڑ میں سجدہ فرمایا پھر دوبارہ اسی جگہ تشریف فرما ہوئے۔ پس جب فراغت پائی تو لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ اس وجہ سے کیا ہے تاکہ تم میری اتباع کرو اور تم کو میری نماز کا علم ہو جائے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:108، سنن النسائی: ج:3، ص:180، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:512، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:35، ص:272)

913 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ رَوَّادٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَدَّنَ قَالَ لَهٗ تَمِيْمٌ الدَّارِیُّ اَلَا اَتَّخِذُ لَكَ مِنْبَرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَجْمَعُ اَوْ يَحْمِلُ عِظَامَكَ قَالَ بَلٰی فَاتَّخَذَ لَهٗ مِنْبَرًا مِرْقَاتَيْنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس وزنی ہو گیا تو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر نہ بنوا دوں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ تو انہوں نے دو سیڑھیوں والا منبر بنا دیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:195، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:11، ص:150)

تعارض

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس عورت کے پاس منبر بنوانے کے لئے پیغام بھجوایا تھا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کے اندر روایت نقل کی ہے کہ اس عورت نے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر بنوا کر پیش کرنے کے لئے عرض کیا تھا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ پہلے خود اس عورت نے عرض کیا تھا بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یاد دہانی کی خاطر

پیغام بھجوادیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے منبر کے درجات

نبی کریم ﷺ کے منبر کے تین درجات تھے۔ منبر کے تیسرے درجہ پر جلوہ فرما ہوتے تھے اور آپ ﷺ کے قدمین شریفین دوسرے درجہ پر ہوا کرتے تھے پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ادب کی وجہ سے دوسرے درجہ پر تشریف فرما ہوتے تھے اور پہلے درجہ پر قدمین مبارکہ رکھتے تھے۔ پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تیسرے درجہ پر تشریف فرما ہوتے تھے اور زمین پر قدمین مبارکہ رکھتے تھے پھر چونکہ اور کوئی درجہ باقی نہ رہا اسی لئے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے اوپر والے درجہ پر تشریف فرما ہوئے تھے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

ردالمحتار میں ہے:

حضور انور ﷺ کے مقدس منبر کے تین زینے اس تخت کے علاوہ تھے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے تھے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوسرے پر پڑھا، فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسرے پر۔ جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا سبب پوچھا گیا تو فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں لہٰذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور بھی نہیں اصل سنت اول درجہ پر قیام ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ادب کی بناء پر ایسا کیا اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ادب کی خاطر۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:344)

تعارض

☆ **قوله قال تميم الداري الا اتخذ لك منبرا يارسول الله صلى الله عليه وسلم الخ**

یہ حدیث مبارکہ اس باب کی پہلی حدیث مبارکہ کے خلاف ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ سنن کی روایات میں سے ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے جبکہ اس باب کی پہلی حدیث مبارکہ متفق علیہ ہے پھر ظاہر ہے کہ ترجیح اسی کو ہی حاصل ہوگی یا اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو پتہ نہ تھا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی جانب سے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیشکش کی تو آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیشکش کو بھی نہ ٹھکرایا بلکہ منظور فرمایا اور حکم ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے آپ بھی کوشش کریں اور جس عورت کو بنوادینے کے لئے فرمایا گیا تھا اس سے جاکر ملیں اور بنا دینے کا مطالبہ کریں چنانچہ اسی طرح ہی ہوا۔

نبی کریم ﷺ کے فراق میں منبر بننے کے بعد کھجور کے تنے کا رونا

نبی کریم ﷺ منبر بننے سے پہلے جمعہ کے دن کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب

آپ ﷺ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو آپ ﷺ اس پر جلوہ افروز ہونے کے لئے تشریف لے گئے تو کھجور کا تنا رویا۔ اس کے رونے کے متعلق کئی روایات ہیں۔ بعض روایت میں ہے کھجور کا تنا بچے کے رونے کی طرح زور زور سے رویا۔ بعض روایت میں ہے وہ اس طرح چلا رہا تھا کہ جس طرح دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں چلاتی ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے تو وہ تنا بیل کی طرح آواز نکال کر چلا رہا تھا۔

اس کھجور کے تنے کے رونے کے بارے میں یہ روایات ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن ایک درخت یا کھجور (کے تنے) کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

انصار کی کسی عورت یا مرد نے کہا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم آپ ﷺ کے لئے منبر نہ بنا دیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم چاہو!

انہوں نے منبر بنا دیا جب جمعہ کا دن آیا تو آپ ﷺ منبر کی طرف تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا تنا بچے کی طرح زور زور سے رونے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے منبر سے اتر کر اس کو اپنے ساتھ لپٹایا تو وہ سسکیاں لینے لگا پھر پر سکون ہو گیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3584)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں ہے:

وہ کھجور کا تنا اس طرح چلا رہا تھا جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں چلاتی ہے پھر نبی کریم ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ پر سکون ہو گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3585)

حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ متعدد اسانید سے روایت کرتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے تو وہ کھجور کا تنا بیل کی طرح آواز نکال کر چلا رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے غم کی بناء پر اس کی آواز میں لرزش تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر سے نیچے تشریف لائے اور اس کو لپٹایا پھر وہ پر سکون ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی جان ہے اگر میں اس کو نہ لپٹاتا تو وہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کے غم میں روتا رہتا پھر اس کو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے زمین میں دفن کر دیا گیا۔

امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے ساتھ چمٹایا تو وہ پر سکون ہو گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر میں اس کو نہ چمٹاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کر کے کہا حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو روتے اور فرماتے! اے اللہ عزوجل کے بندو! درخت کا تنا رسول اللہ ﷺ کے شوق میں روتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا مقام ہے تو تم رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا شوق رکھنے کے زیادہ حق دار ہو۔

(البدایہ والنہایہ: جز:4،ص518 تا519)

امام ابونعیم اصفہانی متوفی 430ھ نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ

اگر میں اس کو اپنے ساتھ نہ لپٹاتا تو یہ قیامت تک روتا اور چلاتا رہتا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم: رقم الحدیث:305)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے اس درخت کے ستون سے فرمایا: تو پرسکون ہو جا اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں اگادوں تیرا پھل نیک لوگ کھائیں گے اور اگر تو چاہے تو میں تجھے دنیا میں پہلے کی طرح تروتازہ درخت اگادوں تو اس درخت نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم: رقم الحدیث:306)

امام اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی 774ھ اس سلسلے میں متعدد اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ متعدد راویوں کے طرق سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مسجد کی چھت کھجور کے شہتیر کی تھی تو رسول اللہ ﷺ کھجور کے تنے کی طرف رخ انور فرما کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور اس سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ایک صحابی نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کے لئے ایک منبر تیار کر دیں جس پر آپ ﷺ قیام فرما کر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمائیں اور لوگ سنا کریں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! چنانچہ تین درجات والا منبر تیار کیا گیا اور مسجد نبوی میں رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ نے اس پر قیام فرما کر خطبہ ارشاد فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اس کے قریب سے گزر کر منبر اقدس پر جلوہ افروز ہوئے تو تنے سے بیل کے رونے جیسی آواز آئی تو نبی کریم ﷺ اس کے رونے کی آواز سن کر منبر سے اتر آئے اور اس پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا اور منبر پر دوبارہ تشریف فرمائے۔ جب مسجد کو شہید کیا گیا تو اس تنے کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھ لیا اور اس کو دیمک نے کھا لیا اور وہ گل سڑ کر ٹکڑے

ٹکڑے ہو گیا۔ (مسند الشافعی: جز:1،ص:65)

امام ابویعلی نے متعدد راویوں کے طرق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہو گئے تو وہ کھجور کا تنا بیل کی طرح آواز نکال کر چلا رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کی وجہ سے اس کی آواز میں لرزش تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس کو لپٹایا پھر وہ پرسکون ہو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر میں اس کو نہ لپٹاتا تو وہ قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں روتا رہتا پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زمین میں دفن کر دیا گیا۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم :ص:50)

حافظ ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ چمٹایا تو وہ پرسکون ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں اس کو نہ چمٹاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ (مسند البزار: جز:2،ص:328)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد راویوں کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے وقت ستون سے ٹیک لگایا کرتے تھے جب سننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

منبر تیار کریں جس سے سب کو آواز پہنچے۔ جس وقت منبر کو تیار کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افزاء ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اس تنے سے اولاد کی محبت میں ماری عورت کی طرح آواز آ رہی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا اور اس تنے کی آواز ختم ہو گئی۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کر کے کہا ہے کہ

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ جب اس حدیث مبارکہ کو بیان فرماتے تو روتے اور فرماتے اے اللہ عزوجل کے بندو! درخت کا تنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق میں روتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا مقام ہے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق رکھنے کے زیادہ حق دار ہو۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اگر میں اس کو اپنے ساتھ نہ لپٹاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا اور چلاتا رہتا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسانید سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ کھجور کے تنے کے

ساتھ ٹیک لگا کر ارشاد فرماتے تھے۔ انصاری عورت نے کہا جس کا بیٹا بڑھئی تھا یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ ﷺ کے لئے منبر تیار کروالیں۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! منبر تیار ہونے کے بعد آپ ﷺ جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوئے فوراً تنا بچے کی مانند رونے لگ گیا تو آپ ﷺ نے منبر سے اتر کر اس کو آغوش رحمت میں لے لیا اور وہ بچے کی طرح ہچکیاں لے رہا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سننے کی وجہ سے رو رہا تھا۔ (مسند احمد: جز: 21، ص: 71)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسانید سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن ایک درخت یا کھجور کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

انصار کی کسی عورت یا مرد نے کہا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ ﷺ کے لئے منبر نہ بنادیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم چاہو! انہوں نے منبر بنادیا جب جمعہ کا دن آیا تو آپ ﷺ منبر کی طرف تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا تنا بچے کی طرح زور سے رونے لگا۔ آپ ﷺ نے اتر کر اس کو اپنے ساتھ لپٹایا تو وہ سسکیاں لینے لگا پھر پرسکون ہوگیا۔

(صحیح البخاری: جز: 11، ص: 421)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ

وہ کھجور کا تنا اس طرح چلا رہا تھا جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں چلاتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ پرسکون ہوگیا۔ (صحیح البخاری: جز: 3، ص: 451)

حافظ ابو بزار متعدد اسانید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ منبر کے تیار ہونے سے پہلے آپ ﷺ تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب منبر پر خطبہ دینا شروع کیا تو تنے سے رونے کی آواز آئی جو تمام سامعین نے سماعت کی۔ آپ ﷺ نے اس پر اپنا مقدس ہاتھ رکھا تو خاموش ہوگیا۔ (معجزات النبی ﷺ، ص: 52)

ابو بکر بن ابی شیبہ، سفیان بن عیینہ، ابی حازم نے فرمایا: وہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ منبر کس چیز کا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ منبر سے پہلے کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور اس کی طرف رخ انور فرما کر نماز ادا فرماتے تھے جس وقت منبر بنایا گیا تو اس پر خطبہ کے لئے تشریف لائے اور تنے سے رونے کی آواز آنے لگی۔ آپ ﷺ اترے

اوراس کو آغوش رحمت میں لیا تو وہ چپ ہو گیا۔ (معجزات النبی ﷺ،ص:53)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ منبر بننے سے پہلے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر بنا دیا گیا تو آپ ﷺ اس پر بیٹھنے کے لئے گزرے اور بیٹھنے لگے تو وہ رونے لگ گیا اور آپ ﷺ نے اس پر اپنا مقدس ہاتھ رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر میں اس کو چپ نہ کراتا تو قیامت تک روتا رہتا۔ (مسند احمد:ج:5،ص:157)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب منبر تیار کیا گیا اور خطبہ دینا شروع فرمایا تو تنا رونے لگ گیا اور آپ ﷺ نے اس پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا۔ (صحیح البخاری:ج:11،ص:419)

عبد بن حمید لیثی نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔

یارسول اللہ (ﷺ)! مسلمان کثیر ہو گئے ہیں اور وہ تمام آپ ﷺ کے رخ انور کو دیکھنے کی چاہت رکھنے والے ہیں اور آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوں تو تمام دیدار سے مشرف ہو سکتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں (یعنی بنا دو)! اس منبر کو کون بنائے گا۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا میں بناؤں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو بنالو گے۔

اس نے عرض کیا: ہاں! اور اس نے انشاء اللہ نہ کہا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹھو! پھر دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے بھی اسی طرح کہا یعنی انشاء اللہ نہ کہا۔

پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا:

میں بنالوں گا اور اس نے بھی انشاء اللہ نہ کہا۔

ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: میں بناؤں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے عرض کیا: (میرا نام) ابراہیم (ہے)

تو آپ ﷺ نے منبر تیار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ آپ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر رونق افزاء ہوئے اور لوگوں کا آپ ﷺ کی طرف دھیان تھا تو کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آئی اور اس آواز کو میں نے خود سنا اور میں مسجد کے آخری جانب تھا۔ آپ ﷺ منبر سے اترے اور اس کو گلے لگایا اور وہ چپ ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

یہ کھجور کا تنا میری فراقت میں رویا ہے اگر میں اتر کر گلے نہ لگاتا تو قیامت تک روتا رہتا۔ (معجزات النبی ﷺ: ص:54)

حافظ ابو یعلیٰ نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ لکڑی کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر ہر جمعہ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ایک شخص روم سے آیا اور اس نے عرض کیا: اگر آپ ﷺ چاہیں تو آپ ﷺ کے لئے ایک منبر بنا دیں جس پر آپ ﷺ کھڑے ہو سکیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس نے آپ ﷺ کے لئے منبر بنایا۔ پس جب آپ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے لکڑی کا تنا اس طرح رویا جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے لئے روتی ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نیچے تشریف لائے اور اس پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا۔ (مسند ابو یعلیٰ: ج:2، ص:328)

حافظ ابو یعلیٰ متعدد اسانید کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو دنیا و آخرت کے ساتھ ہونے کا اختیار دیا تھا اس نے آخرت کو پسند کیا اور زمین میں اتنا دبا دیا گیا کہ اس کی علامت نہ رہی۔

(معجزات النبی ﷺ: ص:55)

ابو نعیم نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ ایک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جس وقت منبر تیار ہو گیا تو اس پر آپ ﷺ جلوہ فرما ہوئے تو وہ تنا بیل کی مانند آواز نکالنے لگ گیا اور تمام مسجد والوں نے آواز سنی حتیٰ کہ آپ ﷺ اس کی طرف تشریف لائے اور وہ خاموش ہو گیا۔ (معجزات النبی ﷺ: ص:55)

منبر شریف کب بنایا گیا

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے 7ھ میں منبر کا قول نقل فرمایا ہے۔

بعض نے کہا: 8ھ کو بنایا گیا۔

بعض نے کہا: 2ھ کو بنایا گیا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَوْضِعِ الْمِنبَرِ
باب: منبر رکھنے کا مقام

یہ باب منبر رکھنے کے متعلق ہے۔

914 حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كَانَ بَيْنَ مِنبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْحَائِطِ كَقَدْرِ مَمَرِّ الشَّاةِ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف اور مسجد کی دیوار کے مابین اس قدر جگہ باقی تھی کہ جس سے بکری کا گزر ہو جاتا۔

(معجم الکبیر: ج: 6، ص: 144، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 39، ص: 436)

شرح:

حائط سے مراد سامنے کی دیوار ہے یعنی دیوار قبلہ ہے اور یہ مسجد کے اندر سامنے والی دیوار جہاں پر امام کی محراب ہوا کرتی ہے اس کے بالکل ساتھ ہی تھا۔ منبر شریف اور دیوار کے مابین اس قدر جگہ باقی تھی کہ جس سے بکری گزر سکتی تھی۔ اس حدیث مبارکہ کی تخریج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن سلمة ابن الاكوع رضى الله عنه**

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بیعت الرضوان میں شامل ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے اور پیدل کی لڑائی میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو مسلم ہے اسلمی ہیں مدنی ہیں بیعت الرضوان میں شامل ہوئے بڑے بہادر تھے۔ پیدل کی لڑائی میں مشہور تھے اسی برس عمر پائی مدینہ منورہ میں 74 چوہتر میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 584)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الصَّلٰوۃِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ قَبْلَ الزَّوَالِ

باب: جمعہ کے دن زوال سے قبل نماز پڑھنا

یہ باب جمعہ کے دن زوال سے قبل نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

915 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِیسٰی حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ عَنْ لَیْثٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِی الْخَلِیلِ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَرِهَ الصَّلٰوةَ نِصْفَ النَّهَارِ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ اِنَّ جَهَنَّمَ تُسَجَّرُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ هُوَ مُرْسَلٌ مُجَاهِدٌ اَكْبَرُ مِنْ اَبِی الْخَلِیلِ وَاَبُو الْخَلِیلِ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ اَبِیْ قَتَادَةَ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے کو پسند نہیں فرمایا مگر یہ کہ جمعہ کا دن ہو اور ارشاد فرمایا: جہنم کو ہر روز بھڑکایا جاتا ہے سوائے جمعۃ المبارک کے دن۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے۔ مجاہد ابوخلیل سے بڑے تھے اور ابوخلیل نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

(معجم الاوسط: جز:7،ص:358، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:538، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:464، شرح السنۃ: جز:1،ص:191)

مذاہب اربعہ

اصل میں جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اوقات مکروہہ تین ہیں۔

1-طلوع آفتاب، 2-غروب آفتاب، 3-نصف النہار

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اوقات مکروہہ تین ہیں۔ نصف النہار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں جمعہ ہو یا غیر جمعہ کسی دن بھی اس وقت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی تخصیص ہے کہ نصف النہار میں نفل نماز پڑھ سکتے ہیں اسی طرح امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی ہے مگر اکثر علماء کے نزدیک اوقات مہینہ کے متعلق جمعہ اور غیر جمعہ دونوں برابر ہیں۔

ان اوقات میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

صدرالشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

طلوع وغروب ونصف النہار ان تینوں اوقات میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا یونہی سجدۂ تلاوت وسجدۂ سہو بھی ناجائز ہے البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔

حدیث مبارکہ میں اس کو منافق کی نماز فرمایا۔طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے 20 منٹ تک ہے اور اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے ڈوبنے تک غروب ہے۔ یہ وقت بھی 20 منٹ ہے۔ نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلنے تک ہے جس کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک آج جو وقت ہے اس کے برابر برابر دو حصے کریں۔ پہلے حصہ کے ختم پر ابتدائے نصف النہار شرعی ہے اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک وقت استواو ممانعت ہر نماز ہے۔(بہار شریعت: ج:1،ص:454)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ وَقْتِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے وقت کا بیان

یہ باب جمعہ کے وقت کے متعلق ہے۔

916 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنِيْ فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيُّ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ اِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ

عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سورج ڈھلنے کے وقت ادا فرماتے۔

(مسند ابی یعلیٰ: ج:7،ص:296،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:18،ص:152،مصنف ابن ابی شیبہ: ج:2،ص:108)

917 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ الْحَارِثِ سَمِعْتُ اِيَاسَ بْنَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ فَيْءٌ

یعلیٰ ابن حارث سے روایت ہے کہ میں نے ایاس بن سلمہ بن اکوع سے سنا کہ وہ اپنے والد محترم سے بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم جمعہ پڑھتے پھر واپس پلٹتے تو دیواروں کا سایہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

(معجم الاوسط: ج:6،ص:172،معجم الکبیر: ج:7،ص:21،مسند احمد: ج:33،ص:259،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:40،ص:15)

918 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا نَقِيْلُ

وَنَتَغَدّٰی بَعْدَ الْجُمُعَةِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم قیلولہ کرتے اور جمعہ کی نماز کے بعد دوپہر کا کھانا کھایا کرتے تھے۔

(سنن الترمذی: ج:2،ص:369، صحیح البخاری: ج:1،ص:318، مسند ابی الجعد: ج:1،ص:432، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:35،ص: 307)

شرح: مذاہب اربعہ

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک زوال کے بعد جمعہ پڑھنے کا وقت ہے البتہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ زوال آفتاب سے قبل نماز جمعہ جائز قرار دیتے ہیں۔ (شرح للنواوی: ج:1،ص:283)

حنبلیہ نے حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے

کنانصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ ثم ننصرف ولیس للحیطان فیء

جمہور نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں بھی ہے وہاں اس حدیث مبارکہ میں ایک اضافہ ہے اور وہ یہ ہے ولیس للحیطان فیء یستظل بہ یعنی اس قدر سایہ نہیں ہوا کرتا تھا جس سے سایہ حاصل کیا جا سکے اور وہ دھوپ سے بچنے کے لئے کافی ہو جائے تو پتہ چلا کہ مطلق سایہ کی نفی نہیں ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے جب نفی مقید پر داخل ہوا کرتی ہے تو اس کا تعلق قید سے ہوا کرتا ہے جس طرح کہ ماجاء فی زید راکباً تو یہاں پر مطلق مجئی کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ قید کی ہے اور وہ ھو الرکوب ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ**

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر آپ رضی اللہ عنہ کا نام سہل رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پندرہ سال کے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ساعدی انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالعباس ہے آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پندرہ سال کے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 91ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ رضی اللہ عنہ ہی فوت ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:583)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النِّدَاءِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن اذان کا بیان

یہ باب جمعہ کے دن اذان کے حکم میں ہے۔

919 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّ الْاَذَانَ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهما فَلَمَّا كَانَ خِلَافَةُ عُثْمَانَ وَكَثُرَ النَّاسُ اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيْثِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ قَالَ لَمْ يَكُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ بِلَالٌ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ ابْنَ اُخْتِ نَمِرٍ اَخْبَرَهُ قَالَ وَلَمْ يَكُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ مُؤَذِّنٍ وَاحِدٍ وَسَاقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَلَيْسَ بِتَمَامِهٖ

ابن شہاب سے روایت ہے کہ مجھے سائب بن یزید نے خبر دی ہے کہ جمعہ کے دن پہلی اذان نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ پس جب خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور مقدس آیا اور لوگ کثیر ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم ارشاد فرمایا۔

زوراء میں یہ اذان دی گئی بعد میں یہ معاملہ اسی طرح رہا۔ سائب بن یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے محاذی اذان کہی جاتی اس حال میں کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہو جاتے مسجد کے دروازے پر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی پھر آگے یونس کی حدیث کی طرح روایت کیا۔ سائب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صرف ایک ہی موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے پھر پچھلی حدیث مبارکہ کی طرح معناً

روایت کیا۔ ابن شہاب نے نمر کے بھانجے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک ہی موذن تھا۔ آگے یہ حدیث بیان فرمائی اور یہ مکمل نہیں ہے۔

(معجم الکبیر: ج:7، ص:145، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:205، سنن النسائی: ج:5، ص:236، صحیح البخاری: ج:4، ص:34)

شرح:

جمعہ کے لئے اذان رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ایک ہی ہوا کرتی تھی پھر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان کا اضافہ فرمایا اور اس اذان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجماع فرمایا اور کسی نے انکار نہ فرمایا لہٰذا یہ مسلمانوں کے لئے مسنون ہوئی کیونکہ یہ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

نبی کریم ﷺ اور شیخین کے عہد مبارک میں اذان جمعہ مسجد کے دروازے پر ہوا کرتی تھی؟

☆ **قوله قال کان یوذن بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جلس علی المنبر**

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں جمعہ کی اذان مسجد کے دروازے پر ہوا کرتی تھی اسی وجہ سے فقہاء کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

جس طرح کہ کثیر اقوال سے ثابت ہے۔

علامہ شمس الدین محمد خراسانی قہستانی کا قول

علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی متوفی 962ھ لکھتے ہیں:

شریعت میں اصل یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے تا کہ سب لوگوں کو خبر ہو جائے اور یہ سنت ہے جیسا کہ قنیہ میں مذکور ہے اور یہ کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ نظم میں ہے لیکن جلالی میں مذکور ہے کہ مسجد میں اذان دی جائے گی یا اس جگہ میں جو مسجد کے حکم میں ہو اور مسجد سے بعید جگہ میں اذان نہ دی جائے۔ (جامع الرموز: ج:1، ص:123)

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی کا قول

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی 542ھ لکھتے ہیں:

اذان مسجد کے مینار یا مسجد سے باہر دینی چاہیئے اور مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: ج:1، ص:49)

علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی کا قول

علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی 734ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ اذان منارہ میں ہو اور اقامت مسجد میں۔ (تبیین الحقائق: ج:1، ص:246)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد حنفی کا قول

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

اذان مینار میں دینی چاہئے اور اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں دینی چاہئے۔

فقہاء کرام نے کہا ہے:

مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:250)

علامہ زین ابن نجیم حنفی کا قول

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے اور اقامت زمین پر کہی جائے۔ (البحر الرائق: ج:1، ص:255)

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی کا قول

سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے جیسا کہ السراج میں مذکور ہے اور مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے النظم سے نقل کیا ہے اور اگر وہاں کوئی بلند جگہ اذان دینے کے لئے نہ ہو تو فناء مسجد میں اذان دی جائے جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:198)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی کا قول

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں مسجد میں مینار نہیں تھے نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مقام زوراء پر اذان دی جاتی تھی پھر بنوامیہ کے زمانہ میں مینار بنائے گئے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بھی چار مینار بنائے گئے۔ (شرح سنن ابوداؤد: ج:4، ص:427)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور جس قدر اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اس کو کسی اور نے بیان نہیں کیا۔ یہاں پر اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چیدہ چیدہ وضاحت کو نقل کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: پس میں اس کی مدد کے ساتھ کہتا ہوں کہ سنن ابوداؤد، صحیح ابن خزیمہ، معجم کبیر، امام ابوالقاسم، الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اذان خطبہ میں سنت یہ ہے کہ امام منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے حدود مسجد کے اندر (نہ کہ خاص مسجد میں) اذان دی جائے حضور

سید عالم ﷺ اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عہد ہائے مبارک و مسعود میں اور دیگر خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ کرام و زمانہ تابعین و آئمہ مجتہدین میں ایسا ہی ہوتا رہا۔ کسی سے اس کا خلاف مروی نہیں اور معاذ اللہ رب العالمین وہ اس کے خلاف کہہ بھی کیسے سکتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ پر بے شمار آئمہ مفسرین نے آیت مبارکہ **اذ نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ** کی تفسیر میں اعتماد کیا۔ چنانچہ کشاف میں علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ، مفاتیح الغیب میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، لباب التاویل میں امام خازن رحمۃ اللہ علیہ، رغائب الفرقان میں امام نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب و جمل وغیرہ نے اسے ذکر کیا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ میں اس پر اعتماد کیا۔ عبارتیں سب کی آگے آ رہی ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے آئمہ فقہ نے کثرت کے ساتھ فقہ کی کتب معتمدہ میں مسجد کے اندر اذان کی ممانعت فرمائی کہ مکروہ ہے۔ فقیہ النفس امام قاضی خان نے خانیہ میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصہ میں، امام اسبیجانی نے شرح طحاوی میں، امام اتقانی نے غایۃ البیان میں، امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بنایہ میں، امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام زندوستی نے نظم میں، امام سمعانی نے خزانۃ المفتین میں، مختار زاہدی نے مجتبیٰ میں، محقق زین ابن نجیم نے بحر الرائق میں، محقق ابراہیم حلبی نے غنیۃ میں، برجندی نے شرح نقایہ میں، قہستانی نے جامع الرموز میں، سید الطحطاوی نے حواشی مراقی الفلاح میں، نیز اصحاب فتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ تاتارخانیہ اور مجمع البرکات نے اس کی تصریح فرمائی۔ ان حضرات نے نہ تو کسی جزء کا استثناء کیا نہ تخصیص کی طرف اشارہ فرمایا تو غیر مخصوص کی تخصیص کا ارادہ ایک ناقص رائے اور وہم قیاس آرائی ہے۔ اس مسئلہ میں مزید چند امور بھی قابل غور ہیں۔

1- جوف مسجد میں اذان دینا دربار الٰہی کی بے ادبی ہے اس پر قرآن مجید و احادیث مبارکہ اور عہد قدیم سے آج تک کا عرف شاہد ہے۔

2- جوف مسجد میں اذان، مشروعیت اذان کے مقصد کے خلاف ہے۔

3- جوف مسجد میں اذان کے جواز پر قرآن مجید و حدیث مبارکہ سے کوئی دلیل نہیں اگر کہیں علامت یا اشارۃ النص یا احتمال و مجاز کے طور پر اس کا تذکرہ بھی ہو تو یہ اسی باب میں علی الترتیب حکم، عبارۃ النص اور صریح و حقیقت کے معارض نہیں ہو سکتے۔

4- اندرون مسجد اذان گو آج کل بعض مقامات میں شائع و ذائع ہو مگر پورے عالم اسلام میں نہ تو اس پر اجماع ہوا ہے نہ عہد رسالت سے اس کا تو راث ثبوت ثابت ہے پس ایسے امر کا جواز نہ تو محتمل ہے نہ قابل قبول اور جو فعل شرعاً ناپسندیدہ ہو گو لاکھ معروف و مشہور ہو گو ہم اس کے ایجاد کا زمانہ متعین نہ کر سکیں مقبول و معروف شرعی نہیں ہو سکتا۔

اے سرداران امت علماء اہلسنت! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو احیائے سنت کے لئے تیار کر رکھا ہے اور آپ کے رسول گرامی ﷺ نے متعدد حدیثوں میں آپ کو اس کی دعوت دی ہے اس پر سو شہیدوں کے اجر اور دار آخرت میں اپنی ہم نشینی کا وعدہ فرمایا ہے۔ سنت کا احیاء جبھی ہوگا کہ لوگوں نے اسے مردہ کر ڈالا ہو اور موت اسی صورت میں ہوگی کہ لوگ اس پر عملدرآمد ترک

کردیں۔ اور اس وقت کے علماء مذکورہ بالا کی وجوہ کی بناء پر ان کی اس حرکت پر خاموش رہے ہوں پس جو ایسی سنت زندہ کرے اسے اس کا اجر ملے گا اور جس نے خاموشی اختیار کی وہ معذور سمجھا جائے گا۔ اسی نہج پر احیائے سنت کا معاملہ عہد قدیم سے آج تک چلتا رہا ہے اس لیے لوگوں کے عمل یا عادت یا کسی عمل پر ماضی قریب کے علماء کی خوشی سے استدلال اور یہ خیال کہ اگر مسئلہ دائرہ خلاف شرع ہوتا تو اس پر ان علماء کی خاموشی ان کے لئے باعث عار ہوتی۔ یہ سب خیال کھلی جہالت اور واضح وہم پرستی اور احیائے سنت کا سد باب ہے حالانکہ حضور سید عالم ﷺ نے احیائے سنت کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور اس پر عظیم انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اب ہم مہکتے شماموں اور بھکتے نفحات میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حبیب ﷺ اور ان کے آل و اصحاب پر مقدس درود اور مبارک تسلیمات نازل فرمائے۔ آمین!

نفحہ 1:

ہمارے شیخ، شیخ علمائے حرم سید احمد بن زید ابن دحلان مکی قدس سرہ نے مکہ مکرمہ میں 1296ھ میں ہم سے بیان کیا۔ ان سے شیخ عثمان بن حسن دمیاطی ازہری نے، ان سے شیخ محمد امیر مالکی نے اور شیخ عبداللہ شرقاوی شافعی ازہری نے ہم سے علامہ مولانا مفتی عبدالرحمٰن بن سراج مکی نے ذوالحجہ 1295ھ میں مولانا مفتی مکہ جمال ابن عبداللہ ابن عمر کے واسطہ سے بیان کیا ہمیں حسین ابن صالح جمل اللیل مکی نے باب صفا کے پاس اپنے گھر ذوالحجہ 1295ھ میں بیان کیا اور احمد ابن زید جمل اللیل نے بھی۔ دونوں حضرات نے شیخ عابد سندھی اور انہوں نے شیخ صالح غلانی اور سید عبدالرحمٰن اہدل اور یوسف ابن محمد مزجاجی اور سید احمد و قاسم ابنائے سلیمان اور اپنے چچا محمد حسین انصاری سے ہمارے شیخ سید امام عارف باللہ شاہ آل رسول احمدی نے جمادی الاولیٰ 1294ھ میں ہم کو خبر دی انہیں شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی مدنی نے ان سب لوگوں نے اپنے مشائخ کرام سے جن کی معروف و مشہور سندیں امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ تک متصل ہیں انہوں نے اپنی سنن میں نفیلی، محمد بن مسلمہ، محمد بن اسحق، زہری عن سائب ابن یزید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے۔ ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ مقدسہ میں ہوتا رہا۔

یہ حدیث حسن و صحیح ہے اس کے راوی محمد بن اسحاق قابل بھروسہ، نہایت سچے امام ہیں۔ ان کے بارے میں امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ محدث ابوزرعہ اور ابن حجر نے فرمایا یہ بہت سچے ہیں۔

امام عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ

ہم نے انہیں صدوق پایا، ہم نے انہیں صدوق پایا، ہم نے انہیں صدوق پایا۔ امام عبداللہ بن مبارک، امام شعبہ اور سفیان ثوری اور ابن عینیہ اور امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں بہت زیادہ روایتیں کیں اور ان کی شاگردی اختیار کی۔

امام ابوزرعہ دمشقی نے فرمایا:

اجلہ علماء کا اجماع ان سے روایت کرنے پر قائم ہے اور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اصل صدق و خیر پایا۔

ابن عدی نے کہا:

آپ کی روایت میں آئمہ ثقات کو کوئی اختلاف نہیں ہے اور آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام علی بن المدینی نے کہا:

کسی امام یا محدث کو ابن اسحاق پر جرح کرتے نہیں دیکھا۔

امام سفیان ابن عینیہ فرماتے ہیں کہ

میں ستر سال سے اوپر ابن اسحاق کی خدمت کرتا رہا اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا نہ ان پر کچھ تنقید کی۔

(آگے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کے ثقہ ہونے پر اقوال بیان کئے ہیں)

نفحہ 2:

وہ شخص بھی کیا خوب جاہل ہے جو یہ کہتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث خود ہی متناقض ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ''خطیب کے سامنے'' اور ''مسجد کے دروازہ پر'' میں تناقض ہے تو اگر باب مسجد پر ہوگی تو خطیب کے سامنے کیسے ہوگی؟ یہ شبہ سراسر وہم کی پیداوار ہے کیونکہ جب تم منبر پر بیٹھو اور تمہارے منہ کے سامنے مسجد کا دروازہ ہو تو دروازے پر کھڑا ہونے والا کیوں تمہارے سامنے نہ ہوگا؟ کیا اس کو تمہارے پیچھے کھڑا ہونے والا کہا جائے گا؟ شاید یہ سوچتے ہوں گے کہ اس صورت میں امام اور موذن کے بیچ میں صفیں حائل ہیں پھر سامنے کیسے ہوا؟ صفیں بیچ میں ضرور ہیں لیکن وہ موذن اور امام میں حائل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ آسمان و زمین تمہارے آگے پیچھے ہیں' حالانکہ کتنے پہاڑ اس کے اور ہمارے درمیان میں حائل ہیں ''بین یدیہ'' کی زیادہ تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

نفحہ 3:

اور جب ''بین یدیہ'' اور ''علی الباب'' کا تناقض ختم ہوگیا تو اس پر حدیث کی جو تاویل مبنی تھی وہ بھی ختم ہوگئی کہ درخت بیج کے بغیر نہیں اگ سکتا۔ لیکن اس تاویل میں حیرتناک بات یہ ہے کہ مؤول کے نزدیک سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دروازہ سے مراد وہ دروازہ ہے جو دیوار قبلہ میں منبر کی پشت پر تھا تو خطیب کے سامنے منبر کے بالکل کھڑے ہونے والے موذن کو مسجد کے دروازہ پر کہہ دیا اگرچہ موذن اور دروازہ کے بیچ میں خود خطیب اور منبر حائل تھا مگر کھڑے والے موذن کے سامنے ہی دروازہ تھا۔

یا للعجب! مؤول جس دروازہ کی بات کر رہا ہے وہ اب نہیں ہے اسے بند کر کے اب دیوار کر دیا گیا ہے وہ تو مراد ہوسکتا ہے اور حقیقی دروازہ جو فی الوقت موجود ہے اور خطیب کے سامنے ہے وہ مراد نہیں ہوسکتا کیا ایسی صورت میں کوئی باب المسجد کہے تو کسی کا ذہن اس بات کی طرف منتقل ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد موجود اور مشاہد دروازہ موجود نہیں بلکہ یہ دیوار مراد ہے اس کو تاویل نہیں کہتے۔ یہ تو تحویل ہے تعطیل ہے اور تبدیل ہے خصوصا اس صورت میں کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اس بند شدہ

دروازہ کو دیکھا بھی نہیں کیونکہ وہ حضور ﷺ کے وقت سات سال کے تھے۔ اس حساب سے ان کی ولادت 3 ہجری میں ہوئی جبکہ تحویل قبلہ کا واقعہ 2 ھ کا ہے تو جب وہ اپنے مشاہدہ کی بات کر رہے ہیں تو یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ وہ اس ان دیکھے دروازہ کی گواہی دیں گے پھر اس تاویل میں مجاز در مجاز ماننا پڑے گا کیونکہ یہ دروازہ قبلہ کی دیوار میں تھا اور اسی کے پاس منبر تھا۔ اس دروازہ اور منبر کے درمیان بکری کے گزرنے بھر کی جگہ تھی اور منبر کے بعد موذن کھڑا ہوتا تھا۔ ایسی صورت میں موذن حقیقی معنیٰ میں دروازہ پر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے کیونکہ حقیقی معنیٰ میں دروازہ پر ماننے کی صورت تو یہ ہو گی موذن منبر سے آگے بڑھ کر قبلہ کی دیوار کے اندر والے دروازہ پر کھڑا ہو کر حضور ﷺ کی پشت اقدس کے پیچھے قبلہ کی طرف پشت اور آپ کے پشت کی طرف رخ کرے بلکہ سچ پوچھو تو یہ اذان بھی دروازہ پر نہ ہو گی کہ دروازہ تو بند ہو کر اس جگہ دیوار بنا دی گئی تھی۔

نفحہ: 4

اور دروازہ سے مسجد کا باب شمالی مراد لینا جو منبر کے سامنے واقع تھا اور "علی باب المسجد" کے علی کو محاذات پر محمول کرنا اور مطلب یہ بتانا کہ موذن تو منبر سے متصل ہی کھڑا ہوتا تھا لیکن لفظ "علی باب المسجد" سے اس کی تعبیر اس لیے کی گئی کہ دروازہ منبر کے سامنے تھا تو موذن اور دروازہ میں آمنا سامنا تھا۔ یہ بے وزن اور حقیر کلام ہے۔

اولاً

بلا قرینہ معنیٰ بعید مراد لینا اور ایسا کلام بولنا سامع کو غلط فہمی میں ڈالنا اور تلبیس سنت ہے۔ صحابی رسول ﷺ ایسی حرکت نہیں کر سکتے۔

ثانیاً

اس تاویل کی رو سے "علی باب المسجد" کا لفظ بے سود ہے کیونکہ دروازہ جب امام کے سامنے ہے تو جو امام کے سامنے کھڑا ہے وہ دروازہ کے سامنے بھی کھڑا ہے تو لفظ "بین یدیه" کے ذکر کے بعد لفظ "علی باب المسجد" نہ تو اس پہلے معنیٰ کی توضیح ہوئی نہ تخصیص اور نہ ہی اس لفظ سے کسی معنیٰ کا افادہ مقصود کیونکہ بقول مؤل مقصد تو امام کے سامنے کھڑا ہونا ہے دروازہ پر کھڑا ہونا نہیں۔ ایسی صورت میں لفظ علی باب المسجد لغو اور بیکار ہوا جس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں۔

ثالثاً

اولاً یہ تاویل خود اپنے وجود کے ابطال کی دلیل ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ کلام کے معنیٰ ظاہر درست نہ ہوں اور مخالف نے علی باب المسجد کو محاذات پر اس لئے محمول کیا کہ اس کے نزدیک بین یدیه اور علی باب المسجد میں تضاد تھا اور بین یدیه کے معنیٰ محاذات بلا حائل ہیں جیسا کہ تمہاری خالہ کے ابن اخت نے اس کا اعتراف کیا اور اب تمہاری تاویل سے جب امام کے پاس کھڑا ہونے والا دروازہ کے سامنے اور محاذی ہے تو دروازہ پر کھڑا ہونے والا امام

کے محاذی ومقابل کیوں نہ ہوگا جبکہ دونوں کے درمیان حائل نہیں۔ تو جب آپ کی یہ تاویل علی الباب کے معنیٰ ظاہر کی تائید کرتی ہے تو اس تاویل کی کیا ضرورت ہے اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ آپ کی تاویل اپنی تخریب کا سامان اپنے ساتھ ہی لائی ہے اور یہ بدترین بات ہے۔

نفحہ :5

اس سے بری تاویل یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ الفاظ حدیث میں لفظ "علی الباب" سے پہلے واو یا او محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اذان کبھی حضور کے سامنے منبر کے پاس ہوتی اور کبھی دروازہ پر یا مطلب یہ ہے کہ موذن بانگ دونوں جگہ دیتا۔ منبر کے پاس والی تو اذان ہوئی اور دروازے کے پاس والا اعلان تھا جو اذان کے الفاظ میں نہیں ہوتا تھا۔ یہ بات خود ہی اپنا بطلان کررہی ہے کیونکہ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کفارہ ظہار کی آیت صیام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا (صحبت سے قبل مسلسل دو ماہ روزہ رکھنا ہے) میں یہ کہے کہ آیت میں لفظ من قبل کے پہلے حرف واؤ جو بمعنی او ہے مقدر ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل دو مہینے روزہ رکھے یا عورت سے صحبت سے پہلے روزہ رکھے۔

پھر اولاً اس تاویل کی بناء اس واہمہ پر ہے کہ لفظ بين يدى اور على الباب میں تقابل ہے۔ دونوں ایک مصداق پر صادق نہیں آسکتے اور چونکہ یہ وہم باطل ہے اس لئے او بھی یہاں تقسیم کے لئے نہیں ہوگا بلکہ اس بات کے اظہار کے لئے ہوگا کہ لفظ بين يديه اور على الباب دونوں ایک ہی ہیں یعنی جمع کے لئے ہوگا۔

ثانیاً "على الباب" اور "بين يديه" دو الگ الگ نداؤں کے متعلق ماننے پر یہ لازم آیگا کہ عہد رسالت میں نماز جمعہ کے لئے تثویب ہوتی تھی اور یہ تصریحات علماء کے بالکل خلاف ہے بلکہ خود حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں ایک ہی موذن ہوتا تھا جو امام کے منبر پر بیٹھتے ہی اذان دیتا۔ یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔

ثالثاً۔ حدیث شریف میں تو ایک ہی اذان کے بين يديه اور على الباب ہونے کی تنصیص ہے اس تفصیل کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے کہ دروازہ پر اذان سے مختلف کلمات میں اعلان ہوتا تھا۔ ہاں حرف عطف کے ساتھ معطوف کو بھی مقدر مانا جائے یعنی وبعد ماكان الاعلام على باب المسجد (مسجد کے دروازہ پر اعلان ہونے کے بعد سامنے اذان ہوتی) یا لفظ یوذن کو ہی عموم مجاز پر محمول کیا جائے جس سے ڈبل مجاز بلکہ بلا کسی قرینہ ملجئہ کے ترک حقیقت ماننا لازم آئے۔ تو یہ سب مخالفین کی ہوس ہے جس سے وہ حدیث مبارکہ تفسیر کے نام پر تغیر وتبدیل حدیث کرنا چاہتے ہیں۔

نفحہ :6

اور مخالفین میں سے بعض جن کو ہم نے جہالت پر عار دلایا تھا اس نے حدیث پاک میں ایک ایسی علت پیدا کرنی چاہی جو سرے سے اس حدیث سے استدلال کو ہی ختم کردے وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں کوئی دروازہ منبر کے سامنے تھا ہی نہیں پوری مسجد نبوی شریف میں صرف تین دروازے تھے پوربی رخ پر باب جبرائیل اور پچھم طرف باب السلام اور باب

الرحمۃ (اور شمال وجنوب میں کوئی دروازہ تھا ہی نہیں) یہ خبیث جہالت سے حدیث کو رد کرنا ہے۔ مسجد شریف میں یہ تین دروازے ضرور تھے مگر اور دروازے بھی تھے جن کی تفصیل یوں ہے پوربی جانب باب جبریل، پھر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی سمت باب النساء قائم فرمایا۔ پچھم طرف باب الرحمۃ، پھر اسی طرف امیر المومنین نے باب السلام قائم فرمایا۔ شمالی جانب باب ابی بکر، پھر اسی طرف امیر المومنین نے ایک دروازے کا اور اضافہ فرمایا۔ عالم مدینہ حضرت سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصۃ الوفاء میں اس کی تصریح فرمائی۔ پھر باب شمال کے لئے کسی دوسرے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ بخاری شریف باب الاستسقاء کی یہ حدیث کافی ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اس دروازہ سے جو منبر کے سامنے تھا ایک جمعہ کو آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

نفحہ 7:

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہاں دو سنتیں ہیں جن میں ایک کا تعلق خاص اذان خطبہ سے ہے۔ یہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت اذان کا اس کے سامنے ہونا ہے اور ایک عام سنت ہے جو ہر اذان کو عام ہے اور اذان کا حدود مسجد کے اندر اس کے صحن میں ہونا ہے نہ کہ خاص مسجد کے اندر۔ اس کی تصریح ان فقہاء کے نصوص میں ہے جن کا ہم بیان کر چکے ہیں اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی اس حدیث مبارکہ میں ان دونوں ہی سنتوں کا بیان کیا ہے: اذان خطبہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے ہوئی اور یہ کہ اذان مسجد کے دروازہ پر ہوئی اور دروازہ مسجد کی حد پر ہوتا ہے مسجد کے اندر نہیں لیکن اذان کی سنت میں دروازہ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اہمیت صرف منبر کے سامنے ہونے کو ہے۔ اگر کسی مسجد میں منبر کے سامنے دروازہ نہ ہو تو ایسا نہیں ہے کہ دروازہ ڈھونڈ کر وہیں اذان دی جائے بلکہ خطیب کے سامنے حدود مسجد اور صحن مسجد میں ہوگی۔ اس سے دو سوالوں کا جواب ہو گیا جو اکثر کیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ علماء نے اس ذان کی سنتوں میں اس کا دروازہ پر ہونا ذکر نہ کیا۔ جواب یہ ہے: اس لیے اس کا ذکر نہ کیا کہ دروازہ اس باب میں غیر مقصود ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں اس کا ذکر ایسے ہی ہے جیسے دوسری حدیث میں سطح بیت نوار ام زید کا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نوار ام زید پر اذان دیتے تھے تو اگر کوئی یہ گمان کرے کہ اذان میں یہ سنت ہے کہ پڑوسیوں کے گھر کی چھت پر ہو اور کوئی شخص منارہ یا مسجد کے دروازہ کے اوپر کھڑا ہو کر دے تو سنت کے مخالف ہے تو غلط ہے کیونکہ اس گھر کی چھت کے ذکر سے مقصد تو یہ ہے کہ بلند جگہ پر اذان ہو نہ یہ کہ پڑوسی کے گھر کی چھت پر۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ فقہاء اس اذان کے لئے خارج مسجد ہونے کی شرط باب جمعہ میں ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف اتنا بتاتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ امام کے سامنے ہو۔ جواب یہ ہے: خاص باب جمعہ میں ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ۔ ہے کہ یہ سنت صرف اذان جمعہ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام اذانوں کی سنت ہے اس لیے علماء نے اس کو مطلق اذان کے باب میں ذکر کیا۔ ہاں خطیب کے سامنے ہونا اذان جمعہ کے ساتھ خاص تھا تو اس کو باب جمعہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث حضرت

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اذان کے دو خاص و عام حکم کو شامل تھی۔ اصولاً اس کو دو علیحدہ علیحدہ ابواب میں ذکر کرنا چاہئے تھا۔ فقہائے امت نے ایسا ہی کیا۔ یہ جواب اسی تقدیر پر ہے کہ سائل کے قول کو تسلیم کیا جائے ورنہ ہمارے علماء کرام نے ابواب جمعہ کو بھی اس بیان سے خالی نہیں رکھا۔ ان شاء اللہ آئندہ ہم اس کی شہادتیں پیش کریں گے۔

نفحہ 8:

اور جب ہر طرف سے عاجز ہو گئے تو کہا کہ لوگوں نے اس حدیث کا چرچا ہی نہیں کیا تو یہ متروک العمل رہی مگر یہ بات ایسے شخص کی ہو سکتی ہے جو عوام کے درجہ سے بالشت بھر بھی بلند نہ ہو سکا کیونکہ ہر چیز کو وہیں تلاش کرنا چاہئے جہاں اس کا ٹھکانہ ہو اور دوسری جگہ نہ ملنے میں کوئی شکایت نہیں اور یہ بات اسی قبیل سے ہے کہ کسی چیز کے نہ ہونے پر اندھوں کی گواہی پیش کی جائے ورنہ علماء تو اس حدیث کا مسلسل ذکر کرتے رہے اور اس پر اعتماد کرتے رہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

(جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی) اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے اس لیے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔

ابوداؤد کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

حضور انور ﷺ جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اللہ تعالیٰ کے قول ''جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے'' یعنی جو ندا جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے یہی مقاتل کا قول ہے اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اذان نہیں دی جاتی تھی۔ جمعہ کے دن جب حضور انور ﷺ منبر پر بیٹھتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے ایسا ہی حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کے زمانہ میں بھی تھا۔

تفسیر کشاف میں ہے:

(سورہ جمعہ کی آیت میں) نداء سے مراد اذان ہے کہتے ہیں: اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی تھی۔ حضور انور ﷺ کے عہد مبارک میں ایک ہی موذن آپ ﷺ کے بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔ خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا اور دور دور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک موذن کا اور اضافہ فرمایا اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسوم بہ زوراء پر دی جاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور آپ جب منبر پر بیٹھتے تو دوسرے مؤذن سے اذان دیتے۔ پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

درشفاف لعبداللہ بن الہادی میں ہے:

آپ ﷺ کے ایک ہی موذن تھے جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازہ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

نہر المادمن البحر لابی حیان میں بھی اسی طرح ہے۔ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قائم ہوتی۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہد عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا رہا پھر عثمان کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے اور مکانات دور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اضافہ فرمایا اور انہیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان زوراء پر دیں۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو موذن دوسری اذان دیتا پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے اس اضافہ پر کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشاف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے:

حضور انور ﷺ اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایک ہی موذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

اور تجرید کشاف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے:

حضور انور ﷺ کا ایک ہی موذن تھا جب آپ ﷺ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا اور آپ جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے۔

تفسیر نیشا پوری میں ہے:

نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے۔ حضور ﷺ کا ایک موذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

تفسیر خطیب وفتوحات الٰہیہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ''جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے'' اس نداء سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دی جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں۔ ایک ہی موذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا۔ جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی پھر حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے۔ مدینہ منورہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں آبادی بڑھی اور مکانات دور دور تک پھیل گئے تو انہوں نے ایک اذان اور زائد کی۔

کشف الغمہ للامام شعرانی میں ہے:

اذان اول حضور انور ﷺ اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جب خطیب منبر پر بیٹھتا اور اذان مسجد کے

دروازہ پر ہوتی۔

(آگے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ''الشمامۃ الثانیۃ من صندل الفقہ'' کا رسالہ لکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے مگر میں چیدہ چیدہ مقامات نقل کرتا ہوں)

نفحہ 1:

اللہ تعالیٰ کے لئے بے شمار حمد ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے پر کثیر التعداد فقہی نصوص ہیں وہ بھی صیغہ نفی کے ساتھ جو ممانعت میں نہی سے زیادہ موکد ہوتا ہے۔

خانیہ، خلاصہ، خزانۃ المفتین، شرح نقایہ لعلامہ عبدالعلی، فتاویٰ ہندیہ، تاتارخانیہ، مجمع البرکات میں ہے:

مئذنہ پر اذان دینا چاہئے یا مسجد کے باہر؟ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

بحرالرائق شرح کنز الدقائق اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

شرح مختصر الامام طحاوی للامام اسبیجابی اور مجتبیٰ شرح مختصر للامام قدوری میں ہے:

اذان نہ دی جائے مگر صحن متعلقہ مسجد میں یا منارہ پر۔

بنایہ شرح ہدایہ للامام عینی میں ہے:

اذان نہ دی جائے مگر صحن مسجد میں یا مسجد کے کنارے۔

غنیۃ شرح منیہ میں ہے:

اذان مئذنہ پر یا خارج مسجد ہو اور اقامت مسجد کے اندر۔

نظم امام زندویستی، شرح نقایہ للشمس قہستانی حاشیہ مراقی الفلاح للعلامۃ سید احمد طحطاوی میں ہے:

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔

غایۃ البیان شرح ہدایہ لعلامہ اتقانی فتح القدیر شرح ہدایہ لمحقق علی الاطلاق میں ہے:

مصنف امام برہان الدین صاحب ہدایہ کا قول کہ (مکان ہمارے مسئلہ میں مختلف ہے) اس امر کا فائدہ دیتا ہے کہ اذان و اقامت کے مقامات کا اختلاف ہی معہود و معروف نیز حکم شرعی ہے کہ اقامت مسجد میں ہونا ضروری ہے اور اذان مئذنہ پر اور مئذنہ نہ ہو تو مسجد کے صحن میں۔

آئمہ کرام نے فرمایا:

مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی۔

اور دونوں شارحین نے اپنی دونوں کتابوں میں جمعہ کے لئے طہارت مسنون ہونے کے مسئلہ میں اذان میں اذان پر

قیاس کرتے ہوئے فرمایا۔

کافی میں دونوں مسئلوں میں علت جامعہ یہ بتائی کہ خطبہ اور اذان دونوں ہی مسجد کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہیں جن کے لئے طہارت سنت ہے۔ مسجد کے اندر کا مطلب حدود مسجد ہے کیونکہ اذان داخل مسجد مکروہ ہے۔

یہ انیس نصوص ہیں اور بیسویں نص امام ابن الحاج مکی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدخل میں ایک فصل تحریر فرمائی جس میں مسجد کے اندر اذان کی کراہت بیان فرمائی اور بتایا کہ مطلقاً سلف صالحین نے اس فصل کی نفی کی ہے تو اس عموم میں آئمہ اربعہ داخل ہو گئے اور ان سے پہلے کے صحابہ و تابعین بھی۔

مدخل کی عبارت یہ ہے۔

مسجد میں اذان کی ممانعت کے بیان میں گزر چکا کہ اذان کے لئے تین جگہیں ہیں مسجد کی چھت، مسجد کا دروازہ اور منارہ۔ اور جب ایسا ہے تو مسجد کے اندر اذان کی ممانعت کئی وجہ سے ثابت ہے اول یہ کہ گزشتہ بزرگان دین مسجد کے اندر اذان نہیں دیتے تھے۔

یہ کل بیس نصوص ہوئے۔

نفحہ 2:

یہ نصوص اپنے عموم و اطلاق کے ساتھ سب کے سامنے ہیں اور اصول فقہ سے یہ ظاہر ہے کہ فصل نکرہ کے حکم میں ہے اور نفی کے تحت ہو تو عام ہے پس فقہاء کا قول **لایوذن فی المسجد** عام ہے اور باقی اقوال مطلق ہیں جن میں تخصیص و تقیید کا کوئی اثر نہیں تو ان کو اپنے عموم پر ہی جاری رکھنا ہوگا۔

اور جن عبارتوں میں مئذنہ کا ذکر ہے تو وہ خطبہ کی اذان کو اس حکم سے نکالنے کے لئے نہیں اولاً اس لئے کہ صدر اول کے بعد ہی لوگوں نے بلند منبر اور ان کے سامنے اذان جمعہ کے لئے چبوترے بنائے جیسا کہ شاہی مسجدوں میں اب بھی دیکھا جا سکتا ہے (اور ان کی بنا مخصوص شرائط کے ساتھ جائز بھی ہے) تو اذان جمعہ کے لئے یہی مئذنہ ہوئے۔ اور ان پر اذان، اذان علی المئذنہ ہوئی تو اس حکم میں کہ مئذنہ پر اذان نہ ہو تو صحن مسجد میں، اذان جمعہ بھی داخل رہی۔

ثانیاً۔ (یہ جمعہ اذان مئذنہ پر ہونی چاہئے نہ ہو تو صحن مسجد میں دی جائے) مطلق یا عام (اذان) کے لئے ایک حکم مردد ہے اور ایسے تردیدی حکم کا یہ تقاضا نہیں ہوتا کہ مطلق یا عام کا ہر ہر فرد حکم کے دونوں پہلوؤں سے متصف ہو بلکہ مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی فرد بھی حکم کے دونوں پہلوؤں سے یکسر خالی نہ ہو کوئی فرد حکم کے ایک پہلو سے متصف ہو اور کوئی دوسرے پہلو سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اس تشریح کی رو سے مذکورہ بالا جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ اذان خواہ پنج وقتہ ہو یا اذان خطبہ سب کو مئذنہ پر ہونا چاہئے (لائق اذان) مئذنہ ہی نہ ہو یا اس پر اذان نہ ہو سکی تو صحن مسجد میں ہو پس مذکورہ بالا حکم اذان جمعہ کو بھی شامل ہوا)

اعتراض

فتح القدیر اور غایۃ البیان کی مذکورہ بالا عبارت کا ظاہر تو یہی ہے کہ یہ حکم صرف نماز پنجوقتہ کے ساتھ خاص ہو کہ مئذنہ کی ضرورت اسی کے لئے ہے اذان جمعہ تو عدم محاذات کی وجہ سے متعارف مئذنوں پر منع ہے۔

جواب

ان دونوں کتابوں کی اصل عبارت یہ ہے۔

اما الاذان فعلی المئذنۃ وان لم لکن (ایک نسخہ)

وان لم تکن (دوسرا نسخہ) **ففی فناء المسجد،** پہلے نسخہ کی تقدیر پر ترجمہ یہ ہوا ''اگر مئذنہ پر اذان نہ ہوئی'' اذان نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ اول اذان کا مئذنہ پر ہونا تو ممکن تھا مگر موذن نے سستی وغیرہ کی وجہ سے اذان مئذنہ پر نہ دی۔ یہاں عدم اذان علی المئذنہ بوجہ ترک مؤذن ہے اور دوسری صورت یہ کہ موذن مئذنہ پر اذان دینا چاہتا تھا لیکن وہ مئذنہ پر اذان اس لیے نہ دے سکا کہ شریعت نے اسے روک دیا کہ یہ مئذنہ خطیب کے محاذاۃ میں نہیں اس لیے اس پر اذان منع ہے یہ عدم اذان موذن کو اذان سے کفاو منع کی وجہ سے ہے۔ ان میں پہلی صورت اذان پنجوقتہ میں ہے اور دوسری جمعہ کی اذانوں میں۔ اور عدم اذان کی ان دونوں صورتوں کے لئے حکم یہی ہے اذان صحن مسجد میں ہو تو جمعہ کی اذان کو بھی یہ حکم شامل ہوا اور دوسرے نسخہ کی رو سے ترجمہ یہ ہوگا کہ مئذنہ نہ ہو تو اذان صحن مسجد میں ہوگی مئذنہ نہ ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ عدم حسی اور عدم شرعی۔ مسجد میں سرے سے کوئی مئذنہ ہی نہ ہو یہ عدم حسی ہے اور مئذنہ تو ہو مگر خطیب کی محاذات میں نہ ہو تو عدم شرعی کی صورت ہے اور حکم مذکور کا مدار عدم شرعی ہے اور جب متعارف منارے عدم محاذات کی وجہ سے خطبہ کی اذان کے لئے شرعاً معدوم ہیں تو حکم مذکور اذان جمعہ کے لئے بھی ہوا کہ صحن مسجد میں ہو تو بر تقدیر اس حکم سے خطبہ کی اذان خارج نہ ہوئی وللہ الحمد اور کسی کو ضد ہی ہو کہ اس حکم میں جمعہ کے خطبہ کی اذان شامل تو بر سبیل تنزل گزارش ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اس کا بھی خیال رکھا ہے چنانچہ اپنی اسی عبارت میں مذکورہ بالا ٹکڑے کے بعد اسلوب بدل کر لفظ قالوا کے اضافہ کے ساتھ ایک عام اور تام حکم دیا۔

فرماتے ہیں کہ

لایوذن فی المسجد، فقہاء کا قول ہے کہ مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی اور یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ **لایوذن فی المسجد** کا حکم اپنے عموم کے ساتھ تمام اذانوں کو شامل ہے لیکن بطور تنزل جب ہم نے سابقہ جمعہ کو پنجوقتہ اذان کے لئے مخصوص مان لیا تو یہ حضرات اگر عبارت کا اسلوب بدلیں اور لفظ قالوا کا اضافہ کئے بغیر **لایوذن فی المسجد** کہہ دیتے تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ حکم بھی اسی معہود اذان پنجوقتہ کے لئے ہے جس کا ذکر جملہ سابقہ میں ہے لیکن جب عبارت کا سیاق بدل گیا اور قالوا کے اضافہ نے اسے ایک علیحدہ جملہ کر دیا تو وہ وہم بالکلیہ ختم ہو گیا اور یہ امر بالکل واضح ہو گیا کہ یہ ایک علیحدہ حکم جمعہ اذانوں کے لئے مطلق اور عام ہے جس میں خطبہ کی اذان بھی شامل ہے۔

نفحہ 3:

یہ بات کسی علم وعقل والے سے پوشیدہ نہیں ہے کہ عام سے خاص پر استدلال صحیح اور درست ہے خود حضور ﷺ نے آیت مبارکہ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہٗ" (جس نے ذرہ بھر بھلائی کی اس کا بدل پائے گا) میں برتا اور آپ کے بعد صحابہ وآئمہ اعلام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے اپنا دستور العمل بنایا۔ اگر ہر خاص کے ثبوت کے لئے خاص اسی کے بارے میں آیت اور حدیث کو ضروری قرار دیا جائے تو شریعت معطل ہو جائے گی اور انسان بے مقصد بھٹکتا پھرے گا حالانکہ شریعت میں احکام تو عام ہی ہوتے ہیں کہ سب لوگ اس پر عمل کریں اگر نصوص عامہ سے استدلال صحیح نہ ہو تو ہر شخص مطالبہ کرے گا خاص میرے نام سے حکم لاؤ۔ تو یہ جاہل وہابیہ اور مسئلہ اذان میں ان کی اتباع کرنے والے سنی جہلاء کس درجہ ناسمجھ ہیں جو ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم کو ممانعت اذان کی کوئی حدیث دکھاؤ جس سے خاص طور سے اذان خطبہ کا ذکر ہو۔ اسی کے قریب ان لوگوں کی یہ بات بھی ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ دینے کا حکم اذان کے باب میں ہے جمعہ کے باب میں نہیں۔ اس لیے یہ حکم اذان جمعہ کے لئے نہیں ہوگا۔ اس کا تفصیلی جواب تو نفحات حدیثیہ کے گیارہویں نفحہ میں گزرا۔ اس نفحہ فہیہ میں بھی مزید گزارش ہے کہ شاید یہ نادان سمجھ رہے ہیں کہ اذان جمعہ کے ساتھ وہی احکام خاص ہیں جو باب جمعہ میں مذکور ہیں مثلاً اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے وہ سارے ہی عمومی احکام جو اذان سے متعلق ہیں گو صرف باب اذان میں ہی ان کا ذکر کیوں نہ ہو سب کے سب اذان جمعہ پر بھی عائد ضرور ہوں گے تو اگر صرف باب اذان کا بیان ہی اذان جمعہ کے لئے کافی نہ ہو تو جمعہ کی اذان میں ان پر عملدرآمد کی کیا سبیل ہوگی یہ بات تو بچوں پر بھی واضح ہے مگر نادان وہابیہ نادانی سے باز نہیں آتے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے خطبہ جمعہ باوضو مسنون فرمایا اور خطبہ کے مسئلہ کو اذان کے مسئلہ پر قیاس کیا کہ جیسے اذان کے لئے طہارت مسنون ایسے خطبہ کے لئے بھی۔ اس سے یہ وہم ہوا کہ ان دونوں کے درمیان علت جامعہ ان دونوں کا نماز کے لئے شرط ہونا ہے۔ یہ بات غلط تھی اس لیے ان دونوں شارحوں نے مذکورہ بالا علت کو چھوڑ کر اس کی علت جامعہ کی طرف رجوع کیا جس کو امام نسفی نے اپنی کتاب کافی میں متعین طور سے ذکر کیا تھا کہ خطبہ جمعہ اور اس کی اذان کے درمیان علت مشترکہ ان کا ایسا ذکر ہونا ہے جو مسجد کے اندر ہوتا ہے اس توجیہ پر یہ اعتراض وارد ہو رہا تھا کہ اذان تو مسجد کے اندر ہونے والا ذکر نہیں یہ تو مسجد کے اندر مکروہ ہے تو ان حضرات نے جواب دیا کہ تعلیل میں اذان کو ذکر مسجد کہنے کا مطلب قلب مسجد نہیں حدود مسجد ہے۔ اور اذان خطبہ اندرون مسجد نہ ہوتی ہو حدود مسجد میں تو ہوتی ہے اس اعتبار سے اس کو ذکر مسجد کہنا صحیح ہے تو اذان خطبہ کے مسجد کے اندر مکروہ ہونے کی اس سے بڑی اور کون سی نص چاہیے۔

نفحہ 4:

جب نصوص کی تخصیص ان کے بس سے باہر ہوئی تو سوچا کہ اذان خطبہ کو ہی اذان کی جنس سے خارج کر دیں تا کہ یہ خود اذان کی جنس سے خارج ہو جائے اور ہم تخصیص کی زحمت سے نجات پا جائیں تو وہ کہنے لگے کہ اذان تو غیر موجود مصلیوں کا بلاوا

ہے اور اقامت مسجد میں موجود مصلیوں کو اطلاع ہے جیسا کہ آئمہ کرام نے اس کی تصریح کی ہے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے اور صاحب ہدایہ نے فرمایا اذان غیر موجود مصلیوں کا بلاوا ہے۔

پس یہ لوگ اذان خطبہ کو حاضر مصلیوں کی اطلاع مانتے ہیں۔ غائبین کا بلاوا تسلیم نہیں کرتے اور اذان خطبہ اذان کے الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی اذان نہیں جیسے وہ اذان جو نومولود کے کان میں کہی جاتی ہے۔ غمزدہ انسان کے لئے یا مسافر کے پیچھے اور غول بیابانی کا اثر دور کرنے کے لئے دی جاتی ہے اور دفن میت کے وقت منکر ونکیر کا جواب یاد دلانے کے لئے اور شیطان کو بھگانے یا دیگر اغراض کے لئے پکاری جاتی ہے جن کا مقصد حاضری مسجد یا دخول وقت کا اعلان نہیں ہوتا بلکہ مبارک کلمات سے تبرک یا بلا کا اندفاع ہوتا ہے۔

اس کے بعد ان کی باتوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک جاہل کہتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان ہوتی ہی نہیں تھی اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ بے اذان کے ہی پڑھتے تھے تو کہتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکہ مکرمہ میں ساری نمازیں بغیر اذان کے ہی پڑھتے تھے اس مسکین کو یہ معلوم نہیں کہ یہ اجماع امت وتصریح قرآن کا انکار ہے کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خطبہ کے علاوہ کوئی اذان نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے دوڑ پڑو۔ یہ مسجد کی طرف سعی کا حکم غائبین کے لئے ہی تو ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ بیع وشراء چھوڑ دو بیع وشراء تو بازار میں ہوتی ہے مسجد میں نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان خطبہ مسجد میں موجود نہ رہنے والوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے ہی ہوتی تھی۔ اور یہی اذان شرعی واصطلاحی ہے اور مکہ مکرمہ کی نماز نزول اذان سے قبل ہوئی تو کوئی مومن اس پر نماز جمعہ کو قیاس نہیں کر سکتا اور دوسرے مخالف کا کہنا یہ ہے کہ بے شک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں یہی اذان خطبہ تھی لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب انہوں نے اذان اول ایجاد کی تو یہ اذان حاضرین کا اعلان ہو گئی تو جب پہلے زمانہ میں یہ اعلان تھی تو باب مسجد پر ہونا ہی مناسب تھا۔ اور عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں جب یہ حاضرین کو خطبہ کے لئے خاموش کرنے کے واسطے ہے تو اس کا مسجد کے اندر منبر کے قریب ہونا ہی مناسب ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل غلط اور ظاہر البطلان ہے کہ یہ بھی ہمارے علماء کرام کے اجماع کے خلاف ہے۔

1- سارے آئمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ کے لئے دو اذانیں ہیں۔

2- جنبی کی اذان دہرائی جائے گی اقامت نہیں دہرائی جائے گی دلیل یہ دی گئی کہ اذان کی تکرار مشروع ہے اقامت کی نہیں۔ ہدایہ میں اس کی تصریح ہے اور تکرار اذان کے جواز کے ثبوت میں اذان جمعہ کو ہی پیش کیا گیا ہے چنانچہ کافی، تبیس، عنایہ اور درمختار میں ہے کہ

اذان کی تکرار فی الجملہ مشروع ہے حتیٰ کہ پانچوں کتابوں کی عبارت میں اتفاق ہے۔

آگے کافی میں فرماتے ہیں کہ

اقامت کی تکرار تو بالکل جائز نہیں۔

تبیس میں صرف یہ ہے کہ

اقامت کا یہ حکم نہیں۔

عنایہ میں ہے:

بخلامت اقامت کے۔

اور درمختار کی عبادت یوں ہے۔

اذان کی تکرار جمعہ میں مشروع ہے نہ کہ اقامت کی تکرار۔

پس اذان ثانی اگر اذان اول کی طرح ہی اذان نہ ہو تو اس کی تکرار کس طرح ہوگی۔

3- علامہ بحر نے اپنی کتاب بحرالرائق میں صریح عبارت ارشاد فرمائی۔

اس لیے کہ اذان کی تکرار شرعاً جائز ہے جیسے جمعہ کی اذان کی بار بار ہوتی ہے اس لیے وہ غائبین کے اعلان کے لئے ہے تو اس کے بار بار کرنے میں فائدہ ہے کہ کسی نے پہلے نہ سنا ہو تو اب سن لے گا۔ البتہ اقامت کی تکرار جائز نہیں۔

4- اذان خطبہ کے اذان ہو کر اذان نہ ہونے کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ اذان سے اعلام غائبین کی ضرورت پوری ہوگئی تو اب اذان خطبہ کی اس کے لئے ضرورت ہی نہیں رہی۔ تو یہ اذان نہ رہی۔ یا یہ وجہ ہوگی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پہلی اذان ایجاد فرما کر یہ کہا کہ اب اذان خطبہ اذان نہ رہی بلکہ اس سے اطلاع حاضرین کا کام لیا جائے گا۔ پہلی بات تو باطل ہے کہ تثویب بھی تو اعلام بعد الاعلام ہی ہے جسے متقدمین نے مکروہ کہا اور متاخرین نے مستحسن گردانا تو متاخرین اور متقدمین دونوں نے مل کر یہ طے کر دیا اعلام تکرار کا امکان رکھتا ہے اگر محال ہوتا تو نہ مستحسن ہو سکتا نہ مکروہ پھر اس کے رد کے لئے صاحب بحرالرائق کا کلام ہی کافی ہے۔ دوسری بات باطل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی بری اور گندی بھی ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بدل ڈالی۔ پناہ خدا خلفائے راشدین اس سے بری ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں اضافہ کر سکتے ہیں اس میں تغیر و تبدل نہیں کر سکتے جیسا کہ آپ نے جمعہ کے دن اذان کی سنت میں ایک اذان کا اضافہ کیا جمیع اہل اسلام نے تمام شہروں میں اس کی اتباع کی۔ آپ کی سنت بدلنے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا۔

آپ فرماتے ہیں: چھ آدمیوں پر میں نے لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور ہر نبی مجاب الدعوات سے ان چھ آدمیوں میں سے ایک سنت بدلنے والا ہے۔

اس حدیث کو ترمذی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، حاکم نے ام المومنین اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طبرانی نے کبیر میں عمرو بن سعواء رضی اللہ عنہ بلفظ سبعة لعنتهم و كل نبی حجاب روایت فرمایا۔ پس ان لوگوں کی کیسی بوالعجی

ہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف تغیر سنت کی نسبت کا انکار کرنے والوں کے فعل کو ضلالت شنیعہ بتاتے ہیں اور خود ان مسکینوں کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کی طرف تغیر سنت کی نسبت کرنا بہت بڑی گمراہی ہے اور اس کے مردود ہونے کی سب سے بڑی وجہ خود وہی ہے دوسری بات کا یہ جواب بھی ہے کہ آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذان خطبہ کی اذانیت کو ختم کر دیا کیا انہوں نے خود اس کا اقرار کیا ہے یا انہوں نے موذن کو حکم دیا تھا کہ وہ اس اذان کی طرف رجوع نہ کرے یا انہوں نے موذن کو حکم دیا تھا کہ اس اذان میں تخفیف کرے یا اس کو پست آواز سے کہے یا آپ لوگ امیر المومنین پر بے جانے بوجھے افتراء کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے باز پرس نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اس پر کان بھی نہ دھرو جس کا علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ، دل سب سے پوچھا جائے گا۔ اس پر یوں بھی غور کرنا چاہئے کہ عہد رسالت کی اذان خطبہ اگر حسب سابق اعلان کا فائدہ دے رہی تھی تو اس کو اذانیت سے نکالنے کے لئے اس میں کچھ ایسا تصرف ناروا ضروری تھا کہ اس سے اعلام کا فائدہ ختم ہو جائے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تو دانستہ فائدہ شرعیہ کو ختم کرنا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو دور دراز تک پھیلے ہوئے لوگوں کی اطلاع کے لئے اذان اول کا اضافہ فرمایا تھا تو اذان ثانی کو عہد رسالت اور عہد صاحبین کی طرح اعلام غائبین کے لئے باقی رکھنے میں کہ جن لوگوں نے پہلا اعلان نہ سنا ہو یہ دوسرا اعلان سن کر تو مسجد میں ضرور آجائیں گے کیا حرج تھا کہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ دوسری اذان کی اذانیت کو ختم کر دیتے تو اس کی اذانیت کے ختم کرنے کی نسبت حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا ان پر الزام لگانا ہے کہ انہوں نے سنت بدلی فائدہ شرعیہ گھٹایا اور اپنی مصلحت توڑی ورنہ اتنا تو ہے کہ ایک بے فائدہ کام کیا اور ہدایہ میں ہے کہ العبث الحرام ہے ایک لغو فعل ہوا اور قرآن عظیم ان کے اوصاف بیان کرتا ہے وہ لغو سے پرہیز کرتے ہیں۔

نفحہ 5:

ہماری گزشتہ بحثوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اذان ثانی کو اب صرف مقتدیوں کو خطبہ کے لئے خاموش کرانے کی غرض سے باقی رکھنا صحیح نہیں بلکہ یہ نص، حرمت صحابہ اور ہمارے آئمہ کے اجماع اور نصوص فقہاء کے خلاف و مصادم ہے تو اب یہ بات نہ ماننے کے قابل ہے نہ لائق التفات لیکن تباہی تو یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اپنے مذہب کی نصوص چھوڑ کر مذکورہ بالا غیر مفید بحثوں کا سہارا لیا اور بے مقصد زحمتیں برداشت کیں پھر بے تکی حرکت یہ کی کہ اس پر ایک تفریع باطل لگا دی لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے بالکل متصل ہو حالانکہ اس اذان کی غرض اسکان سامعین مان بھی لی جائے تو اس اذان کے زیادہ ضرورت مند حصہ صفی و بیرونی صحن کے لوگ ہیں اندرونی دالان کے لوگ تو امام کو منبر پر بیٹھا دیکھ کر خود ہی خاموش ہو جائیں گے۔ ضرورت تو باہر صحن میں اذان دینے کی ہے تا کہ جو لوگ امام کو نہیں دیکھتے مطلع ہو جائیں اس اذان کو اقامت پر قیاس کرنا جہالت ہے کیونکہ اس کا مطلب تو جماعت کے لئے صف لگانے کا ہے اور صف کے لئے پہلی صف سے درجہ بدرجہ صفیں مکمل کرنے کا حکم ہے۔

چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پہلے پہلی صف مکمل کرو پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد اور جو کمی ہو تو آخری صف میں ہو۔

اس حدیث مبارکہ کو امام احمد نے اپنی مسند، امام نسائی، ضیاء مقدسی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا۔ اب لوگوں نے سرکار کی اس سنت کو بھی ترک کر دیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اقامت تو پہلی ہی صف میں ہونی چاہئے اور اذان خطبہ کے باہر والے زیادہ محتاج ہیں۔

(اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نفحہ :10 کے تحت سادساً والے قول میں فرماتے ہیں)

سادساً

مسجد میں اذان دینے میں بارگاہ الٰہی کی بے ادبی ہے۔

سابعاً

حضور ﷺ کی عادت کریمہ یہ بھی کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے افضل کو بھی ترک کر دیتے تھے جبکہ زمانہ رسالت میں کبھی بھی اذان کا مسجد کے اندر ہونا ثابت نہیں تو یہ سب باتیں مل جل کر یہ ثابت کرتی ہیں کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ تحریمی ہے اور جس کو اس سے تسلی نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہے کہ یہ مسئلہ کراہت تحریمیہ و کراہت تنزیہہ میں دائر ہے تو ایک امر مشکوک کو چھوڑ دینا دانش مندی ہے اور کم از کم اتنا تو ہے جس کے ماننے بغیر چارہ نہیں کہ مسجد میں اذان مطلقاً مکروہ ہے اور اہل عقل کے لئے ممانعت کا اتنا حکم ہی کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:28،ص59 تا155)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تحقیقی مقالے لکھے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سائب بن يزيد رضی الله عنه

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ حجۃ الوداع میں اپنے والد محترم کے ساتھ شریک ہوئے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی اس وقت سات سال عمر تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو یزید ہے کندی میں 2 دو ہجری میں پیدا ہوئے حجۃ الوداع میں اپنے والد محترم کے ساتھ شریک ہوئے اس وقت سات سال کے تھے 80ھ میں وفات ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:586)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْإِمَامِ يُكَلِّمُ الرَّجُلَ فِي خُطْبَتِهِ

باب: امام کا خطبہ کے اندر کسی سے بات کرنا

یہ باب امام کا خطبہ کے اندر کسی سے بات کرنے کے حکم کے متعلق ہے۔

920 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اسْتَوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ اجْلِسُوا فَسَمِعَ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا يُعْرَفُ مُرْسَلًا إِنَّمَا رَوَاهُ النَّاسُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَخْلَدٌ هُوَ شَيْخٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹھو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود یہاں آؤ۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مرسل ہے کیونکہ لوگوں نے عطاء کی رو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور مخلد شیخ تھے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 420، سنن البیہقی الکبری: ج: 3، ص: 206)

مذاہب اربعہ

یعنی خود خطیب خطبہ کے دوران بات کرے تو علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احناف کے نزدیک خطیب کا بات کرنا اثنائے الخطبہ مکروہ ہے ہاں اگر وہ کلام امر بالمعروف کے قبیل سے ہے تو جائز ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطیب کا کلام مصلحت صلوٰۃ کے لئے تو مباح ہے آئمہ ثلاثہ نے اس کے خلاف بیان کیا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے ختم نماز تک نماز واذکار ہر قسم کا کلام منع ہے۔ (درمختار: ج: 3، ص: 38)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام و جواب سلام وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں حتیٰ کہ امر بالمعروف، ہاں خطیب امر بالمعروف کرسکتا ہے۔ جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا پیر کے اشارے سے منع کرسکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔ (درمختار: ج:3،ص:39)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن جابر رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ بہتر جانتے ہیں کہ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کون سے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موسوم نام کئی تھے ایک حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھے دوسرے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ تھے اور تیسرے حضرت جابر ابن عتیک رضی اللہ عنہ تھے۔ اگر یہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ تو ان کے احوال درج ذیل ہیں:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے انصاری ہیں سلمی ہیں بہت احادیث آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد شام و مصر گئے۔ آخر نابینا ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چورانوے سال ہوئی۔ 74 چوہتر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے زمین مدینہ منورہ صحابہ سے خالی ہوگئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:525)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْجُلُوسِ اِذَا صَعِدَ الْمِنبَرَ

باب: منبر پر بیٹھنا

یہ باب امام کا منبر پر بیٹھنے کے متعلق ہے۔

921 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِيْ ابْنَ عَطَاءٍ عَنِ الْعُمَرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنبَرَ حَتّٰى يَفْرَغَ اُرَاهُ قَالَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَجْلِسُ فَلَا يَتَكَلَّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے ارشاد فرمایا کرتے منبر شریف پر تشریف فرما رہتے حتیٰ کہ موذن فراغت پا جاتا پھر قیام فرما کر خطبہ ارشاد فرماتے پھر تشریف فرما ہو جاتے کسی سے بات نہ فرماتے پھر قیام فرما کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 205)

مذاہب اربعہ

جمہور علماء اور آئمہ اربعہ کے نزدیک خطیب کا منبر پر پہنچنے کے بعد ابتداءً بیٹھنا اذان مکمل ہونے کے انتظار میں مستحب ہے۔ مگر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں احناف' اختلاف نقل کیا ہے کہ وہ اس کے قائل ہی نہیں اور یہ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک روایت یہی ہے۔

مسئلہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔

خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا، خطیب کا منبر پر ہونا۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 767)

☆ قوله عن ابن عمر رضی الله عنهما

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب الْخُطْبَةِ قَائِمًا

باب: قیام کی حالت میں خطبہ پڑھنا

یہ باب خطیب کا قیام کی حالت میں خطبہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

922 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَالَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلٰوةٍ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام کی حالت میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے پھر بیٹھ جاتے پھر قیام فرما کر اور خطبہ ارشاد فرمایا کرتے جو تمہیں بیان کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے تو اس نے جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے دو ہزار سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نمازیں پڑھی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 922)

923 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ الْمَعْنٰى عَنْ اَبِى الْاَحْوَصِ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ كَانَ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَاُ الْقُرْآنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ حَدَّثَنَا اَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ قَعْدَةً لَا يَتَكَلَّمُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے ارشاد فرمایا کرتے تھے ان کے مابین قرأت بیٹھ کر فرمایا کرتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام کی حالت میں خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا ہے پھر تھوڑا سا بیٹھتے کسی سے بات نہ کرتے۔ اور آگے حدیث مبارکہ روایت کی۔

(معجم الکبیر: جز:2، ص:236، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1، ص:384، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:210، سنن الدارمی: جز:1، ص:441)

مذاہب اربعہ

جمہور کے نزدیک خطبہ کھڑے ہو کر دینا واجب ہے اور احناف کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب احناف کے موافق لکھا گیا ہے نیز مالکیہ کے نزدیک بھی دو قول لکھے گئے ہیں جس طرح کہ ابن العربی مالکی کا مختار وجوب قیام ہے۔

لہٰذا مذہب احناف کی رو سے بیٹھ کر خطبہ دینا خلاف سنت ہے اور حدیث مبارکہ میں ہے ابوعبیدہ نے کہا کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو اس وقت عبدالرحمٰن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا انہوں نے کہا اس خبیث کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جب ان لوگوں نے تجارت یا کھیل کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔'' (صحیح مسلم: 1897)

مسئلہ

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔

خطیب کا پاک ہونا، کھڑا ہونا۔ الخ (بہار شریعت: جز:1، ص:767)

دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا

☆ ان رسول اللہ ﷺ کان یخطب قائما ثم یجلس ثم یقوم فیخطبا قائما

دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

مذاہب اربعہ

جمہور علماء کے نزدیک دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔

مسئلہ

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ خطبہ کی سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔

(جن میں سے یہ بھی ہے) 18- دونوں خطبے ہلکے ہونا، 19- دونوں کے درمیان بقدر تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔ مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے کے پست ہو اور خلفائے راشدین وعمین مکرمین حضرت حمزہ وحضرت عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو بہتر یہ ہے کہ دوسرا خطبہ اس سے شروع کریں۔

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدی اللہ فلامضل لہ ومن یضلل فلاھادی لہ ۔ (بہارشریعت:ج:1،ص:768)

خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت یا دونوں فرض ہیں؟

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے اسی طرح سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت یا دونوں فرض ہیں بینوا وتوجروا ۔

الجواب

خطبہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ علیہم کے نزدیک ذکر طویل جیسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ اولیٰ بلکہ اس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور بہ ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو جو ادنیٰ درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور بہ ٹھہرائیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض قرأت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہ کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرلے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فاقرأوا ماتیسر من القرآن (پس قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو) کا فرد ہے ولہذا اگر سورۂ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کر کے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے

حالانکہ واجب کے لئے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہٰذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہوگیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لئے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف۔ ولہٰذا اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا نماز نہ ہوگی کہ پہلا رکوع عود الی الفرض کے سبب زائل ہوگیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی دونوں خطبوں سے بھی کہ سب مطلق فاسعوا الی ذکر اللہ (اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ) کے تحت میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص 411 تا 412)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً سردیوں میں۔ (درمختار: ج:3،ص:23)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَخْطُبُ عَلٰى قَوْسٍ

باب: کمان کا سہارا لے کر خطبہ پڑھنا

یہ باب کمان یا عصا پر ٹیک یا سہارا لگا کر خطبہ پڑھنے کے حکم کے متعلق ہے۔

924 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ خِرَاشٍ حَدَّثَنِي شُعَيْبُ بْنُ زُرَيْقٍ الطَّائِفِيُّ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى رَجُلٍ لَهُ صُحْبَةٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ الْحَكَمُ بْنُ حَزْنٍ الْكُلَفِيُّ فَاَنْشَا يُحَدِّثُنَا قَالَ وَفَدْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابِعَ سَبْعَةٍ اَوْ تَاسِعَ تِسْعَةٍ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زُرْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا بِخَيْرٍ فَاَمَرَ بِنَا اَوْ اَمَرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّاْنُ اِذْ ذَاكَ دُوْنٌ فَاَقَمْنَا بِهَا اَيَّامًا شَهِدْنَا فِيْهَا الْجُمُعَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ مُتَوَكِّئًا عَلٰى عَصًا اَوْ قَوْسٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ كَلِمَاتٍ خَفِيْفَاتٍ طَيِّبَاتٍ مُبَارَكَاتٍ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ لَنْ تُطِيْقُوْا اَوْ لَنْ تَفْعَلُوْا كُلَّ مَا اُمِرْتُمْ بِهِ وَلٰكِنْ سَدِّدُوْا وَاَبْشِرُوْا قَالَ اَبُوْ عَلِيٍّ سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ قَالَ ثَبَّتَنِيْ فِيْ شَيْءٍ مِنْهُ بَعْضُ اَصْحَابِنَا وَقَدْ كَانَ انْقَطَعَ مِنَ الْقِرْطَاسِ

شعیب بن زریق طائفی نے بیان کیا ہے: میں اس آدمی کی صحبت میں جس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو اختیار کیا تھا اس کو حکم بن حزن کلفی کہتے تھے انہوں نے حدیث بیان کرتے وقت فرمایا میں وفد لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا سات یا نو لوگ تھے۔ پس ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو چکے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہمارے واسطے خیر کی دعا فرما دیجئے پس آپ ﷺ نے ہمیں حکم ارشاد فرمایا یا ہمیں کھجوریں پیش کرنے کا حکم ارشاد فرمایا جبکہ ان دنوں میں تنگ دستی کے عالم میں تھے ہم جس قدر ایام وہاں رہے ہم نے ان میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جمعہ بھی پڑھا آپ ﷺ لاٹھی یا کمان کا سہارا لے کر قیام فرما ہوئے۔ آپ ﷺ نے خفیف پاکیزہ مبارک کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے یا نہیں بجالا سکتے ہر حکم کو لیکن تم مضبوطی سے قائم رہو اور خوشخبری حاصل کرو۔ ابوعلی کہتے ہیں: میں نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعض اصحاب نے کچھ اور کلمات بھی بتائے جو تحریر سے رہ گئے تھے۔

(معجم الکبیر: ج:3،ص:213، سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1،ص:384، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:206)

925 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ عَنْ اَبِیْ عِيَاضٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَشَهَّدَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهُ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهُ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ اَنَّهُ سَاَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ تَشَهُّدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى وَنَسْاَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَّجْعَلَنَا مِمَّنْ يُّطِيْعُهُ وَيُطِيْعُ رَسُوْلَهُ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهُ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهُ فَاِنَّمَا نَحْنُ بِهِ وَلَهُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو ارشاد فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں ہم اس سے مدد طلب کرتے ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں اور نفس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر مبعوث فرمایا کہ قیامت بالکل سامنے ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول کی اطاعت کی تو وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو اس نے اپنی جان کو ضرر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ یونس سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن شہاب سے رسول اللہ ﷺ کے جمعہ کے خطبہ کا پوچھا پس انہوں نے اس کی مثل حدیث ذکر کر کے کہا جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ راستہ سے ہٹ گیا اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوالی ہیں وہ ہمارا رب عزوجل ہے کہ مجھے ان میں سے بنائے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور رضا جوئی کی اتباع کرتے ہیں اور اس کی ناراضگی سے خود کو محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ ہم اسی کی وجہ سے ہیں اور اسی کے واسطے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:7،ص:146،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:26،ص:57)

926 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ خَطِيبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَالَ قُمْ أَوِ اذْهَبْ بِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کسی خطیب نے خطبہ دیتے ہوئے کہا جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو ارشاد فرمایا: کھڑے ہو جاؤ یا چلے جاؤ تم برے خطیب ہو۔

(مستدرک: ج:1،ص:426،معجم الکبیر: ج:17،ص:98،سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:86،سنن النسائی: ج:10،ص:407)

927 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْنٍ عَنْ بِنْتِ الْحَارِثِ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا حَفِظْتُ قَافْ إِلَّا مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ بِهَا كُلَّ جُمُعَةٍ قَالَتْ وَكَانَ تَنُّورُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَنُّورُنَا وَاحِدًا قَالَ أَبُو دَاوُد قَالَ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ بِنْتُ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ و قَالَ ابْنُ إِسْحَقَ أُمُّ هِشَامٍ بِنْتُ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ

حضرت بنت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سورہ قاف حفظ نہیں کی مگر رسول اللہ ﷺ کی زبان مقدس سے سماعت کیا وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اسے ہر جمعہ کے خطبہ میں پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور ہمارا تنور ایک ہی تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روح بن عبادہ نے شعبہ سے روایت کر کے کہا کہ بنت حارثہ بن نعمان اور ابن اسحاق نے ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان کہا۔

(مستدرک: ج:1،ص:421،معجم الکبیر: ج:25،ص:141،صحیح ابن خزیمہ: ج:3،ص:144)

928 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهُ قَصْدًا يَقْرَأُ اٰيَاتٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ درمیانی ہوا کرتا تھا جس کے اندر قرآن مجید کی آیات تلاوت فرماتے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت فرماتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 928)

929 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ أُخْتِهَا قَالَتْ مَا أَخَذْتُ قٓ إِلَّا مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَؤُهَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ كَذَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَابْنُ اَبِي الرِّجَالِ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ اُخْتٍ لِعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَانَتْ اَكْبَرَ مِنْهَا بِمَعْنَاهُ

عمرہ سے روایت ہے کہ ان کی بہن نے کہا میں نے سورہ قاف کو حفظ نہیں کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدسہ سے سماعت کر کے وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہر جمعہ میں تلاوت فرماتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح یحییٰ بن ایوب، ابن ابی رجال، عیسیٰ بن سعید، عمرہ نے ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان سے روایت کیا ہے۔ یحییٰ بن سعید نے اخت عمرہ بنت عبدالرحمٰن جو بڑی تھی سے معناً روایت کیا ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 43، ص: 255)

شرح: مذاہب آئمہ کرام

جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کا مطلق مسلک یہی ہے کہ خطیب کو چاہئے کہ کسی لکڑی وغیرہ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو۔ علامہ طحطاوی نے لکھا ہے کہ عصا یا کمان کا سہارا لگانا مکروہ ہے۔

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کہ خطیب کو وقت خواندگی خطبہ عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا نہیں؟ فقط

جواب

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا اور بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ

نہیں تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر نہ ہو۔

وہ اس لئے کہ جب فعل کے سنت اور مکروہ ہونے میں شک ہو تو اس کا ترک بہتر ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:8،ص:303)

عصا رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے

عصا رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور ایک نوجوان (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے تھے ہمارے ساتھ نیزہ یا عصا ہوتا تھا اور ہمارے ساتھ ایک مشکیزہ ہوتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مشکیزہ دیتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:500)

میمون بن مہران نے بیان کیا ہے:

عصا رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور مومن کی علامت ہے۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عصا رکھنے میں چھ فضیلتیں ہیں یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے، کمزوروں کا مددگار ہے، منافقین کے لیے باعث پریشانی ہے اور عبادات میں زیادتی کا باعث ہے۔

کہا جاتا ہے کہ

جب مومن کے پاس عصا ہو تو اس سے شیطان بھاگتا ہے منافق اور بدکار اس سے ڈرتا ہے اور جب وہ نماز پڑھے تو اس کے لئے سترہ ہے اور جب تھک جائے تو اس کے لئے قوت ہے۔

حجاج کی ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا:

اے اعرابی تم کہاں سے آ رہے ہو؟

اس نے کہا: جنگل سے آ رہا ہوں۔

اس نے کہا: تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟

اس نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے اس کو میں نماز کے وقت گاڑ لیتا ہوں اور اس کو میں اپنے دشمنوں کے لئے تیار رکھتا ہوں اور اس سے میں اپنے جانوروں کو ہنکاتا ہوں اور اس کی مدد سے میں اپنے سفر میں قوت حاصل کرتا ہوں اور چلتے وقت اس پر اعتماد کرتا ہوں تاکہ لمبے لمبے قدم رکھ سکوں۔ اس کے ساتھ میں نہر میں داخل ہوتا ہوں اور یہ مجھے پھسلنے سے محفوظ رکھتا ہے اس پر میں اپنی چادر ڈال دیتا ہوں تو یہ مجھے دھوپ سے بچاتا ہے اس سے میں دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں اور کتوں سے محفوظ رہتا ہوں اور یہ

میرے لیے تلوار اور نیزے کا قائم مقام ہے اس سے میں درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں اور بھی فوائد ہیں۔(الجامع الاحکام القرآن:جز:11،ص:108)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عصا اٹھایا جاتا اور عیدگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔(صحیح البخاری:494)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ

یہ جنت کا درخت تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے لا کر آپ علیہ السلام کو دیا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب آپ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہونے لگے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو یہ عصا دیا تھا اور دراصل یہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصا تھا جس کو وہ جنت سے لے کر آئے تھے۔(الجامع الاحکام القرآن:جز:11،ص:110)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واحد ضمیر سے ذکر کرنا

☆ **فقال من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصمھا فقال قم او اذھب بئس الخطیب انت۔**

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل الاثار میں لکھا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس شخص کی نکیر کی وہ وقف فی غیر محلّہ کی بناء پر تھی کیونکہ خطیب نے بے جگہ اپنا سانس توڑ کر وقف کر دیا جس سے فساد معنیٰ لازم آ جاتا ہے۔

یہاں پر کلام میں دو شرطیں ہیں اور ہر شرط کے بعد متصل اس کی جزا ذکر ہے اس شخص نے پہلی شرط کی جزاء پر وقف کرنے کے بجائے دوسری شرط پر سانس توڑا **من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصمھا** یہاں تک اس نے ایک سانس میں پڑھ کر وقف کر دیا اور **فقد غوی** کو مستقل سانس میں پڑھا جس کی بناء پر **فقد رشد** کا تعلق ماقبل و مابعد دونوں شرطوں سے ہو گیا اور مطلب یہ ہو گیا کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ کامیاب ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرتا ہے وہ کامیاب ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرتا ہے۔

اسی حدیث مبارکہ کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس آدمی کی مذمت کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا صراحۃً ذکر نہیں کیا اور اس کی بجائے ضمیر کا ذکر کیا جبکہ خطبہ میں وضاحت اور تفصیل مقصود ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اللہ تعالیٰ اور رسول کا ذکر ایک ضمیر سے کیا ہے وہ خطبہ بحیثیت خطبہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کی تعلیم ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمیں خطبہ کی تعلیم ارشاد فرمائی اور اس میں فرمایا "من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصمھا فلا یضر الا نفسہ" ہر چند کہ اس جملہ میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا ذکر ایک ضمیر میں کیا ہے لیکن یہ خطبہ نہیں خطبہ کی تعلیم ہے اور تعلیم میں اختصار ملحوظ ہوتا ہے تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:258)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

عام آدمی جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ایک ضمیر میں ذکر کرے گا تو اس کے بارے میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو برابر سمجھتا ہے اس لیے آپ ﷺ نے اس شخص کے ومن یعصمھا کہنے کی مذمت فرمائی لیکن آپ ﷺ کے بارے میں آپ ﷺ کے منصب کی وجہ سے چونکہ یہ وہم نہیں کیا جا سکتا اس لیے مثلاً ومن یعصمھا کہنا آپ کی خصوصیت ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ

متکلم اپنے خطاب میں داخل نہیں ہوتا جس طرح کہ مخلوق کی قسم کھانا منع ہے مگر اللہ تعالیٰ نے کئی مخلوقات کی قسم کھائی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس قسم کے کلام کی اجازت دی ہے اور دوسروں کو منع کر دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے:

خود اس قسم کا کلام کرنا آپ کا فعل ہے اور منع کرنا آپ کا قول ہے اور جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو ہمارے لیے حجت آپ کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:1، ص:150)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جب مسلمان ہو گئے تو نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے آپ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو گھر آنے جانے کی اجازت دے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو نعلین شریفین پہنایا کرتے تھے جب نبی کریم ﷺ غسل فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ پردہ کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سیرت واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابو عبدالرحمٰن الہذلی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام مسعود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟

میں نے عرض کیا:

ہاں! لیکن میں امین ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو۔ میں ایک چھ ماہی بکری لے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع فرمایا اور دعا کرنے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

دودھ پیو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس بکری کے تھنوں سے فرمایا: سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے۔ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گیا۔

اور میں نے کہا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اس کلام کی تعلیم فرمادیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا:

آپ تو پڑھانے والے لڑکے ہو!

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا۔

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گھر جاتے تھے۔ آپ ﷺ کو نعلین پہناتے تھے آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ ﷺ غسل کرتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے۔ جب آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں کیں۔ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ ابو جہل کے سینہ پر سوار ہو کر انہوں نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

مجھے سورہ نساء پڑھ کر سناؤ۔

میں نے عرض کیا:

میں آپ ﷺ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ خود آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں۔

میں نے آپ ﷺ کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بك علی هؤلاء شهیدا تو نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں:

ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا! ہمیں اس شخص کے بارے میں بتلایئے جو اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوتا کہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث مبارکہ سنیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

جو شخص اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے یاد رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر میں بغیر مشورہ کے کسی اور کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 32ھ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔
ایک قول یہ ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ساٹھ اور چند سال تھی۔
(اسد الغابہ: ج:3، ص256 تا 260)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے ہزلی ہیں پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار تھے۔ سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کریں۔ اخلاق، عادات، طور طریقہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے دراز قد گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلا خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے۔ پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آ گئے وہاں ہی 32ھ میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر ہوئی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث لیں۔
مترجم کہتا ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے تھے۔
(مراۃ المناجیح: ج:8، ص:567)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں علماء کرام نے اقوال بیان کیے ہیں جس طرح کہ علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
قرأت متواترہ میں یہ آیت اسی طرح ہے۔
وماخلق الذکر والانثی
اور ایک روایت میں ہے کہ
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔

"والذکر والانثی" اوراس سے پہلے "وما خلق" نہیں پڑھتے تھے۔
حدیث مبارکہ میں ہے: علقمہ سے روایت ہے کہ ہم شام میں گئے تو ہمارے پاس حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ آئے۔
تو انہوں نے کہا: تم میں سے کوئی ہے جو اس آیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے موافق پڑھتا ہو؟
میں نے کہا: جی ہاں! میں ہوں۔
انہوں نے کہا: تم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت کو کس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے؟
میں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے تھے۔
واللیل اذا یغشی ۔ والنھار اذا تجلی
حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا:
اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں اس طرح پڑھوں۔
وما خلق الذکر والانثی
اور میں ان کی اتباع نہیں کروں گا۔
ابوبکر الانباری نے کہا: اس قسم کی ہر حدیث مردود ہے اور اجماع کے خلاف ہے اور امام حمزہ اور امام عاصم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی ایسی قرأت روایت کی ہے جو اجماع کے موافق ہے اور جو سند اجماع کے موافق ہو اس کو قبول کرنا اس سند سے اولیٰ ہے جو اجماع کے مخالف ہو اور جس نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ہوسکتا ہے وہ بھول گیا ہو یا غافل ہو اور اگر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہو اور اس کی سند مقبول اور معروف ہو تب بھی حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اس کی مخالفت کرتے تھے لہٰذا اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر جماعت سے ثابت ہو اور اس کو چھوڑ دینا چاہیے جو کسی ایک صحابی کی روایت ہو کیونکہ ایک شخص کو تو نسیان لیکن پوری جماعت اور پوری ملت کو نسیان نہیں ہوسکتا۔
حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
یہ قرأت صرف علقمہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔
اور ان کے علاوہ لوگوں نے وما خلق الذکر والانثی کی تلاوت کی ہے اور اسی پر سب کا اتفاق ہے حالانکہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ تک سند بہت قوی ہے اور ہوسکتا ہے کہ "والذکر والانثی" کی تلاوت منسوخ ہوچکی ہے اور یہ نسخ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور علقمہ تک نہ پہنچا ہو۔ تعجب اس پر ہے کہ حفاظ نے اس حدیث مبارکہ کی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی لیکن کسی نے بھی اس کے موافق قرأت نہیں کی اور نہ اہل شام نے اس سے بھی یہ بات قوی ہوجاتی ہے کہ "والذکر والانثی" کی تلاوت منسوخ ہوچکی ہے۔ (فتح الباری: ج:9، ص:724)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے: اس معاملہ میں اور ایسے دوسرے امور میں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ پہلے یہ قرأت تھی پھر منسوخ ہوگئی اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی ان کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہو سکا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے "والذکر والانثی" کی قرأت اس وقت کی ہو جب ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف نہیں پہنچا تھا۔ اس پر اجماع ہے کہ اس میں سے ہر منسوخ التلاوت آیت کو حذف کر دیا گیا ہے اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف ظاہر ہو گیا تو پھر کسی کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ (عمدۃ القاری: ج: 19، ص: 426)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابن مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو سات قرأت یعنی سات لغات پر نازل کیا گیا تھا اور ہر قبیلہ اپنی اپنی قرأت کے مطابق پڑھتا تھا۔ جب بکثرت فتوحات ہوئیں اور لوگ ناواقفیت کی بناء پر ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب کرنے لگے تو حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے اس نسخہ کو منگوایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لغت قریش پر جمع کیا گیا تھا اس نسخہ کی نقول تمام شہروں میں بھجوا دیں اور باقی مصاحف کو منگوا کر جلا دیا تاکہ امت میں اختلاف نہ ہو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تائید کی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ تمام مصاحف کا باقی رہنا قرآن مجید میں التباس اور اختلاف کا موجب ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منفرد تھی انہوں نے اپنے مصحف کو چھپا لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا کوئی اور شخص اس کو نکلوانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف تمام شہروں میں بھجوائے تھے وہ مشہور ہو گئے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی موافقت کی اور اس کو پڑھا جانے لگا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ترک کر دیا گیا اور چھپا رہا حتیٰ کہ جب مصر میں بنو عبید کی حکومت ختم ہوگئی اور معز کی حکومت شروع ہوئی تو ان کے خزانوں میں وہ مصحف پایا گیا اور صدرالدین قاضی الجماعۃ نے اس کو جلانے کا حکم دیا۔ ہم نے اپنے اساتذہ سے اسی طرح سنا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 6، ص: 291)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْمِنْبَرِ

باب: منبر پر دونوں ہاتھوں کا اٹھانا

یہ باب منبر پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے حکم میں ہے۔

930 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ رَاٰى عُمَارَةُ

بْنُ رُوَيْبَةَ بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ وَهُوَ يَدْعُو فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فَقَالَ عُمَارَةُ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ قَالَ زَائِدَةُ قَالَ حُصَيْنٌ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا يَزِيدُ عَلَى هٰذِهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ

عمارہ بن رویبہ نے بشر بن مروان کو جمعہ کے وقت دعا کرتے ہوئے دیکھا تو عمارہ نے کہا اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کا ستیاناس کرے۔ زائد نے حصین سے بیان کیا ہے: مجھے حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر اقدس پر جلوہ فرما دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سبابہ والی انگلی سے اشارہ فرماتے تھے جو انگوٹھے کے پاس ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی: جز:2،ص:352)

931 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِرًا يَدَيْهِ قَطُّ يَدْعُو عَلَى مِنْبَرِهِ وَلَا عَلَى غَيْرِهِ وَلٰكِنْ رَأَيْتُهُ يَقُولُ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَعَقَدَ الْوُسْطَى بِالْإِبْهَامِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اور اس کے علاوہ اپنے مقدس ہاتھوں کو اٹھایا ہو لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے ہوئے دیکھا اور اشارہ کیا سبابہ والی انگلی کے ساتھ وسطی انگلی کو انگوٹھے سے ملاتے ہوئے حلقہ بنا کر۔

(مستدرک: جز:1،ص:718، معجم الکبیر: جز:6،ص:206، صحیح ابن حبان: جز:3،ص:165، صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:351)

شرح:

حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول ہیں انہوں نے بشر بن مروان جو عبدالملک بن مروان کا بھائی اور امیر کوفہ تھا کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن خطبہ کے دوران اپنے ہاتھوں سے دعا کر رہا تھا۔ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ اس پر غصے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کا ستیاناس کرے اور آگے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خطبہ میں صرف سبابہ والی انگلی سے اشارہ فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر ہوں یا منبر کے علاوہ ہوں کبھی ہاتھ نہیں اٹھائے۔

دونوں خطبوں کے درمیان دعا مانگنا

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ نے اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر فرمایا

ہے جس کا نام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "رعاية المذهبين في الدعاء بين الخطبين" رکھا ہے اس رسالہ کی تحقیق نقل کرنے سے پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کیے ہوئے سوال کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز امام اول کا خطبہ پڑھ کے جلسہ کرنا ہے اسی جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں اور اگر نا جائز ہے تو کس درجہ کا مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی؟ زید درمیان خطبتین کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت وحرام بتاتا ہے۔ یہ عقیدہ زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں؟

الجواب

زید کا قول باطل ہے دونوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعا مانگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود عین خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مینہ کے لئے دونوں دست انور بلند فرما کر دعا مانگنا کتب صحاح میں موجود ہے۔ مقتدیوں کے بارہ میں مذہب حنفی میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہما بلاشبہ ان کے لئے بھی جائز فرماتے ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں آئیں۔ ایک مطابق قول صاحبین کہ امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو بین الخطبتین دعا مانگنا جائز ہے۔

امام اسغناقی نے نہایہ وامام اکمل الدین بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا۔

هو الصحيح یہی صحیح ہے۔

اس کی پندرہ سنتیں ہیں۔ چوتھی یہ کہ خطبہ سے پہلے دل میں تعوذ کا پڑھنا، چھٹی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے ابتداء کرنا پھر یہ کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدد ضروری ہو بہ نرمی سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو گروہ بندی واثارت فتنہ کی حاجت نہیں فتنہ قتل سے بڑا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8، ص396 تا 397)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا اس جائے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعضے لوگ اس کو مکروہ شدید وحرام وبدعت سیئہ وشرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں لہٰذا التماس یہ ہے کہ اس کے جواب باجواب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر رفع خصومت بین المسلمین فرمائیں۔

الجواب

امام کے لئے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لئے نہی شارع نہ ہونا ہی سند کافی۔ منع وہی ہے جس کو اللہ

تعالیٰ ورسول منع فرمائیں جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔ بے ان کی نہی کے ہرگز کوئی سے ممنوع نہیں ہوسکتی خصوصاً دعا سی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے بکمال ترغیب وتاکید علی الاطلاق تحدید وتقیید بلایا اور احادیث شریفہ نے اسے عبادت ومغز عبادت فرمایا۔ پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرماکر ایک جمعہ کو مینہ برسنے اور دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا۔ صحیح بخاری ومسلم وغیرہما میں حدیث انس رضی اللہ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم، تو بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اس کا جواز افادہ فرمایا۔

مولانا علی قاری علی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث **یخطب ثم یجلس فلا یتکلم** فرماتے ہیں۔ نہ گفتگو کرے یعنی بیٹھنے کی حالت میں آہستہ ذکر یا قرأۃ کے علاوہ بات نہ کرے۔ قرأت اولیٰ ہے کیونکہ ابن حبان کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت فرماتے تھے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ج:3، ص:270)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بلا کلام بیٹھنا ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں کی آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا بھی کی جائے۔ (فتح الباری شرح البخاری: ج:3، ص:57)

علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب للدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

پھر خطیب گفتگو کے بغیر بیٹھ جائے (یعنی بلند آواز سے گفتگو نہ کرے یہ بات روایت ابن حبان کے منافی نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس (جلوس) میں قرأت فرماتے تھے۔

اور حافظ نے کہا:

اس کا مفاد وہ جو پہلے بیان ہوچکا ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب: ج:7، ص:385)

بلکہ صحیح حدیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ومتعدد اقوال صحابہ وتابعین کی رو سے یہ جلسہ ان اوقات میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے۔ صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارۂ ساعت جمعہ فرمایا۔ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ساعت جمعہ ہے۔ (صحیح مسلم: ج:1، ص:281)

دوسری حدیث میں آیا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔

اسے ابن عبد البر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

انہی ابن عمر وابو موسیٰ رضی اللہ عنہم سے مروی کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔

یونہی امام عامر شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری۔ انہی شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک

اس کا وقت بتایا۔ اس کو امام مروزی نے روایت کیا۔ اسی طرح امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہوا۔ اس کو ابن المنذر نے روایت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا۔ اس کو حمید بن زنجویہ نے روایت کیا۔ بہرحال یہ وقت بھی ان میں داخل، تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد، خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو تو اس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے بالتعیین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود ارشاد اقدس مابین یجلس الامام (امام کے بیٹھنے سے لے کر) سے یہی جلسہ مراد رکھا۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی ساعت کے بارے میں فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز ادا کرنے تک ہوتی ہے۔

علامہ طیبی نے جلوس سے مراد دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا لیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ: ج:2، ص:571)

اس قول پر تو بالخصوص اس وقت کی دعا شرعا اجل المندوبات واجب مرغوبات سے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث واقوال علماء چاہئے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر وغیرہا میں ہمیشہ مسلک محققین رہا ہے۔ تو بقیہ اوقات کے ساتھ اس وقت بھی دعا ضرور درکار ہوگی اور اس کے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا۔ لاجرم صاحب عین العلم نے کہا جو اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں صاف تصریح فرمائی کہ اس جلسہ میں مستحب ہے۔ اسی طرح امام ابن المنیر نے افادہ استحسان جمع فرمایا۔ طرہ یہ کہ یہ قول امام ممدوح حضرات منکرین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں نقل کیا اور مقرر و مسلم رکھا۔

یہاں انہوں نے تیسواں قول شمار کرتے ہوئے کہا کہ

دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت۔

اسے طیبی نے نقل کیا ہے الخ پھر کہا کہ ابن المنیر نے کہا تمام اقوال احسن ہیں ساعت قبولیت تو ایک ہی ہے اسے وہی پائے گا جو تمام وقت دعا میں رہے گا۔ (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار: ج:3، ص:275)

یہ حکم امام کا ہے رہے مقتدی، ان کے بارے میں ہمارے آئمہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف، امام ثانی عالم ربانی، قاضی الشرق والغرب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انہیں صرف بحالت خطبہ سکوت واجب، قبل شروع و بعد ختم و بین الخطبتین دعا وغیرہ کلام دینی کی اجازت دیتے ہیں۔ اور امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ خروج امام سے فتح نماز تک عند التحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف وجواب سلام بلکہ مخل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطیب سے دور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو۔ امام ثالث محرز المذہب محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ بین الخطبتین میں

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور قبل و بعد میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں۔
درمختار میں ہے:
جب امام حجرہ سے نکلے ورنہ وہ جب منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو۔
شرح المجمع، تو اس وقت سے اختتام تک نہ نماز ہے نہ کلام اگر چہ وہ ایک تسبیح یا سلام کا جواب یا امر بالمعروف ہو، قریب اور بعید بیٹھنے والے میں کوئی فرق نہیں۔ صاحبین کے نزدیک خطبہ سے پہلے اور بعد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جب خطیب درمیان میں بیٹھے گفتگو میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ اختلاف اس گفتگو کے بارے میں ہے جو آخرت سے متعلقہ ہو اس کے علاوہ گفتگو بالاتفاق مکروہ ہے۔ (درمختار: ج:1، ص:113)
تحقیق یہی ہے اگر چہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو۔ اس تحقیق کی بناء پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالت خطبہ میں، وقت ذکر شریف حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلوب۔ تو بین الخطبین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجہ اولیٰ روا۔

ردالمحتار میں ہے:
جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ذکر آئے تو بالجہر کی بجائے دل میں درود شریف پڑھ لیا جائے اسی پر فتویٰ ہے۔
(ردالمحتار: ج:1، ص:606)
اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز اور مختار قول امام ہے تو بے شک مذہب منع حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ کہ اس بنائے فاسد پر جو بنائے جہالات وہابیہ ہے کہ عدم ورود خصوصی ورود عدم خصوصی ہے وہ بھی خاص حق جواز میں۔ منع کے لئے ممانعت خاصہ خدا اور سول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل وسفہ و تحکم ہے بلکہ اس لیے کہ جب امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام۔ پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انہیں بتا دیا جائے نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلاوجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا لیا جائے کیا ظلم ہے۔ جب ان اشقیاء کے نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہوگا۔ حاشا للہ (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے پاکیزگی ہے) یہ ان بدعقلوں کی بدزبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے ان بیباکان پرسرف سے جھگڑنے آئے گا۔

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝ (227/26)
اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔
قول راجح ممانعت سہی، پھر بھی ان دعا کرنے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد راہیں تجویز و

اجازت کی ہیں۔

اولاً

یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اس جہالت نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ بہ لحاظ خصوصی وقت ورود اس کا بھی نہیں۔

ثانیاً

بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں اور اس کی تائید اس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر اقدس سن کر آہستہ درود پڑھنے کا حکم دیا گیا اگر چہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے جیسا کہ اصلی کے سے ذکر کر آئے ہیں۔ درمختار کے ان الفاظ سے بھی وہی مراد ہے کہ صواب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر دل میں درود شریف پڑھا جائے۔ اگر چہ قہستانی کا میلان اخفاء کی طرف ہے مگر جوہرہ اور دیگر کتب معتبرہ اس کے خلاف ہیں۔

شامی کہتے ہیں:

اس کا اپنا نفس سن لے یا حروف کی تصحیح ہو کیونکہ علماء نے اس کی تفسیر یوں ہی کی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ

دل میں پڑھے جیسا کہ کرمانی میں ہے: قہستانی نے جوہرہ میں آخری پر ہی اکتفا کیا ہے ان کے الفاظ میں اس کے ساتھ نطق نہ کرے کیونکہ اس حال کے علاوہ میں اسے پایا جا سکتا ہے مگر اس کے ساتھ سماع فوت ہو جائے گا۔ رہا قہستانی کا قول کہ فقہاء نے اس کی تفسیر یہی کی ہے۔ اس سے ان کی مراد اس بعد کو دور کرنا ہے جو ان کی اختیار کردہ تاویل میں تھا کیونکہ فی نفسہ ظاہراً الفاظ تو ارادہ قلب پر دال ہیں حالانکہ اس کے باوجود اس کا اطلاق کر کے اس کی تفسیر مخفی ہونے کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان دونوں اقوال پر جو اس کی تعریف کے بارے میں ہیں۔

ثالثاً

امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالت خطبہ میں بعید کو کہ خطبہ کی آواز اس تک نہ پہنچے انصات واجب نہیں جانتے۔ اور امام محمد بن سلمہ بھی صرف اولیٰ کہتے ہیں اگر چہ مفتی بہ اس پر بھی وجوب۔ تو اس جلسہ میں آواز ہی نہیں بدرجہ اولیٰ واجب نہ کہیں گے۔

حدیقۂ ندیہ میں ہے:

نہایہ میں ہے اس وقت جب ایسے مقام پر ہو کہ وہ خطبہ نہیں سن رہا۔ مبسوط میں ہمارے اصحاب (احناف) سے کوئی ایک روایت نہ ہے۔ متاخرین مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ محمد بن سلمہ کے نزدیک خاموشی اولیٰ ہے۔ نصر بن یحییٰ کے بارے

میں ہے کہ جب وہ خطیب سے دور ہوتے تو ان کے ہونٹ تلاوت قرآن سے حرکت کر رہے ہوتے تھے۔ عنایہ میں ہے خاموشی، کرخی اور صاحب ہدایہ کا مختار ہے۔ بعض نے فرمایا تلاوت قرآن اولیٰ ہے۔ فضلاء کے ہاں یہی مختار ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ: ج:2، ص:307)

ردالمحتار میں فیض سے ہے۔

سکوت ہی احوط ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ (ردالمحتار: ج:1، ص:606)

رابعاً

بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلام دنیوی ممنوع ہے دعاء وذکر مطلقاً جائز حتیٰ کہ عین حالت خطبہ میں بھی۔ اگرچہ صواب اس کے خلاف ہے۔ **کماتقدم عن الدر** (جیسا کہ در کے حوالے سے گزرا)

عبدالغنی نابلسی حدیقۃ الندیہ میں فرماتے ہیں:

خطیب کی دعا پر مؤذنین کا آمین کہنا، صحابہ کے نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنا، بادشاہ کے لئے دعا یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تسبیحات وغیرہ ہے لہٰذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں۔ ہم نے اس کا حاشیہ میں تحریر کیا کہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اشتباہ نہایہ اور عنایہ کی تصحیح سے عارض ہوا کیونکہ انہوں نے کلام اخروی پر محمول کیا ہے حالانکہ ان کا کلام خطبہ سے پہلے یا بعد پر محمول ہے نہ کہ درمیان میں۔ پھر وہ بھی محل نظر ہے جیسا کہ حاشیہ ردالمحتار کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوگا اصح اور احوط مطلقاً منع ہے جیسا کہ زیلعی نے فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عامہ کتب معتمدہ میں اس مسلک کو اختیار نہیں کیا گیا۔ مثلاً تجر، نہر، در اور ردالمحتار۔

(حدیقۃ الندیہ: ج:2، ص:309)

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو حد درجہ کی توسیعیں ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول ہے کہ بعض علماء نے کہا کہ لوگوں پر سکوت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا۔ اس کو قہستانی میں نقل کیا ہے۔

علمائے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری وواجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذاً باللہ نوبت تابہ تضلیل واکفار سیدی عارف باللہ محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

مسئلہ درپیش جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مساجد میں موذنین جمعہ کے دن (امام کی دعا پر آمین) کہتے ہیں اس کی تخریج وثبوت ہمارے مذہب یا دوسرے مسلک میں ممکن ہے۔ تو یہ ایسا ناجائز نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو منکر تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور ممانعت پر اجماع ہو۔ (الحدیقۃ الندیہ: ج:2، ص:309)

بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لئے تو اس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں۔ ہاں خوف مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص کبھی درود پڑھتا ہے اور رفع یدین بھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود

بھی مشغول بددعا نہ ہوں مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی روا نہیں فرماتی۔ مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشے آمین۔

واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8، ص477 تا485)

سوال

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا جناب فیض مآب جامع علوم نقلیہ وحاوی فنون عقلیہ علامہ دہر فہامۂ عصر مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیوضہ ادائے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ مشاہیر علمائے انام سے ہیں اور آپ کے اخلاق واوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں ونیز جواب سوال جلد ترسیل فرماتے ہیں لہٰذا التماس خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں۔ مذہب حنفی وشافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی مشروع ومسنون ہے یا نہیں؟ مترجم اردو الدر المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک بار بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعت سیۂ وغیر مشروع ہے پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط؟ چونکہ آپ متوطن بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اس کی کما ینبغی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکہ دہی عوام الناس ہے۔ بینوا توجروا؟

الجواب

مسنونیت مصطلحہ کہ تارک مستوجب عتاب الٰہی یا آثم ومستحق عذاب الٰہی ہو والعیاذ باللہ یہ نہ کسی کا مذہب نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجو الاجابۃ جان کر دعا کرتے ہیں اور بے شک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت واغائے ذکر الٰہی عزوجل سے ہے جس کی تکثیر پر بلاتقیید وتحدید نصوص قرآن عظیم واحادیث متواترہ نبی رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احدیث وتظافر ارشادات علمائے قدیم وحدیث سنن وآداب دعا سے خطیب کے لئے اس کی اجازت ومشروعیت تو باتفاق مذہبین حنفی وشافعی ہے۔ یونہی سامعین کے لئے جبکہ دعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج ومعمولی ہے۔ مذہب شافعیہ میں تو اس کی اجازت ومشروعیت ظاہر کہ آئمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز وحرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے۔ بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیۃ رحمھم اللہ تعالیٰ فان غالب محملھا بھا مطلقۃ فیھا کراھۃ التحریم۔

(بخلاف ہمارے آئمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلقاً کراہت مکروہ تحریمی ہے)

علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ اذا ذات الید مسئلہ الشطرنج میں فرماتے ہیں شوافع کے نزدیک مطلقاً کراہت کا اطلاق مکروہ تنزیہی پر ہوتا ہے نہ کہ تحریمی پر بخلاف ہمارے مذہب کے (اس میں تحریمی پر ہے)

(الحدیقۃ الندیہ: ج:2،ص:440)

اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے۔

امام ابو یوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں:

استماع واجب نہیں اور استماع سے مراد کانوں کو سماع میں مشغول کرنا ہے۔ (الانوار الاعمال الابرار: ج:1،ص:101)

اسی میں ہے:

خطبہ کے دوران کلام حرام نہیں نہ خطیب پر نہ مقتدیوں پر ہاں بغیر غرض کے مکروہ ہے مثلاً کنویں میں گرنے والے کو متنبہ کرنا یا بچھو سے بچانا یا خیر کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز ہے۔ (الانوار الاعمال الابرار: ج:1،ص:101)

اسی میں ہے:

اذان، دونوں خطبوں کے درمیان اور خطبہ اور نماز کے درمیان کلام مکروہ نہیں۔ (الانوار الاعمال الابرار: ج:1،ص:101)

علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر مکی فتح المعین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں دوران خطبہ کلام مکروہ ہے، خطبہ سے پہلے اگرچہ خطیب منبر پر بیٹھ چکا ہو اور دو خطبوں کے درمیان کلام حرام نہیں ہے چھینک مارنے والے کا جواب دینا اور اس کے بدلہ میں دعا دینا سنت ہے اور جب خطیب نبی اکرم ﷺ کا اسم یا وصف ذکر کرے تو صلوٰۃ و سلام عرض کیا جا سکتا ہے البتہ آواز زیادہ بلند نہ کی جائے۔ ہمارے شیخ نے فرمایا: صحابہ کے نام پر رضی اللہ عنہ اور دعاء خطیب کے وقت آمین آواز بلند کئے بغیر کہنا مستحب ہونا بعید نہیں۔ (فتح المعین شرح قرۃ العین: ص:146)

یونہی مذہب حنفی میں امام ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے۔ اوقات ثلثہ غیر حدل خطبہ یعنی قبل و بعد دعا بین الخطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پر ظاہر کہ دعا خاص، کلام دینی و عبادت الٰہی ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

جب امام آ جائے تو کلام و نماز نہیں اور یہی امام کا قول ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خطبہ شروع ہونے سے پہلے کلام میں کوئی حرج نہیں اسی طرح جب امام منبر سے اترے اور تکبیر سے پہلے بھی گفتگو میں کوئی حرج نہیں جب منبر پر خطیب خاموش بیٹھا ہو تو اس وقت ان میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مباح ہے کیونکہ کراہت کی وجہ خطبہ سننے میں خلل کا واقع ہونا ہے اور یہاں استماع نہیں ہے ان کی دلیل امر کا اطلاق ہے۔

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی: ص:282)

صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک کلام سے ممانعت فرمائی۔ مشائخ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی۔ بعض فرماتے ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے۔ اوقات ثلثہ میں دینی کی اجازت ہے۔ نہایہ وعنایہ میں اسی کو اصح کہا۔ ایسا ہی فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا۔ مشائخ کرام نے مطلق مراد لیا۔ امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا۔

میں کہتا ہوں کہ

متون کے اطلاقات پر اور اکثر کتب اسی پر جاری ہیں اور عرف تفریعات اس سے مستخرج ہیں جیسا کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار سے ظاہر ہے اور میرے علم کے مطابق دونوں تصحیحوں میں یہ اصح ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ کلام دنیوی بالاتفاق مکروہ ہے اور اگر امام نے اس سے ہی منع کیا ہے تو اب اختلاف مرتفع ہو جائے گا حالانکہ تمام کتب اس اختلاف کے ثبوت سے مالا مال ہیں۔

بحر الرائق میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام۔

(جب امام آجائے تو کوئی نماز اور کلام نہیں) ہے۔

منع کلام مطلقاً کہا لہٰذا یہ تسبیح، ذکر اور قرأت کو بھی شامل ہوگا۔

نہایہ میں ہے کہ

مشائخ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا یہاں وہی گفتگو مکروہ ہے جو لوگوں کی (دنیوی گفتگو) ہو۔ رہی تسبیح وغیرہ تو وہ مکروہ نہیں۔ بعض نے کہا یہ تمام مکروہ ہے اور پہلا اصح ہے۔

عنایہ میں بھی اسی طرح ہے۔ شارح نے ذکر کیا کہ احوط خاموش ہونا ہے اور یہ ضروری ہے کہ محل اختلاف خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے ہو اور اس پر اس کے یہ الفاظ کہ ابوحنیفہ کے قول پر دلالت کر رہے اور خطبہ کے وقت کلام مکروہ تحریمی ہے خواہ امر بالمعروف یا تسبیح یا اس کی مثل ہو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ (بحر الرائق: ج:2، ص:148)

طحطاوی ورد المحتار مبحث الفاظ افتا میں ہے:

اس کا قول "اس کے علاوہ الفاظ" مثلاً احوط واظہر ہیں۔ (رد المحتار: ج:1، ص:54)

در مختار میں فتاویٰ خیریہ سے ہے۔

بعض الفاظ بعض کی نسبت زیادہ مؤکد ہوتے ہیں لفظ فتویٰ لفظ صحیح سے اور احوط احتیاط سے زیادہ مؤکد ہے۔

(در مختار: ج:1، ص:15)

بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز ہے اور مذہب امام شافعی وقول امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہما پر ان کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز۔

آئمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو احد الصحیحین پر دعائے مذکور امام و متقدمین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی شافعی مطلقاً جائز و مشروع اور علماء تصریح فرماتے ہیں: جب ترجیح مختلف متکافی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے عمل کرے اصلاً محل اعتراض و انکار نہیں۔

بحر الرائق و در مختار وغیرہما میں ہے:

جب مسئلہ میں دو اقوال صحیحہ ہوں تو ان میں سے ایک پر فتویٰ اور قضاء جائز ہوتی ہے۔(در مختار: ج:1،ص:14)

ولہٰذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ باآنکہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے **هذا جملة القول فی هذا الباب والتفصیل فی فتاونا لعون الوهاب** (اس مسئلہ میں یہ ہی گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہمارے فتاویٰ میں ہے)

رہی مترجم در مختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لئے اس کے زمانے میں ان اقطار کے اعلم علماء کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقتاً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فقیر برسوں جمعات میں اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت ممدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے۔اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتاء ہوا۔

مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذ اعلیٰ حضرت سید العلماء سند العرفا مولانا الجد قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا۔ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اس پر مہریں فرمائیں۔ یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ مسمی بمفید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینان سائل کے لئے یہاں منقول۔(فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص485 تا490)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن سهل بن سعد رضی الله عنه**

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ پہلے آپ رضی اللہ عنہ کا نام حزن تھا پھر بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام سہل رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہوگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ساعدی انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو العباس ہے آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پندرہ سال کے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 91 میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ رضی اللہ عنہ ہی فوت ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔

(مراۃ المناجیح: جز:8،ص:583)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِقْصَارِ الْخُطَبِ

باب: خطبوں کو مختصر پڑھنا

یہ باب خطبوں کو مختصر پڑھنے کے حکم میں ہے۔

932 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ رَاشِدٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِقْصَارِ الْخُطَبِ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر خطبوں کو پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:426، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:208، مسند ابی یعلیٰ: جز:3،ص:192، مسند البزار: جز:1،ص:245)

933 حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ اَخْبَرَنِیْ شَيْبَانُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ السُّوَائِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُطِيْلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِنَّمَا هُنَّ كَلِمَاتٌ يَسِيْرَاتٌ

حضرت جابر بن سمرہ سوائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبا خطبہ ارشاد نہیں فرماتے تھے وہ آسان تھوڑے کلمات ہوتے تھے۔

(مستدرک: جز:1،ص:426، معجم الکبیر: جز:2،ص:242، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:207)

شرح:

سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور چھوٹے پڑھے جائیں۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً سردیوں میں۔ (درمختار: جز:3،ص:23)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا خطبہ دراز یا قرأت طویل کا پڑھنا کوئی فضل رکھتا ہے یا نقصان؟

الجواب

قرأت بقدر سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو تو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ آدمی کی فقاہت کی یہ نشانی ہے کہ اس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط زیادہ طویل خطبہ خلاف سنت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:454)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

خطبہ مختصر کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:446)

مسئلہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ خطبہ کی سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔

دونوں خطبے ہلکے ہونا (وغیرہم) (بہار شریعت: ج:1،ص:768)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ**

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ پرانے مومنین میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ نے اسلام لانے کی وجہ سے بہت زیادہ تکالیف پہنچائیں مگر آپ رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے اور اسلام کو نہ چھوڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام طیب مطیب رکھا۔ جنگ صفین میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی کہ اے عمار (رضی اللہ عنہ) تمہیں ایک باغی گروہ شہید کرے گا اور ایسے ہی ہوا جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ درج ذیل احادیث مبارکہ واقوال حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر دلالت کرتے ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت ام سلمہ اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

(اے عمار رضی اللہ عنہ) تمہیں ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 447)

دلیل نمبر: 2

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ایک مصری شخص نے فرمایا: ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں ہدایہ تقسیم کئے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا۔ ان سے ان کی وجہ پوچھی گئی انہوں نے فرمایا میں نے ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اے عمار (رضی اللہ عنہ) تیرا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج: 7، ص: 197)

دلیل نمبر: 3

امام عبدالملک بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مسجد کی جگہ میں داخل ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر بہت زیادہ اینٹیں رکھی تھیں انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! انہوں نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھ پر اتنا بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زلف مبارک کو دست اقدس سے صاف فرما رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال گھنگھریالے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے سمیہ کے نور نظر یہ لوگ تمہیں قتل نہیں کریں گے تمہیں تو ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔ (السیرۃ النبویہ: ج: 3، ص: 25)

دلیل نمبر: 4

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

جامع معمر بن راشد میں ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیک وقت دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جبکہ باقی لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوگوں کے لئے ایک گنا جبکہ تمہارے لئے دوگنا اجر ہے اور دنیا سے تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا اور تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ (روض الانف: ج: 2، ص: 338)

دلیل نمبر: 5

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عمار (رضی اللہ عنہ) فوت نہیں ہوئے ہیں۔ (فضائل صحابہ لابن حنبل: رقم الحدیث: 1597)

دلیل نمبر: 6

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) عمار (رضی اللہ عنہ) فوت نہیں ہوئے ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین: ص: 347)

دلیل نمبر: 7

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیز سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سخت بیماری لاحق ہوئی اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر انہیں افاقہ ہوا تو دیکھا کہ ہم سب ان کے گرد رو رہے ہیں۔

اس وقت انہوں نے فرمایا:

کیا لوگ ڈر رہے تھے کہ میں اپنے بستر پر مر جاؤں گا مجھے میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی اور دنیا میں میری آخری غذا پانی ملا ہوا دودھ ہوگا۔ (دلائل النبوۃ: ج: 6، ص: 421)

دلیل نمبر: 8

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر آثار اس بارے میں نقل کی گئی ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخبار الغیب ہے اور یہ اعلام النبوۃ ہے۔ اور یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔ (الاستیعاب: رقم الحدیث: 1863)

دلیل نمبر: 9

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ لکھتے ہیں:

عطاء بن سائب کے سلسلہ سند سے ابوالبختری اور میسرہ کا قول مروی ہے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے روز

دودھ پیش کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے نوش کر کے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی رو سے اس کے بعد میرے بطن میں کوئی چیز نہیں جائے گی اس کے بعد حضرت عمار رضی اللہ عنہ قتال میں مشغول ہو گئے اور بالآخر قتال کرتے دنیا سے چلے گئے۔

(حلیۃ الاولیاء: جز:1،ص:141)

دلیل نمبر:10

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

ابی البختری سے روایت ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس دودھ کا شربت لاؤ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ دنیا کا آخری شربت جو تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہوگا دودھ لایا گیا اس دودھ کو انہوں نے نوش فرمایا پھر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس دن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لایا گیا تو وہ مسکرائے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دودھ ہوگا حتیٰ کہ تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔ (طبقات ابن سعد: ج:3،ص:257)

دلیل نمبر:11

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

امام احمد و ابن سعد اور طبرانی و حاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی و ابونعیم رحمہم اللہ نے ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ یوم صفین حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا اور اسے دیکھ کر انہوں نے تبسم کیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں آخری غذا جسے تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہے اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:3،ص:239)

دلیل نمبر:12

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں مجتہد تھے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی ان کو ایک اجر ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو اجر ملیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء کو اجتہادی خطا کیسے کہا جائے گا اور ان کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے۔ حالانکہ ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ افسوس ابن سمیہ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی اور ابن سمیہ عمار بن

یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا۔ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ برابر سرابر ہونے پر راضی نہیں ہیں کہ ان کو ایک اجر مل جائے۔ (عمدۃ القاری: ج:24،ص:192)

دلیل نمبر:13

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے بہتر شخص نے مجھے بتایا جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ خندق کھودر ہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرما رہے تھے۔ اے ابن سمیہ تم پر کیسی افتاد پڑے گی جب ایک باغی گروہ تم کو قتل کرے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:7192)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں یہ ظاہر دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور صواب پر تھے اور دوسری جماعت باغی تھی لیکن وہ مجتہد تھے اس لیے گناہ گار نہیں ہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے اور یہ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مسلمان شہید کریں گے اور یہ کہ وہ باغی ہوں گے اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں قتال کریں گے اور یہ کہ ان کے دو گروہ ہوں گے جن میں سے ایک باغی ہوگا اور ان میں سے ہر خبر کی روشنی صبح کی طرح تصدیق ہوگئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی بات فرماتے تھے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جاتی تھی۔ (شرح للنواوی: ج:2،ص:396)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ عسی ہیں بنی مخزوم قبیلہ کے آزاد کردہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد یاسر اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ اپنے چوتھے بھائی کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئے۔ حارث اور مالک تو یمن چلے گئے یاسر (رضی اللہ عنہ) مکہ معظمہ رہ گئے اور انہوں نے ابوحذیفہ ابن مغیرہ سے حلف کر لیا۔ ابوحذیفہ نے اپنی لونڈی سمیہ کا نکاح حضرت یاسر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابوحذیفہ نے انہیں آزاد کر دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ پرانے مومنین سے ہیں اسلام کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں نے بہت ہی دکھ دیئے تاکہ اسلام چھوڑ دیں ایک بار آپ رضی اللہ عنہ کو آگ میں زندہ ڈال دیا۔ اتفاقاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے آگ سے فرمایا: اے آگ عمار رضی اللہ عنہ پر اسی طرح ٹھنڈی سلامتی والی ہو جا جس طرح حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر ہوئی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین سے ہیں بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام طیب مطیب رکھا یعنی صاف ستھرے، جنگ صفین میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اسی میں شہید ہوئے یعنی 37 میں۔ ترانوے سال عمر ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:536)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الدُّنُوِّ مِنَ الْإِمَامِ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ

باب: خطبہ کے دوران امام کے قریب بیٹھنے کا بیان

یہ باب خطبہ کے دوران امام کے قریب بیٹھنے کے متعلق ہے۔

934 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ وَجَدْتُ فِي كِتَابِ أَبِي بِخَطِّ يَدِهِ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ قَتَادَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَالِكٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْضُرُوا الذِّكْرَ وَادْنُوا مِنَ الْإِمَامِ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ يَتَبَاعَدُ حَتَّى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ وَإِنْ دَخَلَهَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خطبہ کے اندر حاضر ہوا کرو اور امام کے قریب ہوا کرو کیونکہ جو شخص ہمیشہ بعید رہے گا حتیٰ کہ جنت میں بھی موخر ہو جائے گا اگر اس میں داخل ہوا۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 427، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 238، مسند احمد: جز: 41، ص: 89، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 36، ص: 345)

اس حدیث مبارکہ میں امام کے قریب ہونے کا حکم فرمایا گیا ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب مقتدی پہلے مسجد میں آئے اور پہلی صف میں امام کے آگے بیٹھ جائے یا دائیں بائیں قریب بیٹھ جائے اور جو شخص بعد میں آئے گا دوسرے اشخاص کے تو ظاہر ہے کہ وہ دور ہی رہے گا اور وہ ہو سکتا ہے کہ جنت میں آخر میں داخل ہو یا یہ مطلب ہے کہ مسجد میں دیر سے پہنچنے کی بناء پر آخری صفوں میں بیٹھے گا تو جنت میں بھی نچلے درجات میں جائے گا اور درجات عالیہ سے محرومی ہوگی اگرچہ وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ اور جنت کا سب سے کم درجہ بھی اعلیٰ ہوگا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ جنت والوں کا سب سے کم درجہ کون سا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو اس وقت آئے گا جب تمام جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے۔

اس سے کہا جائے گا۔

تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

وہ عرض کرے گا: اے میرے رب عزوجل! میں کیسے جنت میں جاؤں! سب لوگوں نے جنت پر قبضہ کر لیا ہے اور انہوں

نے جنت کی چیزیں لے لی ہیں۔

اس سے کہا جائے گا۔

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں دنیا کے بادشاہوں کے ملکوں میں سے کسی ملک کی مثل مل جائے۔

وہ عرض کرے گا: میں راضی ہوں! اے میرے رب عزوجل!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تمہیں وہ ملک بھی مل جائے اور اس جیسی تین امثال اور مل جائیں گی پھر جب پانچ امثال کا کہا جائے گا تو وہ کہے گا؟ اے میرے رب عزوجل! میں راضی ہوں!

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تمہیں وہ ملک بھی مل جائے گا اور اس جیسی دس امثال اور مل جائیں گی اور تمہیں وہ چیز بھی مل جائے گی جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا اور جس چیز سے تمہاری آنکھوں کو لذت ملے گی۔

وہ عرض کرے گا: اے میرے رب عزوجل! میں راضی ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب عزوجل! پھر جنت میں سب سے بلند درجہ کون سا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے پسند کر لیا اور ان کی عزت اور کرامت میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اور میں نے ان کی کرامت پر مہر لگا دی ہے ان کی کرامت کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے اور اس کا مصداق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ (السجدہ: 17) (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3198)

خیال رہے کہ جو شخص بھی توحید و رسالت کے عقیدہ پر فوت ہوا وہ ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص بھی توحید و رسالت کے عقیدہ پر فوت ہوا وہ ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا اگر وہ گناہوں سے بالکل محفوظ تھا مثلاً نابالغ بچہ، وہ شخص جو بلوغت کی ابتداء سے مجنون تھا اور اسی جنون پر فوت ہوا جس شخص نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور بعد میں کوئی گناہ نہیں کیا اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ میں بالکل داخل نہیں ہوں گے البتہ ان کا صرف جہنم کو عبور کرنے کے لئے جہنم سے گزر ہوگا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ جہنم سے گزریں گے یا جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گزریں گے۔ اور صحیح قول یہ ہے: ان کا پل صراط سے ہی گزر ہوگا اور جس شخص نے گناہ کبیرہ کیے ہوں اور توبہ کیے بغیر مر گیا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے لہٰذا جو شخص بھی عقیدہ توحید پر فوت ہوا اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا خواہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں جس طرح وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا کفر پر خاتمہ ہوا ہو خواہ اس نے کتنی ہی نیکیاں کی ہوں۔ یہ اس مسئلہ میں اہل حق کے موقف کا مختصر بیان ہے اور قرآن و سنت اور اجماع سے اس

موقف پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور اس موقف پر نصوص متواترہ قائم ہیں جن سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے اور احادیث مبارکہ سے بھی اس کی تائید اور تقویت ہوتی ہے اور جو حدیث مبارکہ بظاہر اس موقف کے خلاف ہو اس کی تاویل اور توجیہ کرنا واجب ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے اس کے متعلق اختلاف ہے۔

مرجیہ نے کہا کہ ایمان کے بعد معصیت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا۔

خوارج نے کہا کہ معصیت کے ارتکاب سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔

معتزلہ نے کہا کہ معصیت کبیرہ سے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا اور اس پر مومن کا اطلاق ہوگا نہ کافر کا اور وہ فاسق ہے۔

اشاعرہ نے کہا کہ بلکہ وہ مومن ہے اور اگر اس کی مغفرت نہ ہو اور اس کو عذاب ہو تو بہر حال اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

ہم کہتے ہیں: مرتکب کبیرہ کی مغفرت کر دی جائے گی اس لیے وہ جنت میں جائے گا یا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا یہ تاویل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ بعض احادیث مبارکہ میں گناہوں پر سزا دینے کا بیان ہے اگر ان احادیث مبارکہ میں تاویل نہ کی جائے تو پھر احادیث مبارکہ میں تعارض لازم آئے گا۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص 41 تا 42)

مسئلہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں (جن میں سے ایک یہ بھی ہے)

امام سے قریب ہونا افضل ہے مگر یہ جائز نہیں کہ امام سے قریب ہونے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگے۔ البتہ اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا ہے اور آگے جگہ باقی ہے تو آگے جا سکتا ہے اور خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو مسجد کے کنارے ہی بیٹھ جائے۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 768)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن سمرة بن جندب رضى الله عنه**

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف تھے حافظ قرآن تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ 59ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:584)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْإِمَامِ يَقْطَعُ الْخُطْبَةَ لِلْأَمْرِ يَحْدُثُ

باب: حادثہ پیش آنے کی وجہ سے امام کا خطبہ روک دینا

یہ باب حادثہ پیش آنے کی وجہ سے امام کا خطبہ روک دینے کے متعلق ہے۔

935 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ اَحْمَرَانِ يَعْثُرَانِ وَيَقُومَانِ فَنَزَلَ فَاَخَذَهُمَا فَصَعِدَ بِهِمَا الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ (اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) رَاَيْتُ هٰذَيْنِ فَلَمْ اَصْبِرْ ثُمَّ اَخَذَ فِي الْخُطْبَةِ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما گرتے آئے جن پر سرخ قمیصیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً (منبر سے) نیچے تشریف لائے ان دونوں کو لے کر (منبر پر) تشریف لے گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں کو ملاحظہ فرمایا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے لگے۔

(مستدرک: ج:1، ص:424، سنن ابن ماجہ: ج:10، ص:462، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:6، ص:165، سنن النسائی: ج:5، ص:272)

شرح:

خطبہ کے دوران حادثہ پیش آنے کی وجہ سے خطیب خطبہ منقطع کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس باب کی حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ کر سکتا ہے۔

☆ قوله يعثران و يقومان

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا بار بار گرنا کم سنی کی بناء پر تھا مگر بعض علماء نے کہا

ہے: ایسا نہیں ہے کیونکہ اس وقت ان دونوں شہزادوں کی عمر مبارک چار سال اور تین سال کی تھی کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش رمضان 3ھ میں ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش شعبان 4ھ میں ہے اور منبر جس وقت بنایا گیا وہ 8ھ یا 7ھ میں بنایا گیا ہے اور تین یا چار سال کا بچہ اس قدر چھوٹا اور کمزور نہیں ہوا کرتا کہ بار بار گرے لہٰذا ان دونوں شہزادوں کا گرنا قمیض کے لمبے ہونے کی بناء پر تھا کہ جب وہ چلتے تو قمیض پاؤں میں اٹک جاتا تھا جس کی وجہ سے گرتے ہوئے تشریف لائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے نواسوں کو دوران خطبہ پڑھتے اٹھانا

☆ **قوله قال صدق الله انما اموالكم اولادكم الخ**

اولاد کی محبت میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت برتے یا کسی عبادت کو چھوڑ دے یا ان کی محبت میں کوئی ناجائز کام کر بیٹھے تو یہ ممنوع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت اور رقت کے غلبہ سے اپنے ان نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جو دوران خطبہ، خطبہ منقطع کر کے اٹھایا تو یہ کسی قسم کا ممنوع کام نہیں تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کام وحی الٰہی کی اتباع میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا جو مقام اور مرتبہ ہے اس کو ظاہر کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں شہزادوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دوران خطبہ اٹھا کر اپنے پاس بٹھایا اور اپنے اس عمل مبارکہ سے یہ مسئلہ بتادیا کہ کم سن بچوں پر شفقت کرنی چاہئے اور اگر دوران وعظ کسی واعظ یا خطیب کو ایسی صورت لاحق ہو جائے تو اس کا اپنے بچوں کو اٹھالینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھانے پر یہ آیت پڑھنا کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکسار ہے۔

اور یہ اولاد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے فتنہ کس طرح ہو سکتے تھے کہ جنہوں نے اسلام کو بچانے کے لئے کربلا میں اپنی جان دے دی اور یہ ثابت فرمادیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد فتنہ نہیں ہوا کرتی بلکہ باعث رحمت ہوتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سنو! تم میں میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2614)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب اِلاِحْتِبَاءِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

باب: اکڑوں بیٹھنا اور امام کا خطبہ دینا

یہ باب امام کے خطبہ کے وقت سامعین کا اکڑوں بیٹھنے کے حکم میں ہے:

936 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي اَيُّوبَ عَنْ اَبِي مَرْحُومٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحُبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

سہل بن معاذ بن انس اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن اکڑوں بیٹھنے سے روکا ہے اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا ہو۔

(مستدرک: جز:1، ص:427، معجم الکبیر: جز:20، ص:179، سنن ترمذی: جز:2، ص:350، شرح السنۃ للبغوی: جز:2، ص:259)

937 حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ حَيَّانَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزِّبْرِقَانِ عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ مُعَاوِيَةَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَجَمَّعَ بِنَا فَنَظَرْتُ فَاِذَا جُلُّ مَنْ فِي الْمَسْجِدِ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهُمْ مُحْتَبِينَ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ قَالَ اَبُو دَاوُدَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَبِي وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَشُرَيْحٌ وَصَعْصَعَةُ بْنُ صُوحَانَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَمَكْحُولٌ وَاِسْمٰعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ وَنُعَيْمُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ لَا بَاْسَ بِهَا قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَلَمْ يَبْلُغْنِي اَنَّ اَحَدًا كَرِهَهَا اِلَّا عُبَادَةَ بْنَ نُسَيٍّ

یعلی بن شداد ابن اوس سے روایت ہے کہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں بیت المقدس گیا تو آپ نے ہمیں جمعہ پڑھایا۔ میں نے نظارہ کیا تو مسجد کے اندر نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے پس میں نے ان کو اکڑوں بیٹھتے ہوئے دیکھا جبکہ امام خطبہ دے رہا تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی امام کے خطبہ کے دوران اکڑوں بیٹھتے تھے اور حضرت انس بن مالک، شریح، صعصعہ بن صوحان، سعید بن میب، ابراہیم نخعی، مکحول، اسمٰعیل بن محمد بن سعد اور نعیم بن سلامہ نے فرمایا ہے کہ اس کے اندر کوئی حرج نہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے عبادہ بن نسی کے علاوہ کسی کے بارے میں خبر نہیں پہنچی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 937)

938 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُلْتَ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

جب تم نے کہا کہ چپ ہو جاؤ جبکہ امام خطبہ دے رہا تو تم نے لغو بات کی۔

(معجم الاوسط: ج:9،ص:75،سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:418،سنن الدارمی: ج:1،ص:437،سنن النسائی: ج:6،ص:25)

939 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَاَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ رَجُلٌ حَضَرَهَا يَلْغُو وَهُوَ حَظُّهُ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَهَا يَدْعُو فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِنْ شَاءَ اَعْطَاهُ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِاِنْصَاتٍ وَسُكُوتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ اَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا وَزِيَادَةِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

جمعہ کی نماز میں تین طرح کے لوگ آتے ہیں۔ایک وہ شخص جو لغو باتیں کرتا ہے اور اس کے لئے یہی حصہ ہے۔ ایک وہ شخص جو دعا کے واسطے آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو عطا فرمائے اور اگر چاہے تو نہ عطا فرمائے۔ایک وہ شخص جو خاموشی اور سکونت کے ساتھ آتا ہے وہ نہ تو کسی کی گردن پھلانگتا ہے اور نہ ہی کسی کو اذیت دیتا ہے تو یہ اس کے لئے کفارہ ہے جو آگے جمعہ آتا ہے بلکہ تین ایام اس سے زیادہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: جو ایک نیکی کرے اس کے واسطے اس کی مثل دس ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:219،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:32،ص:25،صحیح ابن خزیمہ: ج:3،ص:157،مسند احمد: ج:11،ص: 580)

شرح:

دوران خطبہ میں اکڑوں بیٹھنے سے علماء کرام نے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے آرام زیادہ حاصل ہوتا ہے جو کہ نیند آنے کا سبب ہے اور سنت یہ ہے کہ جب خطبہ سنا جائے تو دوزانو بیٹھے جس طرح کہ نماز میں بیٹھا کرتے ہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

خطبہ سننے کی حالت میں دوزانو بیٹھے جس طرح کہ نماز میں بیٹھتے ہیں۔(درمختار: ج:3،ص:26)

☆ قولہ اذا قلت انصت الخ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نے کہا چپ ہو جاؤ جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو تم نے لغو بات کی۔

مذاہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چپ رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں 1- ایک قول مکروہ تحریمی کا، 2- اور دوسرا قول مکروہ تنزیہی کا۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اگر اس تک آواز آ رہی ہے تو خاموش رہنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:281)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختم نماز تک نماز واذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔ (درمختار: جز:3، ص:38)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام و جواب سلام وغیرہا یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں حتیٰ کہ امر بالمعروف، ہاں خطیب امر بالمعروف کرسکتا ہے۔ جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے۔ اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کرسکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔ (درمختار: جز:3، ص:39)

ایک نیکی کا اجر دس گنا

☆ قولہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا

جو ایک نیکی کرے اس کے لیے اس کی مثل دس گنا اجر ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

دس گنا اجر دیہاتی کے لئے ہے اور مہاجرین کے لئے سات سو گنا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

یہ آیت اعراب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

کسی نے استفسار کیا۔

اور مہاجرین کے لئے کتنا اجر ہے۔

انہوں نے کہا:

وہ اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ آیت پڑھی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (نساء:40)

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرے گا اور کوئی نیکی ہوگی تو اس کو بڑھاتا رہے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔''

اور جب اللہ تعالیٰ کسی شے کو عظیم فرمائے تو وہ بہت بڑی ہوگی۔ (جامع البیان: ج:8، ص144 تا 145)

اعتراض

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ایک نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے تو اگر انسان ایک دن نماز پڑھ لے اور دس دن نماز نہ پڑھے یا رمضان کے تین روزے رکھ لے اور باقی ستائیس دن روزے نہ رکھے تو کیا اس کے لئے جائز ہوگا؟

الجواب

اس کا جواب یہ ہے: انسان اس نماز کا مکلف جس کا دس گنا اجر ہے اور اس روزے کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اجر کی یہ کثرت اس عمل کو ساقط نہیں کرتی جس کا اسے مکلف کیا گیا ہے اور اجر کی دس مثلوں میں جو ایک مثل ہے اس کو حاصل کرنے کا وہ مکلف نہیں ہے بلکہ اس نیکی کو کرنے کا مکلف ہے جس کا اجر دس نیکیوں کی مثل ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو اس کی مثل دس یا اس سے زائد نیکیوں کا اجر ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا اس کو صرف اس کی مثل برائی کی سزا ملے گی یا میں اس کو بخش دوں گا اور جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس کے چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں اور جو شخص روئے زمین کے برابر گناہ لے کر میرے پاس آئے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو میں اتنی ہی مغفرت کے ساتھ اس سے ملاقات کروں گا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:21380)

اجر میں جو زیادتی کے یہ مختلف مراتب ہیں ان کی توجیہ اس طرح بھی ہوسکتی ہے کہ نیکی کرنے والے کے احوال اور اس کے اخلاص کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک بھوکے کو کھانا کھلانا نیکی ہے لیکن اگر ایک کروڑ پتی کسی بھوکے کو کھانا کھلائے تو جیسے اس نے سمندر سے ایک قطرہ خرچ کیا اگر ایک لاکھ پتی کھلائے تو وہ اس کے اعتبار سے زیادہ خرچ ہوگا اور اگر ایسا

شخص کسی بھوکے کو کھانا کھلائے جس کے پاس صرف وہی کھانا ہو اور اس شخص کو کھانا کھلا کر وہ خود بھوکا رات گزارے تو یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی کروڑ پتی اپنی ساری دولت راہ خدا میں خرچ کر دے کیونکہ اس کی دولت تو وہی کھانا تھا اس لیے ان کے اجر کے مراتب بھی مختلف ہوں گے اور کروڑ پتی کو دس گنا اجر ملے گا لکھ پتی کو سات سو گنا اور اس تیسرے شخص کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن شداد ابن اوس رضی الله عنه

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ انصاری ہیں اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کو علم وحکمت عطا فرمائی گئی تھی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویعلیٰ ہے انصاری ہیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں آخر میں بیت المقدس میں رہے۔پچپن سال عمر ہوئی۔58 اٹھاون میں وفات پائی۔شام میں مزار ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں علم وحکمت عطا ہوئی۔(مرأۃ المناجیح،ج:8،ص:553)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب اسْتِئْذَانِ الْمُحْدِثِ الْإِمَامَ

باب: محدث کا امام سے اجازت طلب کرنا

یہ باب محدث کے متعلق ہے کہ جب اس کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا امام سے اجازت طلب کرے یا نہیں؟

940 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَاْخُذْ بِاَنْفِهِ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں حدث لاحق ہو جائے تو وہ اپنی ناک کو پکڑتے ہوئے وہاں سے پھر جائے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو حماد بن سلمہ اور ابواسامہ نے ہشام کے والد محترم سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔

(مستدرک: ج:1 ص:293، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3 ص:223، سنن الدار قطنی: ج:2 ص:160)

شرح:

اس باب کو قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی مقتدی کو نماز کی حالت میں حدث لاحق ہو جائے تو اب اس صورت میں مسجد سے جانے کے لئے امام سے کس طرح اجازت طلب کرے گا حالانکہ امام تو نماز میں مشغول ہے۔ تو اس کے تحت یہی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہے کہ اپنی ناک کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے چلا جائے گویا کہ یہ عذر کا اظہار کرنا ہے کہ اس کو حدث لاحق ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ مسجد سے باہر جا رہا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

☆ **قولہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا**

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت سے دو سال پہلے نکاح ہوا۔ بعض نے تین سال پہلے کا قول بھی نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال تھی اور رخصتی کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 9 سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا محدثہ، مفسرہ، فقیہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دو سال پہلے ان سے نکاح کیا۔ ایک قول تین سال پہلے کا ہے۔ یہ واحدہ کنواری خاتون تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تو اس

وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ ایک قول سات سال کا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نو سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کیوں نہیں کرتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کس سے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو بیوہ سے کرلیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو کنواری سے کرلیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کنواری کون ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بیوہ کون ہے؟

انہوں نے عرض کیا: حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ! ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا۔

اے ام رومان رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کیسی برکت نازل فرمائی ہے۔

انہوں نے کہا: وہ کس طرح؟

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا: اس کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح نکاح ہوسکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے؟

تم ٹھہرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کرلوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا۔

وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر یہ واقعہ ذکر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ جاکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کردیا۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چھ سال کی تھی۔

عروہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتے ہیں آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ میں جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا میں نے دوبارہ ذکر کیا آپ ﷺ نے دوبارہ اعراض فرمایا جب میں نے تیسری بار ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) مجھے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں اذیت مت دو کیونکہ بخدا (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا میں نے واپسی میں حضور انور ﷺ کے پاس جا کر کہا! یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

میں نے پوچھا: مردوں میں (کون)؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا والد محترم۔

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے۔

عطاء بن رباح فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ رضی اللہ عنہا کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

عروہ نے کہا: میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ایک قول 58ھ کا بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کے پانچ بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

(اسد الغابۃ: جز:5، ص 501 تا 504)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ماں حضرت ام رومان بنت عامر ابن عویمر رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا۔ نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے 2 دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف صرف نو برس کی تھی۔ نو برس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثال عالمہ، فقیہہ، فصیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی۔ اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔ مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان منگل کی رات وفات ہوئی۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا۔

مترجم کہتا ہے کہ

صرف آپ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو سورہ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بہتان لگا تو بچہ گواہ مگر محبوبہ، محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری، مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں اڑسٹھ احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 688)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ: 1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔
میں نے کہا: وعلیه السلام ورحمة الله وبرکاته۔ آپ ﷺ ان چیزوں کو جس کو میں نہیں دیکھ سکتی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3768)

حدیث مبارکہ: 2

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا:
تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں۔ پھر میں یہ کہتا۔ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5125)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا کامل ہیں اور (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3769)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ
(حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3770)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس میری سہیلیاں آتی تھیں وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر شرم یا خوف سے چھپ جاتی تھیں پھر رسول اللہ ﷺ ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے پھر وہ آ کر میرے پاس

کھیلتی تھیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6130)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

عرض کیا: مردوں میں کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے باپ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3890)

حدیث مبارکہ: 7

مسروق سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنے اس حجرہ میں کھڑے ہوئے دیکھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں داخل ہوئے تو میں نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کون تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے ان کو کس کے مشابہ پایا۔

میں نے کہا: (حضرت) دحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے خیر کثیر کو دیکھا ہے یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے وہ بہت تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے۔

حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا: وعلیہ السلام داخل ہونے والے کو اللہ تعالیٰ نیک جزا دے۔ (معجم الکبیر: ج: 16، ص: 95)

حدیث مبارکہ: 8

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ بستر پر آرام فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوقحافہ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔ میں خاموش رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تو ان سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اس سے محبت کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جا کر ان کو خبر دی کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا۔

پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ان سے پھر کہا: آپ رضی اللہ عنہا نے تو ہمارا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کی قسم دیتی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس معاملہ میں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل بات نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور یہ وہ تھیں جو باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے خود کو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک برتر سمجھتی تھیں اور میں نے نیکی اور پرہیز گاری میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مثل کوئی عورت نہیں دیکھی اور نہ ان سے بڑھ کر سچی صلہ رحم کرنے والی، صدقہ وخیرات کرنے والی، تواضع وانکساری کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی، ماسوا اس کے کہ ان کی زبان میں تیزی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بستر پر ایسی حالت میں تھے جس حالت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرما دی۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔ پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے لمبی اور تیز گفتگو کی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جواب دینے کی اجازت عطا فرماتے ہیں یا نہیں۔ پھر ابھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں تھیں کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بدلہ لینے کو ناپسند نہیں کریں گے۔ پھر جب میں نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں نہیں ٹھہر سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

آخر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2442)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

مسلمان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیے اور تحفے پیش کرنے کے لئے اس دن کے انتظار میں رہتے تھے جب آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پس میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ کی قسم! مسلمان اپنے ہدیے بھیجنے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے ہیں اور ہم بھی اسی طرح اچھائی چاہتی ہیں جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اچھائی چاہتی ہیں۔ پس تم رسول اللہ ﷺ سے یہ کہو کہ آپ ﷺ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ آپ ﷺ جہاں کہیں بھی ہوں یا جس زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ہوں وہ آپ ﷺ کو ہدیہ پیش کریں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر مجھ سے منہ پھیر لیا جب آپ ﷺ میری طرف مڑے تو میں نے دوبارہ یہی عرض کیا۔ آپ ﷺ نے پھر مجھ سے منہ پھیر لیا جب میں نے تیسری بار عرض کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! مجھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ۔ بے شک تم میں سے کسی زوجہ کے بستر پر میری طرف وحی نازل نہیں ہوئی سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5125)

حدیث مبارکہ: 10

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے پوچھا آپ ﷺ کو کیسے پتہ چلتا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو! رب محمد کی قسم (عزوجل و ﷺ)

اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو۔ رب ابراہیم کی قسم (عزوجل وعلیہ السلام)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! یا رسول اللہ (ﷺ)! میں صرف آپ ﷺ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔

حدیث مبارکہ:11

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا جب میں واپس آیا تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)
میں نے استفسار کیا: اور مردوں میں کون؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے والد (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)
پھر میں نے استفسار کیا: پھر کون محبوب ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عمر (فاروق رضی اللہ عنہ)
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اشخاص کے نام لیے پھر میں اس خوف سے خاموش رہا کہ میرا نام سب کے آخر میں آئے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4358)

حدیث مبارکہ:12

عمرو بن غالب سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا۔
تو انہوں نے اس سے کہا: تم دفع ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہاری صورت خراب ہو اور تم پر کتے بھونک رہے ہوں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3858)

حدیث مبارکہ:13

حضرت عبدالرحمٰن بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
عبداللہ بن صفوان اور ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے ایک کو کہا۔
اے فلاں! کیا حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تمہیں معلوم ہے؟
اس نے کہا: ہاں! اے ام المومنین رضی اللہ عنہا
عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کیا ہے؟
آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی عورت کو نو اوصاف عطا نہیں فرمائے گئے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی سوکنوں پر فخر کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہی۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! وہ نو اوصاف کیا ہیں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

1-فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔

2-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے نکاح فرمایا جب میری عمر سات سال تھی۔

3-نو سال کی عمر میں میری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخصتی کی گئی۔

4-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں صرف میں ہی کنواری خاتون تھی۔

5-میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحاف میں ہوتے تھے پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

6-میرے بارے میں قرآن مجید کی ایسی آیات نازل ہوئیں کہ اگر وہ آیات نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی (مثلاً تیمم اور حد قذف کی مشروعیت)

7-میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے اور کسی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

8-میرے حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی۔

9-جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ (مستدرک: جز:2، ص:191)

حدیث مبارکہ:14

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہیں دی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہا کے بھتیجوں نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا ان کو اجازت دے دیں وہ آپ رضی اللہ عنہا کے نیک بیٹوں میں سے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کی تعریف و توصیف کو چھوڑ و وہ مسلسل ان کو اجازت دینے کے لئے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ جب وہ آ گئے۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ام المومنین ہے آپ رضی اللہ عنہا مجھ پر شفقت کریں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہا کا نام یہی تھا اور آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ

عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم ﷺ اسی چیز سے محبت کرتے تھے جو پاکیزہ ہو اور آپ اور آپ کے دوستوں کے درمیان صرف آپ رضی اللہ عنہا کی حیات حجاب اور مانع ہے۔ لیلۃ الابواء میں آپ رضی اللہ عنہا کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے اور مسلمانوں کے لئے خیر رکھ دی پس اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرما دی اور آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کی تمام مساجد میں دن اور رات کے اوقات میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! میری تعریف اور توصیف کو چھوڑو میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔

(مسند احمد: جز: 1، ص: 220)

حدیث مبارکہ: 15

زہری سے روایت ہے کہ

اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ (مجمع الزوائد: جز: 9، ص: 243)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حلال و حرام، علم و شعر اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 6793)

حدیث مبارکہ: 17

مسلم سے روایت ہے کہ

مسروق سے پوچھا گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا؟

انہوں نے کہا:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض (علم وراثت) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الدارمی: رقم الحدیث: 2859)

حدیث مبارکہ: 18

احنف بن قیس سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات سنے ہیں اور آج تک بعد کے خلفاء کے خطبات سنے ہیں۔ میں نے کسی مخلوق کے منہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح عظیم اور حسین کلام نہیں سنا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6792)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام تقسیم کر دیئے حتیٰ کہ ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا روزے سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کیوں نہ بچالیا میں اس کا آپ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشت خرید لیتی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اگر تم پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (حلیۃ الاولیاء: جز: 2، ص: 47)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ مشکل پیش نہیں آیا مگر ہمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا علمی حل مل جاتا تھا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3883)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے والدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

اور انہوں نے عرض کیا:

ہماری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کریں جس کو ہم بھی سنیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ

اے اللہ عزوجل! عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرما۔ ایسی مغفرت جو ظاہر و باطن امور میں واجب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے حسن پر متعجب ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اس دعا پر تعجب کر رہے ہو۔ میری یہ دعا اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ ﷺ ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7111)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو تلاش کرنے کے لئے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا۔ پھر نماز کا وقت آ گیا اور (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے اس چیز کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔

تب حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو جزاء خیر دے آپ پر جب بھی کوئی آفت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے لئے نجات کی راہ نکال دی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت دی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3737)

حدیث مبارکہ: 23

عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نبوت کے دسویں سال میں ہجرت سے تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا۔ اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور رسول اللہ ﷺ بارہ (12) ربیع الاول پیر کے دن ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے اور ہجرت کے آٹھ مہینے بعد میری رخصتی ہوگئی اور جس دن آپ ﷺ کے پاس پیش کیا گیا اس دن میری عمر نو سال کی تھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5134)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ حضور انور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی۔ (الطبقات الکبریٰ: جز: 8، ص: 50)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟

میں نے کہا: یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 8، ص: 49)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلینا حالانکہ آپ ﷺ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ ﷺ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

میں نے کہا وہ کیا چیز ہے تو آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: 28 تا 29)

اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان نفع دے کر اچھائی کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

آپ ﷺ! کس چیز میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں بلکہ میں اللہ عزوجل اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں پھر باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی میری طرح جواب دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4785)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے تیار کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے کہا مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3772)

حدیث مبارکہ: 28

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا آپ تو ان کے پاس جا رہی ہیں جو بہت سچے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3771)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے تو باری باری اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے اور فرماتے۔ میں کل کس کے ہاں ہوں گا میں کل کس کے ہاں ہوں گا۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانے پر حریص تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جب میری باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرسکون ہو گئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3774)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجسس سے پوچھتے تھے کہ آج کہاں رہوں گا اور میں کل کہاں رہوں گا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر میں گمان کر رہے تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3773)

حدیث مبارکہ: 31

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

وفات سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے کان لگا کر سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ اے اللہ عزوجل مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4440)

حدیث مبارکہ: 32

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو یہ فرما رہے تھے کسی نبی کی اس وقت روح قبض نہیں کی گئی جب تک کہ اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا نہیں دیا گیا پھر اس کو (موت کا) اختیار دیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الموت طاری ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس میرے زانو پر تھا۔ آپ پر ایک ساعت غشی

طاری ہوئی پھر آپ کو ہوش آ گیا پھر آپ کی نظر چھت کی طرف جا لگی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: **الرفیق الاعلیٰ** ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میں نے دل میں سوچا! اب ہمیں اختیار نہیں کریں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جو آخری بات کی وہ یہی تھی۔

اللھم! الرفیق الاعلیٰ ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4463)

حدیث مبارکہ: 33

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں فوت ہوئے اور میری باری میں فوت ہوئے اور میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے اور آپ ﷺ کے وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر مسواک ہاتھ میں لئے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں میں نے جان لیا کہ آپ مسواک کو پسند کر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا: آیا میں آپ ﷺ کے لئے یہ مسواک لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے ہاں فرمایا۔ میں نے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی آپ ﷺ کو وہ سخت لگی۔

میں نے پوچھا: آیا میں اس کو آپ ﷺ کے لئے نرم کر دوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے فرمایا! ہاں! پھر میں نے اس کو (اپنے منہ میں چبا کر) نرم کر دیا۔ آپ ﷺ پانی کے ڈونگے میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے "لا الٰہ الا اللہ، بے شک موت کی سختیاں ہیں۔"

پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے فرمایا:

الرفیق الاعلیٰ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ ﷺ کا ہاتھ جھک گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4449)

حدیث مبارکہ: 34

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کون کون جنت میں ہوں گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7096)

حدیث مبارکہ:35

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دو صاحبوں کے ساتھ مدفون ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے اس حجرے میں بہت اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر جاتی تھی۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6781)

حدیث مبارکہ:36

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں یہ سوچتی تھیں کہ ان کو ان کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے حادثات ہوئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دفن کر دینا پھر آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6777)

حدیث مبارکہ:37

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھے سات ایسی صفات عطا فرمائی ہیں جو حضرت مریم بنت عمران کے سوا دنیا کی کسی عورت کو عطا نہیں کیں اور میں یہ بات دیگر ازواج پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لئے نہیں کہہ رہی۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! وہ کیا صفات ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

1- فرشتہ میری تصویر لے کر نازل ہوا۔

2- سات سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور میرے سوا آپ کی کوئی کنواری بیوی نہیں تھی۔

3- میں آپ کے بستر میں ہوتی تھی اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

4- میں سب لوگوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھی اور میں اس شخص کی بیٹی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔

5- اور میرے متعلق قرآن مجید میں ان امور میں آیات نازل ہوئیں جن میں امت ہلاک ہو رہی تھی۔

6- میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ اور کسی زوجہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

7- میرے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کی روح قبض کی گئی اس وقت میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی آپ ﷺ کے قریب نہیں تھا۔ (معجم الکبیر: ج: 22، ص: 31)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی اس وقت تک ہرگز فوت نہیں ہوتا جب تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے سو میں نے نبی کریم ﷺ سے مرض الموت میں یہ سنا اس وقت آپ ﷺ بھاری آواز سے یہ فرما رہے تھے۔

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا۝

(النساء: 69)

"ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں۔"

اس وقت میں نے یہ گمان کیا کہ اب آپ کو اختیار دے دیا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4436)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں اور حضور انور ﷺ ایک برتن میں غسل کرتے تھے اور آپ ﷺ کسی اور زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایسا نہ کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ: ج: 2، ص: 545)

حدیث مبارکہ: 40

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو صرف میرے اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان تھا۔ حضور انور ﷺ مجھ سے سبقت و جلدی فرماتے حتیٰ کہ میں عرض کرتی میرے لئے تو پانی یا برتن چھوڑ دیجئے تاکہ میں بھی پانی لوں حالانکہ حضور انور ﷺ اور وہ دونوں جنبی ہوتے۔

یہ روایت بھی کمال اتحاد و اختلاط اور الفت و محبت پر دلالت کرتی ہے۔ (مدارج النبوۃ: ج: 2، ص: 545)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے

تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے جس کا قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ (غزوہ بنو مصطلق) میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ لے جانے کی قرعہ اندازی کی تو میرا نام نکل آیا۔ پس میں پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلی۔ مجھے کجاوہ میں بٹھایا اور کجاوہ سے اتارا جاتا۔ ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے اور ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ ﷺ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب آپ ﷺ نے کوچ کا حکم دیا تو میں قضاء حاجت کو گئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہوئی تو میں اپنے کجاوے کی طرف بڑھی۔ اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا اسپوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں نے وہ ہار تلاش کیا اور اس تلاش نے مجھے روک دیا اور وہ لوگ جو میرے کجاوے کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے کجاوے کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ ان کا یہ گمان تھا کہ میں کجاوے میں بیٹھی ہوئی ہوں اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت تھوڑا سا کھانا کھاتی تھیں اس لیے جب لوگوں نے میرے کجاوے کو اٹھایا تو وہ ان کو خلاف معمول نہیں لگا اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے۔ ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا میں اپنے پڑاؤ میں پہنچی وہاں پر نہ کوئی بلانے والا تھا اور نہ ہی کوئی جواب دینے والا تھا۔ میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر پہلے ٹھہری ہوئی تھی۔ میرا یہ گمان تھا کہ عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے اور وہ واپس میری طرف آئیں گے میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے تاکہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں وہ رات کو چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور جب انہوں نے دیکھا تو مجھے پہچان لیا۔ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا جب انہوں نے مجھے پہچانا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ سن کر میں بیدار ہو گئی۔ میں نے چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوائے انا للہ وانا علیہ راجعون کہنے کے میں نے ان سے کوئی بات نہیں سنی حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور میں اس پر سوار ہو گئی وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے آگے آگے چلے حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ دوپہر کے وقت سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ پس ہلاک ہوا وہ جو ہلاک ہو گیا اور جس نے اس پر تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا وہ عبداللہ بن سلول تھا۔ ہم مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا۔ مجھے اس میں کسی بات کا پتہ نہیں تھا اور میری بیماری میں جس چیز سے زیادہ اضافہ ہوتا تھا۔ وہ یہ تھی کہ اب رسول اللہ ﷺ کی وہ توجہ نہیں دیکھی تھی جیسی آپ ﷺ بیماری کے ایام میں مجھ پر توجہ فرمایا کرتے تھے۔ رسول

اللہ ﷺ گھر تشریف لاتے اور پوچھتے۔ تمہارا کیا حال ہے اور پھر واپس تشریف لے جاتے اس سے مجھے رنج ہوتا تھا اور مجھے کسی خرابی کا پتہ نہیں تھا حتیٰ کہ ایک دن میں کمزوری کی حالت میں نکلی میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی میدان کی طرف گئیں اور یہ میدان ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی اور ہم صرف رات کے وقت ہی وہاں جاتے تھے۔ اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے اور ہمارا معمول عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا ہم رفع حاجت کے لئے میدان میں جاتے تھے اور گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے ہمیں اذیت ہوتی تھی۔ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی ماں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں میں اور وہ میدان میں گئے اور فراغت کے بعد جب ہم لوٹ رہے تھے تو مسطح کی ماں چادر میں الجھ کر لڑکھڑا گئیں۔ انہوں نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے۔ میں نے ان سے کہا۔ آپ نے بری بات کہی ہے۔ کیا آپ ایسے شخص کو کہہ رہی ہیں جو مجاہد بن بدر سے ہے۔ انہوں نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے۔ تب انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی۔ پھر میری بیماری کے اوپر مزید بیماری بڑھ گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب میں اپنے گھر لوٹی اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا۔ اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا کر ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے جانے کی اجازت عطا فرما دی۔ میں اپنے ماں باپ کے پاس گئی۔ میں نے ماں سے پوچھا۔ اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے بیٹی حوصلہ رکھو! کم ہی کوئی حسین عورت ہوگی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں۔ میں نے کہا! سبحان اللہ! کیا لوگ واقعی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی حتیٰ کہ مجھے روتے روتے صبح ہو گئی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جبکہ وحی میں تاخیر ہو گئی تھی اور آپ ﷺ ان سے اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے مشورے کر رہے تھے۔ رہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپ ﷺ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں اور جس کا انہیں علم تھا کہ آپ ﷺ کو اپنی اہلیہ سے کس قدر محبت ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ ﷺ کی اہلیہ کے متعلق سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتے۔ رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کوئی تنگی نہیں کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں اور آپ ﷺ ان کی باندی سے پوچھیں وہ آپ ﷺ کو سچ سچ بتائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے بریرہ رضی اللہ عنہا! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈرائے۔
حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:
نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے اس سے زیادہ ان کی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ کم عمر لڑکی ہے وہ آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن سلول کی شکایت کی۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:
اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری مدد کون کرے گا جس کی اذیت میرے گھر تک پہنچ گئی ہے سو میں نے اپنی اہلیہ پر سوائے خیر کے کوئی اور چیز نہیں جانی اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں نے سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور وہ میرے گھر میں صرف میرے ساتھ گیا ہے تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اس معاملہ میں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کروں گا۔ اگر (قبیلہ) اوس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر ہمارے بھائیوں میں سے (قبیلہؑ) خزرج میں سے کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف ہمیں حکم دیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کریں گے پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اس سے پہلے وہ نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے ان کو بھڑکا دیا۔
انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو کہا۔
اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے تم اس کو قتل نہیں کر سکتے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے عم زاد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔
اور انہوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کہا۔
اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ ہم اس کو ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو۔
پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اس پورے دن میں میری آنکھوں سے آنسو نہیں رکے اور میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا۔ صبح کو میرے پاس میرے والدین بیٹھے ہوئے تھے میں نے دو راتیں اور ایک دن رو رو کر گزارے تھے۔ میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا تھا نہ میرے آنسو رکے تھے۔ میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پاش پاش کر دے گا جس وقت میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اس کو اجازت دی وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جس وقت ہم اس کیفیت میں تھے۔ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کر کے بیٹھ گئے اور جب یہ تہمت لگائی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میرے متعلق کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! حمد و صلوٰۃ کے بعد مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی باتیں پہنچی ہیں اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ برأت نازل فرما دے گا اور اگر بالفرض تم گناہ کی مرتکب ہو گئی ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کر لی تو میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا۔

میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ

آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔

پھر میں نے اپنی والدہ محترمہ سے کہا کہ

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں؟

انہوں نے بھی کہا کہ میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ

میں کم عمر لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سن لی ہے اور یہ بات تمہارے دلوں میں جاگزین ہو گئی ہے اور تم نے اس کی تصدیق کی ہے پس اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں اس (تہمت) سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں کسی کام کا

اعتراف کرلوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں تو تم ضرور میری تصدیق کرو گے۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تمہارے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم کی مثال دیکھتی ہوں انہوں نے فرمایا تھا۔

فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ o (یوسف:18)

پس صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد مطلوب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر میں اس مجلس سے اٹھ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی اس وقت مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت کو ظاہر فرمادے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق وحی نازل فرمائے گا اور میرے نزدیک میری حیثیت اس سے بھی کم تھی کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے جس کی تلاوت ہو لیکن میرا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں ایسا خواب دکھادے گا جس سے اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمادے گا پس اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی نکلا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوگئی پھر جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینہ آتا تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینہ آ گیا۔ وہ سخت سردی کا دن تھا۔ پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے۔ ان آیات کے ثقل کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے پھر جو پہلی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی وہ یہ تھی۔

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری فرمادیا ہے۔

میری ماں نے کہا: تم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی ہو۔

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں گی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات کریمہ "اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط" (النور:11 تا 20)

جب اللہ عزجل نے یہ دس آیتیں نازل فرمادیں۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

مسطح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ کہا ہے میں اس کے بعد اس پر کوئی چیز نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچ دیا کرتے تھے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صلے وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (النور:22)

یہ آیت سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا۔

کیوں نہیں! بے شک میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر اسی طرح خرچ کرنے لگے جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل کی قسم! میں مسطح پر اس خرچ کو کبھی بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق پوچھتے تھے۔

اے زینب رضی اللہ عنہا! کیا تم کو اس کی کسی بات کا علم ہے یا تم نے کوئی بات دیکھی ہے؟

انہوں نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنے کانوں کی اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔ میں نے ان میں سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہی وہ تھیں جو مجھ سے فائق اور برتر رہنا چاہتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے محفوظ رکھا اور ان کی حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ان کی حمایت میں لڑتی تھیں پس وہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4750)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی 710ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر مکھی بیٹھے کیونکہ کبھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فاحشہ کے ساتھ متلوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تاکہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس پاؤں سے وہ جوتی اتار دیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس پاؤں میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اس فاحشہ سے متلوث ہوگئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا۔

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا۔

کیا تمہیں اس چیز کی خبر ہے؟

ان کی بیوی نے کہا: یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟

انہوں نے کہا: ہرگز نہیں۔

انہوں نے کہا کہ اگر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہوسکتا ہے۔ (مدارک التنزیل: جز:3، ص:343)

اللہ تعالیٰ کا خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر گواہی دینا

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو پاک دامنی کی گواہی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو آپ علیہ السلام کی پاک دامنی کے لئے ایک شاہد نے گواہی دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو آپ علیہ السلام کی پاک دامنی پر ایک پتھر نے گواہی دی مگر میری جان و مال، ماں باپ فدا ہوں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کہ جب آپ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی تو آپ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پر خود خالق باری تعالیٰ نے گواہی دی اور پاک دامنی پر مسلسل اٹھارہ آیات کریمہ نازل فرمائیں جن کی تلاوت قیامت تک ہر مسلمان کرتا رہے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

یہ اٹھارہ مسلسل روایات ہیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی تکذیب کی گئی ہے۔

حاکم نے الاکلیل میں اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ آیات اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ سے شروع ہوتی ہیں اور رِزْقٌ کَرِیْمٌ ○ پر ختم ہوتی ہیں۔

الزمخشری نے کہا:

کسی معصیت پر اتنی شدید تغلیظ نہیں کی گئی جس قدر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے پر کی گئی ہے کیونکہ اس میں وعید شدید ہے عتاب بلیغ ہے اور زجر عنیف ہے اور اس تہمت کو بہت سنگین قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں اور اسلوبوں سے اس کی مذمت کی گئی ہے اور ان میں ہر طریقہ اور ہر اسلوب اپنے باب میں کافی ہے بلکہ ان کی بت پرستوں سے زیادہ مذمت کی گئی ہے اور یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہے۔ (فتح الباری: جز:9، ص:49)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اصلاح کے قصد سے روانہ ہونا اور جنگ جمل وقوع پذیر ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلی تھیں اور حضرت اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت

صفیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ حج کے لئے گھر سے باہر نکلی تھیں مگر جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو ان کو اس سے بہت سخت رنج پہنچا اور ان کو یہ خیال ہوا کہ اب مسلمانوں میں باہم فتنہ اور فساد ہوگا اور قتل اور خون ریزی ہوگی وہ اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ ان کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خوف سے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے کیونکہ قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بہت خوش ہو رہے تھے اور اس پر بہت فخر کر رہے تھے اور برسر عام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان کے عزائم یہ تھے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں کو بھی ان ہی کی طرح شہید کر دیں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان قاتلین سے مقابلہ کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں تھی اس لیے وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مصلحت اس میں ہے کہ جب تک یہ قاتلین مدینہ منورہ میں ہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے یا ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں اس وقت تک تم لوگ مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ۔ سو تم کسی ایسے شہر میں رہو جس میں تم امن سے رہ سکو اور اس کا انتظار کرو کہ حضرت امیر المومنین کی قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ قاتلین عثمان سے قصاص لے سکیں اور یہ کوشش کرو کہ وہ امیر المومنین کی مجلس سے نکل جائیں اور وہ ان سے قصاص لینے پر قادر ہوں تاکہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر المومنین کی رائے کو پسند کیا اور اس کی تحسین کی اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر موجود تھا اور انہوں نے حضرت ام المومنین سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور امن قائم ہو جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ منظم اور مستحکم ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ہوں گی تو ان کا بہت زیادہ احترام ہوگا اور ان کی زیادہ طاقت ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور مکرم زوجہ ہیں خلیفۂ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے قصد سے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے ارادہ سے ان کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس قدر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ حکماً آپ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے حکم میں تھے۔ (تاریخ ابن خلدون: جز: 2، ص 493 تا 494)

قاتلین عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بصرہ جانے کی خبر کوئی اور رنگ دے کر سنائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تیار کیا کہ وہ بصرہ جا کر ان لوگوں کو سزا دیں اور حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ

بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک بصرہ نہ جائیں جب تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جائے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تا کہ انجام کار تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشرار اہل فتنہ کے ہمراہ بصرہ روانہ ہو گئے۔ جب یہ لوگ بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا تا کہ ان کے مقاصد معلوم ہوں اور وہ ان مقاصد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کریں۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کہا۔

اے امی جان! آپ رضی اللہ عنہا کس مقصد سے اس شہر میں آئی ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بیٹے میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں پھر آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

آپ لوگ بتائیں کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا؟

انہوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے پھر یہ ہمارے امن کا سبب ہوگا اور بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہوگا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تبھی ہو سکے گا جب تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے سو تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس وقت صلح کر لو۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم نے درست بات کہی اور اچھا فیصلہ کیا۔ (تاریخ ابن خلدون: جز: 1، ص: 500)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان سے کئی احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ یہ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

جنگ قادسیہ میں کون سب سے تیز گھوڑے پر سوار تھا؟

انہوں نے کہا: حضرت القعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ انہوں نے ایک دن میں تیس حملے کیے اور ہر حملہ میں متعدد دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (الاصابہ، رقم الحدیث: 7142)

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس واپس گئے اور ان مذاکرات کی خبر دی۔ حضرت امیر یہ سن کر خوش اور مطمئن ہوئے اور واپس جانے کا فیصلہ کیا اور تین دن وہاں ٹھہرے اور کسی کو صلح کے متعلق کوئی شک نہ تھا۔ جب چوتھی رات ہوئی اور فریقین کے درمیان صلح کے لئے پیش قدمی کی کوشش ہو رہی تھی اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔ اس موقع پر وہ قاتلین حاضر نہ تھے اور وہ سخت اضطراب اور پریشانی میں

بتلاتے تھے اور ان کو اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ انہوں نے باہم گٹھ جوڑ کر کے یہ سازش کی کہ رات کو ان مسلمانوں پر حملہ کر دیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تا کہ وہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے پھر حضرت امیر کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بدعہدی ہوئی ہے اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے گی سو ایسا ہی ہوا جب ان قاتلین نے اپنی سازش کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہما کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے حضرت امیر کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قاتلین عثمان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور غداری کی ہے سو فریقین میں شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور ان کے لئے اس جنگ میں مشغول ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (تاریخ ابن خلدون: جز: 1 ص 503 تا 504)

جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی طرف سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے انہوں نے متعدد زخم کھائے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اوجب طلحة، آج طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے مقتولین کو دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے سے گرد صاف کرنے لگے۔

اور کہا۔

اے ابو محمد! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ آسمان کے ستاروں کے نیچے تم کو اس طرح دیکھنا مجھ پر سخت دشوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اس حادثہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ: جز: 5، ص: 344)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر بن العوام کا سر مبارک کاٹ دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ جب عمرو بن جرموز نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔

آپ نے فرمایا:

اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دینا۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کرب کو دور کر دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ: جز: 5، ص 346 تا 347)

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء کرام نے کہا ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے پہلے حج کی نذر مان لی تھی اور انہوں نے نذر پوری نہ کرنے کو جائز نہیں سمجھا اور اگر وہ فتنہ کی اس آگ سے بچ جاتیں تو بہتر ہوتا۔ باقی رہا ان کا جنگ کی طرف جانا تو وہ جنگ کرنے نہیں گئی تھیں مگر مسلمانوں نے اس عظیم فتنہ کی ان سے شکایت کی کہ لوگ حرج میں مبتلا ہیں وہ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی برکت سے فریقین میں صلح کروادیں اور لوگوں کو امید تھی کہ فریقین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقام کا احترام کریں گے اور ان کے حکم پر عمل کریں گے کیونکہ قرآن مجید کی نص صریح کے مطابق وہ تمام مومنوں کی ماں ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات پر عمل کیا۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (النساء:114)

''ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا کسی اور نیک کام کرنے کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا۔''

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (الحجرات:9)

''اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔''

مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کا جو حکم ہے اس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، آزاد ہوں یا غلام، سو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس حکم کے موافق مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے حکم کی مکلف تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی سابق تقدیر اور اس کے علم ازل میں یہ مقرر تھا کہ یہ صلح نہیں ہوگی دونوں فریقوں کے درمیان بصرہ میں زبردست جنگ ہوئی جس سے قریب تھا کہ مسلمانوں کے دونوں فریق فنا ہو جاتے۔ پھر کسی شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور جب وہ اونٹ پہلو کے بل گر گیا تو محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنبھال لیا اور ان کو بصرہ لے گئے۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور اونٹ کے گرنے کے بعد ان کے لشکر کو شکست ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ کی تیس معزز خواتین کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نیکوکارہ تھیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی تھیں، پرہیزگار تھیں، مجتہدہ تھیں۔ انہوں نے اس معاملہ میں جو اجتہاد کیا تھا وہ اس اجتہاد میں برحق اور صحت اور صواب پر تھیں اور اس اجتہاد کے موافق انہوں نے جو کچھ کارروائی کی وہ اس میں اجر و ثواب کی مستحق ہیں۔ (احکام القرآن: جز:3، ص 569 تا 570)

غم افسوس

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل میں مسلمانوں کے خون بہنے پر بہت زیادہ غم اور افسوس ہوا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان واقعات کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے آپ رضی اللہ عنہا کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

امام ابن المنذر، امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا "وقرن فی بیوتکن" کی تلاوت کرتیں تو آپ کو جنگ جمل کی یاد آجاتی جس میں بہ کثرت مسلمان شہید ہوگئے تھے اور آپ کے رونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ نے اس آیت کا معنیٰ پہلے نہیں سمجھا تھا یا گھر سے نکلتے وقت آپ اس آیت میں مذکور ممانعت کو بھول گئی تھیں بلکہ آپ بہ کثرت مسلمانوں کے قتل پر افسوس سے روتی تھیں اور آپ کا یہ افسوس ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے بعد افسوس ہوا تھا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے جب ان کو شکست ہوگئی اور طرفین سے جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقتل کا طواف کر رہے تھے اور افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے کاش میں اس واقعہ سے پہلے مرجاتا یا بھولا بسرا ہوجاتا۔ (تاریخ کبریٰ: ج:3، ص:542)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

باب: جب کوئی شخص داخل ہو اور امام خطبہ دے رہا ہو

یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو کوئی شخص مسجد میں آئے تو اسے تحیۃ المسجد پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

941 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ اَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دوران آیا اس حال میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فلاں! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو پس نماز پڑھو۔

(معجم الکبیر: ج:7، ص:163، سنن ترمذی: ج:2، ص:343، سنن النسائی: ج:5، ص:250، صحیح البخاری: ج:4، ص:55)

942 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا جَاءَ سُلَيْكٌ

الْغَطَفَانِيُّ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ أَصَلَّيْتَ شَيْئًا قَالَ لَا قَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزْ فِيهِمَا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ الْوَلِيدِ أَبِي بِشْرٍ عَنْ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ سُلَيْكًا جَاءَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ زَادَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ يَتَجَوَّزْ فِيهِمَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے کچھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خفیف دو رکعات پڑھو۔ طلحہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت سلیک رضی اللہ عنہ آئے۔ آگے اس کی مثل ذکر کر کے اضافہ کیا کہ پھر لوگوں کی طرف رخ انور کر کے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی امام کے خطبہ دیتے دوران آئے تو اس کو چاہئے کہ خفیف دو رکعات پڑھ لے۔

(معجم الکبیر: جز: 7، ص: 164، سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 423)

شرح:

اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت آئے جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو کیا اس وقت تحیۃ المسجد پڑھے گا یا نہیں۔ اس بارے میں مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

مذاہب اربعہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور بعض تابعین رحمہم اللہ کے نزدیک جمعہ کے دن جب کوئی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اور دو رکعات نماز پڑھے بغیر اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے۔ اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے نزدیک خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا منع ہے کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 287)

جمہور اور احناف کے دلائل

امام اعظم ابوحنیفہ اور جمہور کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں:
جس شخص نے خطبہ جمعہ کے وقت کسی سے کہا چپ ہو جاؤ تو اس نے بھی لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری: جز: 3، ص: 153)

دلیل نمبر:2

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے جب امام منبر پر ہو۔ (شرح معانی الاثار: جز:1، ص:217)

دلیل نمبر:3

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاکر منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز ختم کر دیتے۔ جب موذن اذان دے چکتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے اور اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتا تھا جب تک آپ رضی اللہ عنہ خطبہ سے فارغ نہ ہو جاتے۔ (الدرایہ: جز:1، ص:132)

دلیل نمبر:4

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا جب امام جمعہ کے دن (خطبہ دینے کے لئے) جاتا تو ہم نماز کو ترک کر دیتے تھے۔ (المصنف: جز:2، ص:111)

دلیل نمبر:5

حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ

جب امام (خطبہ کے لئے) آجائے تو کوئی شخص نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ امام فارغ ہو جائے۔ (المصنف: جز:2، ص:111)

دلیل نمبر:6

حضرت ہشام سے روایت ہے کہ

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو کوئی نماز جائز نہیں۔ (المصنف: جز:2، ص:111)

دلیل نمبر:7

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ امام کے خروج کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ قرار دیتے تھے۔
(المصنف: جز:2، ص:111)

مسئلہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

جب امام (خطبہ کے لئے) آجائے تو نماز اور کلام جائز نہیں۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: جز:2، ص:27)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہو جلد جلد پوری کر لے۔ (درمختار: جز:3، ص:38)

سوال

اس باب کی احادیث مبارکہ میں دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب

اس سوال کے متعدد جوابات ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ یہ اس زمانہ پر محمول ہے جب نماز میں بات کرنا مباح تھا اور جب نماز کے دوران بات کرنا مباح تھا تو دوران خطبہ بات کرنا بھی مباح ہوا اور دوران خطبہ نماز پڑھنا بھی مباح ہوا اس لیے آپ نے اس وقت کے اعتبار سے خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا تھا مگر جب آپ نے نماز کی طرح خطبہ کے دوران کلام سے منع فرما دیا تو پچھلا حکم منسوخ ہو گیا اور اب دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہ رہا۔ یہی تو وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے دوران خطبہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اگر یہ حکم منسوخ نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے کہ وہ اس کام سے منع فرمائیں جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے:

جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا یہ اس کی خصوصیت سے ہے کیونکہ روایت میں ہے "كان ذا بذاذة" یہ شخص حاجت والا تھا یعنی فقیر تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ "وكان عريانا" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس پر صدقہ کرنے کی غرض سے متوجہ کرنے کے لئے خطبہ کے وقت ان کو نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

تو لوگوں نے اس کی مدد کے لئے کپڑے اس کی طرف پھینکے۔

تیسرا جواب یہ ہے:

یہ وہ شخص تھا جو صاحب ترتیب تھا اور تقریباً اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تھی اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہلے قضا نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

کس کونماز کا حکم ارشادفرمایا؟

☆ قوله فقال اصليت يا فلان . الخ

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ کیاتم نے نماز پڑھ لی ہے؟

انہوں نے عرض کیانہیں تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: کھڑے ہوکر پڑھ لو۔اب یہاں پرسوال ہوتا ہے کہ جس شخص کونبی کریم ﷺ نے حکم ارشادفرمایا تھاوہ کون تھا۔

اس کا جواب یہ ہے:

اس شخص کا نام حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ ہے جس طرح کہ دوسری اورتیسری احادیث مبارکہ میں اس کی صراحت فرمائی گئی ہے اسی طرح بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے:

آپ رضی اللہ عنہ کے نسب میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: یہ سلیک بن ہدبۃ ہے۔

بعض نے کہا: سلیک ابن عمرو ہے۔

اورامام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے:

یہ سلیک کے بجائے نعمان بن نوفل وارد ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول تعدد واقعہ کی طرف ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان عدم تعدد کی جانب ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ صحیح سلیک ہی ہے۔

اورفقیر کہتا ہے کہ

چونکہ اس باب کی دوسری حدیث مبارکہ میں حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کی تصریح آئی ہے اس لیے صحیح سلیک ہی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن جابر رضی الله عنه

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے۔آپ رضی اللہ عنہ آخر میں نابینا ہوگئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے مدینہ منورہ کی سرزمین صحابی رسول رضی اللہ عنہ و ﷺ سے خالی ہوگئی۔

حکیم الامت مفتی احمدیارخان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں سلمی ہیں۔بہت احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے۔حضورانور ﷺ کی وفات کے بعد شام ومصر گئے۔آخر نابینا ہوگئے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چورانوے سال ہوئی۔74 چوہتر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ

کی وفات سے زمین مدینہ صحابی سے خالی ہوگئی۔(مرأۃ المناجیح:ج:8،ص:525)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب تَخَطِّي رِقَابِ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا

یہ باب جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنے کے حکم کے متعلق ہے۔

943 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ اَبِي الزَّاهِرِيَّةِ قَالَ كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْلِسْ فَقَدْ اٰذَيْتَ

ابوزہریہ سے روایت ہے کہ ہم جمعہ کے دوران صاحب نبی کریم ﷺ کی معیت میں تھے تو ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آیا۔ پس حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ایک شخص جمعہ کے دوران لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آیا ہے اور نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا: بیٹھو تحقیق تم نے اذیت پہنچائی ہے۔

(مستدرک:ج:1،ص:424)

شرح:

جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جانا جائز نہیں۔
علامہ یحیٰی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حرمت کی تصریح فرمائی ہے اور بعض نے اس کو مکروہ بھی لکھا ہے۔

سخت وعید

جو اشخاص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں ان کے لئے حدیث مبارکہ میں سخت وعید سنائی گئی ہے۔
امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ روایت کرتے ہیں:
جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا۔(ترمذی، رقم الحدیث:513)

مسئلہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

امام سے قریب ہونا افضل ہے مگر یہ جائز نہیں کہ امام سے قریب ہونے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگے البتہ اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا ہے اور آگے جگہ باقی ہے تو آگے جاسکتا ہے اور خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو مسجد کے کنارے ہی بیٹھ جائے۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 768)

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

سوال کرنے والا اگر نمازیوں کے آگے سے گزرتا ہو یا گردنیں پھلانگتا ہو یا بلاضرورت مانگتا ہو تو سوال بھی ناجائز ہے اور ایسے سائل کو دینا بھی ناجائز۔ (رد المحتار: جز: 3، ص: 47)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَنْعَسُ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

باب: جو خطبہ کے وقت اونگھے اور امام خطبہ دے رہا ہو

یہ باب امام کے خطبہ دیتے دوران کسی کے اونگھنے کے حکم میں ہے۔

944 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدَةَ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى غَيْرِهٖ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں اونگھے تو اس کو اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ چلا جانا چاہئے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 428، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 237، سنن الترمذی: ج: 2، ص: 371، شرح السنۃ للبغوی: ج: 2، ص: 263)

شرح:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ حبوہ مستانفہ پر محمول ہے تو جب نشست بدلنے ہی کی ممانعت ہے تو تبدیلی مجلس کی کس طرح گنجائش ہو سکتی

ہے لہٰذا امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب باندھا ہے یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا موقف ہے۔

☆ قولہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے بیان کردیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْإِمَامِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَمَا يَنْزِلُ مِنَ الْمِنبَرِ

باب: امام کا منبر سے اترنے کے بعد کلام کرنا

یہ باب امام کا منبر سے اترنے کے بعد کلام کرنے کے حکم میں ہے۔

945 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيْرٍ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ لَا اَدْرِیْ كَيْفَ قَالَهُ مُسْلِمٌ اَوْ لَا عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ مِنَ الْمِنبَرِ فَيَعْرِضُ لَهُ الرَّجُلُ فِي الْحَاجَةِ فَيَقُوْمُ مَعَهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ عَنْ ثَابِتٍ هُوَ مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے نزول فرمایا کسی شخص نے حاجت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ قیام میں رہے حتیٰ کہ اس کی حاجت کو پورا فرمادیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر نماز پڑھائی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ثابت سے حدیث معروف ہی نہیں۔ جریر بن حازم بھی اس کے ساتھ متفرد ہیں۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 427، سنن النسائی: جز: 3، ص: 110)

مذاہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کا منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کی فراغت تک بات چیت کرنا مکروہ ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک خطبہ شروع ہونے سے اس کے ختم ہونے تک بات چیت کرنا مکروہ ہے۔ یادرہے یہ مقتدی کے حق میں ہے اور امام کے حق میں ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختم نماز تک نماز واذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔ (درمختار: ج: 3، ص: 38)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً

باب: جو جمعہ کی ایک رکعت پائے

یہ باب جمعہ کی ایک رکعت پانے کے حکم کے متعلق ہے۔

946 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے ایک رکعت کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 537، مستدرک: ج: 1، ص: 336، معجم الاوسط: ج: 1، ص: 174، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 386)

شرح:

اس حدیث مبارکہ میں اگرچہ جمعہ کا ذکر نہیں مگر نماز اپنے عموم کی وجہ سے جمعۃ المبارک کو بھی شامل ہے۔ حدیث مبارکہ میں جو آیا ہے کہ جس نے ایک رکعت جماعت سے پالی تو اس نے ایک نماز کو پالیا۔ یہ فضیلت جماعت پانے پر محمول ہے۔

مذاہب اربعہ

اگر کوئی شخص نماز جمعہ میں مسبوق ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حضرت عطاء، حضرت طاؤس اور حضرت مجاہد رحمہم اللہ کے نزدیک امام کے ساتھ دونوں رکعات میں ملنا ضروری ہے اور خطبہ میں بھی ملے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کا جمعہ کا خطبہ فوت ہو گیا تو وہ اب ظہر کی نیت سے چار رکعات ادا کرے اور آئمہ ثلاثہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحت جمعہ کے لئے امام کے ساتھ کم از کم ایک رکعت کا پڑھنا ضروری ہے اگر کسی شخص کی دونوں رکعات امام کے ساتھ فوت ہو جائیں مثال کے طور پر تشہد میں آ کر وہ شامل ہوا ہے تو اس کی نماز جمعہ فوت ہو گئی تو وہ اسی پر ظہر کی بناء کر لے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے ساتھ ایک رکعت کا ملنا ضروری نہیں بلکہ امام کے سلام پھیرنے سے قبل جو شخص شامل ہو جائے تو اس کے لئے نماز جمعہ درست ہے۔

☆ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُقْرَأُ بِهٖ فِي الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ میں کیا قرأت کرے؟

یہ باب جمعہ کی نماز میں قرأت سورتوں کے تعیین کے متعلق ہے۔

947 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَرُبَّمَا اجْتَمَعَا فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ فَقَرَاَ بِهِمَا

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کے دن میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اورھل اتاك حديث الغاشية قرأت فرماتے تھے اور بعض دفعہ ان دونوں کے جمع ہونے کے وقت بھی ان کو قرأت فرماتے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: جز: 1، ص: 536، سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 160، سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1، ص: 390، سنن الترمذی: جز: 2، ص: 423)

948 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ سَاَلَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ مَاذَا كَانَ يَقْرَاُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى اِثْرِ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَاُ بِهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ

عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ ضحاک بن قیس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن میں سورہ جمعہ کے بعد کیا قرأت فرماتے تھے تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ھل اتاك حديث الغاشية قرأت فرماتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 200)

949 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِيْ ابْنَ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَاَ بِسُوْرَةِ الْجُمُعَةِ وَفِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ اِذَا جَاءَكَ

الْمُنَافِقُونَ قَالَ فَاَدْرَكْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ حِيْنَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّكَ قَرَاْتَ بِسُوْرَتَيْنِ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم يَقْرَاُ بِهِمَا بِالْكُوْفَةِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ابن ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو جمعہ کی نماز پڑھائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سورہ جمعہ قرأت فرمائی اور دوسری رکعت میں اذا جاءك المنافقون قرأت فرمائی۔ فرماتے ہیں: جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فراغت پائی تو میں نے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ نے تو وہ دو سورتیں قرأت فرمائی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں قرأت فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کو جمعہ کے دن میں قرأت فرماتے ہوئے سنا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:430؛ سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:200)

950 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور هل اتاك حديث الغاشيه قرأت فرماتے تھے۔

(معجم الکبیر: جز:7، ص:184، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:201)

مذاہب اربعہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون پڑھنا افضل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھنا اولیٰ ہے اور احناف کے نزدیک امام کو اختیار ہے جمعہ ہو یا غیر جمعہ جو سورت چاہے پڑھ لے ہاں جو احادیث مبارکہ میں سورتیں پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے یہ استحباب پر محمول ہیں۔

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

نماز جمعہ میں بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون یا پہلی میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں هل اتاك پڑھے مگر ہمیشہ ان کو نہ پڑھے کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھے۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:64)

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

☆ **قولہ عن جعفر**

یہ جعفر حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ بیٹے کا لقب صادق اور والد محترم کا لقب باقر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت میں سے ہیں۔

امام احمد بن الہیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ امام باقر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اور وصی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے ایسے علوم نقل کیے ہیں جن کو سوار کبھی لے کر نہیں چلے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت تمام شہروں میں عام ہوگئی۔ آئمہ اکابر جس طرح کہ یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیانین، ابو حنیفہ، شعبہ، ایوب سختیانی نے آپ سے بیان کیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ فروہ بنت ابوالقاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں جس طرح کہ پہلے بیان ہوگیا ہے۔ منصور نے جب حج کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چغلی کھائی گئی۔ جب چغل خور شہادت کے لئے آیا۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ارشاد فرمایا: کیا تم قسم اٹھاتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں! اور اس نے قسم اٹھائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اس بات پر امیر المومنین اس کو قسم دیں۔

اس نے اس کو کہا: میں اللہ تعالیٰ کی طاقت سے بے زار ہو کر اپنی طاقت کی پناہ میں آتا ہوں کہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کیا ہے اور کہا بھی ہے تو وہ شخص اس طرح کہنے سے رک گیا پھر اس نے قسم اٹھائی۔ ابھی اس نے بات کو ختم نہیں کیا تھا کہ وہیں ہی مر گیا۔

امیر المومنین نے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ظلم سے قتل نہیں ہوں گے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس چلے گئے تو ربیع نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اچھے انعام اور قیمتی لباس کے ساتھ ملاقات کی۔ اس مقام پر یہ حکایت ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی حکایت یحییٰ بن عبداللہ بن المحض بن الحسن المثنی بن الحسن السبط کی بھی ہے کہ ایک زبیری شخص نے رشید کے پاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چغلی کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کا مطالبہ فرمایا تو وہ غلط بیانی کرنے لگا۔ رشید نے اس کو منع کیا پھر یحییٰ کو اس سے قسم لینے پر قائم کیا گیا ابھی اس نے قسم پوری نہیں کی تھی کہ بے چین ہو کر پہلو کے بل گرے۔ لوگوں نے اس کو ٹانگ سے کھینچ لیا تو وہ ہلاک ہوگیا۔

رشید نے یحییٰ سے پوچھا کہ

اس بات میں کیا راز ہے۔

تو اس نے جواب دیا کہ

قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرنے سے سزا جلد نہیں حاصل ہوتی۔

اور مسعودی نے بیان کیا ہے:

یہ قصہ میرے بھائی یحییٰ کے ساتھ جو موسیٰ الجون کے لقب سے مشہور تھا کہ ایک زبیری نے رشید کے پاس اس کی چغلی کی اور ان دونوں کے مابین لمبی بات ہوئی پھر موسیٰ نے اس سے قسم کا کہا تو اس نے جس طرح کہ بیان ہوا ہے قسم اٹھائی جب اس نے قسم اٹھائی۔

تو موسیٰ نے کہا:

اللہ اکبر! میرے والد محترم نے میرے دادا سے اس نے اپنے والد محترم سے اور اس نے اپنے دادا علی سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے یہ قسم اٹھائی یعنی اللہ تعالیٰ کی قوت وطاقت کو ترک کر کے اپنی قوت وطاقت کے پیچھے لگا رہا اور اسی طرح اس نے جھوٹا ہونے کی صورت میں کہا تو اللہ تعالیٰ اس کو تین دن سے قبل قبل سزا دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا گیا ہے۔ امیر المومنین اب یہ بات مجھ پر چھوڑ دیں۔ اگر تین دن گزر جائیں اور زبیری کو کوئی حادثہ پیش نہ آئے تو میرا خون آپ کے لئے حلال ہو جائے گا۔ اس نے اس بات کو آپ پر چھوڑ دیا ابھی اس دن کی عصر کا وقت نہیں گزرا تھا کہ زبیری کو جذام ہو گیا اور وہ سوج کر مشکیزے کی مانند ہو گیا اور تھوڑا سا وقت گزرنے کے بعد مر گیا اور جب اس کو قبر میں ڈالا گیا تو اس کی قبر بیٹھ گئی اور اس سے نہایت بدبو دار ہوا آئی پھر اس میں کانٹوں کے ٹوکرے ڈالے گئے تو وہ دوسری بار بیٹھ گئی۔ رشید کو اس کی خبر دی گئی تو وہ بہت حیران ہوا۔ پھر اس نے موسیٰ کو ایک ہزار دینار کا حکم فرمایا اور اس سے اس طرح کا راز پوچھا تو اس نے اس کو وہ حدیث مبارکہ بتائی کہ اس کے دادا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو آدمی اسی طرح کی قسم کھاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا تذکرہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے سے شرم محسوس فرماتا ہے اور جو جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قوت وطاقت سے اس سے جھگڑا کر کے اس کو تین دن سے پہلے پہلے سزا دیتا ہے۔ ایک سرکش نے اپنے آقا کو قتل کر دیا وہ رات کو نماز پڑھتا رہا۔ پھر اس نے سولی کے وقت اس پر بددعا کی تو اس کی موت کے متعلق آوازیں سنائی دیں جب اس کو حکم بن عباس کلبی کا قول اس کے چچا زید کے بارے میں پہنچا کہ ہم نے زید کو تیرے واسطے کھجور کے تنے پر پھانسی دی ہے اور ہم نے کسی مہدی کو تنے پر پھانسی پاتے نہیں دیکھا ہے۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما دے تو اس کو ایک شیر نے پھاڑ دیا۔

(الصواعق المحرقۃ: ص 201 تا 202)

مزید راقم ہیں: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی عبداللہ المحض بنی ہاشم کے شیخ اور محمد جو نفس زکیہ کے لقب سے مشہور تھے ان کے والد محترم تھے۔ بنی امیہ کی حکومت کے آخر میں ان کے کمزور ہو جانے کی بناء پر بنو ہاشم نے محمد اور ان کے بھائی کی بیعت کرنے کا

ارادہ فرمایا اور جعفر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان دونوں کی بیعت کریں گے مگر انہوں نے اس طرح نہ کیا تو آپ پر ان دونوں سے حسد کرنے کی تہمت لگائی گئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بیعت لینا نہ میرے واسطے اور نہ ان کے واسطے روا ہے یہ بیعت زرد قباوالا آدمی لے گا جن کے ساتھ ان کے بچے اور جوان کھیلیں گے۔ ان دنوں منصور عباسی موجود تھا اور زرد قبا پہنا کرتا تھا۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی ہمیشہ اس بارے میں کام آتی رہی حتیٰ کہ انہوں نے اس کو بادشاہ بنا دیا اور حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ان کے والد محترم حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ نے منصور کو زمین کے مشرق و مغرب پر قبضہ کرنے اور اس کی مدت حکومت کے متعلق خبر دی تھی۔

اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔

ہماری حکومت آپ کی حکومت سے پہلے ہوگی۔

آپ نے فرمایا: ہاں!

اس نے کہا: کیا میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی بادشاہ ہوگا۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

اس نے کہا: کیا بنی امیہ کی مدت طویل ہوگی یا ہماری مدت طویل ہوگی؟

آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری اور بادشاہ سے آپ کے بچے اس طرح کھیلیں گے جس طرح گیندوں سے کھیلا جاتا ہے اس بات کی تاکید میرے والد محترم نے مجھ سے کی ہے جب منصور کو خلافت ملی اور وہ زمین کا مالک ہوا تو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے تعجب کرنے لگا۔

ابوالقاسم طبری نے ابن وہب کے طریق سے روایت کیا ہے کہ

میں نے لیث بن سعد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ

میں نے 113ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ قبیس پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھ کر دعا کر رہا ہے۔

اس نے کہا: اے میرے رب عزوجل! اے میرے رب عزوجل! حتیٰ کہ اس کا سانس ختم ہوگیا۔

پھر وہ کہنے لگا: یا حیی یا حیی حتیٰ کہ اس کا سانس ختم ہوگیا۔

پھر وہ کہنے لگا: اے میرے رب عزوجل! میں انگور کھانا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے انگور کھلا دے۔

اے اللہ عزوجل! میری دو چادریں پرانی ہوگئی ہیں مجھے چادریں عطا فرما دے۔

لیث نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک بھری ہوئی ٹوکری دیکھی۔

اس وقت انگور کا کوئی موسم بھی نہیں تھا پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی ملاحظہ کیں میں نے ان چادروں کی طرح کی چادریں دنیا والی نہیں دیکھی ہیں۔

جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا:

میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شراکت میں داخل ہوں۔

اس نے کہا: کس وجہ سے آپ میری شراکت میں داخل ہیں؟

میں نے کہا: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں۔

اس نے کہا: چلو آ کر آپ بھی کھالیجئے۔

میں آگے بڑھا اور انگوروں کو کھایا اس طرح کا انگور میں نے کبھی بھی نہیں کھایا اس کی گٹھلی بھی نہیں تھی ہم کھا کر سیر ہو گئے مگر ٹوکری میں کوئی تغیر نہ ہوا۔

اس نے کہا: جمع نہ کر اور نہ ہی اس میں سے کچھ چھپا کر رکھنا پھر اس نے ایک چادر لی اور دوسری مجھے بھی عطا فرما دی۔

میں نے کہا: مجھے اس کی حاجت نہیں۔ آپ ایک تہبند بنالیں اور دوسری کو اوڑھ لیں وہ اپنی پرانی چادروں کو ہاتھ میں لے کر نیچے اتر گیا تو اس کو سعی کے مقام پر ایک شخص ملا اس نے کہا: اے ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنایا ہے اس سے مجھے بھی پہنا دیجئے اس لیے کہ میں بھی عریاں ہوں تو انہوں نے دونوں چادریں ان کو عطا فرما دیں۔

میں نے اس سے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟

اس نے کہا: یہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

میں نے اس کے بعد ان سے کچھ سننا چاہا مگر اس کی طاقت نہ ہو سکی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ زہر کھلانے سے فوت ہو گئے۔ جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک اڑسٹھ (68) سال تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدفن اس مقام پر کیا گیا جہاں آپ کے اہل کے چھ مرد اور بیٹی قبہ میں سپرد خاک ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: ص:203)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ جعفر ابن محمد بن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہیں صادق لقب ہے ابو عبد اللہ کنیت ہے سادات اہل بیت سے ہیں۔ یحییٰ ابن سعید ابن جریج، مالک ابن انس، سفیان ثوری، ابن علیہ اور امام ابو حنیفہ سے روایات لیں۔ 80 اسی میں ولادت 148 ایک سو اڑتالیس میں وفات ہے۔ اڑسٹھ سال عمر مبارک ہوئی۔ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں اپنے والد محمد باقر اور دادا امام زین العابدین کے پاس دفن ہوئے مترجم نے زیارت کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:528)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَبَيْنَهُمَا جِدَارٌ

باب: کسی کا امام کی اقتداء کرنا اوران کے درمیان دیوار کا ہونا

یہ باب امام اور مقتدی کے درمیان دیوار حائل ہونے پر نماز کے حکم کے متعلق ہے۔

951 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُجْرَتِهِ وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِهِ مِنْ وَرَاءِ الْحُجْرَةِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے میں نماز ادا فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگ حجرے کے باہر اقتدا کرتے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 427، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 110، مسند احمد: جز: 49، ص: 45، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 8، ص: 304)

اختلاف مذاہب

شافعیہ کے نزدیک اختلاف مکان صحت اقتدا سے مانع نہیں۔ اور احناف کے نزدیک ان دونوں میں سے ہر ایک صحت اقتدا سے مانع ہے۔ اختلاف مکان بھی اور حیلولت بھی جس سے مقتدی پر اپنے امام کا حال مشتبہ ہو رہا ہو یعنی یہ علم نہ ہو رہا ہو کہ وہ اس وقت کون سا رکن ادا کر رہا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو اگر امام کے انتقالات مشتبہ نہ ہوں۔ مثلاً اس کی یا مکبر کی آواز سنتا ہو یا اس کے یا اس کے مقتدیوں کے انتقالات دیکھتا ہے تو حرج نہیں اگرچہ اس کے لئے امام تک پہنچنے کا راستہ نہ ہو۔ مثلاً دروازہ میں جالیاں ہیں کہ امام کو دیکھ رہا ہے مگر کھلا نہیں ہے کہ جانا چاہے تو جا سکے۔ (درمختار: جز: 2، ص: 402)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام و مقتدی کے درمیان ممبر حائل ہونا مانع اقتدا نہیں جبکہ امام کا حال مشتبہ نہ ہو۔ (ردالمحتار: جز: 2، ص: 402)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
مسجد کے متصل کوئی دالان ہے اس میں مقتدی اقتدا کرسکتا ہے جبکہ امام کا حال مخفی نہ ہو۔ (ردالمحتار، ج:2، ص:403)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
مسجد سے باہر چبوترہ ہے اور امام مسجد میں ہے مقتدی اس چبوترے پر اقتدا کرسکتا ہے جبکہ صفیں متصل ہوں۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج:1، ص:88)

☆ **قوله عن عائشة رضى الله عنها**

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے احوال پر تفصیلاً تحقیق سابقہ اوراق میں بیان کردی ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے بعد نماز پڑھنا

یہ باب جمعہ کے بعد نماز پڑھنے کے حکم کے متعلق ہے۔

952 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَاٰى رَجُلًا يُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِىْ مَقَامِهِ فَدَفَعَهٗ وَقَالَ اَتُصَلِّى الْجُمُعَةَ اَرْبَعًا وَّكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِىْ بَيْتِهٖ وَيَقُوْلُ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نافع نے بیان کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو اپنی جگہ نماز جمعہ کے بعد دو رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کو ہٹا کر ارشاد فرمایا۔ کیا تم جمعہ کی چار رکعات پڑھتے ہو اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن دو رکعات اپنے گھر میں ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث:952)

953 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ اَخْبَرَنَا اَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُطِيلُ الصَّلٰوةَ

قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَيُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ وَيُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

نافع نے بیان کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ سے قبل طویل نماز ادا فرماتے تھے اس کے بعد اپنے گھر میں دو رکعات ادا فرماتے اور بیان فرماتے کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 953)

954 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ اَبِي الْخُوَارِ اَنَّ نَافِعَ ابْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهُ اِلَى السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ ابْنَ اُخْتِ نَمِرٍ يَسْاَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَاٰى مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمْتُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا صَنَعْتَ اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِذٰلِكَ اَنْ لَّا تُوْصَلَ صَلٰوةٌ بِصَلٰوةٍ حَتّٰى يَتَكَلَّمَ اَوْ يَخْرُجَ

عمر بن عطاء بن ابی الخوار نے بیان کیا ہے: ان کو نافع بن جبیر نے سائب بن یزید کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نماز میں کرتے ہوئے فعل کا پوچھنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ان کی معیت میں محراب کے اندر جمعہ کی نماز پڑھی پس جب میں نے سلام پھیرا تو اپنی اسی جگہ پر بقیہ نماز پڑھی۔ پس جب آپ چلے گئے تو مجھے کہلا بھیجا کہ جو تم نے کیا ہے اب اس طرح نہ کرنا جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اس کے ساتھ کوئی اور نماز اس دوران نہ پڑھنا حتیٰ کہ کلام نہ کر لو یا باہر نہ چلے جاؤ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ نہ ملایا کرو حتیٰ کہ کلام کر لو یا باہر چلے جاؤ۔

(معجم الکبیر: ج: 19، ص: 315، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 17، مسند احمد: ج: 34، ص: 226، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 38، ص: 351)

955 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ رِزْمَةَ الْمَرْوَزِيُّ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ اِذَا كَانَ بِمَكَّةَ فَصَلَّى الْجُمُعَةَ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعًا وَّاِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهُ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ جب مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہوتے تو جمعہ کی نماز ادا فرما کر آگے تشریف لے جاتے تو دو رکعات ادا فرماتے پھر آگے تشریف لے جا کر چار رکعات ادا فرماتے اور جب مدینہ طیبہ میں

تشریف فرما ہوتے تو جمعہ کی نماز پڑھتے ہی اپنے گھر تشریف لے جاتے پس دو رکعات ادا فرماتے اور مسجد میں ادا نہیں فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 427، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 240)

956 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا وَّتَمَّ حَدِيثُهُ وَقَالَ ابْنُ يُونُسَ اِذَا صَلَّيْتُمُ الْجُمُعَةَ فَصَلُّوا بَعْدَهَا اَرْبَعًا قَالَ فَقَالَ لِي اَبِي يَا بُنَيَّ فَاِنْ صَلَّيْتَ فِي الْمَسْجِدِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَتَيْتَ الْمَنْزِلَ اَوِ الْبَيْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ابن صباح نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے تو چار رکعات پڑھ لے اور مکمل حدیث روایت کی۔ ابن یونس فرماتے ہیں: جب تم جمعہ کی نماز پڑھو تو اس کے بعد چار رکعات پڑھ لو۔ مجھے میرے والد محترم نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹا! اگر تم مسجد میں دو رکعت پڑھ لو پھر گھر یا رہائش گاہ پر آؤ تو دو رکعات پڑھا کرو۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: جز: 1، ص: 184، معجم الاوسط: جز: 7، ص: 301، سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1، ص: 394، سنن ترمذی: جز: 2، ص: 365)

957 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جمعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے در دولت اقدس پر دو رکعات ادا فرماتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح اس کو عبداللہ بن دینار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 957)

958 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ اَنَّهُ رَاَى ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَيَنْمَازُ عَنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْجُمُعَةَ قَلِيلًا غَيْرَ كَثِيرٍ قَالَ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِي اَنْفَسَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَرْكَعُ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ كَمْ رَاَيْتَ ابْنَ عُمَرَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ قَالَ مِرَارًا قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ وَلَمْ يُتِمَّهُ

ابن جریج سے روایت ہے کہ عطاء نے مجھے خبر دی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ملاحظہ کیا کہ جمعہ کی نماز

کے بعد نماز پڑھنے کی جگہ سے دوسری جگہ چلے گئے جس جگہ میں جمعہ کی نماز پڑھی تھی اس جگہ دو رکعات ادا فرمائیں۔ میں نے عطاء سے پوچھا کہ آپ نے کتنی بار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کئی بار۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو عبدالملک بن ابی سلیمان نے روایت کیا ہے اور اس کو مکمل نہیں روایت کیا۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 428، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 241)

شرح:

یہاں مقصود صرف جمعہ کے دن سنتوں کو بیان کرنے کا ہے مگر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باب جو باندھا ہے وہ جمعہ کے بعد کا باندھا ہے اور اس کو اس کے ساتھ خاص کیا ہے جبکہ جمعہ سے قبل سنتوں کو ذکر ہی نہ کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سنن قبلیہ و بعدیہ دونوں کا باب باندھا ہے جس کا انہوں نے نام رکھا ہے **باب الصلوٰة بعد الجمعة و قبلها**۔

اختلاف آئمہ کرام

علامہ شمس الدین بن محمد بن احمد متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے تھے اور جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چار رکعات فرماتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعات نماز پڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات نماز پڑھا کرتے تھے پہلے چار رکعات اس کے بعد دو رکعت ادا فرماتے تھے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے دو اور پھر چار رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ بعض علماء کرام نے ظہر کے بعد کی سنتوں پر قیاس کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی اور کہا کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے تاکہ ایک فرض کے بعد اس کی مثل نفل پڑھنا لازم نہ آئے۔ (المبسوط: جز: 1، ص: 157)

علامہ ابن قیم جوزی متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

مالکیہ، حنابلہ اور بعض اصحاب شافعیہ جمعہ سے پہلے سنت پڑھنے کے قائل ہی نہیں ہیں کیونکہ وہ جمعہ کو عید پر قیاس کرتے ہیں اور جس طرح عید سے پہلے نماز نہیں ہے جمعہ سے پہلے بھی نہیں ہے۔ (زادالمعاد: جز: 1، ص: 119)

علامہ ابن نجیم متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے بعد پہلے چار اور پھر دو رکعات نماز پڑھے۔ (البحرالرائق: جز: 2، ص: 49)

سنتیں اور نوافل گھر میں پڑھنا

☆ **ویصلی بعدھا رکعتین فی بیتہ الخ**

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بعد کی دو رکعات اپنے گھر میں ادا فرماتے تھے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر جا کر ادا فرماتے تھے۔

سنن مؤکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت یہ ہے کہ گھر میں پڑھی جائیں۔ جمہور کا مسلک یہی ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دن کی سنت مؤکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں پڑھی جائیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:371)

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ

☆ **عن ابی جریج رحمۃ اللہ علیہ**

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ مکی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر احادیث مبارکہ منقول ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالملک ابن عزیز ابن جریج ہے مکی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح علم دوسروں نے جمع نہیں کیا۔ 150 ایک سو پچاس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:528)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب صَلٰوۃِ الْعِیْدَیْنِ

عیدین کی نماز

یہ باب عیدین کی نماز کے متعلق ہے۔

959 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوا كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے کھیلنے کے لئے دو دنوں کو مقرر کر رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: یہ دو دن کس طرح کے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا زمانہ

جاہلیت میں ان سے کھیلتے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے اضحیٰ کا دن اور فطر کا دن بہتر عطا فرمایا ہے۔

(مستدرک: جز:1، ص:434)

چند ابحاث

عیدین کی نماز سے پہلے اس کے متعلق چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث

عید کا معنیٰ

عید کے معانی میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی کا قول

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

وہ دن جس میں لوگوں کا اجتماع ہو اسے عید کہا جاتا ہے۔

عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ لوٹنا ہے کیونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اس لیے اس کو عید کہا جاتا ہے یا عادت سے ماخوذ ہے کیونکہ اس دن میں جمع ہونا لوگوں کی عادت ہے۔

ازہری فرماتے ہیں کہ

اہل عرب کے نزدیک عید اس دن کو کہا جاتا ہے جس دن میں خوشی یا غم لوٹ کر آئے۔

ابن العربی فرماتے ہیں کہ

عید کو عید اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہر سال نئی خوشی کے ساتھ لوٹ کر آتی ہے۔ (لسان العرب: جز:3، ص:319)

علامہ شیخ محمد بن علی شوکانی کا قول

علامہ شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ دن جس میں کوئی خوشی لوٹ کر آئے عید کا دن ہے۔

خلیل نے کہا ہے: ہر وہ دن جس میں لوگ جمع ہوں عید کا دن ہے گویا لوگ اس دن کی طرف لوٹتے ہیں۔

ابن انباری نے کہا ہے:

جس دن خوشی اور راحت لوٹے عید ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن ہر انسان اپنے مرتبہ کے مطابق اجر لے کر لوٹتا ہے۔ (نیل الاوطار: جز:4، ص:233)

دوسری بحث: سب سے پہلی عید کب پڑھی گئی؟

سب سے پہلی عید دو 2ھ کو پڑھی گئی۔

علامہ عبدالکریم بن محمد رافعی شافعی متوفی 623ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے دو ہجری میں عید الفطر کی نماز پڑھی اس کے بعد ہمیشہ عیدین کی نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ (فتح العزیز: ج:5،ص:23)

تیسری بحث

نماز عید کے حکم کے متعلق مذاہب

نماز عید کے حکم کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

ظاہر مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اس پر مداومت کی ہے یہ وجوب کی دلیل ہے اور چونکہ اس کے لئے اذان نہیں دی جاتی اس لیے یہ وجوب کفائی ہے۔ (المغنی: ج:2،ص:215)

شافعیہ کا مذہب

شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اصحاب شافعیہ میں سے علامہ اصطخری کے نزدیک عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے۔ (المہذب: ج:5،ص:3)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:3،ص:33)

احناف کا مذہب

امام ابو اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر والوں پر عید کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔

یہ ارشاد فرمائیے کہ کیا بستیوں، پہاڑوں اور گاؤں والوں پر عیدین کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نہیں! عیدین کی نماز صرف شہر والوں پر پڑھنا واجب ہے۔ (المبسوط: ج:1، ص:370)

عید کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انہیں پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور اس میں نہ پڑھا تو نماز ہوگئی مگر برا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز۔ اگر پہلے پڑھ لیا تو برا کیا مگر نماز ہوگئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت صرف دوبارا اتنا کہنے کی اجازت ہے الصلوٰۃ جامعۃ۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:150)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب وَقْتِ الْخُرُوجِ اِلَى الْعِيْدِ

باب: عید کی طرف نکلنے کا وقت

یہ باب عید کے لئے نکلنے کے وقت کے بارے میں ہے۔

960 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُمَيْرٍ الرَّحَبِيُّ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّاسِ فِيْ يَوْمِ عِيْدِ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى فَاَنْكَرَ اِبْطَاءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِنَّا كُنَّا قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ

یزید بن خمیر رحبی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن بسر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ عید فطر یا عید الاضحیٰ کے لیے نکلے۔ امام کے دیر کرنے کو پسند نہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بے شک ہم اس وقت فراغت پا لیتے تھے یہ وقت تسبیح کا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 960)

شرح:

نماز کا وقت ایک نیزہ کی مقدار سورج بلند ہونے سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا

مستحب ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نماز کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک ہے مگر عیدالفطر میں دیر کرنا اور عیدالاضحیٰ میں جلدی پڑھ لینا مستحب ہے اور سلام پھیرنے کے بعد زوال ہو گیا ہو تو نماز جاتی رہی۔ (درمختار: ج:3، ص:60)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب خُرُوجِ النِّسَآءِ فِي الْعِيدِ

باب: عید کے لئے عورتوں کا نکلنا

یہ باب نماز عید کے لئے عورتوں کے نکلنے کے حکم کے متعلق ہے۔

961 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَيُونُسَ وَحَبِيبٍ وَيَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ وَهِشَامٍ فِي آخَرِينَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَ ذَوَاتِ الْخُدُورِ يَوْمَ الْعِيدِ قِيلَ فَالْحُيَّضُ قَالَ لِيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِإِحْدَاهُنَّ ثَوْبٌ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ تُلْبِسُهَا صَاحِبَتُهَا طَائِفَةً مِنْ ثَوْبِهَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ مُصَلَّى الْمُسْلِمِينَ وَلَمْ يَذْكُرِ الثَّوْبَ قَالَ وَحَدَّثَ عَنْ حَفْصَةَ عَنِ امْرَأَةٍ تُحَدِّثُهُ عَنِ امْرَأَةٍ أُخْرَى قَالَتْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مُوسَى فِي الثَّوْبِ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَتْ وَالْحُيَّضُ يَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ مَعَ النَّاسِ

محمد نے بیان کیا ہے: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا کہ عید کے دن ہم نکلیں۔ عرض کی گئی کہ حیض والی عورت بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کی دعا میں شمولیت اختیار کرنا ان کے لئے بہتر ہے۔ فرماتے ہیں: ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر کسی کے پاس ایک کپڑا نہ

ہوتو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی دوست تھوڑا سا کپڑا اس کو بھی پہنا دے۔

محمد نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے اس خبر کو روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حیضہ عورت مسلمانوں کی نماز پڑھنے کی جگہ سے الگ رہے اور کپڑے کا ذکر نہیں فرمایا۔ حفصہ نے بیان کیا ہے: ایک اور عورت نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ (ﷺ)! پس آگے موسیٰ بن اسمٰعیل کی مانند معنا کپڑے کا ذکر فرمایا۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمیں اس بات کا حکم ارشاد فرمایا گیا تھا۔ فرماتی ہیں: حیض والی عورتیں لوگوں سے پیچھے رہا کرتیں اور لوگوں کی معیت میں تکبیر کہا کرتیں۔ (معجم الاوسط: جز:1، ص:208)

962 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ يَعْنِي الطَّيَالِسِيَّ وَمُسْلِمٌ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنِي اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ جَدَّتِهِ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ جَمَعَ نِسَاءَ الْاَنْصَارِ فِي بَيْتٍ فَاَرْسَلَ اِلَيْنَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ اَنَا رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُنَّ وَاَمَرَنَا بِالْعِيدَيْنِ اَنْ نُخْرِجَ فِيهِمَا الْحُيَّضَ وَالْعُتَّقَ وَلَا جُمُعَةَ عَلَيْنَا وَنَهَانَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن عطیہ اپنی دادی محترمہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع فرما کر ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر ہم کو سلام فرمایا تو ہم نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری طرف مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے اور ہم کو حکم ارشاد فرمایا ہے عیدین کی نماز کے لئے نکلیں وہ چاہے حیضہ ہو یا کنواری اور ہم پر جمعہ نہیں ہے اور ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:184، صحیح ابن حبان: جز:7، ص:313، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:42، ص:133)

شرح:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا یہ ارشاد فرمائیے کہ کیا عورتوں پر عید کی نماز کے لئے جانا واجب ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

پہلے انہیں اس کی اجازت تھی مگر اب میں اس کو پسند نہیں کرتا۔

میں نے کہا: آیا آپ ان کا باجماعت فرائض اور جمعہ کے لئے جانا بھی مکروہ قرار دیتے ہیں؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں!

میں نے کہا: ان کے لئے کچھ اجازت ہے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں بوڑھی عورتوں کو عشاء، فجر اور عیدین میں جانے کی اجازت دیتا ہوں ان کے علاوہ اور کسی نماز کے لئے اجازت نہیں دیتا۔ (المبسوط: جز: 1، ص: 382)

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے: جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کرتی ہوں ان کا عیدین میں جانا مستحب ہے اور جو بناؤ سنگھار کرتی ہوں ان کا جانا جائز نہیں ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 290)

دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں عورتیں نماز پڑھنے کے لئے مسجد جاتی تھیں اور وہ آج کل کی عورتوں کی طرح نہیں تھیں بلکہ وہ سادہ عورتیں تھیں اور وہ بناؤ سنگھار نہیں کرتی تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر متقیہ کون سی عورت ہے جنہوں نے فرمایا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں یہ چیزیں نکال لیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: جز: 1، ص: 120)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان بدعات اور برائیوں کو دیکھ لیتیں جن کو اس زمانے میں عورتوں نے ایجاد کیا ہے تو وہ عورتوں کے گھر سے نکلنے پر اس سے بھی زیادہ شدت سے انکار کرتیں کیونکہ آج کل عورتوں نے بناؤ سنگھار میں جن خرافات کو ایجاد کر لیا ہے وہ بیان سے باہر ہیں وہ انواع واقسام کے ریشمی کپڑے پہنتی ہیں اور مختلف اطوار سے بالوں کی آرائش کرتی ہیں۔ تیز خوشبوئیں لگا کر ناز نخرے کے ساتھ بن کر مردوں کے اژدھام میں بازاروں میں چلتی ہیں اور اکثر اوقات ان کا چہرہ کھلا ہوا ہوتا ہے بعض عورتیں مختلف سواریوں پر سوار ہو کر چلتی ہیں اور بعض عورتیں بلند آواز سے گانا گاتی ہیں۔ بعض عورتیں فحش کاروبار کرتی ہیں۔ بعض عورتیں مردوں کے ساتھ مل جل کر رہتی ہیں۔ بعض عورتیں دکانوں پر بیٹھ کر سودا بیچتی ہیں۔ بعض عورتیں عورتوں کی دلالی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اجرت پر نوحہ کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اجرت پر گاتی بجاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تھوڑا سا عرصہ گزرا تھا تو عورتوں نے اتنی آزادی اور بے راہ روی اختیار کر لی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے تو اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو آٹھ سو سال گزر چکے ہیں اور اس طویل عرصہ میں عورتیں اپنی بے راہ روی اور بے حیائی میں کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔ (عمدۃ القاری: جز: 6، ص 158 تا 159)

اعتراض

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کس طرح یہ کہہ دیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ روش کو دیکھ لیتے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے حالانکہ ان کو منع کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ پر موقوف ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قواعد شرعیہ معلوم تھے جن کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کے مادے کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں اس طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو منع نہ کرو جس کا مفہوم ہے دن میں ان کو نکلنے سے منع کیا جائے گا اور رات کو چونکہ اندھیرا ہوتا ہے اس لیے ان کے نکلنے میں دیکھے جانے کا احتمال نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری: جز:6، ص:159)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے کہا ہے: عورتوں کا جماعات میں جانا مکروہ ہے۔

اور شارحین ہدایہ نے لکھا ہے کہ

اس سے جوان عورتیں مراد ہیں اور جماعت سے جمعہ، عید، کسوف اور استسقاء کی نماز با جماعت مراد ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

ان کا نماز با جماعت کے لئے گھروں سے نکلنا جائز ہے۔

اور ہمارے فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ

ان کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہو وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ خاص طور پر اس زمانہ میں جبکہ فتنہ اور فساد عام ہو گیا ہے تو عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کی حرمت زیادہ واضح ہے۔ البتہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشاء پڑھنے کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بوڑھی عورتیں تمام نمازوں کے لئے جا سکتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن عورتوں کو پتھر مارتے اور ان کو مسجد سے نکال دیتے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے مسجد میں جمعہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تمہارا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ ابراہیم نخعی عورتوں کو جمعہ اور جماعات کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ

ایک عورت بصرہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھتی ہے۔

تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے تو اس کا سر پھوڑ دیتے۔ (عمدۃ القاری: جز:6،ص156 تا157)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

پہلے عورتوں کو عیدین میں گھر سے نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی مگر اب صرف بوڑھی عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے گی۔ (کتاب الحجۃ: جز:1،ص:306)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

عیدین کے لئے جانا عورتوں پر لازم نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

پہلے عورتوں کو عیدین کے لئے رخصت دی جاتی تھی مگر میں اب جوان عورتوں کے لئے اس کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ ان کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور باہر نکلنے سے روکا گیا ہے کیونکہ اس میں فتنہ ہے۔ البتہ بوڑھی عورتوں کو عیدین اور مغرب اور عشاء اور فجر کی باجماعت نماز پڑھنے کے لئے گھر سے جانے کی اجازت ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بوڑھی عورتوں کو بھی ظہر، عصر اور جمعہ کے لئے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بوڑھی عورتوں کو تمام نمازوں اور نماز استسقاء اور نماز کسوف کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں کے نکلنے میں کوئی فتنہ نہیں ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں کی طرف مرد کم رغبت کرتے ہیں اور بوڑھی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتی تھیں، بیماروں کا علاج کرتی تھیں، ان کو پانی پلاتی تھیں اور ان کو کھانا پکا کر دیتی تھیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بوڑھی عورتوں کو رات کی نمازوں میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ وہ پردے میں چھپی ہوئی جائیں اور رات کا اندھیرا ان کے اور مردوں کی نگاہوں کے درمیان حائل ہو اور ان کی نمازوں میں اور جمعہ میں چونکہ شہر میں بھیڑ ہوتی ہے اس کو دھکے لگیں گے اور بسا اوقات وہ گر پڑے گی اور اس میں فتنہ ہے کیونکہ بوڑھی عورت میں ہر چند کہ جوان مرد رغبت نہیں کرتے لیکن بوڑھے مردان میں رغبت کرتے ہیں اور کبھی جوان مرد بھی شدت شہوت کے غلبہ سے اس کے ساتھ چھیڑ خوانی کر سکتے ہیں اور اس کو دھکا بھی دے سکتے ہیں۔ (المبسوط: جز:6،ص156 تا157)

☆ **قوله لما قدم المدينة جمع نساء الانصار فی بيت**

یہ واقعہ فتح مکۃ المکرمہ کے بعد کا ہے یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں کو ایک مکان میں جمع فرما کر بیعت لی تھی۔ فتح مکہ مکرمہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ (ممتحنہ:12)

آپ ﷺ نے اس موقع پر مردوں کو صفا پر بیعت فرمایا تھا اور عورتوں کو صفا کے نیچے بیعت فرمایا تھا جس طرح کہ تفسیر مقاتل میں یہ واقعہ موجود ہے۔

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان متوفی 150ھ لکھتے ہیں:

یہ فتح مکہ مکرمہ کے دن کا واقعہ ہے جب نبی کریم ﷺ مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کیا اس وقت آپ ﷺ صفا پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہاڑ کے نیچے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی اس وقت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نقاب ڈالے ہوئے خواتین کے ساتھ کھڑی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ ہم سے اسی چیز پر بیعت لے رہے ہیں جس پر آپ ﷺ نے مردوں سے بیعت لی ہے۔ ہم نے آپ ﷺ سے اس پر بیعت کر لی۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم چوری بھی نہیں کرو گی؟

ہند نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ابوسفیان کے مال سے خرچ کرتی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ مال میرے لیے حلال ہے یا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا: ہاں! اس سے پہلے تم نے ماضی میں میرا جو مال لیا ہے وہ حلال ہے اور اس کے علاوہ بھی۔

نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تم ہند بنت عتبہ ہو؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ میرے گزشتہ قصور معاف فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو معاف فرمائے گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم زنا بھی نہیں کرو گی۔

ہند نے کہا: کیا آزاد عورت زنا کرتی ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم اپنی اولاد کو قتل بھی نہیں کرو گی؟

اس نے کہا: میں نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو تم نے ان کو قتل کر دیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت ہنسے اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی پر بہتان لگاؤ گی۔

بہتان یہ ہے کہ عورت کسی اور کے بچے کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ تمہارا بچہ ہے حالانکہ وہ اس کا بچہ نہ ہو۔

ہند نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بہتان بہت بری چیز ہے اور آپ ﷺ اچھے اخلاق اور اچھی خصلتوں کا حکم دیتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم دستور کے موافق کسی کام میں نافرمانی نہیں کرو گی یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے اور بال نوچنے سے منع فرمایا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم شہر میں کسی مسافر کے ساتھ خلوت میں نہیں رہو گی اور بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہیں کرو گی۔

ہند نے کہا: ہم ان چیزوں میں سے کسی کی مخالفت نہیں کریں گے۔

تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپ ان کو بیعت کر لیجئے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مغفرت طلب کیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان: ج:3،ص353 تا354)

اس بیعت کے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصاری عورتوں کو بیعت فرمایا جس کا اس حدیث مبارکہ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا

☆ عن ام عطية رضى الله عنها

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں بھی شریک ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام سیبہ بنت کعب یا بنت حارث ہے انصاریہ ہیں بہت صحابیات نے آپ رضی اللہ عنہا سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔ اکثر حضور انور ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں رضی اللہ عنہا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل بہت ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:688)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ

باب: عید کے دن خطبہ دینا

یہ باب عید کے دن خطبہ دینے کے حکم میں ہے۔

963 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ ح وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ اَخْرَجَ مَرْوَانُ الْمِنبَرَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فَبَدَاَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا مَرْوَانُ خَالَفْتَ السُّنَّةَ اَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ وَلَمْ يَكُنْ يُّخْرَجُ فِيْهِ وَبَدَاْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ مَنْ هٰذَا قَالُوْا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ فَقَالَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ رَاٰى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ اَنْ يُّغَيِّرَهُ بِيَدِهٖ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کے دن مروان نے منبر کو باہر نکلوایا اور نماز سے قبل خطبہ دینا شروع کر دیا ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے مروان تم نے سنت کے خلاف کیا ہے۔ تم نے عید کے دن منبر باہر نکلوایا ہے جبکہ اس سے قبل نہ نکالا گیا دوسرا نماز سے قبل خطبہ دینا شروع کر دیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں بن فلاں ہے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہر حال اس نے اپنے فرض کو پورا کر دیا ہے جس طرح کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو برے کام کو دیکھے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت رکھتا ہے تو روک دے اگر اس قدر بھی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اس کی بھی طاقت نہیں تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 963)

964 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَآءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهٗ تُلْقِيْ فِيْهِ النِّسَآءُ الصَّدَقَةَ قَالَ تُلْقِي الْمَرْاَةُ فَتَخَهَا وَيُلْقِيْنَ وَيُلْقِيْنَ وَقَالَ ابْنُ بَكْرٍ فَتَخَتَهَا

عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے دن قیام فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے قبل نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو نیچے تشریف لے آئے۔ عورتیں آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وعظ فرمایا اس حال

میں کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے کو کھلا کیا ہوا تھا جس کے اندر عورتیں صدقہ ڈال دیا کرتی تھیں۔ فرمایا کہ کوئی عورت اپنے چھلے کو ڈال دیتی اوروں نے کچھ اور ڈال دیا اور فرمایا ابو بکر نے فتختھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:298، صحیح البخاری: ج:4، ص:22، صحیح ابن حبان: جز:2، ص:348)

965 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَشَهِدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ يَوْمَ فِطْرٍ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ أَكْبَرُ عِلْمِ شُعْبَةَ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمَعْنَاهُ قَالَ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَمَشَى إِلَيْهِنَّ وَبِلَالٌ مَعَهُ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُعْطِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَجَعَلَ بِلَالٌ يَجْعَلُهُ فِي كِسَائِهِ قَالَ فَقَسَمَهُ عَلَى فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ

عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گواہی دیتا ہوں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ عید الفطر کے واسطے تشریف لائے پس نماز پڑھائی پھر خطبہ ارشاد فرمایا پھر عورتیں آئیں اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: شعبہ کے گمان کے مطابق یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو صدقہ دینے کا حکم ارشاد فرمایا پس انہوں نے ڈالا۔ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے معنیٰ روایت کر کے کہا کہ ان کا گمان ہے کہ عورتوں نے کچھ نہ سنا ہوگا۔ پس آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے پس ان کو آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کا حکم ارشاد فرمایا پس عورتیں بالیاں اور انگوٹھیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگ گئیں۔ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کر کے فرمایا عورتیں بالیاں اور انگوٹھیاں دینے لگ گئیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان کو اپنے کمبل میں ڈالتے گئے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ان کو فقراء مسلمانوں میں بانٹ دیا۔

(معجم الکبیر: جز:11، ص:154، شرح السنۃ: ج:1، ص:267)

شرح:

مروان وہ شخص تھا جو اپنے خطبہ کے اندر اہل بیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذمت بیان کرتا تھا اسی وجہ سے لوگ اس کا خطبہ

بغیر سنے چلے جایا کرتے تھے۔ دوسری حرکت اس نے یہ کی کہ خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا کیونکہ بغیر نماز کے لوگ واپس نہیں ہو سکتے تھے اسی وجہ سے ان کو مجبوراً خطبہ سننا پڑ جاتا تھا۔

سوال

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خود مردوں کو کیوں نہیں ٹوکا؟

جواب

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بعد میں آئے ہوں جس وقت وہ شخص ٹوک چکا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے:

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی اس شخص نے ٹوک دیا ہو۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے باب صلوٰۃ العید میں یہ روایت ہے کہ جب نماز سے پہلے مروان خطبہ پڑھنے کے واسطے منبر کی طرف جا رہا تھا تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور فرمایا پہلے نماز پڑھو۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے یہ دو واقعات ہیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تحقیق

☆ من رای منکراً فاستطاع ان یغیرہ بیدہ الخ

اس حدیث مبارکہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔ برائی سے منع کرنا اور نیکی کا حکم دینا فرض کفایہ ہے جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جب تمام لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیں تو سب گناہ گار ہوں گے اور جس جگہ کوئی اور شخص برائی سے روکنے والا نہ ہو اور وہاں صرف ایک ہی عالم ہو تو اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص خود کامل ہو تمام احکام شرعیہ پر عامل اور تمام محرمات شرعیہ سے مجتنب ہو اور نہ ہی یہ حکام کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی علماء کے ساتھ خاص ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا قرآن مجید سے ثبوت

قرآن مجید میں کثیر آیات کریمہ ایسی ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔

آیت کریمہ: 1

قرآن مجید میں ہے:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (لقمان:17)

اے میرے بیٹے نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک۔

آیت نمبر: 2

قرآن مجید میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران:110)

ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

آیت نمبر: 3

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (الحجرات:9)

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو اس جماعت سے جنگ کرو جو زیادتی کرے حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

آیت نمبر: 4

قرآن مجید میں ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ (المائدہ:78 تا 79)

بنو اسرائیل سے جنہوں نے کفر کیا وہ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیے تھے یقیناً وہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

آیت نمبر: 5

قرآن مجید میں ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران:104)

اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ہونی چاہئے جو اچھائی کی طرف بلائیں اور نیک کاموں کا حکم دیں اور

برے کاموں سے منع کریں اور وہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

کثیر احادیث مبارکہ سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ثبوت ملتا ہے جن میں چند درج ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جس شخص نے برائی کو دیکھا وہ اپنے ہاتھ سے برائی کو مٹائے اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے مٹائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔

(صحیح مسلم: ج:1،ص:51)

حدیث مبارکہ:2

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی متوفی 656ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سلطان یا ظالم امیر کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ (حوالہ آخر میں دیا جائے گا)

حدیث مبارکہ:3

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس ظالم حاکم نے اس کو قتل کر دیا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں مبعوث فرمایا اس نبی کے اس امت میں حواری ہوتے تھے اور اس کے اصحاب ہوتے تھے جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے حکم پر عمل کرتے تھے پھر ان کے بعد ایسے برے لوگ آئے جو

ایسی باتیں کرتے تھے جس پر خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا سو جوان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے ساتھ زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اس کے علاوہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:5

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا تم اس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہو گی۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:6

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ جانے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے کوئی شخص کیسے اپنے آپ کو حقیر جانے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ یہ گمان کرے گا کہ اس کے اوپر کلام کی گنجائش ہے پھر وہ کلام نہیں کرے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے فرمائے گا تمہیں میرے متعلق کس چیز نے کلام سے روکا تھا؟ وہ کہے گا لوگوں کے خوف نے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میں اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تم مجھ سے خوف کھاتے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:7

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے ان کو منع کیا وہ باز نہ آئے وہ علماء ان کی مجالس میں بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے دل ان جیسے کر دیئے اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبانوں سے ان پر لعنت کی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی تھی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے حتیٰ کہ وہ اپنے نفس کو اتباع حق پر لازم کر لیں۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:8

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی قوم میں رہ کر گناہ کر رہا ہو اور وہ لوگ اس کو گناہ سے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو مرنے سے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ (المائدہ:105)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جب لوگ کسی شخص کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:10

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میری امت میں ان لوگوں کو دیکھو جو ظالم کو ظالم کہنے سے ڈریں تو تم ان سے الگ ہو جاؤ۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:11

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے نہ روکے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (الترغیب والترہیب: ج3، ص223 تا 243)

حدیث مبارکہ:12

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسین زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

امام بزار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا ورنہ تم پر تم ہی میں سے برے لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔
امام ترمذی کی روایت میں ہے:
ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:13

امام ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا! جب تو نے برائی کو دیکھا تو اس کو روکنے سے تجھے کس چیز نے منع فرمایا تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو حجت کی تلقین کر دے گا تو وہ کہے گا۔ مجھے تجھ سے امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ میں زیادہ حق دار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا۔ (اتحاف السادۃ المتقین: جز:7،ص 6 تا 12)

حدیث مبارکہ:14

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا خاموش رہنے سے بہتر ہے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:15

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص کسی مقام پر کھڑا ہو کر حق بات کہہ سکتا ہے اس کو حق بات کہہ دینی چاہئے کیونکہ یہ اس کی موت کو نہ تو مقدم کر سکتا ہے نہ اس کو اس کے لکھے ہوئے رزق سے محروم کر سکتا ہے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:16

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
افضل جہاد ظالم سلطان کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:17

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے نیکی کا حکم دیا نہ برائی سے روکا وہ ہلاک ہوگیا۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:18

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ نیکی کا حکم دینے سے تمہارا امام تمہیں قتل کر دے گا تو پھر چھوڑ دو۔ (حوالہ آخر میں)

حدیث مبارکہ:19

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ فلاں شہر کو شہر والوں سمیت الٹ دو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! ان میں تیرا بندہ فلاں بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اس شہر کو الٹ دو وہ بندہ میری وجہ سے ایک ساعت کے لئے بھی ناراض نہیں ہوا۔ (شعب الایمان: ج:6،ص92 تا97)

حدیث مبارکہ:20

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے تو زبان سے بدلے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ اس کو دل سے بدلے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:2179)

حدیث مبارکہ:21

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی حدود قائم کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والے کی مثال اس طرح ہے کہ ایک قوم نے کشتی میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی۔ بعض لوگوں کے نام اوپر کی منزل کا قرعہ نکلا اور بعض لوگوں کے نام نچلی منزل کا، نچلی

منزل والے پانی لینے کے لئے اوپر کی منزل پر گئے۔

پھر انہوں نے کہا:

اگر ہم کشتی کے پیندے میں سوراخ کر کے سمندر سے پانی لے لیں تو اوپر کی منزل والوں کو زحمت نہیں ہوگی اگر اوپر کی منزل والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا تو سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک لیا تو وہ بھی نجات پالیں گے اور نچلی منزل والے بھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2493)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنواسرائیل میں سب سے پہلی خرابی یہ واقع ہوئی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملاقات کر کے یہ کہتا۔ اے شخص! اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور جو کام تو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے کیونکہ یہ کام تیرے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر جب دوسرے دن اس سے ملاقات کرتا تو اس کا وہ کام اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے سے منع نہ کرتا۔ جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بنواسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ بہت برا تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہرگز نہیں! بخدا! تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور تم اس کو ضرور حق پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل بھی ایک جیسے کر دے گا پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4336)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مراتب

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ (المائدہ: 105)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں اس آیت کو تلاوت کر کے فرمایا۔

تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو۔ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظلم کرنے والے کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے۔

ابوامیہ شعبانی سے روایت ہے کہ

ہم نے ابوثعلبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے۔ دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے اس وقت تم صرف اپنی جان کی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہیں۔ ان ایام میں صبر کرنا انگارے پکڑنے کے مترادف ہے اس وقت میں ایک عمل کرنے والے کو پچاس عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا۔

یہ حدیث مبارکہ اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو حال ہیں۔ ایک حال وہ ہے جس میں برائی کو بدلنا اور اس کو مٹانا ممکن ہے۔ اس حال میں جس شخص کے لئے برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانا ممکن ہو اس پر برائی کو مٹانا فرض ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ

وہ برائی کو تلوار سے مٹائے مثلاً ایک شخص اس کو یا کسی اور شخص کو قتل کرنے کا قصد کرے یا اس کا مال لوٹنے کا قصد کرے یا اس کی بیوی سے زنا کرنے کا قصد کرے اور اس کو یقین ہو کہ زبانی منع کرنے سے وہ باز نہیں آئے گا یا بغیر ہتھیار کے اس سے جنگ کی تب بھی باز نہ آئے گا تب اس پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔''

اور جو شخص برائی کر رہا ہے اگر اس کو قتل کیے بغیر اس برائی کو مٹانا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کرنا اس پر فرض ہے اور اگر اس کو ظن غالب ہو کہ بغیر ہتھیار کے بھی اس برائی کو مٹانا ممکن ہے تو پھر اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اب اگر اس کو بغیر ہتھیار کے مارا یا زبان سے منع کیا تو یہ باز آ جائے گا لیکن بعد میں اتنی سزا سے باز نہیں آئے گا اور اس کو قتل کیے بغیر یہ برائی نہیں مٹ سکے گی تو پھر اس کو قتل کرنا لازم ہے۔ ایک آدمی کے لئے ملکی قانون کو ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے البتہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان یا مال یا عزت پر حملہ آور ہو تو وہ اپنی یا دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لئے مزاحمت کرے اور اگر اس مزاحمت کے دوران وہ حملہ آور اس کے ہاتھوں مارا جائے تو اس سے شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ
ایک شخص نے کسی کا سامان چھین لیا تو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ تم اس کا سامان چھڑالو اور اس آدمی کو واپس کردو۔

اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
جو چور مکانوں میں نقب لگا رہا ہو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور جو آدمی تمہارا دانت توڑنا چاہتا ہو تمہارا اس کو قتل کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ تم ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ تمہاری مدد کو نہ پہنچیں۔

اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:9)
جو جماعت زیادتی کرے اس سے اس وقت تک جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:
تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے۔
اس لیے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے خواہ برائی کرنے والے کو قتل کرنا پڑے اور اگر وہ زبان سے منع کرنے سے باز آجائے تو اس کو زبان سے منع کرے۔ یہ حکم ہر اس برائی کے لئے ہے جو علی الاعلان کی جارہی ہو اور اس پر اصرار کیا جارہا ہو۔ مثلاً کوئی شخص بھتہ اور جبری ٹیکس وصول کرے اور جب ہاتھ سے برائی کو مٹانا اور زبان سے منع کرنا دونوں میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کے لئے سکوت جائز ہے اور اس وقت اس پر لازم ہے کہ اس برائی سے اور ان برائی کرنے والوں سے الگ ہوجائے۔

قرآن مجید میں ہے:
عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ (مائدہ:105)
تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔
جب تک تمہاری بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جب تمہاری بات کو قبول نہ کیا جائے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو۔ اسی طرح حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ خواہش کی پیروی کی جارہی ہے دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔
اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قبول نہ کریں اور اپنی خواہشات اور آراء کی پیروی کریں تو پھر تمہارے لیے ان کو چھوڑنے کی گنجائش ہے اور تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور جب

لوگوں کا یہ حال ہو تو پھر آپ نے برائی پر ٹوکنے کو ترک کرنا مباح کر دیا۔

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی بصاص حنفی متوفی 370ھ فرماتے ہیں:

قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو پھر باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اس فرض کی ادائیگی میں نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایک فرض کو ترک کر دے تو اس کی وجہ سے باقی فرائض اس سے ساقط نہیں ہوتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے تو اس سے روزہ اور دیگر عبادات کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔

انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ بتایئے کہ اگر ہم تمام نیکیوں پر عمل کر لیں حتیٰ کہ کوئی نیکی باقی نہ بچے مگر ہم نے اس پر عمل کر لیا ہو اور تمام برائیوں سے بچیں حتیٰ کہ کوئی برائی نہ بچے مگر ہم اس سے رک چکے ہوں تو کیا اس وقت ہمارے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی اجازت ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نیکیوں کا حکم دو، خواہ تم نے نیکیوں پر عمل نہ کیا ہو اور برائی سے روکو خواہ تم برائی سے نہ رکتے ہو۔

نبی کریم ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کو باقی تمام فرائض کی ادائیگی کے مساوی قرار دیا ہے۔ جس طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود دیگر فرائض کا ادا کرنا ساقط نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا۔

علماء امت میں سے صرف ایک جاہل قوم نے یہ کہا کہ

باغی جماعت سے قتال نہ کیا جائے اور ہتھیاروں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کیا جائے انہوں نے کہا جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑے تو یہ فتنہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ

یعنی جو جماعت بغاوت کرے اس سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔

ان لوگوں نے یہ کہا کہ

سلطان کے ظلم اور جور پر انکار نہ کیا جائے۔ البتہ سلطان کا غیر اگر برائی کرے۔ اس کو قول سے منع کیا جائے اور بغیر ہتھیار

کے ہاتھ سے منع کیا جائے۔ یہ لوگ بدترین امت ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم سلطان یا ظالم امیر کے سامنے کلمہ حق کہا جائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس کی پاداش میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ (احکام القرآن: ج:2،ص30 تا 34)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه**

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت ساری احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ بہت سارے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک ہے انصاری غدری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں آپ حافظ ہیں بہت احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ بہت صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوہتر میں وفات ہوئی چوراسی سال عمر پائی۔ جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔ مترجم فقیر نے زیارت کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:586)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب يَخْطُبُ عَلٰى قَوْسٍ

باب: کمان سے ٹیک لگا کر خطبہ دینا

یہ باب کمان سے ٹیک لگا کر خطبہ دینے کے متعلق ہے۔

966 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي جَنَابٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْبَرَاءِ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُووِلَ يَوْمَ الْعِيدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ

یزید بن براء اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ عید کے دن نبی کریم ﷺ کو کمان دی گئی تو آپ ﷺ نے اس پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 966)

شرح:

نوول ماضی مجہول کا صیغہ ہے یہ تنویل سے ہے بمعنی پیش کرنا یعنی عید کے دن آپ ﷺ کو کمان پیش کی گئی جس سے ٹیک لگا کر آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

ٹیک لگا کر خطبہ دینے کی بحث باب الرجل یخطب علی قوس میں گزر چکی ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

☆ قوله عن یزید بن براء

یزید بن براء حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد محترم سے روایات لی ہیں۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب تَرْكِ الْاَذَانِ فِى الْعِيْدِ

باب: عید کے واسطے اذان ترک کرنا

یہ باب عید کے واسطے اذان نہ کہنے کے حکم میں ہے۔

967 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ ابْنَ عَبَّاسٍ اَشَهِدْتَ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَنْزِلَتِىْ مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ مِنَ الصِّغَرِ فَاَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَلَمَ الَّذِىْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَذَانًا وَّلَا اِقَامَةً قَالَ ثُمَّ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ قَالَ فَجَعَلَ النِّسَآءُ يُشِرْنَ اِلٰى اٰذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ قَالَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَتَاهُنَّ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمٰن بن عابس سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استفسار کیا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز عید ادا فرمائی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں! اگر میری پہنچ آپ ﷺ تک نہ ہوتی تو صغر سنی کی وجہ سے آپ ﷺ تک کبھی نہ پہنچ پاتا۔ رسول اللہ ﷺ اس جھنڈے کے پاس تشریف

فرما ہوئے جو کثیر بن صلت کے مکان کے ساتھ تھا۔ پس آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور نہ تو اذان کا ذکر کیا نہ اقامت کا۔ پھر صدقہ کا حکم ارشاد فرمایا پس عورتوں نے اپنے کانوں اور گلوں کی طرف ہاتھ ڈالنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا تو وہ ان کے پاس گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں واپس پلٹ گئے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:307، صحیح البخاری: جز:22، ص:305)

968 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِيْدَ بِلَا اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ اَوْ عُثْمَانَ شَكَّ يَحْيَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے عید کی نماز اذان اور اقامت کے بغیر ادا فرمائی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح ادا فرمائی۔ یحییٰ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں شک ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:968)

969 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ يَعْنِىْ ابْنَ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ الْعِيْدَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں کئی بار نماز عیدین اذان و اقامت کے بغیر پڑھی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:969)

مذاہب آئمہ اربعہ

آئمہ اربعہ کے نزدیک عید کی نماز بغیر اذان و اقامت کے ہے البتہ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عیدین کے لئے اذان اور اقامت کے قائل تھے۔

☆ **قولہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

چونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زیاد نے عیدین میں اذان شروع کر دی تھی اس کی تردید کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارہا یہ فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔ الحمدللہ کہ زیاد کی یہ بدعت چلی نہیں۔ خیال رہے کہ اگر نماز عید کی اطلاع گویوں

یا طبل یا اعلان سے کردی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر اذان تکبیر سوائے نماز پنجگانہ اور جمعہ کسی نماز کے لئے نہیں۔

(مرأۃ المناجیح: جز:2،ص:340)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن جابر بن سمرة رضى الله عنه

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا قیام کوفہ میں رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ، عامری ہیں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔ 74 چوہتر میں وفات ہے۔ ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:525)

بَاب التَّكْبِيرِ فِى الْعِيدَيْنِ

باب: عیدین کی تکبیرات

یہ باب عیدین کی تکبیرات کے حکم میں ہے۔

970 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ فِى الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى فِى الْاُولٰى سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ وَفِى الثَّانِيَةِ خَمْسًا حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِى ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِاِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ سِوٰى تَكْبِيرَتَىِ الرُّكُوعِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی پہلی رکعت میں سات تکبیرات فرماتے اور دوسری میں پانچ۔ شہاب نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کو معناً فرمایا کر فرمایا رکوع کی دونوں تکبیرات کے علاوہ۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:286، سنن دار قطنی: جز:4،ص:437، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:13،ص:6)

971 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّائِفِىَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ نَبِىُّ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰـہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ التَّکۡبِیۡرُ فِی الۡفِطۡرِ سَبۡعٌ فِی الۡاُوۡلٰی وَخَمۡسٌ فِی الۡاٰخِرَۃِ وَالۡقِرَائَۃُ بَعۡدَھُمَا کِلۡتَیۡھِمَا

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عید الفطر کی پہلی رکعت میں سات تکبیرات ہیں اور دوسری میں پانچ ہیں اور ان میں قرأت دونوں رکعات کے اندر ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 285، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 32، ص: 26)

972 حَدَّثَنَا اَبُوۡ تَوۡبَۃَ الرَّبِیۡعُ بۡنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا سُلَیۡمَانُ یَعۡنِیۡ ابۡنَ حَیَّانَ عَنۡ اَبِیۡ یَعۡلَی الطَّائِفِیِّ عَنۡ عَمۡرِو بۡنِ شُعَیۡبٍ عَنۡ اَبِیۡہِ عَنۡ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُکَبِّرُ فِی الۡفِطۡرِ الۡاُوۡلٰی سَبۡعًا ثُمَّ یَقۡرَاُ ثُمَّ یُکَبِّرُ ثُمَّ یَقُوۡمُ فَیُکَبِّرُ اَرۡبَعًا ثُمَّ یَقۡرَاُ ثُمَّ یَرۡکَعُ قَالَ اَبُوۡ دَاوٗدَ رَوَاہُ وَکِیۡعٌ وَّابۡنُ الۡمُبَارَکِ قَالَا سَبۡعًا وَّخَمۡسًا

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد محترم، دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی پہلی رکعت میں سات تکبیرات فرماتے، پھر قرأت فرماتے پھر تکبیر فرماتے پھر قیام فرما کر چار تکبیرات فرماتے پھر قرأت فرماتے پھر رکوع فرماتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو وکیع اور ابن المبارک نے روایت کیا دونوں نے کہا کہ سات اور پانچ۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 32، ص: 27)

973 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ الۡعَلَاءِ وَابۡنُ اَبِیۡ زِیَادٍ الۡمَعۡنٰی قَرِیۡبٌ قَالَا حَدَّثَنَا زَیۡدٌ یَعۡنِیۡ ابۡنَ حُبَابٍ عَنۡ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ ثَوۡبَانَ عَنۡ اَبِیۡہِ عَنۡ مَکۡحُوۡلٍ قَالَ اَخۡبَرَنِیۡ اَبُوۡ عَآئِشَۃَ جَلِیۡسٌ لِاَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ اَنَّ سَعِیۡدَ بۡنَ الۡعَاصِ سَاَلَ اَبَا مُوۡسَی الۡاَشۡعَرِیَّ وَحُذَیۡفَۃَ بۡنَ الۡیَمَانِ کَیۡفَ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُ فِی الۡاَضۡحٰی وَالۡفِطۡرِ فَقَالَ اَبُوۡ مُوۡسٰی کَانَ یُکَبِّرُ اَرۡبَعًا تَکۡبِیۡرَۃً عَلَی الۡجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَیۡفَۃُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوۡ مُوۡسٰی کَذٰلِکَ کُنۡتُ اُکَبِّرُ فِی الۡبَصۡرَۃِ حَیۡثُ کُنۡتُ عَلَیۡھِمۡ وَ قَالَ اَبُوۡ عَآئِشَۃَ وَاَنَا حَاضِرٌ سَعِیۡدَ بۡنَ الۡعَاصِ

سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں تکبیرات کیسے فرماتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنائز کے اوپر چار تکبیرات فرماتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے اسی طرح میں بصرہ کے اندر تکبیرات کہتا رہا ہوں جب تلک ان کے اوپر حاکم رہا ہوں۔ ابوعائشہ نے فرمایا: میں حضرت سعید بن

عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 973)

شرح: مذاہب اربعہ

عیدین کی تکبیرات میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں: عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت سات تکبیریں کہے ان تکبیرات میں تکبیر رکوع کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں اور ان میں تکبیر قیام کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ان دونوں رکعات کی تکبیریں قرأت سے قبل ہیں۔ (المغنی: جز: 2، ص: 19)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیر تحریمہ کے ساتھ سات تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے ساتھ چھ تکبیریں ہیں۔ (بدایۃ المجتہد: جز: 1، ص: 157)

شافعیہ کا مذہب

شیخ ابواسحاق شیرازی حنبلی متوفی 455ھ لکھتے ہیں:

عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے علاوہ سات تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام اور تکبیر رکوع کے علاوہ پانچ تکبیریں کہے اور دونوں رکعات کی تکبیریں قرأت سے قبل ہیں۔ (المہذب مع المجموع: جز: 5، ص: 15)

احناف کا مذہب

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔

نماز عیدین میں تکبیریں کس طرح پڑھے؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

امام کھڑا ہو کر ایک تکبیر کہہ کر نماز شروع کرے اس کے بعد تین تکبیریں کہے اس کے بعد سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے۔ قرأت سے فراغت پا کر تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ رکوع سے فراغت پا کر سجدہ کرے دوسری رکعت میں کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے۔ قرأت سے فراغت پا کر تین تکبیریں کہے پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر سجدہ کرے پھر تشہد کے بعد

سلام پھیر دے۔(نصب الرایہ:جز:2،ص:111)

احناف کے مذہب پر مزید دلائل یہ ہیں۔

کردوس سے روایت ہے کہ

ذوالحجۃ میں سعید بن العاص آئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قاصد بھیج کر عیدین کی تکبیر کے متعلق سوال کیا۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ اس سوال کا جواب مرحمت فرمائیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کھڑا ہو کر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے اس کے بعد قرأت شروع کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر قرأت کرے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر پر رکوع کرے۔(المصنف:جز:2،ص:174)

علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ

ان کے پاس حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ان دونوں سے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نماز کا طریقہ پوچھا۔

ان دونوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ اس سوال کا جواب دیجئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار تکبیریں کہے پھر قرأت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو پھر قرأت کرے پھر چار تکبیریں کہے۔(المصنف:جز:3،ص:294)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام نے چھ تکبیرات سے زیادہ کہیں تو مقتدی بھی امام کی پیروی کرے مگر تیرہ سے زیادہ میں امام کی پیروی نہیں۔

(ردالمحتار:جز:3،ص:63)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

پہلی رکعت میں امام کے تکبیر کہنے کے بعد مقتدی شامل ہوا تو اسی وقت تین تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام نے قرأت شروع

کردی اور تین ہی کہے اگرچہ امام نے تین سے زیادہ کہی ہوں اور اگر اس نے تکبیریں نہ کہیں کہ امام رکوع میں چلا گیا تو کھڑے کھڑے نہ کہے بلکہ امام کے ساتھ رکوع میں جائے اور رکوع میں تکبیر کہہ لے اور اگر امام کو رکوع میں پایا اور غالب گمان ہے کہ تکبیریں کہہ کر امام کو رکوع میں پالے گا تو کھڑے کھڑے تکبیریں کہے پھر رکوع میں جائے ورنہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور رکوع میں تکبیریں کہے پھر اگر اس نے رکوع میں تکبیریں پوری نہ کی تھیں کہ امام نے سر اٹھالیا تو باقی ساقط ہو گئیں اور اگر امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے بلکہ جب اپنی پڑھے اسی وقت کہے اور رکوع میں جہاں تکبیر کہنا بتایا گیا اس میں ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے بلکہ جب اپنی فوت شدہ پڑھنے کھڑا ہو اس وقت کہے اور دوسری رکعت کی تکبیریں اگر امام کے ساتھ پا جائے تو ٹھیک ورنہ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو پہلی رکعت کے بارے میں مذکور ہوئی۔ (درمختار: ج:3،ص64 تا 66)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

پہلی رکعت میں امام تکبیرات بھول گیا اور قرأت شروع کر دی تو قرأت کے بعد کہہ لے یا رکوع میں اور قرأت کا اعادہ نہ کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:151)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

امام نے تکبیرات زوائد میں ہاتھ نہ اٹھائے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ ہاتھ اٹھائے۔

(فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:151)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام تکبیر کہنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو قیام کی طرف نہ لوٹے نہ رکوع میں تکبیر کہے۔ (ردالمحتار: ج:3،ص:65)

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ

☆ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت پائے کے عالم تھے اللہ تعالیٰ کی یاد میں بہت زیادہ روتے تھے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابھر گئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ سہمی قرشی ہیں آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم آپ رضی اللہ عنہ سے تیرہ سال بڑے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے عالم حافظ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 63ھ حرہ کے واقعہ میں ہوئی یا 73 تہتر میں 67 سڑسٹھ میں مکہ معظمہ میں یا 55 میں طائف میں یا 65 میں مصر میں۔ یعلی ابن عطاء اپنی والدہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے لئے سرمہ تیار رکھتی تھیں تا کہ سرمہ لگا کر سوئیں مگر آپ رضی اللہ عنہ چراغ گل کر دیتے تھے پھر خوف خدا عزوجل سے رویا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابھر گئی تھیں یعنی خراب ہوگئی تھیں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص566 تا 567)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَا يُقْرَأُ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ

باب: عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کیا قرأت کرے

اس باب میں عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں مخصوص سورتیں پڑھنے کی حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

974 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ اَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ مَاذَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ قَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کیا قرأت فرماتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں سورہ قاف والقرآن المجید اور سورہ اقتربت الساعة وانشق القمر قرأت فرماتے تھے۔

(سنن البیہقی الصغری: ج:1، ص:413، سنن الترمذی: ج:2، ص:385، سنن دارقطنی: ج:4، ص:435، شرح السنۃ: ج:1، ص:267)

شرح:

عیدین میں مستحب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون پڑھی جائے یا پہلی میں سبح اسم اور

دوسری میں هل اتك پڑھی جائے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عیدین میں مستحب یہ ہے کہ پہلی میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون پڑھے یا پہلی میں سبح اسم اور دوسری میں هل اتك پڑھے۔ (درمختار: جز:3،ص:61)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْجُلُوسِ لِلْخُطْبَةِ

باب: خطبہ کے لئے بیٹھنا

یہ باب لوگوں کا خطبہ کے لئے بیٹھنے کے حکم میں ہے۔

975 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى السِّينَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ السَّائِبِ قَالَ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّا نَخْطُبُ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّجْلِسَ لِلْخُطْبَةِ فَلْيَجْلِسْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّذْهَبَ فَلْيَذْهَبْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا مُرْسَلٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کے لئے حاضر ہوا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھا دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم خطبہ پڑھیں گے جو چاہتا ہے کہ میں خطبہ کے لئے بیٹھوں تو وہ بیٹھا رہے اور جو چاہتا ہے کہ چلا جاؤں تو اس کو چاہیے وہ چلا جائے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ مرسل ہے۔ عطاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:434، سنن دارقطنی: جز:4،ص:454، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:47،ص:257)

شرح:

اصح قول کے مطابق عیدین کی نماز ان لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہے خطبہ کے علاوہ اس کی تمام شرائط وہی ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں۔ عید کی نماز خطبہ کے بغیر صحیح ہو جاتی ہے مگر گناہ ہوگا جس طرح کہ اسے نماز سے قبل پڑھنا گناہ ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اصح قول کے مطابق عیدین کی نماز ان لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہے خطبہ کے سوا اس کی تمام شرائط وہی ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں۔ عید کی نماز خطبہ کے بغیر بھی صحیح ہو جاتی ہے مگر گناہ ہوگا جیسے کہ اس کو نماز سے پہلے پڑھنا گناہ ہے۔

(نور الایضاح:ص:211)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی 542ھ لکھتے ہیں:

عیدین کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کی صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت۔ جمعہ کا خطبہ قبل از نماز ہے اور عیدین کا بعد از نماز۔ (خلاصۃ الفتاوی: جز:1، ص:213)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبدالله بن السائب رضى الله عنه

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ قرأت کے ماہر تھے مکہ والوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے قرأت سیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی مخزومی ہیں اہل مکہ نے قرأت ان سے سیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہ شہادت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے پہلے مکہ معظمہ میں فوت ہوئے۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8، ص:565)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْخُرُوجِ اِلَى الْعِيدِ فِىْ طَرِيْقٍ وَيَرْجِعُ فِىْ طَرِيْقٍ

باب: عید کی طرف ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے لوٹنا

یہ باب عید کی طرف ایک راستے سے جانے اور دوسرے سے لوٹنے کے حکم میں ہے۔

976 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِىْ ابْنَ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ يَوْمَ الْعِيدِ فِىْ طَرِيْقٍ ثُمَّ رَجَعَ فِىْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن ایک راستہ کو لیا پھر دوسرے راستے سے لوٹے۔

(مستدرک: جز:1، ص:436، سنن البیہقی الکبری: جز:3، ص:309)

راستہ تبدیل کرنا سنت

سنت یہ ہے کہ جس راستہ سے عید گاہ جائے نماز پڑھنے کے بعد اس راستے کے بجائے دوسرے راستے سے واپس جائے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ذکر ہے اس کے علاوہ صحیح بخاری کی حدیث مبارکہ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ تبدیل فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری: جز: 1، ص: 134)

اور ترمذی کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے ایک راستے سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لاتے۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 541)

راستہ تبدیل کرنے کے فوائد کثیرہ

راستہ تبدیل کرنے کے کثیر فوائد ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:

1- دو راستے نمازی کی عبادت اور ذکر پر گواہی دیں۔

2- راستوں میں رہنے والے جن وانس اس کی عبادت پر جانے کے لئے گواہی بروز قیامت دیں۔

3- کئی جگہوں پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اظہار ہو۔

4- دونوں راستوں کے حاجت زدہ لوگوں پر صدقہ اور خیرات کی جائے۔

5- دونوں راستوں پر شعار اسلام کا اظہار ہو۔

☆ قولہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِذَا لَمْ يَخْرُجِ الْاِمَامُ لِلْعِيْدِ مِنْ يَّوْمِهٖ يَخْرُجُ مِنَ الْغَدِ

باب: جب امام عید والے دن نہ نکل سکے تو کل کو نکلے

یہ باب کسی شرعی عذر کی وجہ سے امام کا عید کے دن نہ نکلنے کی وجہ سے دوسرے دن نکلنے کے حکم میں ہے۔ یعنی دوسرے دن پڑھائے۔

977 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ وَحْشِيَّةَ عَنْ اَبِیْ عُمَيْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَكْبًا جَائُوْا اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّفْطِرُوْا وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ يَّغْدُوا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ

ابوعمیر بن انس نے اپنے چچوں سے روایت کیا ہے جو اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں چند سوار نبی کریم ﷺ کے پاس گواہی دینے کے لئے حاضر ہوئے کہ انہوں نے چاند کو دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ روزہ افطار کردیں اور جب صبح ہو تو عیدگاہ کی طرف جائیں۔

(سنن الدارقطنی: ج:5، ص:483)

978 حَدَّثَنَا حَمْزَةُ بْنُ نُصَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ اَخْبَرَنِیْ اُنَيْسُ بْنُ اَبِیْ يَحْيٰى اَخْبَرَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ سَالِمٍ مَوْلٰى نَوْفَلِ بْنِ عَدِیٍّ اَخْبَرَنِیْ بَكْرُ بْنُ مُبَشِّرٍ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ كُنْتُ اَغْدُوْ مَعَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى فَنَسْلُكُ بَطْنَ بَطْحَانَ حَتّٰى نَاْتِیَ الْمُصَلّٰى فَنُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَرْجِعَ مِنْ بَطْنِ بَطْحَانَ اِلٰى بُيُوْتِنَا

بکر بن مبشر انصاری سے روایت ہے کہ میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں عیدگاہ کی طرف عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن جایا کرتا۔ تو ہم بطن بطحان سے ہوتے عیدگاہ کی طرف جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھا کرتے اور بطن بطحان سے اپنے گھروں کو واپس آتے۔

(مستدرک: ج:1، ص:436، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:309، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:44، ص:168)

مذاہب اربعہ

احناف کے نزدیک اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے امام اور قوم سب کی نماز عید فوت ہوجائے تو عیدالفطر کی نماز صرف اگلے دن تک اور عیدالاضحیٰ کی یوم النحر کے آخری تک قضا ہے۔ اسی طرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول لکھے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق عدم قضا کا قول لکھا ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

کسی عذر کے سبب عید کے دن نماز نہ ہوسکی تو دوسرے دن پڑھی جائے اور دوسرے دن بھی نہ ہوئی تو عیدالفطر کی نماز تیسرے دن نہیں ہوسکتی اور دوسرے دن بھی نماز کا وہی وقت ہے جو پہلے دن تھا یعنی ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے نصف النہار شرعی تک اور بلاعذر عیدالفطر کی نماز پہلے دن نہ پڑھی تو دوسرے دن نہیں پڑھ سکتے۔ (درمختار: جز:3، ص:68)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

عیدالاضحیٰ کی نماز عذر کی وجہ سے بارہویں تک بلاکراہت مؤخر کرسکتے ہیں۔ بارہویں کے بعد پھر نہیں ہوسکتی اور بلاعذر دسویں کے بعد مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:152)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام نے نماز پڑھ لی اور کوئی شخص باقی رہ گیا خواہ وہ شامل ہی نہ ہوا تھا یا شامل تو ہوا مگر اس کی نماز فاسد ہوگئی تو اگر دوسری جگہ مل جائے پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا ہاں بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چار رکعت چاشت کی نماز پڑھے۔ (درمختار: جز:3، ص:67)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِيدِ

باب: نمازِ عید کے بعد نماز پڑھنا

یہ باب نمازِ عید کے بعد نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

979 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا ثُمَّ اَتَى النِّسَآءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے لئے باہر تشریف لائے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے دو رکعات پڑھائیں ان سے قبل اور بعد کوئی نماز نہ ادا فرمائی پھر عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے اپنی بالی اور ہار ڈالنا شروع کر دیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:302، صحیح مسلم: جز:4،ص:409، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:27،ص:401)

مذاہب اربعہ

اس بارے میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

احناف کا مذہب

احناف کے نزدیک عید کے دن نماز سے قبل یا بعد میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے چاہے وہ امام ہو یا غیر امام ہو عید سے قبل تو مطلقاً اور عید کے بعد صرف مصلیٰ میں گھر پر پڑھ سکتا ہے۔

شافعیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کراہت صرف امام کے حق میں ہے اور مقتدی کے لئے مطلقاً جائز ہے۔

مالکیہ کا مذہب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام کے حق میں تو کراہت مطلقاً ہے اور مقتدی کے حق میں کراہت اس وقت ہے جب نماز عید مصلیٰ میں ہو اور اگر مسجد میں ہو کسی عذر کی وجہ سے تو پھر مقتدی کے حق میں مکروہ نہیں۔

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ

کراہت خاص موضع صلوٰۃ کے ساتھ خواہ وہ مصلیٰ ہو یا مسجد اس کے علاوہ دوسری جگہ میں مطلقاً جائز ہے۔

مسئلہ

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

عید کے دن عید سے پہلے عید گاہ اور گھر دونوں میں اور نماز کے بعد عید گاہ میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ جمہور کے نزدیک مختار بات یہی ہے۔ (نور الایضاح: ص:212)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نمازِ عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے۔ عید گاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہیں۔ یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز ہو جانے کے بعد پڑھے اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعات پڑھے۔ یہ احکام خواص کے ہیں عوام اگر نفل پڑھیں اگرچہ نماز عید سے پہلے اگرچہ عید گاہ میں انہیں منع نہ کیا جائے۔ (درمختار: جز: 3، ص 57 تا 60)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِيدَ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا كَانَ يَوْمُ مَطَرٍ

باب: جب بارش ہو تو لوگوں کا مسجد کے اندر عید نماز پڑھنا

یہ باب بارش ہونے کی وجہ سے لوگوں کا مسجد کے اندر عید نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

980 حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ح و حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِّنَ الْفَرَوِيِّينَ وَسَمَّاهُ الرَّبِيعُ فِي حَدِيثِهِ عِيسَى بْنَ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ أَبِي فَرْوَةَ سَمِعَ أَبَا يَحْيَى عُبَيْدَ اللَّهِ التَّيْمِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ جُمَّاعُ أَبْوَابِ صَلٰوةِ الِاسْتِسْقَاءِ وَتَفْرِيعِهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار عید کے دن بارش ہوئی تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔

(مستدرک: جز: ؟؟ ص: 435، سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 271، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 310)

شرح:

حکم یہ ہے کہ عید کی نماز عید گاہ میں پڑھی جائے مگر عذر کی وجہ سے یعنی جب بارش ہو جائے تو مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ تب ہے کہ وہ لوگ پہلے عید گاہ میں پڑھتے ہوں ورنہ شہروں میں اکثر جگہوں پر مساجد میں پہلے سے ہی عید نماز پڑھی جاتی ہے۔

☆ **قولہ عن ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

جماع ابواب صلوٰۃ الاستسقاء و تفریعھا

نماز استسقاء اور اس کے احکام کے ابواب کا مجموعہ

یہاں سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نماز استسقاء اور اس کے احکام بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جماع اصل میں بروزن کتاب و رمان دونوں طرح درست ہے بمعنی جامع یا مجموع۔ یہی لفظ ابواب الامامت میں آیا تھا اب یہاں بھی آیا ہے۔

چند ابحاث

نماز استسقاء شروع کرنے سے پہلے چند ابحاث کا ذکر کرنا ضروری ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی بحث: استسقاء کا معنیٰ

لفظ استسقاء سقی سے ماخوذ ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

سقی کا معنیٰ ہے پینے سے حصہ، کہا جاتا ہے یعنی تمہاری زمین کے پینے کا کس قدر حصہ ہے۔ (لسان العرب: ج:14، ص:391)

ایک اور مقام پر رقم ہیں۔

استسقاء کا معنیٰ ہے پانی کو طلب کرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ وہ شہروں میں اور اپنے بندوں پر بارش کا نزول فرمائے۔ (لسان العرب: ج:14، ص:393)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

استسقاء کے معنی ہیں بارش یا سیرابی مانگنا۔ شریعت میں دعائے بارش کو استسقاء کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت کی جائے۔

(مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:375)

دوسری بحث: استسقاء کی مشروعیت

نماز استسقاء کی مشروعیت 6ھ میں ہوئی ہے۔

تیسری بحث: استسقاء کی تین صورتیں

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

استسقاء کی تین صورتیں ہیں: صرف دعائے بارش کرنا نوافل پڑھ کر دعا کرنا۔
باقاعدہ جنگل میں جا کر نماز باجماعت پڑھنا بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ دعا مانگنا۔
چادر الٹی کرنا۔
یہ تینوں طریقے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:2،ص:375)

چوتھی بحث: نماز استسقاء کے متعلق مذاہب

نماز استسقاء کے بارے میں آئمہ اربعہ کے مذاہب درج ذیل ہیں:

آئمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:
آئمہ ثلاثہ اور امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب بارش نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ج:1،ص:358)

احناف کا مذہب

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں:
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے: استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھ لیں تو جائز ہے اور استسقاء دعا اور استغفار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ (نوح:10تا11)
اپنے رب عزوجل سے استغفار کرو وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔
حضرت نوح علیہ السلام کی مسلسل تبلیغ کے بعد جب قوم آپ کی تکذیب کرتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی اور چالیس سال تک ان کی عورتیں بچہ پیدا نہ کرسکیں۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہریالی عطا فرمائے گا اور خشک سالی کو ان سے دور کردے گا اور اس آیت کریمہ سے استدلال کا باعث یہ ہے کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے اور ہم سے پہلی شریعت کا جو حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر انکار کے بیان فرمائیں وہ حجت ہوتا ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر: ج:2،ص:58)

پانچویں بحث: نماز استسقاء کا حکم

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

استسقاء کی نماز جماعت سے جائز ہے مگر جماعت اس کے لئے سنت نہیں چاہیں جماعت سے پڑھیں یا تنہا تنہا دونوں طرح اختیار ہے۔ (درمختار: جز:3، ص:83)

چھٹی بحث: نماز استسقاء کا طریقہ

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

استسقاء کے لئے پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر تذلل وخشوع وخضوع وتواضع کے ساتھ سر برہنہ پیدل جائیں اور پا برہنہ ہوں تو بہتر اور جانے سے پیشتر خیرات کریں۔ کفار کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہ جاتے ہیں رحمت کے لئے اور کافر پر لعنت اترتی ہے تین دن پیشتر روزے رکھیں اور توبہ واستغفار کریں پھر میدان میں جائیں اور وہاں توبہ کریں اور زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے کریں اور جن کے حقوق اس کے ذمہ ہیں سب ادا کرے یا معاف کرائے۔ کمزوروں، بوڑھوں، بڑھیوں، بچوں کے توسل سے دعا کرے اور سب آمین کہیں کہ صحیح بخاری شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں روزی اور مدد کمزوروں کے ذریعے ملتی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

اگر جوان خشوع کرنے والے اور چوپائے چرنے والے اور بوڑھے رکوع کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر شدت سے عذاب کی بارش ہوتی۔

اس وقت بچے اپنی ماؤں سے جدا رکھے جائیں اور مویشی بھی ساتھ لے جائیں غرضیکہ توجہ رحمت کے تمام اسباب مہیا کریں اور تین دن متواتر جنگل کو جائیں اور دعا کریں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام دو رکعت جہر کے ساتھ نماز پڑھائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری میں ھل اتك پڑھے اور نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور خطبہ میں دعا وتسبیح واستغفار کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کردے کہ حال بدلنے کی فال ہو۔ خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے دعا کرے بہتر وہ دعائیں ہیں جو احادیث مبارکہ میں وارد ہیں اور دعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور پشت دست جانب آسمان رکھے۔ (بہار شریعت: جز:1، ص:794)

981 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ لِيَسْتَسْقِيَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ بِالْقِرَائَةِ فِيهِمَا وَحَوَّلَ رِدَائَهُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا وَاسْتَسْقَى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

عباد بن تمیم نے اپنے چچا محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز استسقاء کے لئے تشریف لائے پس

آپ ﷺ نے لوگوں کو دو رکعات پڑھائیں ان دونوں میں جہراً قرأت فرمائی اور اپنی چادر اقدس کو پلٹا اور اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو بلند فرما کر بارش کی دعا کی اور قبلہ کی طرف چہرہ اقدس فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4، ص:142، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:41، ص:66)

982 حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ وَيُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ الْمَازِنِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَمَّهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَسْتَسْقِي فَحَوَّلَ اِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ يَدْعُو اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَائَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَالَ ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ وَقَرَاَ فِيهِمَا زَادَ ابْنُ السَّرْحِ يُرِيدُ الْجَهْرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ قَالَ قَرَاْتُ فِي كِتَابِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ يَعْنِي الْحِمْصِيَّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِاِسْنَادِهِ لَمْ يَذْكُرِ الصَّلٰوةَ قَالَ وَحَوَّلَ رِدَائَهُ فَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْاَيْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْسَرَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

عباد بن تمیم مازنی سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے چچا محترم سے سنا اور وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ تھے۔ وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک دن نماز استسقاء کے لئے تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف پشت انور کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ حضرت سلیمان بن ابوداؤد فرماتے ہیں: قبلہ کی طرف رخ انور فرمایا اور اپنی رداء اقدس کو الٹا فرمایا پھر دو رکعات پڑھائیں۔ ابن ابی ذئب فرماتے ہیں: ان دونوں میں قرأت فرمائی۔ ابن سرح نے اضافہ کیا کہ جہراً۔ محمد بن مسلم نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے انہوں نے نماز کا ذکر نہیں فرمایا اور اپنی رداء اقدس کو لیا۔ اس کا دایاں پلو اپنے بائیں شانہ اقدس پر اور بایاں پلو اپنے دائیں شانہ اقدس پر ڈالا پھر اللہ عزوجل سے طلب کی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:348، سنن النسائی: جز:5، ص:421، شرح السنۃ: جز:1، ص:280)

983 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ قَالَ اسْتَسْقَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ لَهُ سَوْدَاءُ فَاَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَاْخُذَ بِاَسْفَلِهَا فَيَجْعَلَهُ اَعْلَاهَا فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلَبَهَا عَلٰى عَاتِقِهِ

عباد بن تمیم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ استسقاء کے لئے تشریف

لائے اور آپ ﷺ پر کالی رداء اقدس تھی رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اس کے نیچے والے حصہ کو اوپر کر دوں۔ پس جب ثقل محسوس ہوا تو اس کو اپنی گردن اقدس پر ڈالا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:420، سنن النسائی: جز:5، ص:417، شرح السنۃ: جز:1، ص:281)

984 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَحْوَهُ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كِنَانَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَرْسَلَنِي الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ قَالَ عُثْمَانُ ابْنُ عُقْبَةَ وَكَانَ أَمِيرَ الْمَدِينَةِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الِاسْتِسْقَاءِ فَقَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا حَتّٰى أَتَى الْمُصَلّٰى زَادَ عُثْمَانُ فَرَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَلَمْ يَخْطُبْ خُطَبَكُمْ هٰذِهِ وَلٰكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّكْبِيرِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا يُصَلِّي فِي الْعِيدِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْإِخْبَارُ لِلنُّفَيْلِيِّ وَالصَّوَابُ ابْنُ عُقْبَةَ

ہشام بن اسحاق بن عبداللہ بن کنانہ سے روایت ہے کہ مجھے ولید بن عتبہ نے بھیجا۔ فرماتے ہیں: عثمان بن عقبہ وہ امیر مدینہ منورہ تھے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس رسول اللہ ﷺ کی نماز استسقاء کا پتہ کرنے کے واسطے بھیجا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے واسطے عاجزی والے لباس میں عاجزی وانکساری کرتے ہوئے تشریف لائے۔ عثمان نے اضافہ کیا کہ منبر کے اوپر تشریف فرما ہوئے۔ تمہارے ان خطبوں کی طرح نہ پڑھا لیکن دعا میں گڑگڑائے اور تکبیر میں مصروف عمل رہے پھر دو رکعات پڑھائیں جس طرح عید میں نماز پڑھائیں۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ خبر نفیلی کی ہے اور درست ابن عتبہ ہے۔

(مستدرک: جز:1، ص:474، معجم الکبیر: جز:10، ص:331، سنن ابن ماجہ: جز:4، ص:141، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:344)

شرح: نماز استسقاء کی قرأت میں مذاہب

آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز استسقاء کی قرأت جہراً ہوگی۔

رداء الٹنے کا طریقہ

☆ **قوله وحول ردائه وجعل عطافه الايمن على عاتقة الايسر الخ**

نبی کریم ﷺ نے چادر کا کنارہ جو دائیں شانہ اقدس پر اس کو بائیں پر کر لیا اور جو بائیں شانہ اقدس پر تھا اس کو دائیں پر کر لیا یہی طریقہ سنت ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

نماز استسقاء نماز عید کی طرح جنگل میں پڑھی جائے باجماعت اس میں قرأت بلند آواز سے ہو بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ ق اور دوسری میں غاشیہ پڑھی جائے بعد میں خطبہ ہو پھر قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی جائے اور دعا میں اپنی چادر الٹی کی جائے کہ خدایا جیسے چادر کا رخ بدل گیا ایسے ہی موسم کا رخ بدل دے۔ یہ تمام چیزیں سنت ہیں ہاں سنت مؤکدہ نہیں کیونکہ حضور انور ﷺ نے کبھی یہ نماز ادا کی ہے کبھی صرف دعا مانگی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2،ص:375)

نبی کریم ﷺ کی چادر شریف چار گز لمبی اور دو گز ایک بالشت چوڑی تھی

نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک چار گز لمبی اور دو گز ایک بالشت چوڑی تھی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کی چادر شریف چار گز لمبی اور دو گز ایک بالشت چوڑی تھی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:375)

☆ **قوله وعليه خميصة له سوداء فاراد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ياخذ اسفلها الخ**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کی بناء پر علماء فرماتے ہیں کہ

اگر چادر فراخ ہو تو اس طرح پلٹے کہ نچلا حصہ اوپر کرے اور اگر تنگ ہو تو صرف بایاں کنارہ ہی بائیں طرف ڈال لے۔

خیال رہے کہ چادر پلٹنا صرف امام کا کام ہے مقتدی یہ نہ کریں گے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا حکم نہ دیا اور نہ انہوں نے یہ کام کیا۔

مرقاۃ نے فرمایا: دوسرے خطبہ میں چادر الٹے اور اگر نماز و خطبہ ادا نہیں کیا ہے تو دعا میں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2،ص:377)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

☆ **عن عبدالله بن زيد رضى الله عنه**

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والدین بھی صحابی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بدر میں شرکت نہ فرما سکے تھے مگر غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہی وحشی کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

یہ عبداللہ بن زیاد ابن عاصم ابن مازنی انصاری ہیں خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی صحابی۔ آپ رضی اللہ عنہ بدر میں شریک نہ تھے احد میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وحشی کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ یہ عبداللہ ابن زیاد ابن عبدربہ نہیں ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی وہ بھی انصاری ہیں مگر وہ بیعت عقبہ اور جنگ بدر وغیرہ میں شریک ہوئے۔

(مرآۃ المناجیح: ج:2،ص:375)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِي اَيِّ وَقْتٍ يُحَوِّلُ رِدَائَهُ اِذَا اسْتَسْقَى

باب: اپنی چادر کو الٹنے کا وقت جب استسقاء کے لئے نکلے

یہ باب استسقاء کے لئے نکلتے وقت جب قبلہ رو ہوں تو چادر کو الٹنے کے متعلق ہے۔

985 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي وَاَنَّهُ لَمَّا اَرَادَ اَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ حَوَّلَ رِدَائَهُ

عباد بن تمیم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کی نماز کے واسطے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعا کا ارادہ فرمایا تو قبلہ کی جانب رخ انور فرمایا پھر اپنی چادر اقدس کو الٹ دیا۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:41، ص:68)

986 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ الْمَازِنِيَّ يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى وَحَوَّلَ رِدَائَهُ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

عباد بن تمیم فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کی نماز کے واسطے تشریف لائے جب رخ انور قبلہ کی طرف کیا تو اپنی چادر اقدس کو الٹ دیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:344، سنن النسائی: جز:5، ص:425)

شرح:

☆ **قوله وانه لما اراد ان يدعو استقبل القبلة ثم حول ردائه**

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو الٹنے کا عمل قبلہ رخ ہونے کے بعد فرمایا حالانکہ احناف کے نزدیک تو چادر الٹنے کا عمل قبلہ رخ ہونے سے مقدم ہے کیونکہ ان کے نزدیک نماز استسقاء کا طریقہ ہی یہی ہے کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھی جائے پھر نماز سے فراغت پا کر امام لوگوں کو خطبہ دے اور خطبہ کے دوران چادر کو الٹے پھر خطبہ مکمل ہونے کے بعد امام قبلہ رخ ہو کر طلب کرے۔ اس وجہ سے اس حدیث مبارکہ کی توجیہ یہ ہے کہ یہاں یہ لفظ ثم کو واؤ کے معنیٰ میں لیا جائے تا کہ مخالفت ترتیب کا اشکال رفع ہو جائے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ

باب: دونوں ہاتھوں کو استسقاء میں اٹھانا

یہ باب دونوں ہاتھوں کو استسقاء میں اٹھانے کے حکم میں ہے۔

987 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ وَعُمَرَ بْنِ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى بَنِي آبِي اللَّحْمِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ قَرِيبًا مِنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا يَدْعُو يَسْتَسْقِي رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهِ لَا يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهُ

حضرت عمیر مولیٰ بنی ابی اللحم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارش طلب کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احجار زیت کے پاس کھڑے ہو کر زوراء کے قریب بارش کی دعا فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سامنے اٹھایا ہوا تھا اور وہ سر اقدس سے متجاوز نہ تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 987)

988 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَوَاكِي فَقَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيئًا مَرِيعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ قَالَ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں لوگ روتے ہوئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! ہم پر بارش کا نزول فرما، حاجت کو پوری کرنے والی، اچھے انجام والی، سبزہ اگانے والی، نقصان والی نہ ہو، نفع والی، جلدی آنے والی، دیر نہ کرنے والی ہو۔ فرمایا کہ ان پر بادل آگئے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 475، صحیح ابن خزیمہ: جز: 2، ص: 335، مسند ابی عوانہ: جز: 2، ص: 123، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 24، ص: 390)

989 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الدُّعَاءِ إِلَّا فِي الِاسْتِسْقَاءِ فَإِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے علاوہ کسی دعا میں ہاتھ بلند نہ فرماتے اس لیے کہ

دونوں ہاتھ اس قدر بلند فرماتے حتیٰ کہ بغلوں کی سفید دکھائی دینے لگ جاتی۔

(سنن ابن ماجہ: ج:4،ص:20،سنن الدارقطنی: ج:5،ص:72،سنن النسائی: ج:5،ص:429،صحیح ابن حبان: ج:7،ص:113)

990 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَسْقِي هَكَذَا يَعْنِي وَمَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ بُطُونَهُمَا مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بارش کے لئے دعا طلب فرمائی یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو اونچا فرمایا اور اپنی ہتھیلیوں کو زمین کی طرف رکھا حتیٰ کہ میں نے بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:357،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:18،ص:218)

991 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنِي مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ بَاسِطًا كَفَّيْهِ

محمد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ مجھے خبر دی اس نے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احجار زیت کے پاس دعا کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلایا۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:51،ص:289)

992 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ نِزَارٍ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مَبْرُورٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ شَكَا النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوطَ الْمَطَرِ فَأَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهُ فِي الْمُصَلَّى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَمِدَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتِئْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبَّانِ زَمَانِهِ عَنْكُمْ وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَدْعُوهُ وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَسْتَجِيبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى حِينٍ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ حَتَّى بَدَا بَيَاضُ إِبْطَيْهِ ثُمَّ حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَقَلَبَ أَوْ حَوَّلَ رِدَاءَهُ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَأَنْشَأَ اللَّهُ سَحَابَةً

فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَمْ يَاْتِ مَسْجِدَهُ حَتّٰى سَالَتِ السُّيُولُ فَلَمَّا رَاٰى سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ وَّاَنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيبٌ اِسْنَادُهُ جَيِّدٌ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَقْرَئُوْنَ (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) وَاِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ حُجَّةٌ لَهُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں لوگوں نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مصلّٰی میں منبر شریف رکھ دیا گیا۔ اور مقرر شدہ دن میں لوگ باہر آ گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سورج دکھائی دیتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر رونق افزاء ہوئے تکبیر کہی اور اللہ عزوجل کی حمد کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے خشک سالی اور کئی دنوں سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے دعا کرو اور اس نے تم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ تمہاری دعاؤں کو مستجاب فرمائے۔ پھر ارشاد فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، لا اله الا الله يفعل مايريد اللهم انت الله لا اله الا انت الغنى ونحن الفقراء انزل علينا الغيث واجعل ماانزلت لنا قوة وبلاغا الى حين" پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا، مسلسل بلند کیے رہے کہ بغلوں کی سفید دکھائی دینے لگ گئی پھر لوگوں کی طرف پشت اقدس فرما کر اپنی چادر کو الٹا دیا اس حال میں کہ اپنے ہاتھوں کو اٹھایا ہوا تھا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور نیچے تشریف لا کر دو رکعات پڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو ظاہر فرما دیا جن میں گرج اور چمک ظاہر ہوئی پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے برسنے لگے۔ اپنی مسجد کو نہ تشریف لائے تھے حتیٰ کہ نالیاں بہنے لگ گئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی جلدی کو ملاحظہ فرمایا تو مسکرا دیئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان اقدس دکھائی دینے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد جید ہیں اہل مدینہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قرأت کرتے تھے اور یہ حدیث ان کی حجت ہے۔

(مستدرک: ج:1، ص:476، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:349، مسند ابی عوانہ: ج:2، ص:121، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:13، ص: 58)

993 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَيُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَحْطٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُنَا يَوْمَ جُمُعَةٍ اِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ

الْكُرَاعُ هَلَكَ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّسْقِيَنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا قَالَ اَنَسٌ وَّاِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيحٌ ثُمَّ اَنْشَاَتْ سَحَابَةً ثُمَّ اجْتَمَعَتْ ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَاءُ عَزَالِيَهَا فَخَرَجْنَا نَخُوضُ الْمَاءَ حَتّٰى اَتَيْنَا مَنَازِلَنَا فَلَمْ يَزَلِ الْمَطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّحْبِسَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَنَظَرْتُ اِلَى السَّحَابِ يَتَصَدَّعُ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَاَنَّهُ اِكْلِيلٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ شَرِيْكِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ نَمِرٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ بِحِذَاءِ وَجْهِهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِنَا وَسَاقَ نَحْوَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے آپ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! گھوڑے ہلاک ہو گئے، بکریاں ہلاک ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ بارش نازل فرمائے۔ آپ ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں کو بلند فرما کر دعا فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آسمان شیشے کی مانند صاف تھا ہوا چلنے لگ گئی پھر بادل ظاہر ہوئے پھر بادل جمع ہوئے پھر آسمان نے اپنا غرال نکال دیا ہم نکلے ہم کو پانی نے آلیا حتیٰ کہ پانی میں بھیگ کر اپنے گھروں کو آئے۔ دوسرے جمعہ تک مسلسل بارش نازل ہوتی رہی وہی شخص یا کوئی دوسرے نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! گھر منہدم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ اس کو روک دے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا۔ میں نے دیکھا کہ بادل ٹکڑے ہو کر مدینہ طیبہ کے اردگرد ہو گئے گویا کہ حلقہ ہیں۔

عبداللہ بن ابونمر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حدیث عبدالعزیز کی طرح ذکر کر کے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اپنے محاذی اٹھا کر کہا۔ اے اللہ عزوجل ہم پر بارش کا نزول فرما۔ آگے باقی حدیث بیان کی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:356)

994 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ ح و حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَسْقَى قَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ هٰذَا لَفْظُ حَدِيْثِ مَالِكٍ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد محترم، دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب استسقاء کی دعا فرماتے تو کہا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! اپنے بندوں اور اپنے جانوروں کو پانی پلا دے اور اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنے مردوں شہروں کو زندگی عطا فرما۔ یہ لفظ حدیث مالک کے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:356،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:32،ص:28)

شرح:

احناف کے نزدیک خطبہ مکمل ہونے کے بعد امام کو چاہئے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرے اور شافعیہ کے نزدیک دعا ہاتھوں کو بلند کرنے کے ساتھ ہی ہوگی مگر پہلے خطبہ میں اولیٰ لوگوں کی طرح متوجہ ہو کر ہوگی کیونکہ شافعیہ کے نزدیک نماز استسقاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھے نماز کے بعد امام لوگوں کو دو خطبے دے۔ پہلے خطبہ میں دعا استسقاء کرے پھر دوسرے خطبہ کے دوران قبلہ رخ ہو اور چادر کو الٹ دے اور اپنے خطبہ کو مکمل کر کے فراغت پالے۔

احجار الزیت کیوں فرمایا گیا؟

☆ **قوله انه راى النبى صلى الله عليه وسلم يستسقى عند احجار الزيت الخ**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

احجار الزیت مدینہ منورہ کے حرہ کا ایک حصہ ہیں کیونکہ وہاں کے پتھر کالے چکنے اور چمکدار ہیں گویا ان پر تیل مل دیا گیا ہے اس لیے اس کو احجار الزیت کہتے ہیں تیلے ملے ہوئے پتھر۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2،ص:378)

☆ **قوله قائما يدعو يستسقى رافعا يديه قبل وجهه لايجاوز بهما راسه**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس وقت نماز نہ پڑھی صرف دعا مانگی اور ہاتھ سر کے مقابل رکھے۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ نے کبھی ہاتھ مبارک سر کے برابر رکھے ہیں کبھی سر سے بھی اونچے اٹھائے ہیں لہٰذا یہ حدیث سر سے اونچے اٹھانے کی حدیث کے خلاف نہیں کہ کبھی وہ عمل تھا کبھی یہ۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2،ص:378)

☆ **قوله بواكى فقال اللهم اسقنا غيثا مغيثا الخ**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

مواکات توکع اتکاء یہ سب ایک ہی مادہ سے بنے ہیں جس کے معنی ہیں اعتماد کرنا، ٹیک لگانا، اٹھانا، پھیلانا، یہاں آخری دو معنی ہیں یعنی آپ ہاتھ اٹھائے اور پھیلائے ہوئے تھے یہ ہے دعائے محبوبانہ اور وہ ہے قبولیت حبیبانہ، محبوب نے کہا بارش میں

دیر نہ لگے چاہنے والے رب عزوجل نے فرمایا: فوراً لو۔ جن احادیث مبارکہ میں ہے کہ انسان دعا میں جلدی نہ کرے وہاں عبدیت کی تعلیم یا یہ مطلب ہے کہ ظہور قبولیت میں اگر دیر لگے تو دعا دل سے نہ ہو اور لوگوں سے رب عزوجل کی شکایت نہ کرے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2،ص:379)

☆ **قوله قالت شكا الناس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ**

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو سیدھا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوتے اور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں وسیلہ سمجھتے تھے اور اپنی حاجت کو آقائے دو عالم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں پیش کرتے۔ ان مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اعتقاد یہ تھا کہ جو بھی مصیبتیں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں اسی در اقدس ﷺ سے ہوتی ہیں کیا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس آیت کریمہ "**ادعونی استجب لکم**" کا علم نہ تھا یا بدعت وشرک کر رہے تھے، ایسی بات نہیں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ضرور علم تھا مگر ان مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعد میں آنے والی امت کے لئے نبی کریم ﷺ اور بزرگوں سے وسیلہ کو جائز کا سبق دینا تھا کہ اے لوگو جس طرح ہم پریشان اور مصیبت زدہ ہو کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اور ہماری حاجات پوری ہو جاتی ہیں اسی طرح تم بھی کیا کرنا تمہاری حاجات بھی پوری ہو جایا کریں گی۔ لہٰذا وہ مخالفین اس حدیث مبارکہ سے عبرت پکڑیں جو وسیلہ کو ناجائز وبدعت وشرک کہتے ہیں اب یہاں پر وسیلہ کے جواز کو ثابت کیا جاتا ہے۔

وسیلہ کا معنیٰ

وسیلہ کے معنیٰ میں علماء کرام کے درج ذیل اقوال ہیں:

سید جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی کا قول:

سید جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے: جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(لسان العرب: جز:11،ص:725)

علامہ محمد بن اثیر جزری کا قول:

علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شے کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(نہایہ: جز:5،ص:185)

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری کا قول:

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی 398ھ لکھتے ہیں:

جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (الصحاح: ج:5: ص:1841)

قرآن مجید سے وسیلہ کا ثبوت

قرآن مجید میں کئی آیات کریمہ ایسی ہیں جن سے وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

آیت نمبر:1

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء:64)

اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول بھی ان کی سفارش کریں تو بے شک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آکر استغفار کریں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کریں کہ آپ ﷺ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ

ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الآیۃ

اور میں آپ ﷺ کے پاس آگیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں پھر اس نے دو شعر پڑھے۔

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں۔
جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے۔
میری جان اس روضہ انور پر فدا جس میں آپ ساکن ہیں۔
اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے۔

پھر وہ اعرابی چلا گیا۔

عتبی بیان کرتے ہیں کہ

مجھ پر نیند غالب آ گئی میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ عزوجل نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص328 تا 329)

معروف دیوبندی عالم شیخ محمد سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں:

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیماً و حدیثاً اس کو نقل کیا ہے۔

اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ

مواہب میں بہ سند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل، اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ○

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب عزوجل کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے۔

اور محمد بن حرب کی وفات 228ھ میں ہوئی۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب: ص:254)

اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت لکھ کر فرماتے ہیں:

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں حیات ہوں۔ (آب حیات: ص:40)

اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن: ج:10، ص:330)

ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت، مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ اس معنیٰ میں صریح ہے۔ (شفا السقام: ص:128)

اور خیر القرون میں یہ کاروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(تسکین الصدور: ص365 تا 366)

مفتی محمد شفیع متوفی 1396ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت کریمہ اگر چہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس ﷺ پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن: ج:2، ص:460)

آیت نمبر:2

قرآن مجید میں ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ٥

(مائدہ:35)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

☆ اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔

آیت نمبر:3

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ

(التوبہ:103)

ترجمہ: اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعے انہیں پاک وصاف کرو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور انور ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

آیت نمبر:4

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (جمعہ:2)

وہی جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جوان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں اور انہیں پاک فرماتے ہیں اوران کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

☆اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پاک وصاف فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمٰی ہیں۔

آیت نمبر:5

قرآن مجید میں ہے: وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (البقرہ:89)
اوراس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی 68ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یہود حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن مجید کے نزول سے اپنے دشمنوں اسد غطفان مزینہ اور جہینہ کے قبائل کے خلاف اللہ تعالیٰ سے نبی کریم ﷺ اور قرآن مجید کے توسل سے حصول فتح کے لئے دعائیں کرتے تھے لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات وخصوصیات کو وہ اپنی کتابوں میں پہچان چکے تھے تشریف لے آئی تو اس کا انکار کر دیا پس (اس کفر کی وجہ سے) کافر یہود پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور لعنت ہو۔ (تنویر المقیاس عن تفسیر ابن عباس:ص:13)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

یہود نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل اوس اور خزرج پر فتح حاصل کرنے کے لئے آپ ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے عربوں میں سے آپ ﷺ کو بعثت عطا فرمائی تو انہوں نے (حسد کے طور پر) آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور اس بات سے مکر گئے جس کا وہ خود اقرار کیا کرتے تھے ان یہودیوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بنوسلمہ کے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے طبقہ یہود اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو جب تم ہم پر فتح یابی کے لئے محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے حالانکہ اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ نبی عنقریب مبعوث ہوگا اور تم ہمیں اس کی صفات بیان کرتے تھے۔ (جامع البیان:جز:1ص:325)

امام ابومنصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی 333ھ لکھتے ہیں:

یہود نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے یوں دعا کرتے تھے اے اللہ عزوجل اپنے اس نبی کے وسیلہ جسے تو نے ابھی مبعوث فرمانا ہے ہماری مدد فرمالیکن جب حضور انور ﷺ ان کی خواہشات اور امیدوں کے مطابق نہ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

(تاویلات اہل السنۃ:جز:1ص:70)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنوقریظہ اور بنونضیر کے یہود کفار کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یوں فتح کی دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عزوجل! ہم نبی امی کے وسیلہ سے تجھ سے نصرت طلب کرتے تھے تو ہماری مدد فرما تو ان کی مدد کی جاتی اور جب وہ نبی آ گئے جن کو وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے ان کا کفر کیا۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس طرح دعا کا ذکر کیا ہے۔ اے اللہ عزوجل! اپنے اس نبی کے وسیلہ سے ہماری مدد فرما اور اس کتاب کے وسیلہ سے جو تو ان پر نازل کرے گا تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو ان کو آخر زمانہ میں مبعوث فرمائے گا۔ (درمنثور: ج: 1، ص: 88)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی 1367ھ لکھتے ہیں:

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود اپنے حاجات کے لئے حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔ اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی یارب عزوجل! ہمیں امی نبی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔

مسئلہ

اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان کے حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جہان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اس وقت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی سے دعا قبول ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان: ص: 25)

اس آیت کریمہ اور اقوال سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقبولان بزرگوں کے وسیلہ سے دعائیں مانگنا جائز ہے۔

آیت نمبر: 6

قرآن مجید میں ہے:

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ (البقرہ: 37)

پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

☆ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے چند کلمات سیکھے اور ان کے وسیلہ سے توبہ قبول ہوئی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:

اے رب عزوجل! کیا تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں!

کہا: کیا تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح نہیں پھونکی؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں!

کہا: کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں رکھا؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں!

عرض کیا: اے رب عزوجل! کیا تیری رحمت غضب پر غالب نہیں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں!

عرض کیا: یہ بتا کہ اگر میں توبہ کروں اور اصلاح کروں تو کیا تو مجھے اپنی جنت کی طرف لوٹا دے گا؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

حضرت قتادہ اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: یہ کلمات وہ ہیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَo (الاعراف:23)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (جامع البیان: جز:1، ص:193)

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے بیان کیا کہ وہ کلمات یہ ہیں۔

اے اللہ عزوجل! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ میں کہتا ہوں۔ اے میرے رب عزوجل! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، سو مجھے بخش دے تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ میں کہتا ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھ پر رحم فرما بے شک تو سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیری تسبیح اور حمد کے ساتھ کہتا ہوں۔ اے رب عزوجل! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو میری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بے حد رحیم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جز:1، ص:142)

آیت نمبر: 7

قرآن مجید میں ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (البقرہ:144)

بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں

گے جس پر آپ راضی ہیں۔

☆اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے کعبہ معظّمہ قبلہ بنا۔ جب کعبہ معظّمہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ کا محتاج ہے تو دوسری چیزیں تو دور کی بات ہیں وہ کیونکر نبی کریم ﷺ کے وسیلہ کی محتاج نہ ہوں گی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کعبہ معظّمہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ بے شک ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ (جامع البیان: جز:2،ص:13)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا اور یہ نہیں بیان کیا تھا کہ کس سمت آپ کو پھیرے گا اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب یہ تھا کہ کعبہ معظّمہ کو قبلہ بنا دیا جائے اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ اقدس کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کر رہے تھے۔ (جامع البیان: جز:2،ص:14)

آیت نمبر:8

قرآن مجید میں ہے:

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا (الکھف:82)

اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے یہ ارادہ کیا کہ وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں۔

☆اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں کو جو مال عطا ہوا اس کی وجہ ایک تو نیک باپ کا وسیلہ تھا دوسرا حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیوار بنانا اور مال کو محفوظ کرنا تھا کہ جب یہ اپنی جوانی کو پہنچیں گے تو اپنا خزانہ لے لیں گے لہٰذا ثابت ہوا کہ مقدس بزرگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوتا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ان دو یتیم لڑکوں کا نام صریم اور اصرم تھا۔ انسانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ نہ ہو اور حیوانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کی ماں نہ ہو۔

اور جوان یتیم بچوں کا خزانہ تھا اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اس خزانے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

1- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:
وہ خزانہ سونے اور چاندی کا تھا۔

2- عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر لکھا ہوا تھا اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر وہ رنج و غم کرتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو دوزخ پر یقین رکھتا ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو موت پر ایمان رکھتا ہے وہ کیسے خوش ہوتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو رزق پر یقین رکھتا ہے وہ کیوں خود کو تھکاتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو حساب پر یقین رکھتا ہے وہ کیوں غفلت کرتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا کو الٹتے پلٹتے دیکھتا ہے وہ کیسے دنیا پر مطمئن ہوتا ہے۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ محمد میرے بندے اور رسول ہیں اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے میں واحد ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے میں نے خیر اور شر کو پیدا کیا ہے اس کے لئے خوشی ہو جس کو میں نے خیر کے لئے پیدا کیا اور اس خیر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا اور اس کے لئے تباہی ہو جس کو میں نے شر کے لئے پیدا کیا اور اس شر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا۔

3- العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد علم کا خزانہ ہے۔
حضرت مجاہد اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہما نے کہا:
اس سے مراد وہ صحائف ہیں جن میں علم ہو۔
ابن الانباری نے کہا:
اس تقدیر پر معنیٰ یہ ہے کہ اس دیوار کے نیچے خزانہ کی مثل تھی کیونکہ اموال کی بہ نسبت علم زیادہ نفع آور ہے۔
زجاج نے کہا:
لغت میں معروف یہ ہے کہ جب صرف خزانے کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد ہوتا ہے وہ مال جس کا ذخیرہ کر کے اس کو دفن کیا جاتا ہو اور جب مال نہ ہو تو کہا جاتا ہے فلاں شخص کے پاس علم کا خزانہ ہے اور اس کے پاس علم کا خزانہ ہے اور کنز کا لفظ مال کے زیادہ مشابہ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خزانہ مال ہو اور اس کے ساتھ علم بھی لکھا ہوا ہو۔ پس وہ مال ہو اور علم عظیم ہو۔

(زاد المسیر: ج:5، ص181 تا 182)

میں کہتا ہوں کہ
اس خزانہ سے مراد سونا اور چاندی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں سونا اور چاندی فرمایا ہے۔
ان دو یتیم بچوں کا والد محترم نیک آدمی تھا اس کی نیکیت کے متعلق چند اقوال درج ذیل ہیں:
امام عبد الرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم رازی متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

ان کا باپ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتا تھا اور ان کو ادا کرتا تھا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
ان کے باپ کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کرائی کیونکہ ان کی کوئی نیکی ذکر نہیں فرمائی۔
نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ باپ کی نیکی کی وجہ سے اس کے بیٹے اور بیٹے کے بیٹے کے ساتھ نیکی فرماتا ہے اور اس کی اولاد کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ستر اور اس کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 12882)
امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:
جعفر بن محمد نے کہا:
ان لڑکوں کے درمیان اور اس نیک باپ کے درمیان سات آباء تھے۔
اور محمد بن منکدر نے کہا کہ
اللہ عزوجل کسی ایک بندے کی نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد اس کی اولاد کی اولاد اور اس کے محلہ والوں کی حفاظت کرتا ہے۔ (الوسیط: جز:3،ص:163)
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
وہ ان کی پشت کے اعتبار سے ساتویں باپ تھے۔
ایک قول یہ ہے کہ
وہ دسویں باپ تھے ان کے والد محترم کا نام کاشح تھا اور ان کی والدہ کا نام دنیا تھا۔
اس آیت کریمہ میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک شخص کی حفاظت بھی فرماتا ہے اور اس کی اولاد کی بھی حفاظت فرماتا ہے خواہ وہ اس سے نسبت میں بعید ہوں اور یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک آدمی کی اولاد کی سات پشتوں تک حفاظت فرماتا ہے اور اس پر قرآن مجید کی یہ آیت دلالت کرتی ہے۔
اِنَّ وَلِيِّـۧ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ○ (الاعراف:196)
(آپ فرمادیجئے) بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور وہ صالحین کا ولی ہے۔
(الجامع الاحکام القرآن: جز:10،ص:411)

آیت مبارکہ:9

قرآن مجید میں ہے:
قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا○ (الکہف:21)

غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

☆اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس مسجد بنانا تا کہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور عمل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی جگہ پر مسجد بنانے کا ذکر فرمایا اور اس کو رد نہ فرمایا جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ فعل پسند تھا۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

جب قبر پر کسی فائدہ کی وجہ سے خیمہ لگایا جائے مثلاً تا کہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر قرآن مجید پڑھیں تو پھر اس کی ممانعت نہیں اور سلف صالحین نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں۔ (المرقات: جز:4،ص:69)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ سے صالحین کی قبروں پر عمارت بنانے اور اس کے نزدیک مسجد بنانے اور اس میں نماز پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کا ذکر کیا ان میں شہاب الدین خفاجی ہیں جنہوں نے حواشی بیضاوی میں اس کو لکھا ہے۔ (روح المعانی: جز:15،ص:343)

آیت نمبر:10

قرآن مجید میں ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ (یوسف:93)

میرا یہ قمیص لے جاؤ اسے میرے والد محترم کے چہرہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

☆اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ درد دور ہوتے ہیں اور شفا ملتی ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد رازی المعروف بابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں مطلب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کی قمیصوں میں سے ایک قمیص پہنائی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ قمیص حضرت اسحٰق علیہ السلام کو پہنائی اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنائی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنائی پھر انہوں نے اس قمیص کو لپیٹ کر ایک چاندی کی نلکی میں رکھا اور اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا اور جب ان کو قید میں رکھا گیا اور جس وقت ان کے پاس ان کے بھائی آئے۔ ان تمام اوقات میں وہ نلکی ان کے گلے میں تھی اور اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نلکی سے یہ قمیص نکال کر بھائیوں کے حوالے کی اور کہا۔ میری اس قمیص کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو۔ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ ابھی وہ قمیص فلسطین کے علاقہ کنعان میں تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے حضرت

یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: جز:7،ص:2196)

آیت مبارکہ:11

قرآن مجید میں ہے:

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِo وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِo (بلد:1تا2)

اے محبوب! میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔

☆اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ رب تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ اس شہر سے مراد مکہ معظمہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس حرمت والے شہر کی اس لیے قسم کھائی ہے کہ آپ اس شہر میں ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکرم ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت ہے۔

علامہ واسطی نے کہا:

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس شہر کی قسم اس لیے کھاتے ہیں کہ آپ کے اس شہر میں رہنے کی وجہ سے جب تک آپ حیات ہوں۔ یہ شہر مکرم ہے اور جب آپ کی وفات ہو تو یہ شہر برکت والا ہے یعنی مدینہ منورہ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ سورت بالاتفاق مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:20،ص:55)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ سے مراد آپ اس شہر میں مقیم ہیں اور ٹھہرے ہوئے ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اس وجہ سے مکرم قرار دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مقیم ہیں۔

آیت نمبر:12

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ (الانفال:33)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اے محبوب! آپ ان میں تشریف فرما ہوں اور ان کو عذاب دوں۔

☆اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے امت عذاب سے مامون ہے ورنہ پچھلی قومیں جب کسی نبی کی نافرمانیاں کرتیں تو ان کو عذاب دیا جاتا اور تباہ و برباد کر دیا جاتا مگر قربان جایئے اس ارفع و اعلیٰ نبی محترم شفیع امم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جس کے وسیلہ سے امت پر کئی نافرمانیوں کے باعث آسمانی عذاب نازل نہیں ہوا۔

نوٹ: وسیلہ کے ثبوت پر کئی آیات مبارکہ ہیں مگر میں نے بارہویں کی نسبت سے بارہ آیات کریمہ پیش کی ہیں تاکہ حق و سچ ثابت کیا جائے۔

احادیث مبارکہ سے وسیلہ کا ثبوت

وسیلہ کا ثبوت کئی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے مگر حصول رضا الٰہی عزوجل کی خاطر چند پیش کی جاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وسیلہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور عرض کیا میں محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے حق (وسیلہ) سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی۔ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کون ہیں؟

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:

تیرا نام برکت والا ہے جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس شخص سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی شخص نہیں ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ اے آدم (علیہ السلام)! وہ تمہاری اولاد میں سے تمام انبیاء (علیہم السلام) کے آخر ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد کی امتوں میں سے آخری امت ہے اور اگر وہ نہ ہوتے اے آدم (علیہ السلام) تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (معجم الصغیر: جز:2، ص:83)

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی 774ھ روایت کرتے ہیں کہ

حاکم، بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ جس کے آخر میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! تم نے سچ کہا۔ یہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے تو میں نے تمہیں بخش دیا اور اگر محمد (مصطفیٰ ﷺ) نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (البدایہ والنہایہ: جز:1، ص:81)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے کہا ہے: حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پائے پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کی اور کلمات سے یہی کلمات مراد ہیں یعنی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:1، ص:324)

خواجہ عبداللہ انصاری لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تھا جب ان سے لغزش ہوگئی تو انہوں نے

نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کی اور کہا اے اللہ عزوجل! مجھے محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے وسیلہ سے معاف فرما۔
رب العالمین نے ارشاد فرمایا: تم نے ان کو کیسے پہچانا جو ان کے وسیلہ سے دعا کی؟
حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: جب میں نے عرش پر تیرے نام کے ساتھ ان کا نام لکھا ہوا دیکھا تو جان لیا کہ یہ بندہ تجھے بہت محبوب ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں بخش دیا۔ (کشف الاسرار وعدۃ الابرار: جز: 1، ص155 تا 156)
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
امام ابن المنذر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ
جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگئی تو ان کو بہت رنج ہوا اور شدید ندامت ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا!
اے آدم علیہ السلام! کیا میں آپ علیہ السلام کو توبہ کا دروازہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول کرلے؟
حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں؟
آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کریں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریں۔
آپ علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! میں کیا کہوں؟
انہوں نے کہا: آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کریں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریں۔
آپ علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! میں کیا کہوں؟
انہوں نے کہا: آپ کہیئے! اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا ملک ہے اور اس کے لئے حمد ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں آئے گی۔ تمام اچھائیاں اس کی قدرت میں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے بعد آپ علیہ السلام اپنی خطاء پر توبہ کریں اور کہیں! اے اللہ عزوجل تو سبحان ہے اور تیری حمد ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے میرے رب عزوجل! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور برا کام کیا تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے بندے حضرت محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی وجاہت کے وسیلہ سے اور ان کی تیرے نزدیک کرامت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری خطا کو بخش دے۔
حضرت آدم علیہ السلام نے اسی طرح دعا کی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
اے آدم (علیہ السلام)! تمہیں یہ دعا کس نے تعلیم کی؟
حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:

جب تو نے مجھ میں روح پھونکی اور میں ہموار بشر کی صورت میں کھڑا ہوا تو میں نے عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا "بسم اللہ الرحمٰن لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ محمد رسول اللہ" اور جب میں نے دیکھا کہ تیرے نام کے ساتھ کسی مقرب فرشتے کا نام لکھا ہے نہ کسی نبی مرسل کا تو میں نے جان لیا کہ یہ تیرے نزدیک تیری مخلوق میں سب سے مکرم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تم نے سچ کہا اور میں نے تمہاری خطا کو بخش دیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی حمد وثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہو کر لوٹے اور فرشتوں نے فوج درفوج آ کر حضرت آدم علیہ السلام کو مبارک باد دی۔ (درمنثور: جز:۱، ص:60)

یہود کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ عظمیٰ سے دعا کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

یہود اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے فتح طلب کرنے کی دعا کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے تھے اس کا انہوں نے انکار کر دیا۔

ایک دن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

اے یہودیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ۔ جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ میں موجود ہیں۔

اس کے جواب میں بنونضیر کے سلام بن مشکم نے کہا:

وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں اور یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔

(جامع البیان: جز:۱، ص:325)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت سے قبل بنو قریظہ اور بنونضیر کے یہود کفار کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یوں فتح کی دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عزوجل! ہم نبی امی کے وسیلہ سے تجھ سے نصرت طلب کرتے ہیں تو ہماری مدد فرما تو ان کی مدد کی جاتی اور جب وہ نبی آ گئے جن کو وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے ان کا کفر کیا۔

امام ابونعیم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس طرح دعا کا ذکر کیا ہے۔

اے اللہ عزوجل! اپنے اس نبی کے وسیلہ سے ہماری مدد فرما اور اس کتاب کے وسیلہ سے جو تو ان پر نازل کرے گا تو نے

وعدہ کیا ہے کہ تو ان کو آخر زمانہ میں مبعوث فرمائے گا۔ (درمنثور: جز: 1ص: 88)

نبی کریم ﷺ کا نابینا شخص کو اپنے وسیلے سے دعا مانگنے کا فرمانا

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری آنکھوں کو ٹھیک کر دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم چاہو تو صبر کر لو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اس شخص نے عرض کیا:

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا مانگے۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی رحمت محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے کے لئے آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا ہوں اے اللہ عزوجل! حضور انور ﷺ کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔ (مجموع الفتاویٰ: جز: 1ص: 267)

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی، امام حاکم نے مستدرک میں اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی تمام اسانید بیان کرنے کے بعد کہا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو صحیح کہا۔ سوان آئمہ کرام نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح کہا ہے البتہ صحیح نسائی کی روایت میں یہ تفرد ہے کہ اس میں یہ ذکر بھی ہے اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز کی دلیل ہے۔ اس کے ساتھ یہ اعتقاد لازم ہے کہ حقیقتاً دینے والا اور منع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ (تحفۃ الذاکرین: ص: 138)

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا روضہ اقدس پر جا کر نبی کریم ﷺ سے بارش کے لئے عرض کرنا

مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں لوگوں پر قحط آ گیا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر پر گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ

اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا۔

اے اللہ عزوجل! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ (المصنف: جز:12،ص:32)

نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے والے صحابی

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے۔ ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس بات کی شکایت کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔

تم وضوخانہ جا کر وضو کرو۔ پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ کہو! اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، نبی رحمت محمد (مصطفیٰ) ﷺ کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد (مصطفیٰ) ﷺ! میں آپ ﷺ کے واسطے سے آپ ﷺ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا، پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ دربان نے ان کے لئے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا! تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور ارشاد فرمایا:

جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آ جانا۔ پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا:

بخدا! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ ﷺ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ ﷺ سے شکایت کی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس پر صبر کرو گے؟

اس نے کہا:

یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا:

تم وضوخانے جاؤ اور وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو، پھر ان کلمات سے دعا کرو۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا:

ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔(معجم صغیر: جز:1،ص:184)

نبی کریم ﷺ کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں تو جب رسول اللہ ﷺ ان کی لحد کھودنے سے فارغ ہوگئے تو آپ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور یہ دعا کی اللہ عزوجل ہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی۔ اے اللہ عزوجل! اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما۔ ان کو حجت القا فرما۔ ان کی قبر کو وسیع کر، بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ ﷺ نے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو قبر میں اتارا۔
(مجمع الزوائد: جز:9،ص:257)

نبی کریم ﷺ کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لئے نکلا اور اس نے یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میرے اس (نماز کے لئے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں بغیر اکڑنے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں، میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔(سنن ابن ماجہ: ص:56)

نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنے والے تین اشخاص

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین شخص جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آلیا تو انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی اتنے میں غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آگری اور یہ لوگ بند ہو گئے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا تم لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نیک اعمال کیے ہیں ان پر غور کرو اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصیبت دور کر دے۔ سو ان میں سے ایک نے یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میری بیوی تھی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چراتا تھا۔ جب میں واپس آتا تو دودھ دوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا۔ ایک دن درختوں نے مجھے دور پہنچا دیا اور میں رات سے پہلے نہ لوٹ سکا۔ جب میں آیا تو ماں باپ سو چکے تھے میں نے حسب معمول دودھ دوہا اور ایک برتن میں دودھ ڈال کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں ان کو نیند سے بیدار کرنا ناپسند کرتا تھا۔ اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی ناپسند کرتا تھا حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیخ رہے تھے۔ فجر طلوع ہونے تک میرا اور میرے والدین کا یونہی معاملہ رہا۔ اے اللہ عزوجل! یقیناً تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا۔ تو ہمارے لیے کچھ کشادگی کر دے اور ہم اس غار سے آسمان کو دیکھ لیں سو اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی اور انہوں نے اس غار سے آسمان کو دیکھ لیا پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! میری ایک چچازاد تھی جس سے بہت محبت کرتا تھا جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے میں نے اس سے مقاربت کی درخواست کی اس نے انکار کیا اور کہا پہلے سو دینار لاؤ میں نے بہت مشقت کر کے سو دینار جمع کیے میں اس کے پاس وہ دینار لے کر گیا جب میں اس کے ساتھ جنسی عمل کرنے کے لئے بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ناجائز طریقہ سے مہر نہ توڑ سو میں اسی وقت اس سے الگ ہو گیا۔ اے اللہ عزوجل! تجھے یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ فعل تیری رضامندی کے لئے کیا تھا۔ پس تو ہمارے لیے اس غار کو کچھ کھول دے تو اللہ عزوجل نے غار کو کھول دیا۔

اور تیسرے شخص نے کہا:

اے اللہ عزوجل! میں نے ایک شخص کو ایک فرق چاولوں کی اجرت پر رکھا تھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو اس نے کہا مجھے میری اجرت دو۔ میں نے اس کو مقررہ اجرت دے دی۔ اس نے اس سے اعراض کیا۔ میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس سے بیل اور چرواہے جمع کر لیے۔ پھر ایک دن وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا حق نہ مارو۔ میں نے کہا یہ بیل اور چرواہے لے جاؤ اور اپنا حق لے لو۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا یہ بیل اور چرواہے لے لو وہ ان کو لے کر چلا گیا تجھ کو یقیناً علم ہے کہ میں نے

یہ کام تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا تو اب تو غار کا بقیہ منہ کھول دے سو اللہ تعالیٰ نے غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دیا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6823)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کرتے اور کہتے اے اللہ عزوجل! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے تھے تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ مقدسہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 963)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا

عبد الرحمٰن بن دینار اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریاد رس ہیں۔

سالم نے اپنے والد محترم سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش مانگی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنالے بہنے لگتے۔ (صحیح البخاری: جز: 1، ص: 342)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے مغفرت کروانا

اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وفد میں ایک آدمی ایسا بھی تھا جو حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہوگا، یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا اس کو برص کی بیماری تھی اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درہم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2542)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تابعین

میں قرن کا ایک شخص ہوگا اس کا نام اویس بن عامر (رضی اللہ عنہ) ہوگا اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی چنانچہ وہ دعا کرے گا اے اللہ عزوجل! میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہٰذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2،ص:220)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے مغفرت کروانا

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں کہ

ابن سعد و حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ میرے لیے استغفار فرمائیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) ہے۔ (خصائص الکبریٰ: جز:2،ص:221)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے شفاعت قبول ہونا

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی 430ھ روایت کرتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں۔ ارشاد فرمایا: اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی، سرخ بالوں والا ہوگا، کشادہ کاندھوں والا، میانے قد والا، گندمی، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا، قرآن مجید کی تلاوت کرے گا اور خود پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ تعالیٰ پر کسی کام کرنے کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اور ان کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس (رضی اللہ عنہ) سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اے عمر و علی (رضی اللہ عنہما) جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا تمہاری مغفرت ہو جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء: جز:2،ص:82)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مسلسل چھ دن بارش کا نزول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص جمعہ کے دن منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دروازے سے مسجد نبوی کے اندر داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس

دوران خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! مویشی ہلاک ہو گئے، قحط سالی کی وجہ سے راستے بند ہو گئے، اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیے۔ نبی کریم ﷺ نے بارش کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور تین مرتبہ یوں کہا۔ اے اللہ عزوجل! بارش نازل فرما۔ اے اللہ عزوجل! بارش نازل فرما۔ اے اللہ عزوجل! بارش نازل فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا آسمان نہایت ہی صاف تھا کوئی ابر نہ تھا اس وقت ہمارے اور سلع پہاڑ کے مابین کوئی آبادی نہیں تھی آپ ﷺ کے پیچھے سے ایک چھوٹا سا ابر آیا اور آسمان کے درمیان میں پہنچ کر پھیل گیا اور بہت زیادہ برسا ہم نے مسلسل چھ دنوں تک دھوپ نہ دیکھی تھی پھر آنے والے جمعہ میں وہی شخص آیا یا کوئی اور شخص تھا اور اسی ہی دروازے سے داخل ہوا اس وقت نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! بارش کی وجہ سے مویشی ہلاک ہو گئے، راستے منقطع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ بارش کو روک دے۔ آپ ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ یا اللہ عزوجل! ہمارے اردگرد بارش برسا ہمارے اوپر نہ برسا۔ یا اللہ عزوجل! ٹیلوں، پہاڑوں اور نباتات کے اگنے کے مقامات پر بارش برسا۔ بادل آناً فاناً ختم ہو گئے، سورج کی چمک پھیل گئی اور ہم دھوپ میں چلنے لگ گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شریک نے پوچھا کہ کیا جس نے پہلے جمعہ میں کہا تھا وہی تھا یا کوئی اور تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بات کا مجھے علم نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ج:4،ص:104)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے پچاس نمازوں سے پانچ نمازیں ہونا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جن دنوں میں مکہ مکرمہ میں تھا میرے مکان کی چھت کھولی گئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے پھر ایمان اور حکمت کو میرے سینہ میں رکھ کر سینہ جوڑ دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے جب ہم پہلے آسمان پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس آسمان کے پہرہ دار سے کہا! دروازہ کھولو، اس نے پوچھا کون ہے۔ کہا جبرائیل علیہ السلام۔ پوچھا گیا آپ علیہ السلام کے ساتھ کوئی ہے؟ کہا ہاں میرے ساتھ محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے۔ پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو دیکھا ایک شخص تھا جس کے دائیں بائیں بکثرت مخلوق تھی وہ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید اے صالح بیٹے اور صالح نبی۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو ہجوم ہے یہ ان کی اولاد ہے دائیں جانب جنتی ہیں اور بائیں جانب جہنمی ہیں۔ اسی سبب سے وہ دائیں جانب دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر دوسرے آسمان پر پہنچے اور دوسرے آسمان کے پہرے دار

سے کہا دروازہ کھولو اور وہ تمام سوال و جواب ہوئے جو پہلے آسمان کے پہرہ دار سے ہوئے تھے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانوں پر حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور یہ نہیں بتلایا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی البتہ یہ بتلایا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو۔ میں نے کہا یہ کون ہیں تو کہا یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے کہا! صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید ہو۔ آپ نے فرمایا: میں نے کہا یہ کون ہے؟ کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بیٹے کو۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو حبہ انصاری نے بیان کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معراج کرائی گئی حتیٰ کہ میں مقام استواء پر پہنچا وہاں میں نے قلموں کی آواز سنی اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا تو راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا! واپس جائیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے۔ میں اپنے رب عزوجل کے پاس گیا اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کردیں۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انہیں بتلایا تو انہوں نے فرمایا اپنے رب عزوجل کے پاس واپس جائیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں ہے۔ پھر میں اپنے رب عزوجل کے پاس گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کردیں اور فرمایا اجر پچاس کا ملے گا۔ میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ پھر میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا اپنے رب عزوجل کے پاس جائیے۔ میں نے کہا! اب مجھے اپنے رب عزوجل سے حیا آتی ہے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لے گئے جس پر ایسے ایسے عجیب و غریب رنگ چھائے ہوئے تھے جس کو میں قیاس سے نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا جہاں موتیوں کے گنبد تھے اور جس کی مٹی مشک تھی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 323)

چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش کا نزول

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ابدال کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی، دشمنوں پر فتح حاصل ہوجائے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 896)

چالیس ابدال کے وسیلہ سے اہل شام سے عذاب کا دور ہونا

شریح بن عبید سے روایت ہے کہ

عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا، لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! ان پر لعنت کیجئے؟ آپ نے کہا نہیں کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا بدل بنا دیتا ہے ان کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے ان کے وسیلہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے ان کے وسیلہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

(فضائل الصحابہ لابن حنبل: رقم الحدیث: 1727)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ ہرنی کا آزاد ہونا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنی کے پاس سے گزرے جو ایک خیمہ میں بندھی ہوئی تھی اس ہرنی نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے کھول دیجئے تا کہ میں اپنے بچوں کو جا کر دودھ پلا آؤں پھر میں واپس آجاؤں گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے باندھ دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ ایک قوم کا شکار ہے اور اس کی باندھی ہوئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عہد لیا کہ وہ ضرور واپس آئے گی پھر اس کو کھول دیا وہ تھوڑی دیر میں واپس آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھ دیا پھر خیمہ والے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان سے مانگ لیا۔ انہوں نے وہ ہرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: جز:6، ص:34)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے پرندوں کے چوزے اور انڈے واپس ہو جانا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم ایک سفر میں تھے ہمارا درختوں کے پاس سے گزر ہوا ایک شخص ان میں گیا اور سرخ پرندہ کے انڈے نکال لایا وہ سرخ پرندے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے اوپر اپنے بازو پھیلانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے انڈے کس نے جمع کیے ہیں؟ ایک شخص نے عرض کیا میں نے ان کے انڈے لیے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پرندوں پر رحمت فرماتے ہوئے فرمایا: ان کے انڈے واپس کر دو۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: جز:6، ص:32)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہمارا ایک درخت کے پاس سے گزر ہوا اس میں سرخ پرندے کے دو چوزے تھے ہم نے وہ اٹھا لیے وہ سرخ پرندہ آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو واپس رکھ دو۔ سو

ہم نے ان کو واپس رکھ دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: جز:6،ص:33)

صحابیات کا نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارکہ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بستر پر سو گئے وہ آئیں تو ان کو بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ تمہارے گھر میں تمہارے بستر پر سوئے ہوئے ہیں وہ آئیں اس حال میں کہ آپ ﷺ کو پسینہ مبارکہ آ رہا تھا اور چمڑے کے بستر پر آپ ﷺ کا پسینہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنا ڈبہ کھولا اور پسینہ مبارکہ پونچھ پونچھ کر اپنی شیشیوں میں بھرنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ گھبرا کر اٹھ گئے اور فرمانے لگے۔ اے ام سلیم (رضی اللہ عنہا)! تم کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم اس میں اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری امید اچھی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5935)

ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ سے ہمیشہ بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی خواہ آپ ﷺ خارجی خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے کسی پھول، مشک یا عنبر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہیں پایا اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ کوئی عطر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہیں تھا۔ امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کو رخصت کرتا نبی کریم ﷺ اپنی انگلیوں سے اپنا پسینہ پونچھ کر ایک شیشی میں ڈال کر اس کو دے دیتے اور اس شخص سے ارشاد فرماتے: اپنی لڑکی سے کہو اس خوشبو کو لگالے۔ جب وہ لڑکی اس پسینہ کو لگاتی تو اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور لوگ ان کے گھر کو خوشبو والا کہتے۔ امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جس راستہ سے گزر جاتے تو بعد میں جو بھی اس راستہ سے گزرتا اس کو آپ ﷺ کے پسینہ کی خوشبو آتی اور وہ آپ ﷺ کو پہچان لیتا اور آپ ﷺ جس پتھر کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ ﷺ کو سجدہ کرتا تھا۔ اور امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جس راستہ سے گزر جاتے تھے وہاں سے بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی اور خوشبو کو سونگھ کر لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس راستہ سے گزرے ہیں۔ (شرح الشمائل: جز:2،ص:2)

یزید بن الاسود الجرشی کے وسیلہ سے بارش کا نزول

حضرت سلیم بن عامر خبائری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

کئی عرصہ سے آسمان سے بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لئے باہر نکلے پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو ارشاد فرمایا یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی۔اے اللہ عزوجل! آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔اے اللہ عزوجل! ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا، ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہوگئی حتیٰ کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔ (طبقات ابن سعد: ج:7، ص:444)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے وسیلۂ عظمیٰ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء کرام بھی وسیلہ ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کا وسیلہ مانگنا جائز ہے۔

بزرگان دین کے اقوال سے وسیلہ کا ثبوت

بزرگان دین کے اقوال سے وسیلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے اور ان علماء کرام میں سے کسی نے وسیلہ کو ناجائز نہیں کہا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کا وسیلہ مانگنا جائز ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی جو لوگ اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں۔ یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! تو نے اپنے اس بندہ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف وکرم فرمایا ہے اس کے وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا فرما کہ تو دینے والا کریم ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ تعالیٰ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو مخاطب کرکے یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ عزوجل کے ولی! میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا فرمائے اور میری حاجت برلائے۔ سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے اور قادر فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے فعل، سطوت، قدرت اور غلبہ میں فانی اور ہالک ہیں اور ان کو اب قبر میں افعال پر قدرت اور تصرف حاصل ہے اور نہ اس وقت قدرت اور تصرف حاصل تھا جب وہ زندہ تھے۔ اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات وبلیات میں مبتلا ہوئے کہ انہیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے ابتلا قیامت تک رہتا ہے زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد سودمند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب واستغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ رہے تو وہ اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ

دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب میں توجہ کئے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسہ دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ خارج از بحث ہیں اور عارف بشریعت و عالم بہ احکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج ہے اور ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے۔ حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں اور ممکن ہے کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:3، ص:402)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی عزت اور وجاہت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے اور آپ ﷺ کی وجاہت سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مراد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ سے وہ کامل محبت جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا کو مسترد نہ کرے اور آپ ﷺ کی شفاعت کو قبول فرمائے اور جب کوئی شخص دعا میں کہتا ہے۔ اے اللہ عزوجل! میں تیرے نبی ﷺ کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت کو پورا فرما تو اس دعا کا یہ معنیٰ ہے کہ اے اللہ عزوجل! میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے میں تیری محبت کا وسیلہ بناتا ہوں اور اس دعا میں اور تمہارے اس قول میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اے اللہ عزوجل! میں تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میرا یہ کام کر دے بلکہ میں یہ کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اے اللہ عزوجل! میں تجھے نبی کریم ﷺ کی وجاہت کی قسم دیتا ہوں کہ تو یہ کام کر دے۔ وجاہت اور حرمت کے ساتھ سوال کرنے میں ایک جیسی بحث ہے۔ توسل اور ذات محض کی قسم دینے میں یہ بحث جاری نہیں ہوگی۔ ہاں وجاہت اور حرمت کے وسیلہ سے دعا کرنا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اس کے لئے اجتناب کرتے تھے کہ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی بدعقیدگی جگہ نہ پکڑے کیونکہ ان کا زمانہ بتوں کے ساتھ توسل کرنے کے قریب تھا۔ اس کے بعد آئمہ طاہرین نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں وسیلہ کے ساتھ دعا نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ کعبہ کی اس وقت کی عمارت منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے لیکن چونکہ آپ کی قوم تازہ تازہ کفر سے نکلی تھی اس لیے آپ نے فتنہ پیدا ہونے کے خدشہ سے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے: میں نے وجاہت سے توسل اور قسم دینے کا جواز اور اس کی توجیہ اس لیے بیان کی تا کہ عام مسلمانوں کو اس دعا میں حرج نہ ہو کیونکہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے پر گمراہی کا حکم لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس تقریر سے میرا یہ قصد نہیں ہے کہ اس طرح وسیلہ سے دعا کرنا ان

دعاؤں سے افضل ہے جو قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں اور جن دعاؤں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاربند رہے اور اخیار تابعین نے جس طریقہ کو اپنایا یقیناً دعا کا یہی طریقہ زیادہ اچھا زیادہ جامع زیادہ نفع آور اور زیادہ سلامتی والا ہے۔

(روح المعانی: جز:6، ص:128)

امام محمد بن محمد جزری کا قول

امام محمد بن محمد جزری متوفی 833ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔ (حصن حصین معہ تحفۃ الذاکرین: ص:34)

شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ کا قول

شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی 728ھ لکھتے ہیں:

ہم یہ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین وغیرہم کے حق میں سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو اور یہ دعا صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: جز:1، ص:2110)

علامہ ملا علی قاری کا قول

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ اس قول "اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے" کی شرح میں لکھتے ہیں: مصنف نے کہا دعا میں انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا امور مستحبہ میں سے ہے کیونکہ صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو (اے اللہ عزوجل) تو بارش نازل فرماتا تھا اب ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما پھر ان پر بارش نازل ہو جاتی اور جیسا کہ نابینا کی حدیث مبارکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے جس کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث مبارکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ (الحرز الثمین: ص:176)

اور علامہ ملا علی قاری اس حدیث مبارکہ "اے اللہ عزوجل میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے آسمان اور زمین روشن ہے اور تیرے ہر حق کے وسیلہ سے اور جو سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے اس کے وسیلہ

سے سوال کرتا ہوں'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

سوال کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ پر اس لیے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس کے حق کے وسیلہ سے اور سائلین کا اللہ تعالیٰ پر جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کیا اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اس کی حمد وثناء کریں اس کے احکام پر عمل کریں اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا کرے کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا ہونا واجب ہے کہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کی خبر صادق ہے۔ (الحرز الثمین: ص:176)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی کا قول

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث مبارکہ دلیل ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کر کے کہا یہ حدیث مبارکہ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح ہے۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت کو بحال کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یا میں رہنے دوں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ پر نابینائی بہت دشوار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو پھر کہو: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے میں تیری طرف متوجہ ہوں۔ (الحدیث) حصن حصین کے باب صلوٰۃ الحاجۃ میں اس حدیث مبارکہ کا ذکر آئے گا اور صالحین کے توسل کے جواز پر وہ حدیث مبارکہ دلیل ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کے لئے دعا کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ عزوجل! ہم تیرے نبی کے چچا محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین: ص:37)

امام ابن عبد البر مالکی کا قول

امام ابن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قلعہ کی فصیل کے قریب ہے اور سب کو معلوم ہے کہ وہاں پہنچ کر لوگ بارش کے لیے دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ج:1 ص:405)

امام ابو القاسم قشیری کا قول

امام ابو القاسم قشیری متوفی 465ھ امام معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول ہوتی تھی آج بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہوکر شفایابی کی دعا کی جاتی ہے۔ اہل بغداد کہتے ہیں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مجرب اکسیر ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ: ص: 41)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

اے ابوعبداللہ کیا (زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے وقت) دعا کرتے ہوئے قبلہ رو ہو جاؤں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں پھیرتا ہے حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے روز قیامت وسیلہ ہیں بلکہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا طالب ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے تیری شفاعت فرمائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اے حبیب! اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ سے) ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: جز: 2، ص: 596)

غیر مقلدین کے وسیلہ کے متعلق عقائد

غیر مقلدین کے علماء سے وسیلہ کے متعلق اقوال درج ذیل ہیں:

شیخ وحید الزمان کا قول

شیخ وحید الزمان متوفی 1348ھ لکھتے ہیں:

جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلہ کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں۔ ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ کے خلاف دعویٰ کیا پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا کہ بطور عبادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرنا جائز نہیں ہے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا تعلیم کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ تھے۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ کاش میری عقل ان منکرین کے پاس ہوتی۔ جب

کتاب اور سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کے وسیلہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا اور امام جزری نے حصن حصین کے آداب دعا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہئے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ سید نے کہا کہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے میں تیرے نبی محمد اور موسیٰ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ اس کو علامہ ابن اثیر نے ''نہایہ'' میں اور علامہ طاہر پٹنی نے ''مجمع بحار الانوار'' میں ذکر کیا ہے۔ اور امام حاکم، امام طبرانی، اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی اس دعا کو روایت کیا ہے۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں۔ اور ابن منذر نے روایت کیا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تیرے نزدیک محمد ﷺ کی جو وجاہت اور عزت ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ علامہ سبکی نے کہا ہے: وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے۔ علامہ قسطلانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے انکار کیا۔ قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیاء میں سے کسی نبی، اولیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے جو شخص قبر پر جا کر زیارت کرے یا فقط اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفاء دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ (ہدیۃ المہدی: ص: 49)

قاضی شوکانی کا قول

غیر مقلد عالم شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری متوفی 1352ھ الدر النفید نے قاضی شوکانی کا قول نقل کرتے ہیں۔ انبیاء اور صالحین کے توسل سے منع کرنے والے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔ (الزمر: 3) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔ (جن: 18) اسی کو (معبود سمجھ کر) پکارنا برحق ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ (الرعد: 14) ان آیات سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ سورہ زمر کی آیت نمبر 3 مین یہ تصریح ہے کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت اور وجاہت ہے وہ اس وجہ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے اسی طرح سورہ جن کی آیت نمبر 18 میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کر کے پکارنے سے منع کیا ہے مثلاً کوئی شخص کہے میں اللہ تعالیٰ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بعض نیک بندوں کے اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرتا ہے جیسا کہ ایک غار میں تین شخص تھے اور اس کے غار کے منہ پر ایک چٹان گر گئی تو

انہوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی۔اسی طرح سورہ رعد کی آیت نمبر 14 میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جولوگوں کو(معبود سمجھ کر) پکارتے تھے جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے جو ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔(تحفۃ الاحوذی:ج:4،ص:283)

دیوبندیوں کے وسیلہ کے متعلق عقائد

دیوبندیوں کے اقوال سے وسیلہ کا جواز ثابت ہے ان کے اقوال درج ذیل ہیں:

شیخ رشید احمد گنگوہی کا قول

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی 1323ھ یارسول اللہ انظر حالنا، یا نبی اللہ اسمع قالنا کی بحث میں لکھتے ہیں: یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ندا غیر اللہ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں۔مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں، ایسے مواقع میں اگر چہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ، پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ابہام بھی ہے لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے مگر اسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ:ص:28)

مولوی رشید گنگوہی سے سوال کیا گیا! اشعار اس مضمون کے پڑھنے "یارسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ، میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے" کیسے ہیں؟

جواب

ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال سے جائز ہے اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریاد رس ہونے کے شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقائد کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہوں گے۔(فتاویٰ رشیدیہ:ص:95)

مولوی رشید گنگوہی نے لکھا ہے کہ

اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہا ہے ان کو علم وتصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی مصرف ہے اولیاء ظاہر میں مصرف ہی معلوم ہوتے ہیں عین حالت کرامت وتصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے

سے کچھ کرتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص: 49)

شیخ محمود الحسن کا قول

شیخ محمود الحسن متوفی 1339ھ لکھتے ہیں:

اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل نا جائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔

(حاشیۃ القرآن: ص: 2)

مولوی محمد شفیع دیوبندی کا قول

مولوی محمد شفیع دیوبندی متوفی 1396ھ لکھتے ہیں:

اور حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا نہ سمجھے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے، کسی نبی یا ولی وغیرہ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا اس کے منافی نہیں۔ (معارف القرآن)

مولوی محمد سرفراز خان صفدر کا قول

مولوی محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

یہاں ہم صرف "المہند" کی عبارت پر اکتفا کرتے ہیں جو علماء دیوبند کے نزدیک ایک اجماعی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

جواب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء و صدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات کے بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت روائی چاہتا ہوں۔ اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے مولانا محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا شیخ رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر 93 پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (المہند: ص: 13) (تسکین الصدور: ص: 413)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر بارش کی دعا کے لئے درخواست کی تھی اس کے بارے میں مولوی محمد سرفراز خان لکھتے ہیں:

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔ امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ واقعہ 17ھ اور 18ھ کی ابتداء کا ہے۔

اورمورخ عبدالرحمان بن محمد بن خلدون فرماتے ہیں: یہ واقعہ 18ھ کا ہے۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا۔ اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے خواب دیکھنے والے کوئی مجہول شخص نہیں تھے بلکہ جلیل القدر صحابی حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت شرک نہیں ورنہ جلیل القدر صحابی یہ کاروائی ہرگز نہ کرتے۔ یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں بلکہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید وتصویب حاصل ہے اور اس کاروائی کا حکم پہلے تو "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین" (الحدیث) کے تحت سنیت کا ہوگا ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔ (تسکین الصدور: ص: 352)

مزید مولوی محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں متعدد کتابوں میں آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب دعا کا تذکرہ ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے: عتبی فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے اور اگر بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لئے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے، اس لیے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں۔ اس کے بعد اس نے دردِ دل سے چند اشعار پڑھے اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا اور اسی واقعہ کے آخر میں مذکور ہے کہ خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عتبی! جا کر اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی ہے۔

یہ واقعہ امام نووی نے کتاب الاذکار: ص 185 طبع مصر میں اور علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی 710ھ نے اپنی تفسیر مدارک: جز: 1، ص: 399 میں اور علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام: ص: 46 میں اور شیخ عبدالحق نے جذب القلوب: ص: 195 میں اور علامہ بحر العلوم عبدالعلی نے رسائل الارکان میں ص: 280 طبع لکھنؤ میں نقل کیا ہے اور علامہ علی بن عبدالکافی السبکی اور علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء نے قدیماً وحدیثاً اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بسند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہم نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا o" (النساء: 64) اور میں آپ

کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے اور اس محمد بن حرب کی وفات 228ھ میں ہوئی ہے۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں بس حجت ہو گیا۔ اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں۔ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت، مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ اس معنیٰ میں صریح ہے۔ اور خیر القرون میں یہ کاروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (تسکین الصدور، ص: 365)

نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے کو ناجائز ثابت کرنے کے لئے شیخ احمد تیمیہ، شیخ ابن قیم اور شیخ ابن الہادی وغیرہم کی ایک یہ دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام، آئمہ دین اور سلف وصالحین سے ایسی کاروائی ثابت نہیں اگر یہ جائز ہوتی تو وہ ضرور ایسا کرتے۔ اس کے جواب میں مولوی محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

یہ ان حضرات کا ایک علمی مغالطہ ہے کیونکہ قبر کے پاس حاضر ہو کر سفارش کرانا اور طلب دعا نہ تو فرض واجب ہے اور نہ سنت مؤکدہ تاکہ یہ حضرات اس پر خواہ مخواہ ضرور عمل کر کے دکھاتے اور اس کاروائی کے نہ کرنے پر وہ ملامت کئے جاتے۔ اس کاروائی کے مقر اس کو صرف جائز ہی کہتے ہیں اور جواز کے اثبات کے لئے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کا یہ فعل جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تائید کی ہے کیا کم ہے؟ اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جنہوں نے ایسا نہیں کیا تو یقین جانئے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی اس کاروائی کے مصدقین بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ اگر چہ حافظ ابن تیمیہ یہ کاروائی تسلیم نہیں کرتے لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ کاروائی بعض متاخرین سے ثابت ہے۔ (تسکین الصدور، ص: 354)

مولوی اسماعیل دہلوی کا قول

مولوی اسماعیل دہلوی متوفی 1246ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت وقطبیت بلکہ غوثیت وابدالیت اور انہیں جیسے باقی خطابات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ (صراط مستقیم، ص: 60)

مولوی اشرف علی تھانوی کا قول

مولوی اشرف علی تھانوی متوفی 1362ھ اشعار تحریر کرتے ہیں۔

دستگیری کیجئے میرے نبی   کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
بجز تمہارے کہاں ہے میری پناہ   فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبداللہ! زمانہ ہے خلاف   اے مرے مولا خبر لیجئے مری

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

نام احمد چوں حصاوے شد حصین   پس چہ باشد ذات آں روح الامیں

یعنی جب محمد ﷺ کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔

(نشر الطیب فی ذکر ابن الحبیب: ص: 186)

مولوی محمود الحسن کا قول

مولوی محمود الحسن دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد کے مرثیہ میں لکھتے ہیں:

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب   گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے   مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

(مرثیہ: ص: 9)

قرآن مجید و احادیث مبارکہ و اقوال بزرگان دین اقوال مخالفین سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور اولیاء اللہ کا وسیلہ مانگنا جائز ہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ غنی اور ہم سب فقیر ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے واللہ الغنی وانتم الفقراء اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے، استاذ کے ذریعہ علم، پیر کے ذریعہ سے ایمان، مالداروں کے ذریعہ سے دولت، فرشتہ کے ذریعہ سے شکل، ملک الموت کے ذریعہ سے موت، غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ کے عطا نہیں فرماتا تو ہم فقیر و محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں وہ داتا اور غنی اور ہم منگتے اور فقیر اور فقیر جب کوئی چیز کسی سے لیتا ہے تو وسیلہ سے لیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل متاع الدنیا قلیل اور فرماتا ہے والاخرہ خیر و ابقی۔ جب دنیا حقیر بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے اس لیے قرآن و ایمان دینے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی کریم ﷺ و اولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں مگر وہ وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا۔ ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر

کے محبوبیت پائی۔ پتہ چلا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو مقبول بارگاہ الٰہی عزوجل ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ کی ہوگی پھر دوسرے کام یعنی بغیر حضور انور ﷺ کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع نہ فرمائے گا تاکہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

جنت بھی وسیلہ کے ذریعے نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ اور اولیاء اللہ کا وسیلہ پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس برے عقیدے سے ہمیشہ دور رکھے جو وسیلہ کو بدعت و شرک کہتے ہیں۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

☆اب باب کے راویوں کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب صَلٰوۃِ الْکُسُوفِ

باب: نماز کسوف

یہ باب نماز کسوف کے حکم میں ہے۔

995 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ ابْنُ عُلَیَّۃَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ اَخْبَرَنِیْ مَنْ اُصَدِّقُ وَظَنَنْتُ اَنَّہٗ یُرِیْدُ عَآئِشَۃَ قَالَ کُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِیَامًا شَدِیْدًا یَقُوْمُ بِالنَّاسِ ثُمَّ یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْمُ ثُمَّ یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْمُ ثُمَّ یَرْکَعُ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ ثَلَاثُ رَکَعَاتٍ یَرْکَعُ الثَّالِثَۃَ ثُمَّ یَسْجُدُ حَتّٰی اِنَّ رِجَالًا یَوْمَئِذٍ لَیُغْشٰی عَلَیْھِمْ مِمَّا قَامَ بِھِمْ حَتّٰی اِنَّ سِجَالَ الْمَاءِ لَتُصَبُّ عَلَیْھِمْ یَقُوْلُ اِذَا رَکَعَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَاِذَا رَفَعَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ حَتّٰی تَجَلَّتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنَّھُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ یُخَوِّفُ بِھِمَا عِبَادَہٗ فَاِذَا کُسِفَا فَافْزَعُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عہد نبی کریم ﷺ میں سورج گرہن ہوا تو نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی معیت میں شدید قیام فرمایا پھر رکوع فرمایا پھر قیام فرمایا پھر رکوع فرمایا پھر قیام فرمایا پھر رکوع فرمایا تو آپ ﷺ نے دو رکعات ادا فرمائیں ہر رکعت میں تین تین رکوع فرما کر سجدے

فرمائے حتیٰ کہ لوگ آپ ﷺ کی معیت میں قیام کرنے کی وجہ سے غش کھا گئے اس لمحے میں ان کو گھیر لیا حتیٰ کہ ان کے اوپر بارش کا نزول ہونے لگا اللہ اکبر کہتے جب رکوع کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے جب سر کو اٹھاتے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگا پھر ارشاد فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت اور زندگی سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے سے اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے لہٰذا جب ان کو گہن لگ جائے تو نماز کی جانب دوڑ جایا کرو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:995)

کسوف کا معنیٰ

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

سورج کی روشنی چلے جانے پر لغت کی رو سے کسوف کا اطلاق ہوتا ہے اور چاند کی روشنی چلے جانے سے خسوف کا اطلاق ہوتا ہے لیکن احادیث مبارکہ میں سورج کی روشنی چلے جانے پر خسوف کا اطلاق ہے۔ (لسان العرب: جز:9، ص:68)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جمہور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسوف اور خسوف کا معنیٰ ہے کل یا بعض روشنی کا چلے جانا۔

(شرح للنواوی: جز:1، ص:295)

نماز کسوف کے حکم کے متعلق مذاہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز خسوف سنت ہے۔ البتہ جماعت میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خسوف کی نماز میں جماعت سنت ہے اور احناف کے نزدیک بغیر جماعت کے الگ الگ نماز پڑھنی چاہئے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز کسوف دو رکعت نماز ہے اور ہر رکعت میں دو قیام دو قرأت اور دو رکوع ہیں اور احناف کے نزدیک عام نوافل کی طرح اس کو پڑھا جائے گا۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:295)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سورج گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور چاند گہن کی نماز مستحب ہے، سورج گہن کی نماز جماعت سے پڑھنی مستحب ہے اور تنہا بھی ہو سکتی ہے اور جماعت سے پڑھی جائے تو خطبہ کے سوا تمام شرائط جمعہ اس کے لئے شرط ہیں وہی شخص اس کی جماعت قائم کر سکتا ہے جو جمعہ کی کر سکتا ہے وہ نہ ہو تو تنہا تنہا پڑھیں گھر میں یا مسجد میں۔ (درمختار: جز:3، ص:80)

کسوف کون سی ہجری میں ہوا؟

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

سب سے پہلی بار نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں جو کسوف ہوا وہ پانچ 5ھ میں ہوا۔ اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی

676ھ اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے سورج گہن کا سن 6ھ تحریر فرمایا ہے۔ جب سورج گہن دوسری بار ہوا تو وہ 10ھ کو ہوا اور ایک قول 9ھ کا بھی ہے۔

سورج گرہن اللہ تعالیٰ کی نشانی

سورج گرہن اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ دکھاتا ہے اور اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے کہ وہ میری نافرمانیوں کو چھوڑ کر میری اطاعت کریں مجھے کبھی نہ بھولیں جس طرح میں نے سورج کو پکڑ لیا ہے اسی طرح تمہاری پکڑ بھی کر سکتا ہوں مجھ سے کوئی چیز بعید نہیں لہٰذا مجھ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو گویا کہ سورج گرہن توجہ الی اللہ ہے اسی لیے حکم ہے کہ جب سورج گرہن لگ جائے تو توبہ استغفار کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا جائے اور صدقہ وخیرات کی جائے تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں کو معاف فرما کر اپنی رحمتوں اور نوازشوں میں رکھے۔

سورج گرہن کی تاریخ اور اس کے متعلق غلط اعتقادات

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

(سورج گرہن اس دن ہوا) جس دن حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں: وہ چاند کی دس تاریخ تھی لہٰذا فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ سورج گرہن چاند کی بالکل آخری تاریخوں میں ہی لگ سکتا ہے۔ خیال رہے کہ کفار عرب اور مشرکین ہند کے اس گرہن کے متعلق عجیب خیالات ہیں۔ کفار عرب کہتے تھے کہ کسی بڑے آدمی کی پیدائش یا اچھے آدمی کی وفات پر گرہن لگتا ہے۔ مشرکین ہند کا عقیدہ یہ ہے کہ چاند اور سورج پہلے انسان تھے انہوں نے بھنگیوں چماروں سے کچھ قرض لیا اور ادا نہ کیا اس سزا میں انہیں گرہن لگتا ہے چنانچہ ہندو گرہن کے وقت بھنگیوں کو خیرات دیتے ہیں اور مانگنے والے بھنگی بھی کہتے ہیں: سورج مہاراج کا قرض چکاؤ۔ اسلام ان لغویات سے علیحدہ ہے وہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب چاہے چاند سورج کو نورانی کر دے اور جب چاہے ان کا نور چھین لے چونکہ یہ قہر خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو، دعائیں مانگو، صدقہ دو، غلام آزاد کرو تاکہ رحم کیے جاؤ۔ (مرأۃ المناجیح: ج:2، ص:364)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ اَرْبَعُ رَكَعَاتٍ

باب: جس نے کہا چار رکعات ہیں

یہ باب نماز کسوف کی رکعات کے حکم میں ہے۔

996 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ذٰلِكَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ اِبْرَاهِيمُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّاسُ اِنَّمَا كُسِفَتْ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيمَ ابْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ فِي اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ كَبَّرَ ثُمَّ قَرَاَ فَاَطَالَ الْقِرَائَةَ ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَرَاَ دُوْنَ الْقِرَائَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَرَاَ الْقِرَائَةَ الثَّالِثَةَ دُوْنَ الْقِرَائَةِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَانْحَدَرَ لِلسُّجُوْدِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ اَنْ يَّسْجُدَ لَيْسَ فِيهَا رَكْعَةٌ اِلَّا الَّتِي قَبْلَهَا اَطْوَلُ مِنَ الَّتِي بَعْدَهَا اِلَّا اَنَّ رُكُوْعَهٗ نَحْوٌ مِّنْ قِيَامِهٖ قَالَ ثُمَّ تَاَخَّرَ فِي صَلَاتِهٖ فَتَاَخَّرَتِ الصُّفُوْفُ مَعَهٗ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَقَامَ فِي مَقَامِهٖ وَتَقَدَّمَتِ الصُّفُوْفُ فَقَضَى الصَّلٰوةَ وَقَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ بَشَرٍ فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَصَلُّوا حَتّٰى تَنْجَلِيَ وَسَاقَ بَقِيَّةَ الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ عَنْ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ شَدِيدِ الْحَرِّ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصْحَابِهٖ فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى جَعَلُوْا يَخِرُّوْنَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ نَحْوًا مِنْ ذٰلِكَ فَكَانَ اَرْبَعُ رَكَعَاتٍ وَاَرْبَعُ سَجَدَاتٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں سورج کو گرہن لگ گیا اور اس دن ہی حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا بے شک یہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ سے کسوف ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تو لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں سے نماز پڑھائی تکبیر فرمائی پھر لمبی قرأت فرمائی رکوع قیام جتنا کیا پھر سر اقدس اٹھایا پس پہلی رکعت میں تھوڑی قرأت فرمائی پھر رکوع قیام جتنا فرمایا پھر سر اقدس اٹھایا پس تیسری رکعت کی قرأت دوسری رکعت سے تھوڑی فرمائی پھر قیام جتنا رکوع فرمایا پھر سر اقدس اٹھا کر سجدے کے واسطے جھک گئے اور دو سجدے فرمائے پھر قیام فرمایا تو سجدے سے قبل تین رکوع فرمائے۔ اس میں کوئی رکعت ایسی نہیں تھی جو بعد کی رکعت سے لمبی نہ ہو مگر اس کا رکوع اس کے قیام جتنا ہوا کرتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پیچھے ہٹ گئے تو صفیں بھی پیچھے ہٹ گئیں پھر آگے تشریف لا کر اپنی جگہ پر قیام فرما ہو

گئے اور صفیں بھی اپنی جگہ پر آ گئیں۔ نماز مکمل ہوئی اور تحقیق سورج روشن ہو گیا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے کسوف نہیں ہوا کرتا جب تم یوں دیکھو تو چمکنے تک نماز پڑھو۔ اور آگے باقی حدیث بیان فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں شدید گرمی کے وقت سورج گرہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں نماز ادا فرمائی۔ پس لمبا قیام فرمایا حتیٰ کہ لوگ گرنے لگ گئے پھر لمبا رکوع فرمایا پھر اٹھ گئے تو بہت ساری دیر اسی طرح رہے پھر لمبا رکوع فرمایا پھر اٹھ گئے تو بہت ساری دیر اسی طرح رہے تو چار رکوع اور چار سجدے فرمائے اور باقی حدیث بیان فرمائی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 324، سنن النسائی: جز: 5، ص: 371)

997 حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خُسِفَتِ الشَّمْسُ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَقَامَ فَكَبَّرَ وَصَفَّ النَّاسُ وَرَائَهُ فَاقْتَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَائَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ فَاقْتَرَاَ قِرَائَةً طَوِيْلَةً هِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَائَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا هُوَ اَدْنٰى مِنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ فَاسْتَكْمَلَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّنْصَرِفَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ كَانَ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ مِثْلَ حَدِيْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ رَكْعَتَيْنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ سے روایت ہے کہ

حیات رسول اللہ ﷺ میں سورج کو گرہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے قیام فرما کر تکبیر فرمائی اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے صفیں بنالیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے لمبی قرأت فرمائی پھر تکبیر فرمائی تو لمبا رکوع فرمایا پھر اپنے سر اقدس کو اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد فرمایا۔ پھر

قیام فرمایا لمبی قرأت فرمائی جو پہلے والی قرأت سے تھوڑی تھی پھر تکبیر فرما کر لمبا رکوع فرمایا جو کہ پہلے والے رکوع سے تھوڑا تھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولك الحمد فرمایا۔ پھر دوسری رکعت میں ایسے ہی کیا اسی طرح چار رکوع اور چار سجدے فرمائے اور سورج فراغت سے قبل چمکنے لگا۔

کثیر بن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے تھے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے دوران نماز ادا فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا فرمائیں ہر رکعت میں دو رکوع فرمائے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1، ص:417، سنن الدارقطنی: جز:5، ص:12، شرح السنۃ للبغوی: جز:2، ص:307، مسند احمد: جز:41، ص:119)

998 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ بْنِ خَالِدٍ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ الرَّازِيُّ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَحُدِّثْتُ عَنْ عُمَرَ بْنِ شَقِيْقٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ وَهٰذَا لَفْظُهٗ وَهُوَ اَتَمُّ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فَقَرَاَ بِسُوْرَةٍ مِنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَقَرَاَ سُوْرَةً مِنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ حَتّٰى انْجَلٰى كُسُوْفُهَا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سورج کو گرہن لگ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی معیت میں نماز ادا فرمائی اور لمبی سورتوں میں قرأت فرمائی اور پانچ رکوع اور دو سجدے فرمائے پھر دوسری رکعت کے لئے قیام فرمایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی سورت تلاوت فرمائی اور پانچ رکوع اور دو سجدے فرمائے پھر بیٹھے رہے جس طرح کہ قبلہ رو بیٹھتے ہیں دعا کرتے رہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگ گیا۔

(مستدرک: جز:1، ص:481، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:329، مسند احمد: جز:43، ص:235)

999 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ فَقَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ وَالْاُخْرٰى مِثْلُهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے دوران نماز پڑھائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت فرمائی پھر رکوع فرمایا پھر قرأت فرمائی پھر رکوع فرمایا پھر قرأت فرمائی پھر رکوع فرمایا پھر قرأت فرمائی پھر رکوع فرمایا پھر سجدہ فرمایا اور دوسری اس کی مثل ادا فرمائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 999)

1000 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ عِبَادٍ الْعَبْدِيُّ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ اَنَّهُ شَهِدَ خُطْبَةً يَوْمًا لِسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ سَمُرَةُ بَيْنَمَا اَنَا وَغُلَامٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ نَرْمِي غَرَضَيْنِ لَنَا حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ فِي عَيْنِ النَّاظِرِ مِنَ الْاُفُقِ اسْوَدَّتْ حَتّٰى اٰضَتْ كَاَنَّهَا تَنُّومَةٌ فَقَالَ اَحَدُنَا لِصَاحِبِهٖ انْطَلِقْ بِنَا اِلَى الْمَسْجِدِ فَوَاللّٰهِ لَيُحْدِثَنَّ شَاْنُ هٰذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اُمَّتِهٖ حَدَثًا قَالَ فَدَفَعْنَا فَاِذَا هُوَ بَارِزٌ فَاسْتَقْدَمَ فَصَلّٰى فَقَامَ بِنَا كَاَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَاَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَاَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِي صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ فَوَافَقَ تَجَلِّي الشَّمْسِ جُلُوسَهٗ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَشَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَشَهِدَ اَنَّهٗ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ سَاقَ اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ثعلبہ بن عباد عبدی نے بیان کیا ہے: اہل بصرہ سے اس دن خطبہ میں وہ حاضر تھا۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں اور انصار کا ایک لڑکا نشانے لگا رہے تھے حتیٰ کہ جب سورج دو یا تین نیزوں کے مساوی ہو گیا تو دیکھنے والے کو تنومہ گھاس کی مانند افق سیاہ دکھائی دیتا تھا۔ ہم میں سے ایک نے اپنے دوست کو کہا کہ ہمارے ساتھ مسجد چلو اللہ تعالیٰ کی قسم سورج کی یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نئی بات ہو گئی ہے لہٰذا جب ہم گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہم کو نماز پڑھانے کے واسطے قیام فرمایا اور نماز کے اندر بہت ساری دیر تک قیام فرمائے رکھا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو اس دوران نہ سنا۔ پھر ہماری معیت میں لمبا رکوع فرمایا اس طرح کسی بھی نماز میں نہ فرماتے تھے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو اس دوران بھی نہ سنا۔ پھر ہمارے ساتھ لمبا سجدہ فرمایا کہ اس طرح کسی نماز میں نہ فرمایا تھا۔ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اس دوران بھی نہ سنائی دی۔ پھر دوسری رکعت میں ایسے ہی کیا۔ راوی بیان فرماتے ہیں: دوسری رکعت میں بیٹھتے وقت سورج چمکنے لگ گیا۔ پھر سلام پھیرا پھر قیام فرما کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور شہادت عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت عطا فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ خاص اور اس کے رسول ہیں۔ پھر احمد بن یونس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بیان فرمایا۔

(معجم الکبیر: جز: 7، ص: 190، سنن النسائی: جز: 5، ص: 380، مسند احمد: جز: 41، ص: 148)

1001 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ اَبِى قِلَابَةَ عَنْ قَبِيصَةَ الْهِلَالِيِّ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَزِعًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِينَةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَانْجَلَتْ فَقَالَ اِنَّمَا هٰذِهِ الْآيَاتُ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا فَاِذَا رَاَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا كَاَحْدَثِ صَلٰوةٍ صَلَّيْتُمُوهَا مِنَ الْمَكْتُوبَةِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَيْحَانُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِى قِلَابَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ قَبِيصَةَ الْهِلَالِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ الشَّمْسَ كُسِفَتْ بِمَعْنٰى حَدِيثِ مُوسٰى قَالَ حَتّٰى بَدَتِ النُّجُومُ

قبیصہ ہلالی سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں سورج کو گرہن لگ گیا تو آپ ﷺ گھبراہٹ کی حالت میں چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ میں اس دن مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ نے دو رکعات پڑھائیں ان کے اندر لمبا قیام فرمایا پھر فراغت پائی اور سورج چمکنے لگ گیا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ خوف دلاتا ہے جب تم یوں دیکھو تو نماز پڑھو جس قدر تم نے اس کے قریب فرض نماز پڑھی ہو۔ ہلال بن عامر سے روایت ہے کہ قبیصہ ہلالی نے ان کو بیان کیا ہے: سورج کو گرہن لگ گیا۔ حدیث موسیٰ کی مانند معناً بیان کرتے ہوئے فرمایا حتیٰ کہ ستارے دکھائی دینے لگ گئے۔

(مستدرک: ج:1، ص:482)

شرح:

اس باب میں اربع رکعات سے مراد رکوع ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں جو روایات ذکر فرمائی ہیں ان میں ہر رکعت میں دو رکوع اور تین اور پانچ رکوع کا ذکر ہے۔ اشکال سے بچنے کے لئے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے مطلقاً رکوع کی تعداد ثابت کرنا ہے اگرچہ وہ دو رکوع ہوں یا اس سے زیادہ ہوں۔ مگر احناف کے نزدیک ہر رکعت میں ایک رکوع ہے جس طرح کہ اس باب کی آخری حدیث مبارکہ سے ثابت ہے اور یہ قول وفعل دونوں کے موافق ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جب تم یوں دیکھو تو نماز پڑھو جس قدر تم نے اس کے قریب فرض نماز پڑھی ہو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

☆ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سب سے اچھی قرأت کرنے والے صحابی تھے اور کاتب وحی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی جس پر

آپ رضی اللہ عنہ کو ناز تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں سب سے زیادہ شدید عمر ہے، سب سے زیادہ حیاء دار اور صادق عثمان ہے اور حلال وحرام کا سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل ہے اور وراثت کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت ہے اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے (رضی اللہ عنہم)

واقدی نے روایت کیا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو جس شخص نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھا وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے آخر میں لکھنے والے بھی یہی تھے۔ جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔

ابونعیم نے کہا ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 22ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ 30ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی مبارکہ کے بال سفید تھے مگر خضاب نہیں لگاتے تھے۔ (اسد الغابہ: جز: 1، ص: 50)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں کاتب وحی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے قاری تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطاب دیا سید انصار، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطاب دیا سید المسلمین کا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں 19ھ میں وفات پائی یعنی خلافت فاروقی میں۔ (مرأۃ المناجیح: جز: 8، ص: 516)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْقِرَائَةِ فِیْ صَلٰوةِ الْكُسُوفِ

باب: کسوف کی نماز میں قرأت کرنا

یہ باب نماز کسوف کی قرأت کے حکم میں ہے۔

1002 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَمِّی حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِیْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ كُلُّهُمْ قَدْ حَدَّثَنِیْ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَقَامَ فَحَزَرْتُ قِرَائَتَهٗ فَرَاَيْتُ اَنَّهٗ قَرَاَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِرَائَةَ فَحَزَرْتُ قِرَائَتَهٗ اَنَّهٗ قَرَاَ بِسُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سورج کو گرہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھانے کے واسطے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا تخمینہ لگایا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ تلاوت فرمائی۔ اور آگے بقیہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی فرمایا پھر دو سجدے فرمائے پھر قیام فرمایا تو قرأت کو لمبا فرمایا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا تخمینہ لگایا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ آل عمران قرأت فرمائی۔

(مستدرک: ج:1، ص:482، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:335، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:9، ص:359)

1003 حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ بْنِ مَزْيَدٍ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ اَخْبَرَنِی الزُّهْرِیُّ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ قِرَائَةً طَوِيْلَةً فَجَهَرَ بِهَا يَعْنِیْ فِیْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قرأت فرمائی تو بلند آواز کے ساتھ یعنی نماز کسوف میں۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث:1003)

1004 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خُسِفَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهٗ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا

بِنَحْوٍ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورج کو گرہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا قیام فرمایا سورہ بقرہ کی مثل پھر رکوع فرمایا۔ اور آگے حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1004)

شرح: آئمہ کرام کا اختلاف

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کسوف میں جہراً قرأت ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سراً قرأت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جہراً کی روایت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کی روایت ہے اور نماز کے احوال میں مردوں کی روایت کو ترجیح حاصل ہے، نیز دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھنا ہی اصل ہے۔ (ہدایہ: جز: 1، ص: 176)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

یہ نماز (نماز کسوف) اور نوافل کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں نہ اس میں اذان ہے نہ اقامت نہ بلند آواز سے قرأت۔ (درمختار: جز: 3، ص: 78)

☆ قوله فرايت انه قرأ سورة البقره...... الخ

اگر بڑی سورتیں مثل سورہ بقرہ و سورہ آل عمران یاد ہوں تو سورج گرہن کی نماز میں ان کی تلاوت کی جائے کیونکہ یہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر یاد ہوں تو سورہ بقرہ اور آل عمران کی مثل بڑی بڑی سورتیں پڑھیں۔ (درمختار: جز: 3، ص: 79)

☆ اس باب کے تمام راویوں کے احوال بیان کر دیئے گئے ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب يُنَادَى فِيهَا بِالصَّلٰوةِ

باب: لوگوں کو نماز کے لئے بلانا

یہ باب لوگوں کو نماز کسوف کی خاطر بلانے کے حکم میں ہے۔

1005 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ اَنَّهُ سَالَ الزُّهْرِيَّ فَقَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُسِفَتِ الشَّمْسُ فَاَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَنَادَى اَنِ الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سورج کو گرہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ندا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا کہ نماز جماعت کے ساتھ قائم کی جائے گی۔

شرح:

اگر لوگ جمع نہ ہوئے ہوں تو حدیث مبارکہ میں مذکور الفاظ کے ساتھ پکارا جائے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر لوگ جمع نہ ہوئے تو ان الفاظ سے پکاریں۔

الصلوۃ جامعۃ۔ (درمختار: ج:3، ص:79)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّدَقَةِ فِيهَا

باب: اس میں صدقہ کرنا

یہ باب سورج گرہن کے دوران صدقہ کرنے کے حکم میں ہے۔

1006 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا یُخْسَفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمْ ذٰلِکَ فَادْعُوا اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَکَبِّرُوْا وَتَصَدَّقُوْا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند کو نہ تو کسی کی موت سے گرہن لگتا ہے نہ زندگی سے پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور تکبیر کہو اور صدقہ کرو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:320،سنن دارقطنی: ج:5،ص:10، سنن النسائی: ج:5،ص:352،صحیح ابن حبان: ج:7،ص:84)

شرح:

اس حدیث مبارکہ کی رو سے معلوم ہوا کہ جب سورج گرہن لگ جائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں توبہ استغفار کرنا چاہئے اور صدقہ وخیرات کرنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

چونکہ یہ قہر خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو، دعائیں مانگو، صدقہ دو۔ (مرأۃ المناجیح: ج:2،ص:364)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے احوال پیچھے بیان کردیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْعِتْقِ فِیْهَا

باب: اس میں غلام آزاد کرنا

یہ باب سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کے حکم میں ہے۔

1007 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِالْعَتَاقَةِ فِيْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج گرہن کے دوران لونڈی آزاد کرنے کا حکم ارشاد فرماتے۔

(مستدرک: ج:1،ص:480،معجم الکبیر: ج:24،ص:119، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:340،شرح السنۃ: ج:1،ص:278)

شرح:

اس زمانہ میں غلام اور لونڈی نہیں پائے جاتے اور یہ حکم اس وقت ہے جب جنگیں ہوں اور غلام اور لونڈی ہاتھ آئے تو

سورج گرہن کے وقت ان کو آزاد کیا جائے۔ بہرحال حدیث مبارکہ اپنے عموم پر ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

چونکہ یہ قہر خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو، دعائیں مانگو، صدقہ دو اور غلام آزاد کرو تاکہ رحم کئے جاؤ۔ (مرأۃ المناجیح: ج:2،ص:364)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

☆ **قوله عن اسماء رضی الله عنها**

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں کہ یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کون سی ہیں مجھے اس کی تعیین میں کوئی قول نہیں مل سکا۔ صحابیات میں سے یہ اسماء نام سے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بھی ہیں اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔ اگر تو ہیں یہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تو ان کے احوال بھی بیان کر دیئے جاتے ہیں اور اگر یہ ہیں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا تو ان کے احوال بھی بیان کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قدیم الاسلام تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح فرما لیا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نام و نسب یہ ہے۔

اسماء بنت عمیس بن معبد بن الحارث بن تیم بن کعب بن مالک بن بشر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن خلف بن اقبل۔

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زبیر بن حارث تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا قدیم الاسلام تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی وہاں پر آپ رضی اللہ عنہا کے تین بیٹے ہوئے۔

1-عبداللہ، 2-عون، 3-اور محمد

پھر انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح فرما لیا پھر آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا پھر آپ رضی اللہ عنہا سے یحیٰی پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ

بنت الحارث رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ دس اخیافی بہنیں تھیں۔

(اسد الغابہ: جز:5، ص:395)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اپنے خاوند کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی وہاں آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے 1-محمد، 2-عبداللہ، 3-عون پیدا ہوئے۔ پھر مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں ان سے یحیٰ ابن علی پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے بہت صحابہ نے روایات لی ہیں۔

(مراۃ المناجیح: جز:8، ص:519)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ہجرت سے قبل ہی ایمان لے آئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے قبل صرف سترہ اشخاص ایمان لائے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 100 سو سال ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی (ہیں) آپ رضی اللہ عنہا کا نام لقب ذات النطاقین یعنی دو کمر بند والی ہے کیونکہ ہجرت کی رات آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا توشہ باندھا تھا دوسرا ٹکڑا اپنے استعمال میں رکھا یا دوسرے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا مشکیزہ باندھا۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔ مکہ معظمہ میں ایمان لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے قبل صرف سترہ آدمی ایمان لائے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا اٹھارویں مومنہ ہیں۔ اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی ہیں۔ اپنے فرزند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے دس دن بعد وفات ہوئی۔ ان کے سولی سے اترنے کے بعد 100 سو برس عمر ہوئی۔ 73 تہتر میں مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی رضی اللہ عنہا۔ (مراۃ المناجیح: جز:8، ص:519)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ

باب: جس نے کہا دو رکعات ہیں

یہ باب نماز کسوف کی دو رکعات کے حکم میں ہے۔

1008 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ الْبَصْرِيُّ عَنْ اَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَيَسْاَلُ عَنْهَا حَتّٰى انْجَلَتْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عہد رسول اللہ ﷺ میں سورج گرہن لگ گیا تو آپ ﷺ نے دو دو رکعات ادا فرمائیں اور اس کے بارے میں سوال کرتے رہے حتیٰ کہ سورج روشن چمکنے لگ گیا۔

(مستدرک: جز: 1 ص: 481، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3 ص: 333)

1009 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ وَفَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ نَفَخَ فِي اٰخِرِ سُجُودِهٖ فَقَالَ اُفْ اُفْ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِي اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَاَنَا فِيهِمْ اَلَمْ تَعِدْنِي اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ فَفَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهٖ وَقَدْ اَمْحَصَتِ الشَّمْسُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں سورج کو گرہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا نماز ادا فرمانے لگ گئے رکوع کا کوئی اتا پتا بھی نہیں تھا پھر رکوع فرمایا تو قیام فرمانے کا اتا پتا نہیں تھا پھر قیام فرمایا تو سجدے کا اتا پتا نہیں تھا پھر سجدہ فرمایا تو اٹھنے کا اتا پتا نہیں تھا پھر اٹھے اور دوسری رکعت میں بھی اس کی مثل کیا۔ پھر آخری رکعت میں ٹھنڈی سانس لی تو فرمایا: اف اف۔ پھر کہا یا رب عز و جل! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ ان کو عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ میں ان میں ہوں۔ کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ ان کو عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ وہ مغفرت طلب کرتے رہیں گے پس رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت

پائی اور سورج نظر آرہا تھا۔آگے حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ:جز:31،ص:462)

1010 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ بَيْنَمَا اَتَرَمَّى بِاَسْهُمٍ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ كُسِفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهُنَّ وَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ مَا اَحْدَثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسُوفُ الشَّمْسِ الْيَوْمَ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يُسَبِّحُ وَيُحَمِّدُ وَيُهَلِّلُ وَيَدْعُو حَتّٰى حُسِرَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَرَاَ بِسُوْرَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تیر اندازی کر رہا تھا کہ سورج کو گرہن لاحق ہوگیا تو میں نے ان کو ڈال دیا اور میں نے کہا میں دیکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کے دن سورج گرہن کی وجہ سے نیا کام کیا سرانجام دیتے ہیں۔پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑا (جب میں پہنچا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح، تحمید، تہلیل اور دعا کر رہے تھے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگ گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سورتیں اور دو رکعات ادا فرمائیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ:جز:3،ص:332،صحیح مسلم:جز:4،ص:466،مسند ابی عوانۃ:جز:2،ص:105،مسند احمد:جز:42،ص:82)

شرح:

یہاں پر رکعتین سے مراد حقیقی معنی ہیں اور یصلی رکعتین الغتین سے ایک ساتھ چار نہ پڑھی جائیں بلکہ دو دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھی جائیں پہلی دو رکعات کے بعد دیکھا جائے کہ اگر تو سورج صاف دکھائی دینے لگ گیا ہے تو ٹھیک ورنہ دو رکعات مزید پڑھ لیں۔علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ نے اسی طرح فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ نے رکعتین سے مراد رکوعین لیا ہے۔علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ نے جو حدیث مبارکہ کا معنیٰ بیان کیا ہے وہ احناف کے مذہب کے موافق ہے کیونکہ احناف ہر رکعت میں دو رکوع کرنے کے قائل ہی نہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ حدیث عبدالرحمٰن بن سمرہ کی شرح میں لکھتے ہیں:اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کئے نماز کو زیادہ رکوعوں سے دراز نہیں کیا بلکہ زیادہ ذکروں سے۔یہ حدیث مبارکہ بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے......اس جگہ مرقات نے ترمذی، بخاری و ابوداؤد، نسائی اور حاکم کی احادیث بروایت ابن عمر، عبداللہ بن عمر، سمرہ بن جندب، نعمان بن بشیر، قبیصہ ہلالی، ابی بکرہ وغیرہم سے بہت احادیث نقل کیں جن میں نماز گرہن کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کا ذکر ہے۔(مرآۃ المناجیح:جز:2،ص:370)

☆ قوله يصلي ركعتين ركعتين

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شارحین نے اس کی شرح میں بہت دشواری محسوس کی ہے کیونکہ گزشتہ احادیث میں صرف دو رکعتوں کا ذکر تھا اور یہاں زیادہ کا، بعض نے فرمایا: جب گرہن جلدی کھل گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا فرمائیں اور جب دیر میں کھلا تو زیادہ پڑھیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف ایک ہی دفعہ سورج گرہن ہوا ہے اس لیے توجیہ نہیں بنتی۔ بس اب یہی کہا جا سکتا ہے یہ ایک روایت بے شمار مذکورہ روایتوں کے خلاف ہے۔ یہ نا قابل قبول ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:372)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبدالرحمن بن سمره رضی الله عنه

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبدالکعبہ تھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ خلافت عثمانیہ میں سجستان اور کابل آپ رضی اللہ عنہ نے ہی فتح فرمایا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے آپ رضی اللہ عنہ کا شمار اہل بصرہ سے ہے۔ 51 اکیاون میں وہاں ہی وفات پائی۔ ایک خلقت نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:562)

ایک اور جگہ پر راقم ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسعید اشجعی ہے آپ رضی اللہ عنہ عبدالشمس ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اصلی نام عبدالکعبہ تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رکھا۔ خلافت عثمانیہ میں سجستان اور کابل آپ رضی اللہ عنہ ہی نے فتح کیا۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا 51ھ میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:369)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الصَّلوٰةِ عِنْدَ الظُّلْمَةِ وَنَحْوِهَا

باب: اندھیرا اور اس کی مثل کے وقت نماز پڑھنا

یہ باب اندھیرے کے وقت نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1011 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ اَبِي رَوَّادٍ حَدَّثَنِي حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ النَّضْرِ حَدَّثَنِي اَبِي قَالَ كَانَتْ ظُلْمَةٌ عَلٰى عَهْدِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ فَاَتَيْتُ اَنَسًا

فَقُلْتُ يَا اَبَا حَمْزَةَ هَلْ كَانَ يُصِيبُكُمْ مِثْلُ هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتِ الرِّيحُ لَتَشْتَدُّ فَنُبَادِرُ الْمَسْجِدَ مَخَافَةَ الْقِيَامَةِ

عبیداللہ بن نضر سے روایت ہے کہ مجھے میرے والد محترم نے بیان فرمایا ہے کہ عہد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں اندھیرا ہوگیا تو میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پس میں نے عرض کیا: اے ابوحمزہ! کیا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی مثل کچھ ہوا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاذ اللہ۔ اگر شدید ہوا چلنے لگتی تو ہم خوف قیامت سے مسجد کی طرف دوڑ پڑتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:342)

شرح:

یہاں پر باب باندھنے کا مقصد یہ ہے کہ سورج گرہن کے علاوہ تیز آندھی یا دن میں اندھیرا چھا جائے یا زلزلہ آ جائے تو نماز کا کیا حکم ہے۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

صرف زلزلے کے وقت نماز پڑھی جائے۔ یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اسی طرح امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سورج گرہن کے علاوہ نماز پڑھنا ثابت نہیں۔ احناف کے نزدیک تمام آفات کے وقت نماز مستحب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز کے متعلق علت یہ بتائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے لہٰذا تمام نشانیوں و آفات کے وقت نماز پڑھنی چاہیے۔ (المغنی)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زلزلے کے وقت نماز پڑھی جائے گی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحت حدیث پر معلق ہے یعنی اگر حدیث ثابت ہو جائے تو پھر نماز پڑھی جائے گی اور احناف کے نزدیک اس طرح کے مواقع پر نماز جماعت کے بغیر پڑھنا مستحب ہے۔ (فتح الباری)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

تیز آندھی آئے یا دن میں سخت تاریکی چھا جائے یا رات میں خوف ناک روشنی ہو یا لگاتار کثرت سے بارش برسے یا بکثرت اولے پڑیں یا آسمان سرخ ہو جائے یا بجلیاں گریں یا بکثرت تارے ٹوٹیں یا طاعون وغیرہ وبا پھیلے یا زلزلے آئیں یا دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی دہشت ناک امر پایا جائے ان سب کے لئے دو رکعت نماز مستحب ہے۔ (درمختار: جز:3،ص:80)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے آپ رضی اللہ عنہ خود کو خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلوانے پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے سال میں دو بار پھل لگتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے خود کو خادم رسول کہلوانے پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے اس وقت یہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ ایک قول نو سال کا بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعا دی جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں سال میں دو بار پھل لگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارکہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ موت کے بعد اس عصا مبارکہ کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 91ھ میں وصال فرمایا۔
ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 92ھ میں وصال فرمایا۔
ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 93ھ میں وصال فرمایا۔
ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے 90ھ میں وصال فرمایا۔
آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت ایک سوتین سال کی تھی۔
ایک قول یہ ہے کہ اس وقت عمر مبارک ایک سودس سال تھی۔
اور ایک قول یہ ہے کہ اس وقت عمر مبارک ایک سوسات سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:1،ص:128)
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس بن مالک ابن نضر ہے کنیت ابوحمزہ ہے خزرجی انصاری ہیں۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ام سلیم بنت ملحان ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو جناب انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ بیس سالہ تھے۔ دس سال تک مسلسل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔ 91ھ میں وفات ہوئی۔ ایک سوتین سال عمر ہوئی۔ بعض نے فرمایا 99 ننانوے سال عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اسی 80 یا ایک سودس 110 ہے اٹھہتر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔ خلاصہ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ احادیث مبارکہ متفق علیہ ہیں اور تراسی 83 احادیث مبارکہ بخاری، اکہتر 71 مسلم کی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:813)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب السُّجُوْدِ عِنْدَ الْآيَاتِ

باب: نشانیوں کے وقت سجدہ کرنا

یہ باب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے سبب نشانیوں کے ظہور کے وقت سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

1012 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ اَبِیْ صَفْوَانَ الثَّقَفِیُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ اَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَاتَتْ فُلَانَةُ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ سَاجِدًا فَقِيْلَ لَهٗ اَتَسْجُدُ هٰذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمْ اٰيَةً فَاسْجُدُوْا وَاَىُّ اٰيَةٍ اَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں زوجہ مبارکہ کا وصال ہوگیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ سجدے میں تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس گھڑی میں سجدہ فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی نشانی دیکھا کرو تو سجدہ کیا کرو لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے وصال سے زیادہ بڑی نشانی کیا ہوگی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:343، سنن الترمذی: ج:12،ص:395، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:30،ص:50)

شرح:

یہ سجدہ ہیبت کا تھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن زمین والوں کے لئے امن ہیں۔ان کا وصال امن کا اٹھ جانا ہے اوران کا جانا مصیبتوں کا آنا ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ سجدہ ہیبت کا تھا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور بیویاں زمین والوں کے لئے امن ہیں ان کی وفات امن کا اٹھنا ہے اور ان کا جانا مصیبتوں کا آنا ہے۔خیال رہے کہ یہ بی بی صاحبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔بعض نے فرمایا: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا مگر پہلا قول قوی ہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں۔عکرمہ ابن ابوجہل اور ہیں۔

مرقات ولمعات نے اس جگہ فرمایا کہ

یہ حضرات بابرکت ہیں جن کے وسیلہ سے عذاب دور رہتا ہے۔رب عزوجل کی رحمتیں آتی ہیں۔ان کی وفات پر ذکر اللہ نوافل اور سجدے زیادہ کرو کیونکہ ان کی حیات کی برکت تو جاتی رہی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے عذاب دور ہو۔خیال رہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی وفات کی طرح سورج گرہن بھی ایک اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے لہٰذا اس وقت بھی ذکر و نوافل اور سجود چاہئے۔اس لیے یہ حدیث مبارکہ اس باب میں لائی گئی۔(مرآۃ المناجیح: ج:2،ص370 تا 371)

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ

☆ قوله عن عكرمة رحمة الله عليه

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے۔آپ رضی اللہ عنہ سے ایک مخلوق نے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کنیت ابوعبداللہ ہے بربر کے رہنے والے ہیں۔ فقہاء مکہ مکرمہ سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مخلوق نے روایات لی ہیں۔ 80 اسی سال عمر ہوئی۔ 107 ایک سو سات میں وفات پائی۔ کسی نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ کیا کوئی آپ رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم ہے۔ آپ نے فرمایا: عکرمہ (رحمۃ اللہ علیہ)

(مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:548)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَفْرِيعِ صَلٰوةِ السَّفَرِ

سفر کی نماز کے ابواب کی تفریع

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف میں سے ہے کہ ہر حکم کو بیان فرمانے کے لئے علیحدہ ابواب مقرر فرماتے ہیں: یہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سفر کی نماز کے احکام بیان فرمائے ہیں۔

بَاب صَلٰوةِ الْمُسَافِرِ

باب: مسافر کی نماز

یہ باب مسافر کی نماز کے حکم میں ہے۔

1013 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِيْ صَلٰوةِ الْحَضَرِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضر اور سفر میں دو رکعات فرض کی گئی تھیں۔ سفر کی نماز بدستور ویسے ہی رہی اور حضر کی نماز میں کچھ زیادہ کیا گیا۔

(سنن الدارمی: جز: 1 ص: 424، سنن النسائی: جز: 2 ص: 232، صحیح ابن حبان: جز: 6 ص: 446، صحیح ابن خزیمہ: جز: 1 ص: 156)

1014 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح و حَدَّثَنَا خُشَيْشٌ يَعْنِي ابْنَ أَصْرَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَرَأَيْتَ إِقْصَارَ النَّاسِ الصَّلٰوةَ وَإِنَّمَا قَالَ تَعَالٰى (إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) فَقَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِي عَمَّارٍ يُحَدِّثُ فَذَكَرَهُ نَحْوَهُ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ اَبُو عَاصِمٍ وَحَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ كَمَا رَوَاهُ ابْنُ بَكْرٍ

حضرت یعلی بن امیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا، کیا آپ رضی اللہ عنہ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ ان دنوں کیسے نماز قصر کر رہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اگر تم کو خوف ہو کہ کفار تم کو اذیت پہنچائیں گے۔ پس تحقیق اب تو یہ خوف چلا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی حیرت ہوئی جس سے آپ کو حیرت ہوئی تو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے واسطے سے تمہارے اوپر احسان عظیم فرمایا ہے تو اس کے احسان مان لو۔ ابن جریج نے عبداللہ بن ابو عمار کو اس کی مثل حدیث مبارکہ بیان کرتے ہوئے سماعت کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعاصم اور حماد بن مسعدۃ نے ابن بکر کی طرح روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 134، صحیح ابن حبان: جز: 6، ص: 450، مسند احمد: جز: 1، ص: 241، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 27، ص: 110)

چند ابحاث

یہاں پر چند ابحاث بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: مسافر کا معنیٰ

علامہ ابن منظور جمال الدین مصری متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

ازہری نے بیان کیا ہے: مسافر کو مسافر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ (سفر کی بناء پر) اس کی شخصیت کے پوشیدہ پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں اور راستے کی منزلیں اور جس مقام پر وہ قیام کرتا ہے وہ جگہ اس پر ظاہر ہوتی ہے اور نئی فضا اس پر ظاہر ہوتی ہے اور سفر کو سفر اس وجہ سے کہتے ہیں: سفر مسافر کی شخصیت اور سیرت کو لوگوں پر منکشف کر دیتا ہے اور اس کے کردار کے پوشیدہ گوشے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا:

اے شہر والو! تم چار رکعت نماز پڑھو کیونکہ میں مسافر ہوں۔ (لسان العرب: جز: 4، ص: 368)

مذاہب اربعہ

مسافت شرعی کی مقدار میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جن کے مذاہب درج ذیل ہیں:

شافعیہ کا مذہب

علامہ ابواسحاق شیرازی متوفی 455ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔ (المہذب مع شرح المہذب: جز:4،ص:322)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔ (المغنی: جز:2،ص:47)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن احمد رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے ایک دن کی مسافت ہے۔ (بدایۃ المجتہد: ص:121)

حنفیہ کا مذہب

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں قصر کر سکتا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا شروع کر دے، میں نے پوچھا تین دن کے تعین کی کیا دلیل ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔ (المبسوط: جز:1،ص:265)

احناف کے مزید دلائل

احناف کے نزدیک شرعی سفر کی مدت تین دن ہے اس میں وہ قصر کرے گا اس پر احناف کے مزید دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر: 1

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔ (صحیح بخاری: جز:1،ص:147)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام اس وقت لاگو ہوں گے جب مدت تین سفر کی ہو۔

دلیل نمبر:2

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص:433)

دلیل نمبر:3

علی بن ربیعہ والبی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت کے بعد نماز قصر کی جائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سویدا کو جانتے ہو، میں نے عرض کیا نہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تین راتوں کی مسافت پر ہے جب ہم وہاں تک سفر کرتے ہیں تو نماز قصر کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار:ص:39)

دلیل نمبر:4

شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کے متعلق پوچھا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہتے تھے، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تین راتیں مسافر کے لئے اور ایک دن ایک رات مقیم کے لئے مشروع فرمائی ہیں۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص:135)

دلیل نمبر:5

امام ابو جعفر طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے منقول ہے کہ مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے۔ (شرح معانی الآثار: جز:1،ص:50)

دوسری بحث: مسائل کے متعلق

جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر نکل جائے وہ شخص شرعاً مسافر ہے۔ (فتاوی رضویہ: ج:8،ص:243)

مسئلہ نمبر:1

دن سے مراد سال کا سب میں چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے، نماز اور

دیگر ضروریات کے لئے ٹھہرنا تو ضرور ہی ہے بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے مثلاً شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یونہی کیا تو اتنی دیر تک کی مسافت سفر کہیں گے دوپہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہے اس قدر اس درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سست، خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رکی ہو نہ تیز۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:138)

مسئلہ نمبر:2

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

کوس کا اعتبار نہیں کہ کوس کہیں چھوٹے ہوتے ہیں کہیں بڑے بلکہ اعتبار تین منزلوں کا ہے اور خشکی میں میل کے حساب سے اس کی مقدار ساڑھے ستاون میل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8، ص:270)

مسئلہ نمبر:3

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں ایک سے مسافت سفر ہے دوسرے سے نہیں تو جس راستہ سے آجائے گا اس کا اعتبار ہے۔ نزدیک والے راستے سے گیا تو مسافر نہیں اور دور والے سے گیا تو ہے اگرچہ اس راستہ کے اختیار کرنے میں اس کی کوئی غرض نہ ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:138)

مسئلہ نمبر:4

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں۔ ایک دریا کا راستہ دوسرا خشکی کا ان میں ایک دو دن کا ہے دوسرا تین دن کا۔ تین دن والے سے جائے تو مسافر ہے ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:138)

مسئلہ نمبر:5

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

تین دن کی راہ کو تیز سواری پر دو دن یا کم میں طے کرے تو مسافر ہی ہے اور تین دن سے کم کے راستہ کو زیادہ دنوں میں طے کیا تو مسافر نہیں۔ (درمختار وردالمحتار: جز:2، ص:726)

مسئلہ نمبر:6

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

محض نیت سفر سے مسافر نہ ہوگا بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے شہر میں ہے تو شہر سے، گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے اس سے بھی باہر ہو جائے۔ (درمختار ورد المحتار: جز:2،ص:722)

مسئلہ نمبر:7

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لئے ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، کوڑا پھینکنے کی جگہ اگر یہ شہر سے متصل ہوں تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے اور اگر شہر وقت کے درمیان فاصلہ ہو تو نہیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:722)

مسئلہ نمبر:8

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

آبادی سے باہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جدھر جا رہا ہے اس طرف آبادی ختم ہو جائے اگرچہ اس کی محاذات میں دوسری طرف ختم نہ ہوئی ہو۔ (غنیۃ المستملی:ص:536)

مسئلہ نمبر:9

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

کوئی محلّہ پہلے شہر سے ملا ہوا تھا مگر اب جدا ہو گیا تو اس سے باہر ہونا بھی ضروری ہے اور جو محلّہ ویران ہو گیا خواہ شہر سے پہلے متصل تھا یا اب بھی متصل ہے اس سے باہر ہونا شرط نہیں۔ (غنیۃ المستملی:ص:536)

مسئلہ نمبر:10

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سفر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا وہاں سے تین دن کی راہ کا ارادہ ہو اور اگر دن دن کی راہ کے ارادہ سے نکلا وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ ہوا کہ وہ بھی تین دن سے کم کا راستہ ہے یونہی ساری دنیا گھوم آئے مسافر نہیں۔

(درمختار: جز:2،ص:724)

مسئلہ نمبر:11

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کا ارادہ متصل سفر کا ہو اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو یہ تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا مسافر نہ ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:270)

مسئلہ نمبر:12

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

کافر تین دن کی راہ کے ارادہ سے نکلا دو دن کے بعد مسلمان ہو گیا تو اس کے لئے قصر ہے اور نابالغ تین دن کی راہ کے قصد سے نکلا اور راستہ میں بالغ ہو گیا اب سے جہاں جانا ہے تین دن کی راہ نہ ہو تو پوری پڑھے حیض والی پاک ہوئی اور اب سے تین دن کی راہ نہ ہو تو پوری پڑھے۔ (درمختار: جز:2،ص:746)

تیسری بحث: مسافر کی دو اقسام

مسافر کی دو اقسام ہیں۔

1- وطن اصلی

2- وطن اقامت

وطن اصلی

وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کر لی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔

وطن اقامت

وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کیا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:142)

چوتھی بحث

وطن اصلی اور وطن اقامت کے متعلق مسائل

وطن اصلی اور وطن اقامت کے متعلق مسائل درج ذیل ہیں:

مسئلہ نمبر:1

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

مسافر نے کہیں شادی کر لی اگرچہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ کیا ہو مقیم ہو گیا اور دو شہروں میں اس کی دو عورتیں رہتی ہوں تو دونوں جگہ پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:739)

مسئلہ نمبر:2

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ایک جگہ آدمی کا وطن اصلی ہے اب اس نے دوسری جگہ وطن اصلی بنایا اگر پہلی جگہ بال بچے موجود ہوں تو دونوں اصلی ہیں ورنہ پہلا اصلی نہ رہا خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ (درمختار ورد المحتار: جز:2،ص:739)

مسئلہ نمبر:3

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

وطن اقامت دوسرے وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی دونوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو یونہی وطن اقامت وطن اصلی وسفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ (درمختار ورد المحتار: جز:2،ص:739)

مسئلہ نمبر:4

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر دوسری جگہ چلا گیا اور پہلی جگہ مکان واسباب وغیرہ باقی ہیں تو وہ بھی وطن اصلی ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:142)

مسئلہ نمبر:5

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

وطن اقامت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تین دن کے سفر کے بعد وہاں اقامت کی ہو بلکہ اگر مدت سفر طے کرنے سے پیشتر اقامت کر لی وطن اقامت ہو گیا۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:142)

مسئلہ نمبر:6

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

مسافر جب وطن اصلی میں پہنچ گیا سفر ختم ہو گیا اگرچہ اقامت کی نیت نہ کی ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:142)

مسئلہ نمبر:7

عورت کی شادی ہوئی اور وہ سسرال چلی گئی اور اپنے سسرال رہنے لگ گئی تو میکا اس کے لئے وطن اصلی نہ رہے گا یعنی اگر سسرال تین منزل پر ہے وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی تو قصر پڑھے اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے۔

☆ قوله قال الله عز وجل! ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا۔

قرآن مجید سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصر کی رخصت صرف اس صورت میں ہے کہ جب کفار کے حملہ کرنے کا

خوف ہوتو اس وقت چار کی جگہ دو پڑھی جائیں گی۔احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سفر شرعی میں یہ رخصت زمانہ جنگ اور امن دونوں کو شامل ہے۔

ابو عیاش زرقی سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عسفان میں تھے اور مشرکین کے امیر خالد بن ولید تھے۔ ہم نے ظہر کی نماز پڑھی، مشرکین نے کہا ہم نے ان کو غافل پایا کاش ہم ان پر اس وقت حملہ کر دیتے جب یہ نماز میں تھے اس موقع پر ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں قصر کے متعلق یہ آیت نازل ہوگئی۔ جب عصر کی نماز آئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے ہمارے دو گروہ کر دیئے۔ ایک گروہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور دوسرا گروہ آپ ﷺ کی حفاظت کرتا رہا۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 1549)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا۔ ہم دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہماری صفیں بنائیں۔ ایک صف نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، نبی کریم ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی۔ پھر یہ لوگ پہلے گروہ کی جگہ چلے گئے جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور نبی کریم ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا پھر ان میں سے ہر گروہ نے ایک رکوع اور دو سجدے کیے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 942)

امام محمد از امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں۔

جب امام اپنے اصحاب کو نماز خوف پڑھائے تو ایک جماعت امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے جو جماعت امام کے ساتھ کھڑی ہے امام اس کو ایک رکعت نماز پڑھائے پھر جس جماعت نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی وہ کوئی کلام کیے بغیر دوسری جماعت کی جگہ جا کر کھڑی ہو جائے اور وہ دوسری جماعت امام کے پیچھے آ کر نماز پڑھے امام اس کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے پھر یہ جماعت کوئی کلام کیے بغیر پہلی جماعت کی جگہ جا کر کھڑی ہو جائے اور پہلی جماعت آئے اور تنہا تنہا ایک رکعت پڑھے پھر وہ جا کر دوسری جماعت کی جگہ کھڑے ہو جائیں اور پھر دوسری جماعت آئے اور وہ بھی تنہا تنہا اپنی پہلی رکعت پڑھے۔

امام محمد از امام ابوحنیفہ از حارث بن عبدالرحمان از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم اس پوری روایت پر عمل کرتے ہیں لیکن پہلی جماعت اپنی بقیہ دوسری رکعت کو بغیر قرأت کے پڑھے گی کیونکہ اس نے امام کے ساتھ پہلی رکعت پالی ہے اور دوسری جماعت اپنی بقیہ پہلی رکعت کو قرأت کے ساتھ پڑھے گی کیونکہ اس کی امام کے ساتھ ایک رکعت رہ گئی ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار: رقم الحدیث: 194، 195)

امر وجوب کے لئے آتا ہے

☆ قولہ فاقبلوا صدقۃ

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صدقہ (احسان) کو قبول کرو۔ تو یہاں پر اقبلوا کا صیغہ ہے جو کہ امر ہے اور "الامر للوجوب" امر وجوب کے لئے آتا ہے تو پتہ چلا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

وجوب قصر میں مذاہب

وجوب قصر میں آئمہ کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید ابن رشد اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا مباح ہے۔ (بدایۃ المجتہد: جز:1، ص:122)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں نماز پوری پڑھنا اور قصر کرنا دونوں جائز ہیں لیکن قصر کرنا افضل ہے۔

(شرح المہذب: جز:4، ص:336)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا مباح ہے (گویا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی قول ہے)

(المغنی: جز:2، ص:50)

حنفیہ کا مذہب

علامہ کمال ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا واجب ہے اور اس کا ترک گناہ ہے۔ (فتح القدیر: جز:2، ص:5)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اور قصداً چار پڑھیں اور دو پر قعدہ کیا تو فرض ادا ہو گئے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہوئیں مگر گناہ گار و مستحق نار ہوا کہ واجب ترک کیا لہٰذا توبہ کرے اور دو رکعات پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے اور وہ نماز نفل ہو گئی ہاں اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے

پیشتر اقامت کی نیت کرلی تو فرض باطل نہ ہوں گے مگر قیام ورکوع کا اعادہ کرنا ہوگا اور اگر تیسری کے سجدہ میں نیت کی تو اب فرض جاتے رہے یونہی اگر پہلی دونوں یا ایک میں قرأت نہ کی نماز فاسد ہوگئی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:139)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ ودانستہ بہ نیت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

بے شک گناہ گنار و مستحق عذاب ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

یہ قصر صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص267 تا268)

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن یعالی بن امیۃ رضی اللہ عنہ

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں فتح مکہ مکرمہ کے دن ایمان لائے آپ رضی اللہ عنہ حضرت فاروق عظم رضی اللہ عنہ کے دور میں نجران کے گورنر بھی رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں فتح مکہ مکرمہ کے دن ایمان لائے غزوہ حنین وطائف میں شریک ہوئے۔ زمانہ فاروقی میں نجران کے گورنر رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ (مراۃ المناجیح: جز:2،ص:294)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَتٰی یَقْصُرُ الْمُسَافِرُ

باب: مسافر قصر کس وقت کرے؟

یہ باب اس شخص کے بارے میں کہ جو سفر شروع کر رہا ہو تو وہ اپنی نماز میں قصر کس وقت سے کرے گا اور کتنی منزل پر قصر کرے گا۔

1015 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيدَ الْهُنَائِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ أَنَسٌ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ شَكَّ شُعْبَةُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

یحیٰ بن یزید نہائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز کو قصر کرنے کے بارے میں استفسار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ کے واسطے تشریف لے جاتے تو دو رکعات ادا فرماتے تھے۔ شعبہ کو شک ہے۔

(صحیح ابن حبان: جز:6، ص:453)

1016 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ

محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مدینہ منورہ کے اندر ظہر کی چار رکعات پڑھیں اور ذی الحلیفہ کے اندر عصر کی دو رکعات پڑھیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:145)

مذاہب اربعہ

قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی 595ھ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بدایۃ المجتہد میں اور علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول المغنی میں اور علامہ ابوالقاسم محمد رافعی شافعی متوفی 623ھ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول فتح العزیز شرح الوجیز مع شروح المہذب میں اور امام محمد حسن شیبانی متوفی 189ھ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول المبسوط میں یہ لکھا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص سفر شرعی کا ارادہ کر کے شہر کی حدود سے نکل جائے گا اس کے لئے قصر ثابت ہو جائے گی اور جب واپس لوٹے گا تو شہر کی حدود شروع ہوتے ہی اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہوگا۔

(بدایۃ المجتہد: جز:1، ص:122)(المغنی: جز:2، ص:50)(فتح العزیز شرح الوجیز مع شروح المہذب: جز:4، ص:432)(المبسوط: جز:1، ص:265)

باقی رہا یہ مسئلہ کہ کتنی منزل پر قصر کر کے پڑھے گا تو اس کے متعلق اختلاف و مسائل پچھلے باب میں بیان کر دیئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ تیمی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ متقی صدق و دیانت میں بہت مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت

انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ الرحمۃ تیمی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہم سے روایات لیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے سفیان ثوری، امام مالک علیہما الرحمۃ نے روایات لیں۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی اور 130 ایک سوتیس میں وفات پائی۔ زہد، عبادت، دینداری اور صدق وامانت فقہ میں مشہور تھے۔ (مرأة المناجیح: ج:8، ص:606)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْاَذَانِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر میں اذان دینا

یہ باب سفر میں اذان دینے کے حکم میں ہے۔

1017 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَا عُشَّانَةَ الْمَعَافِرِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَعْجَبُ رَبُّكُمْ مِنْ رَاعِي غَنَمٍ فِيْ رَاْسِ شَظِيَّةٍ بِجَبَلٍ يُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَيُصَلِّي فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ انْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِي هٰذَا يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ الصَّلٰوةَ يَخَافُ مِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي وَاَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارا رب عزوجل اس بکریاں چرانے والے سے خوش ہوتا ہے جو پانی بکریوں کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہرتا ہے۔ نماز کے واسطے اذان دیتا اور نماز ادا کرتا ہے پس اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے میرے اس بندے کی نظر کرو جو میری ذات سے خوف رکھ کر اذان دیتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے تحقیق میں نے اپنے بندے کی مغفرت فرمادی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:405، سنن النسائی: ج:3، ص:47، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:36، ص:89)

مذاہب اربعہ

آئمہ اربعہ کے نزدیک سفر میں اذان مستحب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:
مسافر کے لئے صرف اقامت پر اکتفاء کرنا جائز ہے مگر اذان واقامت دونوں کا ترک مکروہ ہے۔
داؤد، ظاہری اور عطاء کے نزدیک مسافر کے حق میں بھی فرض ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
مسافر نے اذان واقامت دونوں نہ کہیں یا اقامت نہ کہی تو مکروہ ہے اور اگر صرف اقامت پر اکتفاء کیا تو کراہت نہیں مگر اولیٰ یہ ہے کہ اذان بھی کہے اگر چہ تنہا ہو یا اس کے سب ہمراہی وہیں موجود ہوں۔ (درمختار ورد المحتار: جز: 2، ص: 78)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن عقبة بن عامر رضي الله عنه**

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ متقی اور امین تھے کئی جنگوں میں شرکت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْمُسَافِرِ يُصَلِّي وَهُوَ يَشُكُّ فِي الْوَقْتِ

باب: مسافر کا نماز پڑھنا اس حال میں کہ وہ وقت میں شک کر رہا ہو

یہ باب اس مسافر کے حکم میں ہے کہ جس کو وقت میں شک ہو۔

1018 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْمِسْحَاجِ بْنِ مُوسَى قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَقُلْنَا زَالَتِ الشَّمْسُ أَوْ لَمْ تَزُلْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ ارْتَحَلَ

مسحاج بن موسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے ہم نے عرض کیا سورج زائل ہوگیا ہے یا زائل نہیں ہوا۔ ظہر کی نماز پڑھی پھر روانہ ہوگئے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1018)

1019 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي حَمْزَةُ الْعَائِذِيُّ رَجُلٌ مِنْ بَنِي ضَبَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا لَمْ يَرْتَحِلْ حَتَّى يُصَلِّيَ الظُّهْرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ بِنِصْفِ النَّهَارِ قَالَ وَإِنْ كَانَ بِنِصْفِ النَّهَارِ

حمزہ عائذی بنی ضبہ کے شخص نے بیان کیا ہے: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منزل پر نزول فرماتے تو اس وقت تک روانہ نہ ہوتے حتیٰ کہ ظہر کی نماز نہ ادا فرما لیتے اس شخص نے عرض کیا اگرچہ نصف النہار ہوتا اگرچہ نصف النہار ہوتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1019)

شرح:

چاہے مسافر ہو یا مقیم جب تک دخول فی الوقت کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو نماز شروع کرنا جائز نہیں۔ نمازوں کے اوقات درج ذیل ہیں:

وقت فجر

وقت فجر صبح صادق کے طلوع ہونے سورج کی کرن چمکنے تک ہے۔

مختصر قدوری میں ہے:

طلوع صبح صادق سے سورج کی کرن چمکنے تک ہے۔ (مختصر القدوری: ص: 153)

وقت ظہر وجمعۃ المبارک

وقت ظہر وجمعۃ المبارک سورج ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دوچند ہو جائے۔

مختصر القدوری میں ہے:

وقت ظہر و جمعہ آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دوچند ہو جائے۔

(مختصر القدوری: ص: 153)

ہر دن کا سایہ اصلی وہ سایہ ہے کہ اس دن سورج کے خط نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے اور وہ موسم اور بلاد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے دن جتنا گھٹتا ہے سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے۔

وقت عصر

وقت عصر سایہ اصلی کے دومثل سایہ ہونے سے سورج ڈوبنے تک ہے۔

مختصر القدوری میں ہے:

وقت ظہر ختم ہونے کے بعد یعنی سوا سایہ اصلی کے دو مثل سایہ ہونے سے سورج ڈوبنے تک ہے۔ (مختصر القدوری: ص: 154)

وقت مغرب

غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے۔

مختصر القدوری میں ہے:

غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے۔ (مختصر القدوری: ص: 154)

شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے جو جانب مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ (ہدایہ: جز: 1، ص: 40)

وقت عشاء

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

غروب سپیدی مذکور سے طلوع فجر تک ہے اس جنوباً شمالاً پھیلی ہوئی سپیدی کے بعد جو سپیدی شرقاً غرباً طویل باقی رہتی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں وہ جانب مشرق میں صبح کاذب کی مثل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 5، ص: 153)

جن شہروں میں عشاء کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے تو وہاں والوں کو چاہئے کہ ان دنوں کی عشاء و وتر کی قضا پڑھیں۔ (درمختار ورد المحتار: جز: 2، ص: 24)

لہٰذا بیان کردہ اوقات سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

باب: دو نمازوں کو جمع کرنا

یہ باب دو نمازوں کو جمع کرنے کے حکم میں ہے۔

1020 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

فَاَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ جَمِيعًا

ابوطفیل عامر بن واثلہ سے روایت ہے کہ ان کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کی جانب گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع فرماتے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر تاخیر فرمائی پھر تشریف لائے تو ظہر اور عصر کو جمع فرمایا پھر چلے گئے پھر تشریف لائے تو مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1020)

1021 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اسْتُصْرِخَ عَلٰى صَفِيَّةَ وَهُوَ بِمَكَّةَ فَسَارَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَبَدَتِ النُّجُومُ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهٖ اَمْرٌ فِيْ سَفَرٍ جَمَعَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ فَسَارَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ فَنَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی فوتگی کا علم ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے اندر تھے پس آپ رضی اللہ عنہ مسلسل چلتے رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے دکھائی دینے لگ گئے۔ پس ارشاد فرمایا کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی معاملہ کی وجہ سے عجلت ہوا کرتی تو ان دونوں نمازوں کو جمع فرماتے پس مسلسل چلتے رہے حتیٰ کہ شفق غائب ہو گیا تو نزول فرما کر ان دونوں کو جمع فرمایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:159، سنن دارقطنی: جز:4، ص:135)

1022 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِی الطُّفَيْلِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوكَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَاِنْ يَّرْتَحِلْ قَبْلَ اَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِی الْمَغْرِبِ مِثْلُ ذٰلِكَ اِنْ غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَاِنْ يَّرْتَحِلْ قَبْلَ اَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعِشَاءِ ثُمَّ جَمَعَ بَيْنَهُمَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ الْمُفَضَّلِ وَاللَّيْثِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا روانہ ہونے سے قبل تو ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے اگر سورج ڈھلنے سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کو موخر فرما دیتے حتیٰ کہ عصر کے واسطے نزول فرماتے اور مغرب میں اس کی مثل کرتے کہ روانہ ہونے سے قبل سورج غروب ہو جاتا تو مغرب اور عشاء کو جمع فرما لیتے اور یہ کہ سورج غروب سے قبل روانہ ہوتے تو مغرب کو مؤخر فرما دیتے حتیٰ کہ عشاء کے واسطے نزول فرماتے پھر ان دونوں کو جمع فرماتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو ہشام بن عروہ، حسین بن عبداللہ کریب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مفصل اور لیث کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1022)

1023 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ اَبِىْ مَوْدُوْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِىْ يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَطُّ فِى السَّفَرِ اِلَّا مَرَّةً قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا يُرْوٰى عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ لَمْ يَرَ ابْنَ عُمَرَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا قَطُّ اِلَّا تِلْكَ اللَّيْلَةَ يَعْنِىْ لَيْلَةَ اسْتُصْرِخَ عَلٰى صَفِيَّةَ وَرُوِىَ مِنْ حَدِيْثِ مَكْحُوْلٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّهُ رَاٰى ابْنَ عُمَرَ فَعَلَ ذٰلِكَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو سفر میں کبھی بھی جمع نہ فرمایا سوائے ایک مرتبہ کے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ایوب، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کو جمع فرماتے ہوئے کبھی بھی نہیں دیکھا سوائے اسی رات کے یعنی جس رات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی فوتگی کی اطلاع ملی اور حدیث مکحول میں ہے کہ نافع سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اسی طرح ہی کرتے ہوئے ایک یا دو بار ملاحظہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1023)

1024 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِىُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ الْمَكِّىِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا وَّالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ جَمِيْعًا فِىْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا سَفَرٍ قَالَ قَالَ مَالِكٌ اَرٰى ذٰلِكَ كَانَ فِىْ مَطَرٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ نَحْوَهُ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ وَرَوَاهُ قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ قَالَ فِىْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا اِلٰى تَبُوْكَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کے بجائے اور سفر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے ادا فرمایا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میری رائے کے مطابق بارش کا دورانیہ تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: اس کو حماد بن سلمہ نے حضرت ابوزبیر سے اس کی مثل روایت کیا۔ قرۃ بن خالد نے حضرت ابوزبیر سے روایت کیا ہے کہ یہ سفر تبوک کی بات ہے جو ہم نے سفر کیا۔

(معجم الاوسط: ج:5، ص:113، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:360، سنن الترمذی: ج:1، ص:314، سنن النسائی: ج:2، ص:449)

1025 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِیْنَةِ مِنْ غَیْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ فَقِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا اَرَادَ اِلٰی ذٰلِكَ قَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا یُحْرِجَ اُمَّتَهٗ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو خوف اور بارش کے بناء منورہ طیبہ میں جمع فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا اس سے کیا ارادہ تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارادہ یہ تھا کہ امت پر کوئی حرج نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1025)

1026 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ الْمُحَارِبِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ نَّافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَاقِدٍ اَنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ قَالَ الصَّلٰوةُ قَالَ سِرْ سِرْ حَتّٰی اِذَا كَانَ قَبْلَ غُیُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰی غَابَ الشَّفَقُ وَصَلَّی الْعِشَآءَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهٖ اَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِیْ صَنَعْتُ فَسَارَ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ مَسِیْرَةَ ثَلَاثٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ ابْنُ جَابِرٍ عَنْ نَّافِعٍ نَحْوَ هٰذَا بِاِسْنَادِهٖ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسَی الرَّازِیُّ اَخْبَرَنَا عِیْسٰی عَنِ ابْنِ جَابِرٍ بِهٰذَا الْمَعْنٰی قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ حَتّٰی اِذَا كَانَ عِنْدَ ذَهَابِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَجَمَعَ بَیْنَهُمَا

نافع اور حضرت عبداللہ بن واقد سے روایت ہے کہ موذن نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز کے واسطے عرض کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلسل چلتے رہو حتیٰ کہ جب شفق غائب کے نزدیک ہوا تو نزول فرمایا پھر انتظار فرمایا حتیٰ کہ شفق غائب ہو گیا پس آپ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی معاملہ کی وجہ سے عجلت ہوا کرتی تو اس کی مثل کیا کرتے جیسا کہ میں نے کیا ہے۔ پس اس دن اور رات میں تین دنوں کا سفر فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو ابن جابر نے نافع سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ابراہیم بن موسیٰ رازی نے بیان کیا ہے: ہمیں عیسیٰ نے انہوں نے ابن جابر سے اس کے معنا روایت کیا

ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو عبداللہ بن علاء نے نافع سے روایت کیا ہے فرمایا حتیٰ کہ جب شفق ڈوبنے لگ گیا تو نزول فرمایا پس ان دونوں کو جمع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1026)

1027 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح و حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا وَّسَبْعًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ وَلَمْ يَقُلْ سُلَيْمَانُ وَمُسَدَّدٌ بِنَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ صَالِحٌ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِي غَيْرِ مَطَرٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات اور مغرب اور عشاء کی سات رکعات پڑھائیں۔ سلیمان اور مسدد نے نہیں کہا کہ ہم کو پڑھائیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو صالح مولیٰ توامہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: بارش کے سوا۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 28، ص: 313)

1028 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَابَتْ لَهُ الشَّمْسُ بِمَكَّةَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا بِسَرِفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ جَارُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ بَيْنَهُمَا عَشَرَةُ اَمْيَالٍ يَعْنِي بَيْنَ مَكَّةَ وَسَرِفٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج مکۃ المکرمہ میں غائب ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام سرف پر دونوں نمازوں کو جمع فرمایا۔ ہشام بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: مکہ مکرمہ اور سرف کے مابین دس میل کا فاصلہ ہے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1، ص: 354)

1029 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ قَالَ قَالَ رَبِيعَةُ يَعْنِي كَتَبَ اِلَيْهِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَاَنَا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَسِرْنَا فَلَمَّا رَاَيْنَاهُ قَدْ اَمْسٰى قُلْنَا الصَّلٰوةُ فَسَارَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ وَتَصَوَّبَتِ النُّجُومُ ثُمَّ اِنَّهُ نَزَلَ

فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ جَمِيعًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ صَلَّى صَلَاتِي هٰذِهِ يَقُولُ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا بَعْدَ لَيْلٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَخِيهِ عَنْ سَالِمٍ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ذُؤَيْبٍ أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا مِنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ بَعْدَ غُيُوبِ الشَّفَقِ

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ آفتاب غروب ہوگیا تھا اور میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں تھا اور ہم نے سفر کو جاری رکھا پس جب ہم نے دیکھا کہ اندھیرا چھا گیا ہے ہم نے کہا نماز (پڑھ لیں) پس سفر کو جاری رکھا حتیٰ کہ شفق غائب ہوگئی اور ستارے روشن ہوگئے پھر آپ نے نزول فرمایا پس آپ نے دونوں نمازوں کو جمع کر کے ادا فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کیا کہ جب بھی سفر میں عجلت ہوا کرتی تو ان دونوں نمازوں کو جمع فرمالیا کرتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو عاصم بن محمد نے اپنے بھائی سے اور انہوں نے سالم سے روایت کیا ہے اس کو ابن ابی نجیح نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ذویب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے شفق غائب ہونے کے بعد ان دونوں کو جمع کیا۔

(سنن ابوداؤد:1029)

1030 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ مَوْهَبٍ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَانَ مُفَضَّلٌ قَاضِيَ مِصْرَ وَكَانَ مُجَابَ الدَّعْوَةِ وَهُوَ ابْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ عُقَيْلٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر فرمادیا کرتے پھر نزول فرماتے تو ان دونوں کو جمع فرمادیتے پس اگر سورج ڈھل جاتا روانہ ہونے سے قبل تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ادا فرما کر پھر سواری پر تشریف فرما ہوتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مفضل مصر کے قاضی تھے وہ استجاب الدعوات تھے اور یہی ابن فضالہ ہیں۔ اس حدیث کو جابر بن اسماعیل نے عقیل سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کر کے فرمایا کہ مغرب کو مؤخر فرماتے حتیٰ کہ اس

کو عشاء کے ساتھ شفق غائب ہونے پر جمع فرماتے۔

(معجم الاوسط: جز:8،ص:80)

1031 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى يَجْمَعَهَا اِلَى الْعَصْرِ فَيُصَلِّيَهُمَا جَمِيعًا وَّاِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ زَيْغِ الشَّمْسِ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ سَارَ وَكَانَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْعِشَاءِ وَاِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ عَجَّلَ الْعِشَاءَ فَصَلَّاهَا مَعَ الْمَغْرِبِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَلَمْ يَرْوِ هٰذَا الْحَدِيثَ اِلَّا قُتَيْبَةُ وَحْدَهُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے سفر پر تھے جب سورج ڈھلنے سے قبل روانہ ہوا کرتے تو ظہر کو مؤخر فرما دیا کرتے تھے حتیٰ کہ دونوں کو جمع فرما کر عصر کے ساتھ ہی ادا فرما لیا کرتے اور جب سورج ڈھلنے کے بعد روانہ ہوتے تو ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ہی ادا فرما لیا کرتے تھے جب مغرب سے قبل روانہ ہوا کرتے تو مغرب کو مؤخر فرما لیا کرتے حتیٰ کہ اس کو عشاء کے ساتھ ادا فرما لیا کرتے اور جب مغرب کے بعد روانہ ہوا کرتے تو عشاء کے اندر عجلت فرماتے اور اس کو مغرب کے ساتھ ادا فرما لیتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو سوائے قتیبہ کے کسی نے روایت نہیں کیا۔

(معجم الاوسط: جز:5،ص:12)

مذاہب اربعہ

سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جن کے مذاہب درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں جو موجب قصر ہے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اگرچہ جمع مقدم ہو یا جمع مؤخر ہو۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی بناء پر مغرب اور عشاء کو ایک ہی وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے مگر ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ سرد اور اندھیری رات میں آندھی کی بناء پر دو نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک جواز کا اور دوسرا عدم جواز کا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرض کی بناء پر دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس مرض کی بناء پر مریض میں ضعف اور کمزوری ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بارش کی بناء پر جو دو نمازوں کو جمع کرنا جائز قرار دیا ہے

وہ اس آدمی کے واسطے ہے جو مسجد جا کر نماز ادا کرے اور جو اکیلا گھر میں نماز پڑھے اس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک تو جواز کا ہے اور دوسرا عدم جواز کا ہے۔ (المغنی: ج:2،ص56 تا59)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق تین قول ہیں۔

1-عدم جواز، 2-کراہت، 3-اگر سفر میں جلد جانا مطلوب ہو تو جمع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

مرض کی بناء پر دو نمازوں کو جمع کرنے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دو اقوال ہیں۔

1-اگر مرض کی بناء پر عقل زائل ہونے کا خدشہ ہو تو جمع کرے ورنہ نہیں۔

2-جمع صوری کرے یعنی پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اول وقت میں ادا کرے۔ بارش، کیچڑ اور اندھیرے کی بناء پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ایک ہی وقت میں پڑھنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اجازت نہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص355 تا358)

شافعیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر طویل جو موجب قصر ہے اس میں ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے خواہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھیں یا دوسری نماز کو پہلی کے وقت میں پڑھیں اور جو سفر قصر ہے اور موجب قصر نہیں اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اس سفر میں بھی دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے کیونکہ یہ بھی سفر ہے اور اس میں بھی سواری پر نفل جائز ہیں اور دوسرا قول یہ ہے: سفر قصر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سفر میں روزہ ترک کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی نے دوسرے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ (المہذب مع المجموع: ج:4،ص:370)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی بناء پر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے مگر یوں کہ پہلی نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا کی جائے اور دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھنے کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ املاء میں سفر پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے اور کتاب الام میں اس کو نا جائز قرار دیا ہے کیونکہ بعض اوقات دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے بارش رک جاتی ہے تو یہ جمع بغیر عذر ہوگا۔ (المہذب مع المجموع: ج:4،ص:378)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی بناء پر جمعہ اور عصر کو بھی جمع کرنا جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرض، آندھی،

اندھیرا، خوف اور کیچڑ کی بناء پر دونمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے مشہور مذہب اسی طرح ہے البتہ علماء شافعیہ میں سے قاضی حسین اور ابوسلیمان خطابی نے مرض اور خوف کی بناء پر ایک وقت میں دونمازوں کے جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔
(شرح المہذب مع المجموع: جز:4، ص:383)

حنفیہ کا مذہب

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی صورت میں دونمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ سفر ہو مرض ہو بارش ہو یا آندھی، اندھیرا، کیچڑ اور خوف ہو۔

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے بتائیں کیا عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دونمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا نہ تو سفر میں جائز ہے اور نہ حضر میں جائز ہے۔

(المبسوط: جز:1، ص:47)

مزید راقم ہیں:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا یہ بیان فرمائیے کہ کیا بیمار شخص دونمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھے اور ایک نماز کے وقت میں دونمازیں نہ پڑھے۔

(المبسوط: جز:1، ص:224)

حنفیہ کے مزید دلائل

حنفیہ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کے قائل ہی نہیں عرفات میں جو عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اس کو تواتر کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ حنفیہ کے مزید دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ نماز اپنے وقت میں ادا فرماتے تھے۔ (سنن النسائی: جز:2، ص:36)

دلیل نمبر:2

ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مراسلہ بھیجا کہ بغیر عذر کے دونمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(المصنف: جز:2،ص:552)

دلیل نمبر:3

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بغیر عذر کے دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔(المصنف: جز:2،ص:459)

دلیل نمبر:4

حسن اور محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ

ہمارے علم میں سنت یہی ہے کہ سفر اور حضر میں دونمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جاتا سوااس کے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے۔(المصنف: جز:2،ص:459)

دلیل نمبر:5

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نیند میں قصور اور کوتاہی نہیں ہے قصور یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری نماز کا وقت آنے تک پہلی نماز نہ پڑھے۔

(المصنف: جز:2،ص:551)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سفر وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے دونمازوں کا ایک وقت میں جمع کرنا حرام ہے خواہ یوں ہو کہ دوسری کو پہلی ہی کے وقت میں پڑھے یا یوں کہ پہلی کو اس قدر مؤخر کرے کہ اس کا وقت جاتا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے مگر اس دوسری صورت میں پہلی نماز ذمہ سے ساقط ہوگئی کہ بصورت قضا پڑھ لی اگرچہ نماز کے قضا کرنے کا گناہ کبیرہ سر پر ہوا اور پہلی صورت میں تو دوسری نماز ہوگی ہی نہیں اور فرض ذمہ پر باقی ہے ہاں اگر عذر سفر و مرض وغیرہ سے صورۃً جمع کرے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اول وقت میں پڑھے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:52)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن معاذ بن جبل رضى الله عنه

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں خزرجی ہیں۔بیعت عقبہ دوم میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا۔اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو شام کا حاکم بنایا۔اڑتیس سال عمر پائی 18 اٹھارہ ہجری میں طاعون عمواس میں وفات ہوئی۔(مرآۃ المناجیح:ج:8،ص:598)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب قَصْرِ قِرَائَةِ الصَّلٰوةِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر میں نماز کی قرأت کو کم کرنا

یہ باب سفر کی حالت میں نماز کی قرأت کو کم کرنے کے حکم میں ہے۔

1032 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَصَلَّى بِنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ فَقَرَاَ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ایک رکعت میں سورہ والتین والزیتون قرأت فرمائی۔

سفر میں اگر امن ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں سورہ بروج یا اس کی مثل کوئی سورتیں پڑھے اور عصر و عشاء میں اس سے چھوٹی اور مغرب میں قصار مفصل کی چھوٹی سورتیں اور جلدی ہو تو ہر نماز میں جو چاہے تلاوت کرے۔

شرح:

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سفر میں اگر امن و قرار ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں سورہ بروج یا اس کی مثل سورتیں پڑھے اور عصر و عشاء میں اس سے چھوٹی اور مغرب میں قصار مفصل کی چھوٹی سورتیں اور جلدی ہو تو ہر نماز میں جو چاہے پڑھے۔(فتاویٰ عالمگیری:ج:1،ص:77)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل، صفین اور غزوہ نہروان میں شرکت بھی فرمائی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارہ ہے انصاری حارثی ہیں 24 چوبیس میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل، صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے۔ مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔ (مراۃ المناجیح: جز:8، ص:521)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب التَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر میں نوافل پڑھنا

یہ باب سفر میں نوافل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1033 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِي بُسْرَةَ الْغِفَارِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا فَمَا رَاَيْتُهُ تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اٹھارہ سفر کیے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج ڈھلنے کے ظہر سے قبل دو رکعات کو ترک کرتے نہیں دیکھا۔

(معجم الاوسط: جز:5، ص:201، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:68، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:393، سنن الترمذی: جز:2، ص:21)

1034 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ اَبِيهِ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيقٍ قَالَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَقْبَلَ فَرَاَى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ قُلْتُ يُسَبِّحُونَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا اَتْمَمْتُ صَلَاتِي يَا ابْنَ اَخِي اِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَحِبْتُ اَبَا بَكْرٍ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَحِبْتُ

عُمَرَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

حفص بن عاصم بن عمر نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں کسی سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہم کو دو رکعات پڑھائیں پھر ہماری طرف ہو کر دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں پس آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا نوافل پڑھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھتیجے اگر میں نوافل ادا کرتا تو اپنی نماز کو مکمل کرتا بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر میں ساتھ رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات سے زیادہ ادا نہیں فرمائیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لیا۔ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعات سے زیادہ نہ فرمائیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وصال عطا فرمایا۔ اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بھی دو رکعات سے زیادہ نہ فرمائیں حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے وصال عطا فرمایا اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا آپ رضی اللہ عنہ نے بھی دو رکعات سے زیادہ نہ فرمائیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وصال عطا فرمایا اور تحقیق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 368، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 158، شرح السنۃ: جز: 2، ص: 225، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 14، ص: 157)

آئمہ کرام کا اختلاف

حالت سفر میں نوافل مطلقاً پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے۔ ہاں سنن مؤکدہ میں اختلاف ہے جمہور استحباب کے بھی قائل ہیں مگر بغیر تاکید و اہتمام کے احناف کے نزدیک مختلف روایات ہیں ایک استحباب کی دوسری مطلقاً عدم استحباب کی، تیسری سفر کی حالت میں عدم استحباب اور جب منزل پر پہنچ جائیں تو اس صورت میں استحباب کی۔ بہرحال امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر میں سنتیں اور نوافل پڑھ لینے چاہئیں کہ ثواب سے خالی نہیں۔

تعارض

اس باب میں دو روایات ذکر کی گئی ہیں ایک حضرت براء بن عازب رحمۃ اللہ علیہ کی اور دوسری حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ کے متعارض ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سنن موکدہ کی نفی کر رہی ہے جبکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت اثبات ثابت کر رہی ہے۔

دفع تعارض

اس تعارض کے مختلف جوابات ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ
نفی کا تعلق سنن موکدہ سے ہے اور اثبات کا تعلق نوافل مطلقہ سے ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے: نفی غالب حال کے اعتبار سے ہے اور اثبات کبھی کبھار کے اعتبار سے ہے۔
تیسرا جواب یہ ہے:
نفی کا تعلق سنن قبلیہ سے ہے اور ثبوت کا سنن بعدیہ سے ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرف مائل ہیں۔
چوتھا جواب یہ ہے:
نفی کا واسطہ اہتمام سے ہے نفس فعل سے نہیں بغیر اہتمام کے بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔
☆ **قوله فما رايته ترك ركعتين...... الخ**
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی تحیۃ الوضو کے نفل اور ظاہر ہے کہ جب حضور ﷺ سفر میں نفل نہیں چھوڑتے تو سنت مؤکدہ کیسے چھوڑتے ہوں گے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سفر میں سنت و نفل پڑھنے کے سخت دشمن ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 2، ص: 301)

رسول اللہ ﷺ کی زندگی اسوہ حسنہ

☆ **قوله لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة .**
بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔
نبی کریم ﷺ کی زندگی تمام انسانوں کے لئے عمدہ نمونہ ہے اس میں ایسی سنن صالحہ ہیں جو واجب الاتباع ہیں۔

اسوہ کا معنیٰ

اس آیت کریمہ میں اسوہ کا لفظ ہے اسوہ کا معنیٰ ہے عمل کے لئے نمونہ، انسان کسی دوسرے شخص کی اتباع اور پیروی میں جس طریقہ پر ہوتا ہے اس کو اسوہ اور نمونہ کہا جاتا ہے خواہ وہ طریقہ اچھا ہو یا برا اس لیے اس آیت کریمہ میں اس کو حسنہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ (المفردات: جز: 1، ص: 22)

نبی کریم ﷺ کا خندق کھودنا

نبی کریم ﷺ نے خندق کو کھودا اور مشرکین کے خلاف جہاد فرمایا جو کہ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔
علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
اس آیت کریمہ میں ان لوگوں پر عتاب کیا گیا ہے جو غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے یعنی تمہارے

لیے رسول اللہ ﷺ میں نہایت عمدہ نمونہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لئے اپنی جان کو خرچ کیا اور کفار اور مشرکین سے جہاد کرنے کے لئے میدان میں آئے اور بہ نفس نفیس خندق کھودی۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:14، ص:143)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق کے دن مٹی کھود کر منتقل کر رہے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا شکم مبارک غبار آلود ہو گیا اور آپ ﷺ بلند آواز سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

اے اللہ عزوجل اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے

اور نہ ہم صدقہ اور خیرات کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے

سو تم ہم پر ضرور سکون اور امن نازل فرما

اور اگر دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4106)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں سے باندھا ہوا ایک ایک پتھر دکھایا تو رسول اللہ ﷺ نے دو پتھر دکھائے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2371)

نبی کریم ﷺ کا کفار کی سختیاں برداشت کرنا

نبی کریم ﷺ نے کفار کے ہر مظالم اور تکالیف برداشت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کے لئے اپنی جان کی پرواہ نہیں فرمائی جس سے ثابت ہوا کہ دین کی خاطر تکالیف اور مظالم برداشت کرنا اسوہ حسنہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کیا آپ ﷺ کے اوپر جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن آیا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہاری قوم سے جن سختیوں کا سامنا ہوا سو ہوا اور سب سے زیادہ سخت دن وہ تھا جو یوم العقبہ کو پیش آیا۔ میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے اپنی رسالت کا پیغام پیش کیا اس نے میرے پیغام کو قبول نہیں کیا۔ میں انتہائی دل گرفتہ حالت میں واپس آیا جب میں قرن الثعالب میں پہنچا تو میں نے اچانک سر اوپر اٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا میں نے دیکھا اس بادل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا آپ ﷺ نے اپنی قوم کو جو پیغام سنایا اور انہوں نے جو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ ﷺ ان کافروں کے متعلق جو چاہیں حکم دیں پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دے کر مجھے سلام کیا اور کہا۔ اے محمد

(مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ جو چاہیں میں وہ کر دیتا ہوں اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں مکہ مکرمہ کے دو پہاڑوں کو ان کے اوپر گرا کر ان کو پیس ڈالوں۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکالے گا جو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور ان کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3231)

عبادات اور معاملات میں اسوۂ حسنہ

نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اس طرح بجالایا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حق ہے اور دنیاوی معاملات کو اس طرح نپٹایا اور نبھایا جس طرح کہ نپٹانے اور نبھانے کا حق ہے کبھی کسی سے تلخ لہجے میں گفتگو نہ فرمائی ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے رہے گویا کہ عبادات اور معاملات میں نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔

سعید بن یسار سے روایت ہے کہ

میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستہ میں سفر کر رہا تھا۔

سعید کہتے ہیں: جب مجھے یہ خدشہ ہوا کہ اب صبح ہونے والی ہے تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے پھر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جاملا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: تم کہاں جا رہے تھے؟

میں نے عرض کیا: مجھے صبح کا خوف ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟

تو میں نے کہا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 999)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ

عمرہ کرنے والے ایک شخص نے بیت اللہ کا طواف کر لیا آیا وہ صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے عمل تزویج کر سکتا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر یہ آیت کریمہ پڑھی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1645)

یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا جب میں اس رکن کے پاس پہنچا جو حجر اسود کے پاس ہے تو میں نے ہاتھ سے اس کو تعظیم دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟
میں نے کہا: کیوں نہیں!
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا؟
میں نے کہا: نہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ زیادہ تو نہیں گزرا۔ بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے۔ (مسند ابویعلی: رقم الحدیث: 182)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے آپ کو ذبح کرے گا یا اپنے بیٹے کو نحر کرے گا اسے چاہیے کہ ایک مینڈھے کو ذبح کر دے پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔
بے شک رسول اللہ کی زندگی تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 16185)
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ پیشاب سے رنگی ہوئی یمنی چادروں کے پہننے سے منع کریں۔
ایک شخص نے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی چادر پہنتے ہوئے نہیں دیکھا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں!
اس شخص نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ بے شک رسول اللہ کی زندگی تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔
پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1497)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّطَوُّعِ عَلَى الرَّاحِلَةِ وَالْوِتْرِ

باب: سواری پر نوافل اور وتر پڑھنا

یہ باب سواری پر نوافل اور وتر پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1035 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَيَّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ

وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ اَنَّهُ لَا يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ عَلَيْهَا

سالم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سواری پر نوافل ادا فرما لیتے تھے چاہے اس کا رخ جس طرف بھی ہوا کرتا اور وتر بھی ادا فرما لیتے تھے سوائے اس کے اس پر فرض نماز ادا نہیں فرماتے تھے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1 ص: 501، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2 ص: 6، سنن النسائی: جز: 3 ص: 189 صحیح ابن حبان: جز: 6 ص: 179)

1036 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا رِبْعِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْجَارُوْدِ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِي الْحَجَّاجِ حَدَّثَنِي الْجَارُوْدُ بْنُ اَبِيْ سَبْرَةَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَافَرَ فَاَرَادَ اَنْ يَّتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلَّى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں نوافل ادا فرمانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ناقہ شریفہ کو قبلہ رخ فرما کر تکبیر تحریمہ فرماتے پھر نماز ادا فرماتے چاہے سواری جدھر بھی رخ کر لیتی۔

(معجم الاوسط: جز: 3 ص: 75، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2 ص: 5، سنن دار قطنی: جز: 1 ص: 396، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 18 ص: 228)

1037 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ اَبِي الْحُبَابِ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلٰى حِمَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ اِلٰى خَيْبَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گدھے پر نماز ادا فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا جبکہ آپ ﷺ نے رخ انور خیبر کی طرف کیا ہوا تھا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1037)

1038 حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ قَالَ فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالسُّجُوْدُ اَخْفَضُ مِنَ الرُّكُوْعِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے واسطے روانہ فرمایا جب میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ سواری پر نماز ادا فرما رہے تھے جبکہ رخ انور مشرق کی طرف تھا۔ اور سجود رکوع سے نیچے فرمایا کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2 ص: 5، سنن الترمذی: جز: 2 ص: 84، شرح السنۃ: جز: 2 ص: 228، مسند احمد: جز: 30 ص: 192)

مذاہب اربعہ

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو البتہ ابتداء میں سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو تو مستحسن ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:353)

امام محمد بن حسین شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مجھے بتلایئے کہ جب اثناء سفر میں مسافر چلتی ہوئی سواری پر نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو کیا وہ پڑھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ اپنی سواری پر اشاروں سے نفل پڑھے اور سجدہ میں رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔

میں نے پوچھا: خواہ کسی قسم کی سواری ہو وہ نفل پڑھ سکتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! (المبسوط: جز:1،ص:295)

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر سواری پر ادا فرمائے؟

آئمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں: وتر کی نماز نفل ہے اور وہ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر وتر کی نماز پڑھی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز کو واجب قرار دینے سے پہلے وتر کی نماز سواری پر پڑھی کیونکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل سواری پر پڑھے اور وتر سواری سے اتر کر پڑھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث مبارکہ کی کوئی توجیہ کر لی ہوگی وتر کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی سو جانے کی وجہ سے یا بھول جانے کی وجہ سے وتر نہ پڑھ سکے وہ صبح کو وتر پڑھ لے۔ اور قضا واجب کی ہوتی ہے نفل کی قضا نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری: جز:7،ص:20 تا 21)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْفَرِيضَةِ عَلَى الرَّاحِلَةِ مِنْ عُذْرٍ

باب: فرض نماز کو عذر کی وجہ سے سواری پر پڑھنا

1039 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا هَلْ رُخِّصَ لِلنِّسَاءِ أَنْ يُصَلِّينَ عَلَى الدَّوَابِّ قَالَتْ لَمْ يُرَخَّصْ لَهُنَّ فِي ذَلِكَ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ قَالَ مُحَمَّدٌ هَذَا فِي الْمَكْتُوبَةِ

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ کیا عورتوں کے لئے سواری پر نماز پڑھنے کی رخصت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ان کے لئے کوئی رخصت نہیں نہ مشقت میں نہ سہولت میں۔ محمد فرماتے ہیں: یہ فرض نماز میں ہے۔

(معجم الاوسط: جز: 3 ص: 308، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2 ص: 7، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 13 ص: 61)

شرح:

اس حدیث مبارکہ میں یہ مطلب نہیں کہ نہ عذر میں نہ غیر عذر میں کیونکہ مجبوری اور عذر کی حالت میں تو مردوں اور عورتوں کو جائز ہے کہ وہ پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ

☆ قوله عن عطاء بن ابی رباح رحمة الله عليه

حضرت عطاء بن ابی رباح کی کنیت ابو محمد ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ کے بڑے فقیہ تابعی بزرگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی جن میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر احادیث مبارکہ منقول ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو محمد ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ پاؤں سے بیکار ایک آنکھ سے محروم تھے آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ مکہ مکرمہ کے بڑے فقیہ تھے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ مقبول ترین لوگوں سے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

علم کا خزانہ اللہ تعالیٰ جسے دے اگر علم نسب سے ملتا ہو تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اس کی مستحق ہوتیں دیکھو عطاء بن ابی رباح حبشی تھے مگر علم کے خزانے انہیں ملے۔

سلمہ بن کہیل فرماتے ہیں کہ

میں نے تین شخص دیکھے جن کا علم رضا الٰہی عزوجل کے لئے تھا۔

1-حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ 2-حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ 3-اور حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 88 سال ہوئی اور 115 ایک سو پندرہ میں وفات ہوئی۔ بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی (جن میں)

1-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما 2-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

3-حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (ہیں) (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:547)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَتٰی یُتِمُّ الْمُسَافِرُ

باب: کب مسافر مکمل نماز ادا کرے

یہ باب مسافر کا مکمل نماز پڑھنے کے حکم میں ہے کہ وہ کب مکمل نماز پڑھے گا؟

1040 حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَیَّةَ وَهٰذَا لَفْظُهُ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ ابْنُ زَیْدٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدْتُّ مَعَهُ الْفَتْحَ فَاَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِیَ عَشْرَةَ لَیْلَةً لَا یُصَلِّیْ اِلَّا رَكْعَتَیْنِ وَیَقُوْلُ یَا اَهْلَ الْبَلَدِ صَلُّوْا اَرْبَعًا فَاِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور مکۃ المکرمہ کے فتح کے دوران بھی شمولیت اختیار کی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اٹھارہ دن قیام فرمایا صرف دو رکعات ادا فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے: اے شہر والو (یعنی مکہ والو) تم چار رکعات پڑھا کرو اس لیے کہ ہم مسافر قوم ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:157، مسند احمد: ج:40،ص:352)

1041 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الْمَعْنٰی وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَ سَبْعَ عَشْرَةَ

بِمَكَّةَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَنْ اَقَامَ سَبْعَ عَشْرَةَ قَصَرَ وَمَنْ اَقَامَ اَكْثَرَ اَتَمَّ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقَامَ تِسْعَ عَشْرَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں سترہ دن قیام فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اور جو سترہ دن قیام کرے وہ قصر کیا کرے اور زیادہ قیام کرے تو مکمل پڑھا کرے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عباد بن منصور نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرمایا انیس دن قیام کرے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:150، صحیح ابن حبان: جز:6،ص:457)

1042 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ خَمْسَ عَشْرَةَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَاَحْمَدُ بْنُ خَالِدِ الْوَهْبِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے سال پندرہ دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصر کرتے رہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث مبارکہ کو عبدہ بن سلیمان اور احمد بن خالد وہبی اور سلمہ بن فضل ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اس کے اندر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہ فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:374، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:151)

1043 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَ بِمَكَّةَ سَبْعَ عَشْرَةَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مکہ مکرمہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ دن قیام فرمایا اور دو رکعات ادا فرماتے رہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:150)

1044 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ وَمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَقُلْنَا هَلْ اَقَمْتُمْ بِهَا شَيْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب ہم نکلے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات ادا فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ کی جانب واپس پلٹے ہم نے عرض کیا کہ آپ نے یہاں کتنا عرصہ قیام فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ دس دن۔

(شرح السنۃ: جز: 1، ص: 246، صحیح ابن خزیمہ: جز: 4، ص: 326، صحیح البخاری: جز: 4، ص: 224، مسند ابی عوانہ: جز: 2، ص: 75)

1045 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَابْنُ الْمُثَنّٰی وَھٰذَا لَفْظُ ابْنِ الْمُثَنّٰی قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھم کَانَ اِذَا سَافَرَ سَارَ بَعْدَ مَا تَغْرُبُ الشَّمْسُ حَتّٰی تَکَادَ اَنْ تُظْلِمَ ثُمَّ یَنْزِلُ فَیُصَلِّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ یَدْعُوْا بِعَشَائِہٖ فَیَتَعَشّٰی ثُمَّ یُصَلِّی الْعِشَآءَ ثُمَّ یَرْتَحِلُ وَیَقُوْلُ ھٰکَذَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ قَالَ عُثْمَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِیٍّ سَمِعْتُ اَبَا دَاودَ یَقُوْلُ وَرَوٰی اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ یَعْنِیْ ابْنَ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ اَنَسًا کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَھُمَا حِیْنَ یَغِیْبُ الشَّفَقُ وَیَقُوْلُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ وَرِوَایَۃُ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلُہٗ

عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی ابن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے کے بعد جب سفر کرتے تو تاریکی ہونے پر قیام فرمالیتے پس مغرب کی نماز ادا فرماتے پھر رات کا کھانا طلب فرماتے تو تناول فرماتے پھر عشاء کی نماز پڑھ کر روانہ ہوتے اور ارشاد فرماتے کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ عثمان نے عبداللہ بن محمد بن علی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اسامہ بن زید نے حفص بن عبیداللہ یعنی ابن انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ شفق کے غیوب پر ان دونوں کو جمع فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک تھا۔ زہری، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

(مسند ابی یعلی: جز: 1، ص: 418، مسند الصحابۃ: جز: 31، ص: 114)

شرح:

جب مسافر سفر کر کے اپنے وطن کو واپس آجائے یا پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرے تو اب ان صورتوں میں وہ پوری نماز پڑھے گا۔ کیونکہ مسافر کی مدت پندرہ دن ہے اس سے زیادہ وہ مقیم بن جائے گا۔

مذاہب اربعہ

مسافر کی مدت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جن کے مذاہب درج ذیل ہیں:

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر کی مدت قصر چار دن ہے اگر کوئی اس سے زیادہ ٹھہرنے کا قصد کرے تو وہ مکمل نماز پڑھے گا۔ (شرح المہذب مع الشروح: جز: 4، ص: 359)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدت قصر صرف چار دن ہے اگر کوئی آدمی چار دن یا اس سے زیادہ قیام کا قصد کرے گا تو اسے مکمل نماز پڑھنی ہوگی۔ (المغنی: جز: 2، ص: 65)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید ابن رشید مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر کی مدت قصر چار دن تک ہے اگر کوئی شخص چار دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرے گا تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ (بدایۃ المجتہد: جز: 1، ص: 123)

آئمہ ثلاثہ کے دلائل

آئمہ ثلاثہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص چار دن قیام کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے اور اگر اس سے کم دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو قصر کرے یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور کا قول ہے کیونکہ تین قلت کی حد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجرین ارکان حج ادا کرنے کے بعد تین دن مکہ مکرمہ میں ٹھہریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمی تاجروں کو صرف تین دن قیام کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ تین دن حکم سفر ہے اور اس کے بعد حکم اقامت ہے۔ (المغنی: جز: 2، ص: 65)

حنفیہ کا مذہب

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدت قصر پندرہ دن تک ہے اگر کوئی شخص پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے

تو اس کو پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ (المبسوط: جز:1، ص:266)

حنفیہ کے مزید دلائل

حنفیہ کے نزدیک مدت قصر پندرہ دن ہے جن کے دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن کے لئے وطن بنالو تو نماز مکمل پڑھنا۔ (کتاب الاثار: ص:38)

دلیل نمبر:2

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ جاتے اور پندرہ دن قیام کا ارادہ فرماتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور مکمل نماز پڑھتے۔ (مصنف عبدالرزاق: جز:2، ص:534)

دلیل نمبر:3

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات نماز ادا فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ واپس آگئے۔

ابن اسحاق نے پوچھا:

تم نے مکہ مکرمہ میں کتنا قیام کیا؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دس دن۔ (صحیح البخاری: جز:1، ص:147)

دلیل نمبر:4

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ فرماتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔

اگر کوئی شخص تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت طے کر کے اس شہر میں پہنچ جائے جس کے لئے اس نے سفر کیا تھا تو کیا وہ پوری نماز پڑھے گا؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اس کی نیت پندرہ دن قیام کی ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس کو پتہ نہ ہو وہ کب تک

قیام کرے گا تو قصر کرے۔

میں نے پوچھا: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ دن کس دلیل سے متعین کیے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ سے۔ (المبسوط: ج: 1، ص: 266)

توجیہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت میں مدت اقامت مکہ مکرمہ میں اٹھارہ دن ذکر کی گئی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں مدت اقامت ایک میں پندرہ دن اور دوسری میں سترہ دن ذکر کی گئی ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں دس دن ذکر کی گئی ہے اور ایک روایت میں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس میں انیس دن کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی توجیہ اس طرح ہے جس روایت میں انیس دن کا ذکر ہے اس میں یوم دخول اور یوم خروج کو شامل کیا جاتا ہے جس نے ان دونوں کو ملا کر ایک کر دیا اس نے اٹھارہ دن بیان کیے اور پندرہ دن والی روایت کی توجیہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ راوی نے یہ سمجھا ہو کہ جس روایت میں سترہ واقع ہے وہ یوم دخول اور یوم خروج کو مستقل شمار کیے ہوئے ہے اسی وجہ سے انہوں نے اس کے اندر دو دن کم کر دیئے جو کہ باقی پندرہ بچ گئے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عمران بن حصين رضى الله عنه

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ خیبر کے سال ایمان لائے۔ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ بصرہ کے اندر کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا۔ فرشتے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابونجید ہے خزاعی ہیں کعبی ہیں خیبر کے سال ایمان لائے تا وفات بصرہ میں رہے۔ 52 باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھے۔

مترجم کہتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علم سکھانے کے لئے بصرہ بھیجا۔

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ

بصرہ میں کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 538)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِذَا اَقَامَ بِاَرْضِ الْعَدُوِّ يَقْصُرُ

باب: جب دشمن کے علاقے میں ہو تو قصر پڑھے

یہ باب دشمن کی سرزمین کے اندر قصر پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1046 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَبُوكَ عِشْرِينَ يَوْمًا يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ غَيْرُ مَعْمَرٍ يُرْسِلُهُ لَا يُسْنِدُهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا تو نماز قصر ادا فرماتے رہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معمر کے علاوہ کسی نے اس کو مسند نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:152، صحیح ابن حبان: ج:6، ص:456، مسند احمد: ج:28، ص:174، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:24، ص:390)

شرح:

جمہور علماء کے نزدیک بغیر نیت اقامت کے مقیم نہیں ہوتا۔

وان اتی علیہ سنون۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر علماء کرام کا اجماع نقل فرمایا ہے اور دشمن کی سرزمین میں نیت اقامت کا کوئی اعتبار نہیں مگر اس کے اندر شافعیہ کا مذہب پہلے بیان کر دیا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دشمن کی سرزمین کے علاوہ کے بارے میں ہو۔

☆ قولہ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اٹھارہ غزوات بمع بدر شریک ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے مدینہ منورہ کی زمین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں سلمی ہیں۔ بہت احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شام و مصر گئے۔ آخر نابینا ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چورانوے سال ہوئی۔ 74 چوہتر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ

کی وفات سے زمین مدینہ صحابی سے خالی ہوگئی۔ (مراۃ المناجیح: ج:2، ص:525)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب صَلٰوةِ الْخَوْفِ

مَنْ رَاٰى اَنْ يُّصَلِّي بِهِمْ وَهُمْ صَفَّانِ فَيُكَبِّرُ بِهِمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَرْكَعُ بِهِمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَسْجُدُ الْإِمَامُ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيهِ وَالْاٰخَرُوْنَ قِيَامٌ يَحْرُسُونَهُمْ فَإِذَا قَامُوْا سَجَدَ الْاٰخَرُوْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا خَلْفَهُمْ ثُمَّ تَاَخَّرَ الصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيهِ اِلٰى مَقَامِ الْاٰخَرِينَ وَتَقَدَّمَ الصَّفُّ الْاٰخِيرُ اِلٰى مَقَامِهِمْ ثُمَّ يَرْكَعُ الْإِمَامُ وَيَرْكَعُونَ جَمِيعًا ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَسْجُدُ الصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيهِ وَالْاٰخَرُوْنَ يَحْرُسُونَهُمْ فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيهِ سَجَدَ الْاٰخَرُوْنَ ثُمَّ جَلَسُوا جَمِيعًا ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ جَمِيعًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا قَوْلُ سُفْيَانَ

باب: خوف کی نماز

جو دیکھے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ دو صفیں ہوں تو تمام اکٹھے تکبیر تحریمہ کہیں پھر تمام اکٹھے رکوع کریں پھر امام سجدہ کرے اور امام کے قریب صف والے ملے رہیں اور دوسرے کھڑے ہو کر حفاظت کریں پس جب یہ قیام کرلیں تو دوسرے سجدہ کریں جو ان کے پیچھے ہیں پھر صف اول والے پچھلی والوں کی جگہ پر چلے جائیں اور پچھلی صف والے پہلی صف والوں کی جگہ آ جائیں پھر امام رکوع کرے تو تمام رکوع کریں پھر وہ سجدہ کرے تو وہ سجدہ کریں جو امام کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور دوسرے ان کی حفاظت کریں۔ پس جب امام اور وہ جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں بیٹھ جائیں تو دوسرے سجدہ کریں پھر تمام بیٹھ جائیں پھر تمام سلام پھیر دیں۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سفیان کا قول ہے۔

1047 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُسْفَانَ وَعَلَى الْمُشْرِكِيْنَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَصَلَّيْنَا الظُّهْرَ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لَقَدْ اَصَبْنَا غِرَّةً لَقَدْ اَصَبْنَا غَفْلَةً لَوْ كُنَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْقَصْرِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَالْمُشْرِكُوْنَ اَمَامَهُ

فَصَفَّ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفٌّ وَّصَفَّ بَعْدَ ذٰلِكَ الصَّفِّ صَفٌّ اٰخَرُ فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكَعُوْا جَمِيعًا ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ الصَّفُّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ وَقَامَ الْاٰخَرُوْنَ يَحْرُسُوْنَهُمْ فَلَمَّا صَلّٰى هٰٓؤُلَآءِ السَّجْدَتَيْنِ وَقَامُوْا سَجَدَ الْاٰخَرُوْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا خَلْفَهُمْ ثُمَّ تَاَخَّرَ الصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ اِلٰى مَقَامِ الْاٰخَرِيْنَ وَتَقَدَّمَ الصَّفُّ الْاٰخِيْرُ اِلٰى مَقَامِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكَعُوْا جَمِيعًا ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ الصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ وَقَامَ الْاٰخَرُوْنَ يَحْرُسُوْنَهُمْ فَلَمَّا جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ سَجَدَ الْاٰخَرُوْنَ ثُمَّ جَلَسُوا جَمِيعًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ جَمِيعًا فَصَلَّاهَا بِعُسْفَانَ وَصَلَّاهَا يَوْمَ بَنِيْ سُلَيْمٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى اَيُّوْبُ وَهِشَامٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ هٰذَا الْمَعْنٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ دَاوُدُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكَذٰلِكَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ وَكَذٰلِكَ قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى فِعْلَهُ وَكَذٰلِكَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ

حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں عسفان پر تھے اور مشرکین پر سردار خالد بن ولید تھے۔ ہم نے ظہر کی نماز ادا کی تو مشرکین کہنے لگے ہم نشانہ ختم کر بیٹھے ہم غفلت برت گئے ہم ان پر حملہ کیوں نہ کر سکے حالانکہ وہ نماز میں تھے تو ظہر اور عصر کے درمیان قصر کی آیت کریمہ کا نزول ہوا۔ پس جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ انور قبلہ کی طرف کر کے قیام فرمالیا اور مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مسلمانوں نے دو صفیں بنا کر قیام کر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع کے ساتھ تمام نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملی ہوئی صف نے سجدہ کیا اور دوسرے ان کی حفاظت میں کھڑے رہے۔ پس جب انہوں نے سجدے کر لیے تو قیام کر لیا اور جو پیچھے تھے انہوں نے سجدہ کیا پھر صف اول والے دوسروں کی جگہ پر آ کر کھڑے ہو گئے اور پچھلی صف والوں نے پہلی صف کے لوگوں کی جگہ قیام کر لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو تمام کے تمام نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا تو ملی ہوئی صف نے بھی سجدہ کیا اور دوسرے کھڑے ہو کر ان کی حفاظت میں لگے رہے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور ملی ہوئی صف والے دوسروں نے سجدہ کیا پھر تمام کے تمام بیٹھ گئے پھر تمام نے اکٹھے سلام پھیرا۔ اس نماز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عسفان والی جگہ پر یوم بنی سلیم کو پڑھائی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایوب، ہشام، ابوالزبیر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو معناً روایت کیا اور اسی طرح اس کو داؤد بن حصین، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اور اسی طرح قتادہ، حسن، حطان نے ابوموسیٰ سے روایت کیا اور اسی طرح عکرمہ بن خالد نے مجاہد سے مرفوعاً روایت کیا اور اسی طرح ہشام بن عروہ نے اپنے والد محترم سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور یہ قول سفیان ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:487،معجم الکبیر: جز:5،ص:213،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:256،سنن دارقطنی: جز:2،ص:59)

شرح: نماز خوف کا طریقہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

جب میدان جنگ میں خوف بڑھ جائے تو امیر لشکر مسلمانوں کی دو جماعتیں کر دے ایک جماعت دشمن کے سامنے رہے اور دوسری جماعت اس کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھے۔ ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور پہلی جماعت آکر اس کے پیچھے ایک رکعت پڑھے امام تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ جماعت سلام نہ پھیرے اور دشمن کے سامنے چلی جائے اور پہلی جماعت آکر الگ الگ بغیر قرأت کے ایک رکعت پڑھے کیونکہ وہ لاحق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آکر قرأت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اس کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکور الصدر طریقہ سے نماز خوف پڑھی ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: جز:2،ص:63)

نماز خوف کا طریقہ یہ ہے کہ جب دشمن سامنے ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ سب ایک ساتھ نماز پڑھیں تو حملہ کر دیں گے ایسے وقت امام جماعت کے دو حصے کرے اگر کوئی اس پر راضی ہو کہ ہم بعد کو پڑھ لیں گے تو اسے دشمن کے مقابل کرے اور دوسرے گروہ کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے پھر جس گروہ نے نماز نہیں پڑھی اس میں کوئی امام ہو جائے اور یہ لوگ اس کے ساتھ باجماعت پڑھ لیں اور اگر دونوں میں سے بعد کو پڑھنے پر کوئی راضی نہ ہو تو ایک گروہ کو دشمن کے مقابل کرے اور دوسرا امام کے پیچھے نماز پڑھے جب امام اس گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے یعنی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو یہ لوگ دشمن کے مقابلے چلے جائیں اور جو لوگ وہاں تھے وہ چلے آئیں اب ان کے ساتھ امام ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے مگر مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں یا یہیں اپنی نماز پوری کر کے جائیں اور وہ لوگ آئیں اور ایک رکعت بغیر قرأت پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیریں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ گروہ یہاں نہ آئے بلکہ وہیں اپنی نماز پوری کر لے اور دوسرا گروہ اگر نماز پوری کر چکا ہے تو ٹھیک ورنہ اب پوری کرے خواہ وہیں یا یہاں آکر اور یہ لوگ قرأت کے ساتھ اپنی ایک رکعت پڑھیں اور تشہد کے بعد سلام پھیر دیں۔ یہ طریقہ دو رکعت والی نماز کا ہے خواہ نماز ہی دو رکعت کی ہو جیسے

فجر وعید وجمعہ یا سفر کی وجہ سے چار کی دو ہو گئیں اور چار رکعت والی نماز ہو تو ہر گروہ کے ساتھ امام دو دو رکعت پڑھے اور مغرب میں پہلے گروہ کے ساتھ دو اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک پڑھے اگر پہلے کے ساتھ ایک پڑھی اور دوسرے کے ساتھ دو تو نماز جاتی رہی۔ (درمختار: جز: 3، ص86 تا88)

مسئلہ

یہ سب احکام اس صورت میں ہیں کہ جب امام اور مقتدی سب مقیم ہوں یا سب مسافر یا امام مقیم ہے اور مقتدی مسافر اور اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو تو امام ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور دوسرے کے ساتھ ایک پڑھ کر سلام پھیر دے پھر پہلا گروہ آئے اور تین رکعات بغیر قرأت کے پڑھے پھر دوسرا گروہ آئے اور تین پڑھے۔ پہلی میں فاتحہ و سورت پڑھے اور اگر امام مسافر ہے اور مقتدی بعض مقیم ہیں بعض مسافر تو مقیم مقیم کے طریقہ پر عمل کریں اور مسافر مسافر کے طریقہ پر عمل کریں۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص:155)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

ایک رکعت کے بعد دشمن کے مقابل جانے سے مراد پیدل جانا ہے سواری پر جائیں گے تو نماز جاتی رہے گی۔

(ردالمحتار: جز: 3، ص:87)

حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابو عياش زرقي رضي الله عنه

حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام زید بن صامت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام زید ابن صامت ہے انصاری زرقی ہیں۔ چالیس ہجری کے بعد وفات پائی۔

(مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص:540)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يَقُوْمُ صَفٌّ مَعَ الْإِمَامِ وَصَفٌّ وِجَاهَ الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُوْمُ قَائِمًا حَتّٰى يُصَلِّيَ الَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً أُخْرٰى ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ فَيَصُفُّوْنَ وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَتَجِيْءُ الطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى فَيُصَلِّي بِهِمْ رَكْعَةً وَّيَثْبُتُ جَالِسًا فَيُتِمُّوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً أُخْرٰى ثُمَّ يُسَلِّمُ بِهِمْ جَمِيعًا

باب: جس نے کہا ایک صف امام کے ساتھ کھڑی رہے اور دوسری دشمن کا مقابلہ کرے وہ جو ساتھ ملے ہوئے ہیں ان کو ایک رکعت پڑھائے پھر کھڑا ہو جائے حتیٰ کہ اس کے ساتھ والے دوسری رکعت پڑھ لیں پھر وہ دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جائیں اور دوسرا گروہ آ جائے ان کے ساتھ امام ایک رکعت پڑھا کر بیٹھ جائے کہ وہ دوسری رکعت خود مکمل کر لیں پھر تمام اکٹھے سلام پھیر دیں۔

1048 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِأَصْحَابِهِ فِي خَوْفٍ فَجَعَلَهُمْ خَلْفَهُ صَفَّيْنِ فَصَلّٰى بِالَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ رَكْعَةً ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى صَلَّى الَّذِيْنَ خَلْفَهُمْ رَكْعَةً ثُمَّ تَقَدَّمُوْا وَتَأَخَّرَ الَّذِيْنَ كَانُوْا قُدَّامَهُمْ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ قَعَدَ حَتّٰى صَلَّى الَّذِيْنَ تَخَلَّفُوْا رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کی حالت کے دوران اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دوصفوں کو بنایا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے انہوں نے ایک رکعت پڑھی پھر قیام کیے رکھا حتیٰ کہ ان کے پیچھے والوں نے ایک رکعت کو پڑھا پھر اگلے والے پیچھے اور پیچھے والے آگے ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے والوں کو ایک رکعت پڑھائی پھر قعدہ فرمایا حتیٰ کہ ان کے پیچھے والوں نے ایک رکعت پڑھی پھر سلام پھیرا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:253، صحیح مسلم: جز:4، ص:298، مسند ابی عوانہ: جز:2، ص:90، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:46، ص: 73)

تشریح:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وہ صورت ذکر کی ہے جس کو تقریباً آئمہ ثلاثہ نے اختیار کیا ہے اس میں تھوڑا سا فرق ہے امام نے گروہ اول کو ایک رکعت پڑھائی اس کے بعد اس گروہ نے اپنی دوسری رکعت تنہا پڑھ لی جس طرح کہ جمہور کے نزدیک ہے مگر ابھی اس گروہ نے سلام نہیں پھیرا بغیر سلام کے چلی گئی اس کے دوسرے گروہ نے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر دوسری رکعت اپنی پڑھ لی پھر امام نے سلام ان دونوں گروہ کے ساتھ پھیرا۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ إِذَا صَلَّى رَكْعَةً وَّثَبَتَ قَائِمًا اَتَمُّوا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمُوْا ثُمَّ انْصَرَفُوا فَكَانُوْا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَاخْتُلَفَ فِي السَّلَامِ

باب: جس نے کہا جب ایک رکعت پڑھ لیں اور امام کھڑا رہے تو وہ دوسری کو مکمل کر کے پھر سلام پھیر دیں پھر دشمن کا مقابلہ کریں اور سلام میں اختلاف ہے۔

1049 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ صَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةً وِجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلَّى بِالَّتِيْ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَّاَتَمُّوا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَصَفُّوْا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَائَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلَاتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَّاَتَمُّوا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ قَالَ مَالِكٌ وَّحَدِيْثُ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَحَبُّ مَا سَمِعْتُ اِلَيَّ

صالح بن خوات نے ایسے آدمی سے روایت کیا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں یوم ذات الرقاع میں خوف کی نماز پڑھی ایک گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف کے اندر قیام کیے رکھا اور دوسرے گروہ نے دشمن کا مقابلہ کیا اور جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے ایک رکعت پڑھی پھر کھڑے ہو گئے بقیہ خود مکمل کی پھر وہ دشمن کے مقابلے کو روانہ ہو گئے اور دوسرا گروہ آیا تو ان کے ساتھ امام نے بقیہ نماز ادا کی پھر بیٹھے رہے اور انہوں نے اپنی نماز کو مکمل کیا پھر ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حدیث یزید بن رومان کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

(سنن البیہقی الکبری: ج:3 ص:252، سنن دار قطنی: ج:5 ص:2، سنن النسائی: ج:5 ص:463، شرح السنۃ: ج:1 ص:262)

1050 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ صَلَاةَ الْخَوْفِ أَنْ يَقُومَ الْإِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَطَائِفَةٌ مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ فَيَرْكَعُ الْإِمَامُ رَكْعَةً وَيَسْجُدُ بِالَّذِينَ مَعَهُ ثُمَّ يَقُومُ فَإِذَا اسْتَوَى قَائِمًا ثَبَتَ قَائِمًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمُ الرَّكْعَةَ الْبَاقِيَةَ ثُمَّ سَلَّمُوا وَانْصَرَفُوا وَالْإِمَامُ قَائِمٌ فَكَانُوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ ثُمَّ يُقْبِلُ الْآخَرُونَ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا فَيُكَبِّرُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ فَيَرْكَعُ بِهِمْ وَيَسْجُدُ بِهِمْ ثُمَّ يُسَلِّمُ فَيَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمُ الرَّكْعَةَ الْبَاقِيَةَ ثُمَّ يُسَلِّمُونَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَمَّا رِوَايَةُ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ نَحْوَ رِوَايَةِ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ إِلَّا أَنَّهُ خَالَفَهُ فِي السَّلَامِ وَرِوَايَةُ عُبَيْدِ اللَّهِ نَحْوَ رِوَايَةِ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ قَالَ وَيَثْبُتُ قَائِمًا

صالح بن خوات انصاری سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن ابوحثمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ امام اپنے اصحاب کے ایک گروہ کی معیت میں قیام کیے رکھے پس امام ایک رکعت پڑھے اور اپنے اصحاب کی معیت میں سجدہ کرے پھر کھڑا ہو جائے تو یہ بدستور کھڑا رہے کہ وہ اپنی بقیہ رکعت پڑھ کر پھر سلام پھیریں اور دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جائیں اور امام قیام میں رہے۔ پھر دوسرا گروہ آئے جس نے نماز نہیں پڑھی تو وہ امام کے پیچھے تکبیر تحریمہ کہیں اور ان کے ساتھ امام رکوع کرے اور سجدہ کرے اور وہ باقی رکعت اپنی خود پڑھیں پھر وہ سب سلام پھیریں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے قاسم سے یزید بن ہارون کی مانند روایت کیا ہے مگر انہوں نے سلام میں اختلاف کیا ہے اور عبیداللہ کی روایت یحییٰ بن سعید کی روایت کی طرح ہے فرمایا کہ اور امام کھڑا رہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:254)

شرح:

اس باب میں وہ صورت ہے جس کو آئمہ ثلاثہ نے اختیار کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دشمن کے غیر قبلہ کی جانب ہونے میں۔ پچھلے باب میں یہ تھا کہ پہلا گروہ دونوں رکعت پڑھے بغیر سلام کے لئے چلا گیا اور یہاں یہ ہے کہ اس نے بھی سلام پھیر دیا۔

غزوہ ذات الرقاع کیوں کہا گیا؟

☆ قولہ یوم ذات الرقاع

غزوہ ذات الرقاع کہنے کی مختلف وجوہ ہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ

مسلمانوں کے پاس سواریاں بہت ہی کم تھیں اکثر پیدل تھے۔ پیدل چلنے کی بناء پر پاؤں زخمی ہو گئے تھے اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیروں پر کپڑے کی پٹیاں باندھیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

وہاں ایک پہاڑ تھا جس میں سیاہی، سفیدی اور سرخی تھی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ

وہاں ذات الرقاع کا ایک درخت تھا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ

ان کے جھنڈوں میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

ان وجوہات کی بناء پر اس کو غزوہ ذات الرقاع کا نام دیا گیا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يُكَبِّرُونَ جَمِيعًا وَّإِنْ كَانُوا مُسْتَدْبِرِي الْقِبْلَةِ ثُمَّ يُصَلِّي بِمَنْ مَّعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَأْتُونَ مَصَافَّ أَصْحَابِهِمْ وَيَجِيءُ الْآخَرُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ تُقْبِلُ الطَّائِفَةُ الَّتِي كَانَتْ مُقَابِلَ الْعَدُوِّ فَيُصَلُّونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَّالْإِمَامُ قَاعِدٌ ثُمَّ يُسَلِّمُ بِهِمْ كُلِّهِمْ جَمِيعًا

باب: جس نے کہا کہ تکبیر تحریمہ تمام کے تمام مل کر کہیں اگر چہ قبلہ کی طرف کسی کی پشت بھی ہو جائے پھر اپنے ساتھ والے کی معیت میں ایک رکعت ادا کرے پھر یہ اپنے اصحاب والی جگہ پر چلے جائیں اور دوسرے آ کر خود ایک رکعت پڑھیں پھر ان کے ساتھ امام ایک رکعت پڑھے پھر وہ گروہ جو دشمن کے مقابلے میں ہے آگے آ جائے وہ ایک رکعت خود پڑھیں امام قعدہ کی حالت میں رہے پھر تمام سلام پھیر دیں۔

1051 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَابْنُ لَهِيعَةَ قَالَا اَخْبَرَنَا اَبُو الْاَسْوَدِ اَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ اَنَّهُ سَاَلَ اَبَا هُرَيْرَةَ هَلْ صَلَّيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ نَعَمْ قَالَ مَرْوَانُ مَتٰى فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَامَ غَزْوَةِ نَجْدٍ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ فَقَامَتْ مَعَهُ طَائِفَةٌ وَّطَائِفَةٌ اُخْرٰى مُقَابِلَ الْعَدُوِّ وَظُهُوْرُهُمْ اِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرُوْا جَمِيعًا الَّذِيْنَ مَعَهُ وَالَّذِيْنَ مُقَابِلِي الْعَدُوِّ ثُمَّ رَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً وَّاحِدَةً وَّرَكَعَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِيْ مَعَهُ ثُمَّ سَجَدَ فَسَجَدَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِيْ تَلِيهِ وَالْاٰخَرُوْنَ قِيَامٌ مُقَابِلِي الْعَدُوِّ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِيْ مَعَهُ فَذَهَبُوْا اِلَى الْعَدُوِّ فَقَابَلُوْهُمْ وَاَقْبَلَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِيْ كَانَتْ مُقَابِلِي الْعَدُوِّ فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَامُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً اُخْرٰى وَرَكَعُوْا مَعَهُ وَسَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ ثُمَّ اَقْبَلَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِيْ كَانَتْ مُقَابِلِي الْعَدُوِّ فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ وَّمَنْ كَانَ مَعَهُ ثُمَّ كَانَ السَّلَامُ فَسَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمُوْا جَمِيعًا فَكَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ وَلِكُلِّ رَجُلٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةٌ رَكْعَةٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَمُحَمَّدِ ابْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى نَجْدٍ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ لَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَلَفْظُهُ عَلٰى غَيْرِ لَفْظِ حَيْوَةَ وَقَالَ فِيْهِ حِيْنَ رَكَعَ بِمَنْ مَّعَهُ وَسَجَدَ قَالَ فَلَمَّا قَامُوْا مَشَوُا الْقَهْقَرٰى اِلٰى مَصَافِّ اَصْحَابِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْتِدْبَارَ الْقِبْلَةِ

مروان بن حکم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز خوف ادا فرمائی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ مروان نے استفسار کیا کب؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ نجد میں عصر کی نماز کے واسطے قیام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گروہ کھڑا تھا دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ پر تھا ان کی قبلہ کی طرف پیٹھ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر

تحریمہ فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والوں اور دشمن کے ساتھ مقابلہ والوں نے تکبیر تحریمہ کہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت ادا فرمائی اور ساتھ والے گروہ نے بھی۔ پھر سجدہ فرمایا تو ساتھ والے گروہ نے بھی سجدہ کیا اور دوسرے دشمن کے مقابلے کے لئے قیام پذیر رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام میں رہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے وہ بھی قیام میں رہے۔تو یہ دشمن کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے اور دشمن کے ساتھ مقابلہ والا گروہ آگے آگیا انہوں نے رکوع اور سجدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور قیام میں رہے پھر انہوں نے قیام کرلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت پڑھائی اور ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا پھر دشمن کے ساتھ مقابلہ والے گروہ نے آگے آکر رکوع اور سجدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ والوں کے ساتھ قعدے میں رہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور تمام کے تمام نے سلام پھیر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا فرمائیں دونوں گروہ میں سے ہر گروہ نے ایک ایک رکعت پڑھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نجد کی جانب نکل پڑے حتیٰ کہ جب ہم ذات الرقاع کے باغ میں پہنچے تو غطفان والوں کے ایک گروہ سے ملاقات ہوگئی پس اس کو معناً ذکر فرمایا ان کے الفاظ حیاۃ کے لفظ کے علاوہ ہیں اس میں فرمایا کہ جب آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ سجدہ فرمایا ارشاد فرمایا کہ جب انہوں نے قیام فرمایا تو اپنے اصحاب کی طرف پلٹ گئے اور قبلہ کی طرف پشت کرنے کا ذکر نہ فرمایا۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:6،ص:123)

1052 قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَاَمَّا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ فَحَدَّثَنَا قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي حَدَّثَنَا اَبِي عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَتْ كَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرَتِ الطَّائِفَةُ الَّذِيْنَ صَفُّوْا مَعَهُ ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعُوْا ثُمَّ سَجَدَ فَسَجَدُوْا ثُمَّ رَفَعَ فَرَفَعُوْا ثُمَّ مَكَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا ثُمَّ سَجَدُوْا لِاَنْفُسِهِمُ الثَّانِيَةَ ثُمَّ قَامُوْا فَنَكَصُوْا عَلٰى اَعْقَابِهِمْ يَمْشُوْنَ الْقَهْقَرٰى حَتّٰى قَامُوْا مِنْ وَرَائِهِمْ وَجَائَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَقَامُوْا فَكَبَّرُوْا ثُمَّ رَكَعُوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدُوْا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَجَدُوْا لِاَنْفُسِهِمُ الثَّانِيَةَ ثُمَّ قَامَتِ الطَّائِفَتَانِ جَمِيْعًا فَصَلَّوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ فَرَكَعُوْا ثُمَّ سَجَدَ فَسَجَدُوْا جَمِيْعًا ثُمَّ عَادَ فَسَجَدَ الثَّانِيَةَ وَسَجَدُوْا مَعَهُ سَرِيْعًا كَاَسْرَعِ الْاِسْرَاعِ جَاهِدًا لَا يَالُوْنَ سِرَاعًا ثُمَّ سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمُوْا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَارَكَهُ النَّاسُ

فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس قصہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ فرمائی اور ساتھ والے گروہ نے بھی تکبیر تحریمہ کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع فرمایا تو انہوں نے بھی رکوع کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو انہوں نے بھی سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھ گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہے پھر انہوں نے دوسرا سجدہ خود کیا پھر کھڑے ہوئے تو اپنے الٹے پاؤں پھر گئے حتیٰ کہ تمام کے آخر میں جا کر کھڑے ہو گئے اور دوسرا گروہ آیا تو انہوں نے قیام کی حالت میں تکبیر کہی اور خود رکوع کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس گروہ نے بھی سجدہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمالیا اور انہوں نے خود دوسرا سجدہ کیا پھر دونوں گروہوں نے قیام کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز ادا کی لہٰذا تمام کے تمام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع اور سجود کیے۔ پھر دوسرا سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور انہوں نے تیزی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمالیا اور اس طرح لوگ مکمل نماز میں شریک رہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:12، ص:193)

شرح:

نماز کی اس حالت میں پہلے گروہ کی رکعات میں تسلسل نہیں ہے برخلاف دوسرے گروہ کے کہ ان کی رکعات میں تسلسل ہے اسی وجہ سے دوسرے گروہ کی دوسری رکعت پہلے ہوئی اور پہلے گروہ کی بعد میں ہوئی مگر نماز سے فراغت اور سلام تمام کا ایک ہی ساتھ ہوا۔

مروان بن حکم

☆ قوله عن مروان بن الحكم

مروان بن حکم کے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کر دیا تھا تو یہ بھی ساتھ گیا اس لیے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا جس کی وجہ سے صحابیت کا رتبہ نہ مل سکا۔ ان سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

مروان ابن حکم سلمی ہے قرشی اموی ہے عبد الملک کا والد اور حضرت عمر بن عبد العزیز کا دادا ہے۔ 2ھ دو یا خندق کے سال پیدا ہوا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ حکم کو مدینہ منورہ سے طائف کی طرف جلا وطن کر دیا یہ ساتھ گیا اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکا لہٰذا صحابی نہیں۔ خلافت عثمانیہ میں حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت ملی تب یہ بھی ساتھ آیا۔ 65 میں دمشق میں فوت ہوا اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات لیں اور اس سے عروہ ابن زبیر، امام زین العابدین

نے روایات لیں۔

مترجم کہتا ہے: جس جرم کی بناء پر حضور انور ﷺ نے حکم کو مدینہ منورہ سے نکالا اس نے توبہ کر لی تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واپس بلایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بھی اسے مدینہ منورہ سے نہ نکالا لہٰذا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض ہوسکتا ہے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر۔

التائب من الذنب كمن لا ذنب له .

یہ بات خیال میں ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:602)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَةً ثُمَّ يُسَلِّمُ فَيَقُوْمُ كُلُّ صَفٍّ فَيُصَلُّوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً

باب: جس نے کہا امام ہر گروہ کے ساتھ ایک رکعت ادا کرے پھر سلام پھیر دے پس ہر صف قیام کر کے ایک ایک رکعت خود پڑھے

1053 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِاِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً وَّالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَقَامُوْا فِيْ مَقَامِ اُولٰئِكَ وَجَاءَ اُولٰئِكَ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً اُخْرٰى ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ نَافِعٌ وَّخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ قَوْلُ مَسْرُوْقٍ وَيُوْسُفَ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكَذٰلِكَ رَوٰى يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّهٗ فَعَلَهٗ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت ادا فرمائی اور دوسرا گروہ دشمن کا مقابلہ کرتا رہا پھر یہ چلے گئے ان کی جگہ پر اور وہ آ گئے تو آپ ﷺ نے دوسری رکعت ان کے ساتھ ادا فرمائی پھر سلام پھیر دیا پھر انہوں نے قیام کیا اور انہوں نے اپنی رکعت کو مکمل کر لیا اور وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنی رکعت کو مکمل کر لیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح اس کو نافع اور خالد بن معدان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اور اسی طرح قول مسروق اور یوسف بن مہران کا حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اور اسی طرح یونس نے حسن سے انہوں نے ابوموسیٰ سے روایت کیا کہ انہوں نے اسی طرح کیا۔

(معجم الکبیر: ج:12، ص:280، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:260، سنن دار قطنی: ج:2، ص:59، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:14، ص:61)

شرح:

پہلا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا گروہ آجائے امام صاحب اس کو بھی ایک رکعت پڑھائے وہ سلام پھیر دے اور پہلا گروہ اور دوسرا گروہ دونوں ایک ساتھ اپنی دوسری رکعت کو پڑھ کر ایک ساتھ سلام پھیر دیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَةً ثُمَّ يُسَلِّمُ فَيَقُومُ الَّذِيْنَ خَلْفَهُ فَيُصَلُّوْنَ رَكْعَةً ثُمَّ يَجِيءُ الْاٰخَرُوْنَ اِلٰى مَقَامِ هٰؤُلَاءِ فَيُصَلُّوْنَ رَكْعَةً

باب: جس نے کہا ہر گروہ امام کی معیت میں ایک رکعت پڑھے پھر امام سلام پھیر دے پس جو امام کے پیچھے ہیں وہ ایک رکعت پڑھیں پھر دوسرے ان کی جگہ پر آئیں پس وہ ایک رکعت پڑھیں

1054 حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَقَامُوْا صَفًّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفٌّ مُسْتَقْبِلَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ جَاءَ الْاٰخَرُوْنَ فَقَامُوْا مَقَامَهُمْ وَاسْتَقْبَلَ هٰؤُلَاءِ الْعَدُوَّ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَصَلَّوْا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمُوْا ثُمَّ ذَهَبُوْا فَقَامُوْا مَقَامَ اُولٰئِكَ مُسْتَقْبِلِي الْعَدُوِّ وَرَجَعَ اُولٰئِكَ اِلٰى مَقَامِهِمْ فَصَلَّوْا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمُوْا حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ يُوْسُفَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ خُصَيْفٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ فَكَبَّرَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرَ

الصَّفَّانِ جَمِيعًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ بِهٰذَا الْمَعْنٰى عَنْ خُصَيْفٍ وَصَلّٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ هٰكَذَا اِلَّا اَنَّ الطَّائِفَةَ الَّتِي صَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ مَضَوْا اِلٰى مَقَامِ اَصْحَابِهِمْ وَجَاءَ هٰؤُلَاءِ فَصَلَّوْا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى مَقَامِ اُولٰئِكَ فَصَلَّوْا لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ اَنَّهُمْ غَزَوْا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ كَابُلَ فَصَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ الْخَوْفِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خوف کی نماز پڑھائی لہٰذا لوگوں نے دو صفیں بنالیں ایک صف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور ایک دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معیت میں ایک رکعت ادا فرمائی۔ پھر دوسرے آئے وہ ان کی جگہ پر کھڑے ہوگئے یہ دشمن کے ساتھ مقابلے کے لئے روانہ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معیت میں ایک رکعت ادا فرمائی پھر سلام پھیر دیا لہٰذا انہوں نے ایک رکعت خود ادا کر کے پھر سلام پھیر دیا پھر یہ لوگ چلے گئے وہ دشمن کا مقابلہ کرنے والوں کی جگہ پر جا کر کھڑے ہوگئے اور یہ اپنے مقام پر پلٹ آئے تو انہوں نے ایک رکعت خود پڑھی پھر سلام پھیر دیا۔ شریک نے خصیف سے اپنی اسناد کے ساتھ اس کو معنًا روایت کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کہی تو دونوں صف والوں نے تکبیر کہی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو ثوری نے اس معنیٰ کے ساتھ خصیف سے ایسے ہی روایت فرمایا ہے اور عبدالرحمٰن بن سمرہ نے اسی طرح نماز پڑھائی تھی پھر سلام پھیرا تو وہ اپنے اصحاب کی جگہ پر چلے گئے اور وہ آئے تو انہوں نے ایک رکعت خود ادا کی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم، انہیں عبدالصمد بن حبیب نے انہیں ان کے والد محترم نے بیان کیا کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن سمرہ کی معیت میں کابل کے اندر جہاد کیا تو آپ نے ہمیں خوف کی نماز پڑھائی۔

(سنن الدارقطنی: ج:5،ص:6، مسند ابی یعلیٰ: ج:9،ص:239، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:26،ص:70)

شرح:

اس باب میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے اور پچھلے باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ تھی دونوں احادیث مبارکہ میں اس پر اتفاق ہے کہ پہلے گروہ کی رکعات میں موالات نہیں ہے اور دوسرے گروہ کی رکعات میں موالات ہے۔

☆ قوله وصلى عبدالرحمن بن سمرة هكذا الا ان الطائفة التى صلى بهم ركعة

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ مذہب حنفیہ کے مختار کے مطابق ہے۔ اور اس کی تفصیل صلوٰۃ الخوف

کے پہلے باب میں کر دی گئی ہے۔

☆ قولہ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات واطوار میں سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابوعبدالرحمٰن الہذلی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام ابومسعود تھا اور والدہ محترمہ کا نام ام عبد بنت عبد ود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے۔ جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟

میں نے عرض کیا: ہاں! لیکن میں امین ہوں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو، میں ایک چھ ماہ کی بکری لے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع فرما دیا اور دعا فرمانے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

دودھ پیو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس بکری کے تھنوں سے کہا سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں

نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اس کلام مجید کی تعلیم عطا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا: تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی کریم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گھر جاتے تھے۔ آپ ﷺ کو نعلین پہناتے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ ﷺ غسل فرماتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے۔ جب آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں فرمائیں۔ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ ابوجہل کے سینہ پر سوار ہو کر انہوں نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مجھے سورہ نساء پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا میں آپ ﷺ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ خود آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت کریمہ پر پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۝

تو نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں:

ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا ہمیں اس شخص کے متعلق بتلائیے جو اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوتا کہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث مبارکہ سنیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

جو شخص اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے یاد رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں بغیر مشورہ کے کسی اور کو امیر بناتا تو ام عبد کو بناتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 33ھ میں فوت ہوگئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ساٹھ اور چند سال تھی۔

(اسد الغابہ: جز:3،ص256 تا260)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے ہر بی ہیں پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار تھے۔ سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ناپسند کریں۔ اخلاق، عادت، طور طریقہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے، دراز قد، گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلا خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے۔ پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی 32 میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔

مترجم کہتا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:567)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَةً وَّلَا يَقْضُونَ

باب: جس نے کہا ہر گروہ امام کی معیت میں ایک رکعت پڑھے اور دوسری کو نہ پڑھے

1055 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي الْاَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ

هِلَالٍ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِطَبَرِسْتَانَ فَقَامَ فَقَالَ أَيُّكُمْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا فَصَلَّى بِهَؤُلَاءِ رَكْعَةً وَبِهَؤُلَاءِ رَكْعَةً وَلَمْ يَقْضُوا قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَا رَوَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَمُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَزِيدُ الْفَقِيرُ وَأَبُو مُوسَى قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَجُلٌ مِنَ التَّابِعِينَ لَيْسَ بِالْأَشْعَرِيِّ جَمِيعًا عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ الْفَقِيرِ إِنَّهُمْ قَضَوْا رَكْعَةً أُخْرَى وَكَذَلِكَ رَوَاهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَانَتْ لِلْقَوْمِ رَكْعَةً رَكْعَةً وَلِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ

ثعلبہ بن زہدم سے روایت ہے کہ ہم حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ طبرستان تھے پس وہ کھڑے ہوئے تو ارشاد فرمایا تم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں خوف کی نماز کس نے ادا کی ہے، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے (پڑھی ہے) تو آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی اور اسے بھی ایک رکعت پڑھائی اور باقی کسی نے بھی نہیں پڑھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح اس کو عبیداللہ بن عبداللہ، مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور عبداللہ بن شقیق، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور یزید الفقیر اور ابوموسیٰ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ تابعین میں سے ایک شخص ہیں نہ کہ اشعری ہیں تمام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور بعض نے شیعہ حدیث یزید الفقیر میں کہا کہ انہوں نے ایک رکعت بعد میں پڑھی اور اسی طرح اس کو سماک حنفی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے فرمایا قوم کی ایک رکعت ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعات ہوئیں۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 485، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 6، ص: 125)

1056 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللَّهُ تَعَالَى الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نماز کو فرض

فرمایا حضر میں چار رکعات سفر میں دو رکعات اور حالت خوف میں ایک رکعت۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1056)

شرح:

امام دو گروہوں میں سے ہر گروہ کو ایک ایک رکعت پڑھائے اور وہ گروہ اسی ایک رکعت کو کافی سمجھیں دوسری رکعت نہ پڑھیں۔ یہ اس باب کا خلاصہ ہے مگر یاد رہے کہ آئمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس صورت کا قائل نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسحاق بن راہویہ، حضرت سفیان ثوری وغیرہ بعض علماء اس کے قائل ہیں۔

تاویل

ان احادیث مبارکہ میں ایک رکعت پڑھنے کی روایات ہیں دوسری رکعت کے بارے میں ہے "لایقضون" جمہور علماء نے اس کی تاویل یہ کی ہے امام کے ساتھ ایک رکعت ہر گروہ نے پڑھی بعد میں خوف زائل ہونے کے بعد نماز خوف کی قضا نہیں ہے ایک بار جو پڑھی وہ درست ہوگئی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ

باب: جس نے کہا ہر گروہ کے ساتھ امام دو رکعات ادا کرے

1057 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَوْفٍ الظُّهْرَ فَصَفَّ بَعْضُهُمْ خَلْفَهُ وَبَعْضُهُمْ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْطَلَقَ الَّذِينَ صَلَّوْا مَعَهُ فَوَقَفُوا مَوْقِفَ اَصْحَابِهِمْ ثُمَّ جَاءَ اُولَئِكَ فَصَلَّوْا خَلْفَهُ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعًا وَلِاَصْحَابِهِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَبِذَلِكَ كَانَ يُفْتِي الْحَسَنُ قَالَ اَبُو دَاوُد وَكَذَلِكَ فِي الْمَغْرِبِ يَكُونُ لِلْاِمَامِ سِتُّ رَكَعَاتٍ وَلِلْقَوْمِ ثَلَاثٌ ثَلَاثٌ قَالَ اَبُو دَاوُد وَكَذَلِكَ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ قَالَ سُلَيْمَانُ الْيَشْكُرِيُّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت خوف میں ظہر کی نماز ادا فرمائی تو بعض لوگوں نے

آپ ﷺ کے پیچھے صف بندی کر لی اور بعض لوگ دشمن کا مقابلہ کرنے لگ گئے تو ان لوگوں نے دو رکعات ادا کر کے سلام پھیر دیا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی وہ اپنے اصحاب کے مقام پر روانہ ہو گئے پھر وہ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے پیچھے دو رکعات ادا کیں۔ پھر سلام پھیر دیا لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی چار اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو دو رکعات ہوئیں اور اسی پر حسن فتویٰ دیا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یوں امام کی مغرب کی نماز میں چھ اور لوگوں کی تین تین رکعات ہوا کریں گی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو یحییٰ بن ابوکثیر، ابوسلمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اور اسی طرح سلیمان یشکری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 37، ص: 94)

شرح:

اس باب کا حاصل یہ ہے کہ امام ہر گروہ کو مکمل نماز پڑھائے یہ شافعیہ اور بعض علماء کے نزدیک جائز ہے جو فرض والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز قرار دیتے ہیں۔ جمہور اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

احناف کی طرف سے جواب

احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہو جب فرض کو مکرر پڑھنا جائز تھا بعد میں یہ منسوخ ہو گیا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے:

ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ حضر کا ہو اس لیے نبی کریم ﷺ نے ہر گروہ کو دو دو رکعت پڑھائیں اور دو دو رکعت انہوں نے خود پڑھی۔

اشکال

آپ ﷺ نے دو رکعات کے بعد سلام کیوں پھیرا؟

جواب

ممکن ہے کہ یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہو۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ

یہ واقعہ تو سفر کا ہے مگر آپ ﷺ نے مکمل کو اختیار فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصر کو اختیار فرمایا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب صَلٰوۃِ الطَّالِبِ

باب: دشمن کو ڈھونڈنے والے کی نماز

یہ باب دشمن کو ڈھونڈنے والے کی نماز کے حکم میں ہے۔

1058 حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَالِدِ بْنِ سُفْيَانَ الْهُذَلِیِّ وَكَانَ نَحْوَ عُرَنَةَ وَعَرَفَاتٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَاقْتُلْهُ قَالَ فَرَاَيْتُهُ وَحَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُ مَا اِنْ اُؤَخِّرِ الصَّلٰوةَ فَانْطَلَقْتُ اَمْشِیْ وَاَنَا اُصَلِّیْ اُوْمِیْ اِيْمَاءً نَحْوَهُ فَلَمَّا دَنَوْتُ مِنْهُ قَالَ لِیْ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ رَجُلٌ مِّنَ الْعَرَبِ بَلَغَنِیْ اَنَّكَ تَجْمَعُ لِهٰذَا الرَّجُلِ فَجِئْتُكَ فِیْ ذَاكَ قَالَ اِنِّیْ لَفِیْ ذَاكَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً حَتّٰى اِذَا اَمْكَنَنِیْ عَلَوْتُهُ بِسَيْفِیْ حَتّٰى بَرَدَ

ابن عبداللہ بن انیس نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے عرنہ اور عرفات کی طرف سفیان ہذلی کے پاس بھیجا پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو جا کر قتل کر دو۔ فرماتے ہیں: میں نے اس کو دیکھا ادھر عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے سوچا کہ اگر میں نماز کی وجہ سے مؤخر کروں گا تو اس کے اور میرے مابین بہت فاصلہ ہو جائے گا پس میں چلتا رہا اور اشارے کے ساتھ نماز ادا کرتا رہا جب میں اس کے قریب پہنچ گیا تو اس نے مجھے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں عرب میں سے ایک شخص ہوں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم اس شخص کے واسطے سپاہی اکٹھے کر رہے ہو پس میں تیرے پاس اسی قصد سے آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا میں اسی ہی سوچ و بچار میں ہوں میں اس کے ساتھ چلتا رہا حتیٰ کہ جب مجھے موقع مل گیا تو میں نے تلوار سے اس کے اوپر وار کیا حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:9، ص:38)

شرح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں ایک باب باندھا ہے جس کا نام انہوں نے "باب صلوۃ الطالب والمطلوب راکباً و ایماءً" رکھا اور طالب وہ ہوتا ہے جو مطلوب کو ڈھونڈے۔ یہاں پر طالب سے مراد وہ مجاہد ہے جو دشمن کو تلاش کر رہا ہو۔

مذاہب اربعہ

طالب کے متعلق آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک راکباً اس کی نماز مطلقاً جائز نہیں۔ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک طالب کی نماز ایک قید کے ساتھ جائز ہے۔ مالکیہ کے نزدیک وہ قید دشمن کے فوت ہونے کا خوف ہے اور شافعیہ کے نزدیک ساتھیوں سے جدا ہونا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا دشمن اس کی جانب لوٹ آئے اور یہ مارنے والا خود ہی مارا جائے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَفْرِيعِ اَبْوَابِ التَّطَوُّعِ وَرَكَعَاتِ السُّنَّةِ

باب: نوافل کے ابواب کی تفریع اور سنتوں کی رکعات

یہ باب نوافل کے احکام اور سنتوں کی رکعات کے حکم میں ہے۔

1059 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِىْ هِنْدٍ حَدَّثَنِى النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى فِىْ يَوْمٍ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا بُنِىَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہر روز بارہ رکعات نوافل پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔

(صحیح مسلم: جز:4، ص:66، مسند ابی یعلی: جز:13، ص:34، مسند احمد: جز:58، ص:148، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:40، ص:424)

1060 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْمَعْنٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّطَوُّعِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّى قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا فِىْ بَيْتِىْ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّى بِالنَّاسِ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى بَيْتِىْ فَيُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّى بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى بَيْتِىْ فَيُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّى بِهِمُ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتِىْ فَيُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّى مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّى لَيْلًا طَوِيْلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيْلًا جَالِسًا فَاِذَا قَرَاَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَاِذَا قَرَاَ وَهُوَ قَاعِدٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّى بِالنَّاسِ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صَلّٰى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں استفسار کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل میرے گھر کے اندر چار رکعات ادا فرماتے پھر تشریف لا کر لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر میرے گھر کے اندر تشریف لاتے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات ادا فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر کے اندر تشریف لا کر دو رکعات ادا فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر کے اندر تشریف لا کر دو رکعات ادا فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں وتر کے ساتھ ساتھ نو رکعات ادا فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی رات کے اندر قیام فرما کر طویل وقت تک نماز ادا فرماتے اور کسی رات تشریف فرما ہو کر طویل وقت تک نماز ادا فرماتے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما کر نماز ادا فرماتے تو رکوع اور سجود بھی قیام کر کے ادا فرماتے اور جب تشریف فرما ہو کر نماز ادا فرماتے تو رکوع اور سجود بھی تشریف فرما کر کرتے۔ جب فجر طلوع ہو جاتی تو دو رکعات ادا فرماتے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جا کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھایا کرتے۔

(صحیح مسلم، جز:9،ص:70، مسند احمد: جز:49،ص:48)

1061 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهٖ وَبَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل دو رکعات اور اس کے بعد دو رکعات اور مغرب کے بعد اپنے در دولت پر دو رکعات اور عشاء کی نماز کے بعد دو رکعات ادا فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد جمعہ نماز ادا نہ فرماتے حتیٰ کہ واپس تشریف لا کر دو رکعات ادا فرماتے۔

(سنن النسائی: جز:3،ص:404، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:14،ص:45)

1062 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات اور فجر کی نماز سے قبل دو رکعات کبھی بھی ترک نہ فرماتے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:427، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:472، سنن دارمی: جز:1،ص:397، سنن النسائی: جز:6،ص:274)

شرح:

☆ قوله من صلى في يوم ثنتي عشرة ركعة تطوعاً

یہ حدیث مبارکہ اس باب کی پہلی حدیث مبارکہ ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں رکعات کی تعداد جو ذکر فرمائی گئی ہے وہ بارہ ہے اس کے بعد جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے اس میں ظہر سے قبل چار رکعات ذکر فرمائی گئی ہیں مگر تیسری حدیث مبارکہ جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے اس میں ظہر سے قبل دو رکعات ہیں جس طرح کہ شوافع وغیرہ کے نزدیک ہے ہو سکتا ہے کہ کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات پر اکتفاء فرماتے ہوں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسجد میں دو رکعات ادا فرماتے ہوں جس طرح کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے اور بقیہ چار رکعات گھر میں ادا فرماتے ہوں جس طرح کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر کا حال بیان فرما رہی ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد کا حال بیان فرما رہے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسجد والی دو رکعات تحیۃ المسجد ہوں۔

☆ قوله تطوعاً

یہ لفظ تطوع عام ہے۔ تطوع، سنت، نفل، مندوب، مستحب یہ تمام کے تمام الفاظ قریب المعنی ہیں یعنی وہ عبادت جس کی شریعت میں ترغیب آئی ہے۔ ویسے سنت کا اطلاق عموماً سنت مؤکدہ پر ہوتا ہے اور نفل مندوب، مستحب وغیرہ کا سنت غیر مؤکدہ پر ہوتا ہے۔

سنت کا معنیٰ

علامہ مجد الدین محمد بن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

احادیث مبارکہ میں سنت اور اس کے مشتقات کا ذکر متعدد بار آیا ہے۔ سنت لغت میں طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں سنت سے مراد وہ کام ہیں جن کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یا جن سے روکا ہے اور جن کاموں کو از روئے فعل وقول مستحب قرار دیا ہے اور یہ کام اس زمرہ سے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دلائل شرعیہ کتاب اور سنت میں یعنی قرآن وحدیث، حدیث مبارکہ میں ہے میں بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ تمہارے لیے سنت قائم ہو یعنی مجھ پر نسیان اس لیے طاری کیا جاتا ہے تا کہ میں لوگوں کو طریق مستقیم کی رہنمائی کروں اور یہ بتلاؤں کہ جب ان پر نسیان طاری ہو تو وہ کیا کریں اور اسی معنیٰ میں حدیث مبارکہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں اترے اور اس کو سنت نہیں کیا یعنی لوگوں کے عمل کے لئے مشروع نہیں کیا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کسی سبب خاص سے کرتے اور لوگوں کے لئے اس کو مشروع نہیں کرتے کبھی سبب سے کوئی کام کرتے اور سبب کے زائل ہونے کے بعد بھی اس کام کو مشروع رکھتے جیسے پہلے نماز کو قصر کرنا سفر میں خوف کی وجہ سے تھا بعد میں خوف نہ ہونے کی شکل میں بھی سفر میں قصر کو قائم رکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل فرمایا اور اس کو سنت نہیں قرار دیا یعنی تمام امت کے عمل کے لئے اس کو قائم نہیں رکھا کیونکہ یہ ایک خاص سبب کی وجہ سے تھا وہ یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے اصحاب کی قوت دکھائیں لیکن یہ صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ ہے باقی آئمہ کرام طواف قدوم میں رمل کو سنت قرار دیتے ہیں۔ (نہایہ: جز:2،ص:410)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

سنت کا معنیٰ ہے طریقہ اور سنت النبی کا معنیٰ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ۔ (المفردات: ص:245)

سنن کی اقسام

علامہ میر سید شریف متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

سنت کا شرعی معنیٰ ہے بغیر فرضیت اور وجوب کے جو طریقہ دین میں رائج کیا گیا ہو جس کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔ اور کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو وہ سنت ہے اگر یہ دوام بہ طور عبادت ہو تو یہ سنن الہدیٰ ہیں اور اگر یہ دوام بہ طور عادت ہو تو یہ سنن الزوائد ہیں۔ سنت الہدیٰ وہ ہے جس کو قائم کرنا دین کی تکمیل کے لئے ہو اور اس کا ترک کرنا کراہت یا اساءت ہے اور سنن الزوائد وہ ہیں جن پر عمل کرنا مستحسن ہے اور ان کا ترک کراہت نہیں اور نہ اساءت ہے جیسے اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے اور لباس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، سنن ہدیٰ کو سنت موکدہ کہتے ہیں جیسے اذان اور اقامت، سنت مؤکدہ کا مطالبہ واجب کی طرح ہے مگر واجب کے ترک پر سزا کا استحقاق ہے اور اس کے ترک پر عتاب نہیں ہے۔ (کتاب التعریفات: ص:54)

علامہ زین الدین بن نجیم متوفی 976ھ لکھتے ہیں:

بغیر لزوم کے دین میں جو طریقہ ہمیشہ رائج کیا گیا ہو وہ سنت ہے اور اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے میں ثواب ہے اور اس کے ترک کرنے پر عتاب اور ملامت ہے اور سزا نہیں ہے۔

مزید راقم ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل کو ہمیشہ کیا ہو اور کبھی ترک نہ کیا ہو وہ سنت مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے جیسے رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبھی ترک نہیں فرمایا اور جس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ترک فرمایا وہ سنت غیر مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے اور جس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو کبھی ترک نہ فرمایا ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ وجوب کی دلیل اور علامت ہے۔ (البحر الرائق: جز:1،ص:17)

قرآن مجید سے سنت کا مفہوم

قرآن مجید میں سنت کا لفظ کئی جگہوں پر آیا ہے جن کے مختلف مفہوم ہیں۔

آیت نمبر:1

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ (فاطر:43)

سو وہ صرف پہلے لوگوں کے طریقہ کا انتظار کر رہے ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے۔

آیت نمبر:2

قرآن مجید میں ہے:

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المومن:85)

یہ وہ طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافروں نے سخت نقصان اٹھایا۔

آیت نمبر:3

قرآن مجید میں ہے:

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ (الاحزاب:38)

جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا طریقہ۔

آیت نمبر:4

قرآن مجید میں ہے:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ (آل عمران:137)

بے شک تم سے پہلے طریقے گزر چکے ہیں۔

سنت کے تارک کی سزا

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں:

قنیہ میں مذکور ہے کہ سنت (موکدہ) کا تارک فاسق ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے اور تلویح میں مذکور ہے کہ سنت مؤکدہ کو ترک کرنا حرام کے قریب ہے اور اس کا تارک شفاعت سے محروم ہونے کا مستحق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا۔ اور شیخ زین نے شرح المنار میں لکھا ہے کہ سنت مؤکدہ کے ترک سے گناہ گار ہوگا لیکن یہ گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہوگا۔ (حاشیۃ مراقی الفلاح:ص:39)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بلا عذر سنت مؤکدہ کو بہ طور اصرار ترک کرے وہ ملامت کئے جانے اور عذاب کا مستحق ہوگا لیکن سنت مؤکدہ کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہے۔ (ردالمحتار:جز:1ص:452)

سنن مؤکدہ کی تعداد

☆ من صلی یوم ثنتی عشرہ رکعة تطوعاً

دن اور رات میں سنت مؤکدہ کی تعداد بارہ ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث مبارکہ میں صرف بارہ رکعات کا ذکر ہے جبکہ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 279ھ نے ترمذی شریف کے اندر سنت مؤکدہ کی تصریح پر روایت نقل کی ہے کہ جس میں انہوں نے روایت فرمایا کہ چار ظہر سے قبل، دو ظہر کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد، دو رکعتیں فجر سے پہلے یوں انہوں نے کل بارہ رکعات کی روایت نقل فرمائی۔

یہی حدیث مبارکہ مشکوٰۃ المصابیح میں بھی درج ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

(اس سے مراد) یعنی بارہ سنتیں موکدہ ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے۔ظہر کا ذکر اس لیے پہلے کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی نماز یہ پڑھائی اس لیے اس کو صلوٰۃ اولیٰ کہتے ہیں ان میں سنت فجر بہت تاکیدی ہیں حتیٰ کہ بعض نے انہیں واجب کہا۔

حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

اگر میں سنت فجر چھوڑ دوں تو خطرہ ہے کہ رب تعالیٰ مجھے نہ بخشے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2،ص:207)

مذاہب آئمہ اربعہ

آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دن اور رات میں سنت مؤکدہ کی تعداد بارہ ہے دو رکعات فجر سے قبل، چار ظہر سے قبل اور دو رکعات ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد اور دو رکعات عشاء کے بعد۔

سنتوں کا گھر میں پڑھنا

☆ قوله فقالت کانه یصلی قبل الظهر اربعا فی بیتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات میرے گھر میں ادا فرماتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنا جائز ہے۔

آئمہ کرام کا مسلک

سنن مؤکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت یہ ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں۔ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: دن کی سنن مؤکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں پڑھی جائیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:371)

☆ قولہ و کان یصلی لیلاً طویلاً قائماً و لیلاً طویلاً جالساً

اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کے کچھ حصہ میں کھڑے ہوکر دیر تک نماز ادا فرماتے رہتے اور کچھ حصہ میں دیر تک بیٹھ کر ادا فرماتے رہتے یعنی ایک ہی رات میں کچھ نوافل کھڑے ہوکر ادا فرماتے اور کچھ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔

بیٹھ کر سنن مؤکدہ اور نوافل پڑھنا

جمہور آئمہ کرام کے نزدیک سنن مؤکدہ اور ہر قسم کے نفل قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر کھڑا ہو جائے یا پہلے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر بیٹھ جائے البتہ صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اس کو قیام پر قدرت کے باوصف بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(مراقی الفلاح، ص: 241)

اگر کوئی شخص قیام نہیں کر سکتا اور عذر کی وجہ سے سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی اور اگر قیام پر قدرت کے باوجود سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کو آدھا ثواب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو بیٹھ کر نفل پڑھے تھے یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

☆ قولہ عن ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دسویں زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے رسول اللہ ﷺ سے پہلے یہ عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اس سے حبیبہ نام کی لڑکی پیدا ہوئی اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام حبیبہ ہے۔ عبیداللہ نے دوسری ہجرت آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی جانب کی وہ وہاں نصرانی ہوکر مر گیا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی جانب بھیجا اس نے آپ کا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا۔ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر رکھا۔

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

بکر بن حزم سے روایات ہے کہ

یہ نکاح 7ھ میں ہوا اور جس دن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ آئی تھیں اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ تیس سال سے زیادہ تھی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا 44ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پا گئیں۔

(الطبقات الکبریٰ، ج: 8، ص 99 تا 100)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی 942ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جوزی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ

جب ابوسفیان بن حرب مدینہ منورہ میں صلح کی مدت دراز کرنے کی درخواست لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ درخواست منظور نہیں کی۔ وہ اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا اور نبی کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر لپیٹ دیا۔ اس نے متعجب ہو کر پوچھا کیوں؟

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور تم ناپاک مشرک ہو۔ (سبل الهدیٰ والرشاد: جز:11، ص:196)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام شریف رملہ ہے ابوسفیان ابن صخر بن حرب کی بیٹی ہیں۔ والدہ کا نام صفیہ بن عاص ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد ہیں اس میں اختلاف ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور انور ﷺ سے کب اور کہاں ہوا۔ قوی یہ ہے کہ 6ھ میں نجاشی اصحمہ شاہ حبشہ نے زمین حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور انور ﷺ سے کیا انہوں نے شرجیل ابن حسنہ کو بھیجا وہ آپ کو مدینہ منورہ کے پاس لائے۔

بعض نے کہا:

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد نکاح ہوا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ 44ھ چوالیس میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے بہت حضرات نے بہت احادیث مبارکہ روایت کی ہیں رضی اللہ عنہا۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:571)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی دو رکعات

یہ باب فجر کی دو رکعات سنت کے حکم میں ہے۔

1063 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوافل پر مواظبت نہ فرماتے جس قدر فجر کی نماز سے قبل دو رکعات کی فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:470، صحیح ابن حبان: جز:6، ص:215، صحیح ابن خزیمہ: جز:2، ص:161، صحیح البخاری: جز:4، ص:58)

شرح:

یہی حدیث مبارکہ امام ابوعبداللہ بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے بخاری شریف میں اور امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف میں روایت کی ہے اور اس حدیث مبارکہ کو مشکوٰۃ المصابیح میں بھی درج کیا گیا ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بمقابلہ دوسری سنتوں کے فجر کی سنتوں کی بہت پابندی کرتے تھے کہ سفر وحضر میں نہ چھوڑتے تھے اور اگر فجر قضا پڑھتے تو سنتوں کی بھی قضا کرتے۔ اسی لیے فقہاء کرام فرماتے ہیں: یہ سنتیں بلاعذر بیٹھ کر نہ پڑھے اسی لیے اگر جماعت فجر میں کوئی پہنچے اور سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علیحدہ سنتیں پڑھے پھر جماعت میں مل جائے۔ (مرأۃ المناجیح: جز:2، ص:209)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِیْ تَخْفِیفِهِمَا

باب: ان دونوں میں تخفیف کرنا

یہ باب فجر کی دو رکعات تخفیف کر کے پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1064 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ شُعَیْبِ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَفِّفُ الرَّكْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَقُوْلُ هَلْ قَرَاَ فِیْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے قبل دو رکعات کو اس قدر خفیف ادا فرماتے حتیٰ کہ میں کہتی کہ ان میں سورہ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔

(شرح السنۃ: جز:1، ص:210، صحیح ابن حبان: جز:6، ص:218، صحیح ابن خزیمہ: جز:2، ص:162، صحیح البخاری: جز:4، ص:345)

1065 حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ كَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِیْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ قُلْ یَا اَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعات میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ

اللّٰهُ اَحَدٌ تلاوت فرمائی۔

(سنن النسائی: جز:4،ص:18)

1066 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنِي اَبُو زِيَادَةَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادَةَ الْكِنْدِيُّ عَنْ بِلَالٍ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤْذِنَهُ بِصَلٰوةِ الْغَدَاةِ فَشَغَلَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِلَالًا بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰى فَضَحَهُ الصُّبْحُ فَاَصْبَحَ جِدًّا قَالَ فَقَامَ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ وَتَابَعَ اَذَانَهُ فَلَمْ يَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا خَرَجَ صَلّٰى بِالنَّاسِ وَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَآئِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰى اَصْبَحَ جِدًّا وَّاَنَّهُ اَبْطَاَ عَلَيْهِ بِالْخُرُوْجِ فَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اَصْبَحْتَ جِدًّا قَالَ لَوْ اَصْبَحْتُ اَكْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ لَرَكَعْتُهُمَا وَاَحْسَنْتُهُمَا وَاَجْمَلْتُهُمَا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فجر کی نماز کی خبر دینے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مشغول کیے رکھا ان سے کوئی بات پوچھی حتیٰ کہ صبح روشن ہو گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بار بار نماز کی خبر دی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے پس جب تشریف لائے تو لوگوں کو نماز پڑھادی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کوئی بات پوچھنے کی وجہ سے مشغول کر دیا تھا جس کی وجہ سے صبح روشن ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں فجر کی دو رکعات ادا فرما رہا تھا پس عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ روشن فرمادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر صبح اس سے زیادہ روشن ہو جاتی تو میں پھر بھی ان دونوں رکعات کو حسین وجمیل انداز میں ادا فرماتا۔

(مسند احمد: جز:48،ص:436، مسند البزار: جز:1،ص:238، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:42،ص:314)

1067 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ اِسْحٰقَ الْمَدَنِيَّ عَنِ ابْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ سَيْلَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدَعُوْهُمَا وَاِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں رکعات کو کبھی نہ چھوڑو اگر چہ تمہیں گھوڑے بھی روند دیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:470، مسند احمد: جز:18،ص:428)

1068 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ كَثِيْرًا مِمَّا كَانَ يَقْرَاُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بِ (اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا) هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَ هٰذِهِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَفِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ بِ (اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعات کے وقت اکثر امنا باللہ وما انزل علینا پہلی رکعت میں اور دوسری میں امنا باللہ و اشھد بانا مسلمون تلاوت فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:42، سنن النسائی: ج:4،ص:16، صحیح مسلم: ج:4،ص:63، مسند احمد: ج:4،ص:466)

1069 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ يَعْنِي ابْنَ مُوْسٰى عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا) فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَفِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ (رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ) اَوْ (اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْاَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ) شَكَّ الدَّرَاوَرْدِيُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی دو رکعات کے وقت "امنا باللہ وما انزل علینا" اور دوسری رکعت میں ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشھدین یاانا ارسلناك بالحق بشیراً و نذیراً ولاتسال عن اصحاب الجحیم، دراوردی نے شک کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:43، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:6،ص:200)

شرح: اختلاف علماء کرام

☆ قولہ حتّٰی انی لاقول ھل قرا فیھما بام القرآن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں پر سورت ملانا تو دور کی بات سورہ فاتحہ کے پڑھنے میں بھی تردد کا اظہار فرمارہی ہیں۔ اسی لیے علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اس نماز میں قرأت ہے یا نہیں۔ ابوبکر بن الاصم، ابن علیہ اور بعض ظاہریہ کے نزدیک اس کے اندر مطلقاً قرأت نہیں ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض شوافع کے نزدیک صرف سورہ فاتحہ ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک سورہ فاتحہ اور ساتھ سورت ملانا ہے ان کی دلیل اس بات کی دیگر احادیث مبارکہ ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دو رکعت میں سورہ کافرون اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قرأت فرماتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل اور دوسری میں امنا باللہ واشھد بانا مسلمون اور ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشھدین یاانا ارسلناك بالحق

بشیراً و نذیراً ولاتسال عن اصحاب الجحیم تلاوت فرماتے۔

فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھنا

☆ قوله انك اصبحت جدًا قال لو اصبحت اکثر مما اصبحت رکعتهما الخ

صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے صبح بہت روشن فرما دی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر صبح اس سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی تو میں پھر بھی ان دونوں رکعات کو خوب حسین وجمیل کر کے ادا فرماتا۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھا جائے گا یا اندھیرے میں پڑھا جائے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے:

فجر روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھنا مستحب ہے اس پر کثیر دلائل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فجر کی نماز روشن کر کے پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے۔ (سنن النسائی: جز: 1 ص: 58)

دلیل نمبر: 2

حضرت ابوطریف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز اس وقت پڑھائی کہ اگر کوئی انسان تیر پھینکتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

(شرح معانی الآثار: جز: 1 ص: 105)

دلیل نمبر: 3

ابراہیم سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس قدر صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے میں اتفاق کیا ہے کسی مسئلہ میں نہیں کیا۔

(شرح معانی الآثار: جز: 1 ص: 109)

دلیل نمبر: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو نماز فجر روشن کر کے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور اس کے دل میں روشنی کرے۔ (جامع الرضوی لصحیح البہاری: جز: 2 ص: 257)

دلیل نمبر:5

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز غیر وقت میں پڑھی سوائے مزدلفہ کے کہ وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء جمع فرمائی اور اس کی صبح نماز فجر اپنے وقت سے قبل پڑھی۔ (جامع الرضوی لصحیح البہاری: جز:2،ص:257)

دلیل نمبر:6

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت دین فطرت پر رہے گی جب تک کہ نماز فجر اجالے میں پڑھے۔ (مجمع الزوائد: جز:1،ص:315)

دلیل نمبر:7

حضرت یسار بن سلامۃ سے روایت ہے کہ

میں اپنے والد محترم کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا میرے والد محترم ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح سے اس وقت فارغ ہوتے تھے جب ہر شخص اپنے ساتھی کا چہرہ پہچان لیتا تھا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساٹھ سے سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:461)

دلیل نمبر:8

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ

ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے تھے آپ رضی اللہ عنہ خوب اجالے میں نماز پڑھتے تھے۔

(طحاوی شرح معانی الاثار: جز:1،ص:182)

دلیل نمبر:9

ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سلام نہ پھیرا حتیٰ کہ غسل والے لوگوں نے سمجھا کہ سورج نکل آیا جب آپ رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین سورج نکلنے ہی والا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ فرمایا جس کو میں نہ سمجھ سکا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ فرمایا اگر سورج نکل آتا تو ہم کو غافل نہ پاتا۔

(جامع الرضوی بصحیح البہاری: جز:2،ص:256)

دلیل نمبر:10

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اس میں سورہ آل عمران تلاوت فرمائی۔لوگوں نے کہا کہ سورج نکلنے کے قریب ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر نکل آتا تو ہمیں غافل نہ پاتا۔(جامع الرضوی بصحیح البہاری:جز:2،ص:256)

دلیل نمبر:11

حضرت علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے قنبر!خوب اجالا کرو خوب اجالا کرو۔

(طحاوی شرح معانی الاثار:جز:1،ص:180)

ان دلائل کی رو سے ثابت ہوا کہ فجر روشن کر کے پڑھی جائے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن بلال رضی الله عنه

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر مشقتیں برداشت کیں۔امیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو سخت اذیتیں پہنچائیں مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کو ترک نہ فرمایا۔آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن تھے۔آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

بلال بن رباح۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالکریم ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ابوعبداللہ ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

ابوعمرو ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام حمامہ ہے۔آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو پانچ،سات یا نو اوقیہ چاندی میں خریدا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کر دیا۔آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

موذن اور خازن تھے۔ غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ سابقین اسلام میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور وہ اس پر صبر کرتے تھے۔ ابوجہل آپ رضی اللہ عنہ کو دھوپ میں منہ کے بل گرا دیتا پھر ان کے اوپر چکی رکھ دیتا حتیٰ کہ دھوپ کی شدت سے آپ رضی اللہ عنہ کی چربی پگھلنے لگتی۔ پھر وہ کہتا رب محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں احد احد کہتے تھے۔ ایک دن جب آپ رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جا رہا تھا تو وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ احد احد کہہ رہے تھے انہوں نے کہا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) احد احد کہتے رہو۔ بہ خدا! اگر تم مر گئے اس حال میں تو تمہاری قبر میں خود بناؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ آپ رضی اللہ عنہ کو مسلسل عذاب دیتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے معرکہ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے انتقام لینے پر قادر کر دیا اور انہوں نے اس کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا۔ جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خریدا تھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ پر پتھر رکھ کر عذاب دیا جا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں سفر اور حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن تھے اور جس شخص نے اسلام میں سب سے پہلے اذان دی ہے وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام جانے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ میرے پاس رہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا! اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے نفس کے لئے آزاد کیا تھا تو مجھے روک لیجئے اور اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کیا تھا تو میں اللہ عزوجل کی طرف جا رہا ہوں مجھے جانے دیجئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جانے دیا اور وہ شام چلے گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ وفات تک شام میں ہی رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! یہ کیسی بیوفائی ہے تم اب تک ہماری زیارت کے لئے نہیں آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ غم زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گئے اور زار و قطار رونے لگے اور قبر سے لپٹنے لگے۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو لپٹایا اور ان کو بوسہ دیا۔ انہوں نے کہا: ہماری خواہش ہے کہ آپ اذان دیں پھر وہ مسجد کی چھت پر چڑھے۔ جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ منورہ لرزنے لگا۔ جب لا الہ الا اللہ کہا تو اس کی لرزش زیادہ ہوگئی۔ جب اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو خواتین اپنے گھروں سے نکل آئیں اور اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں پر گریہ نہیں دیکھا گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ 20ھ میں دمشق میں فوت ہوئے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔

(اسد الغابہ: ج:1، ص206 تا 209)

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی تو خواب میں حضور پرنور سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ)! یہ کیا جفا ہے! اے بلال (رضی اللہ عنہ) کیا ابھی تجھے وہ وقت نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین وترساں وہراساں بیدار ہوئے اور فوراً بہ قصد مزار پرانوار ﷺ جانب مدینہ منورہ شد الرحال فرمایا۔ جب شرف حضور انور ﷺ پایا تو روضہ انور کے حضور رونا اور منہ اس خاک مقدسہ پر ملنا شروع کیا۔ دونوں صاحبزادے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ انہیں گلے لگا کر پیار کرنے لگے۔ شہزادوں نے فرمایا: ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں یہ سقف مسجد انور پر جہاں زمانہ اقدس میں اذان دیتے تھے گئے جس وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تمام مدینہ منورہ میں لرزہ پڑ گیا۔ جب اشھدان لا الٰہ الا اللہ کہا تو مدینہ منورہ کا لرزہ دوبالا ہوا جب اس لفظ پر پہنچے کہ اشھدان محمداً رسول اللہ۔ کنواری نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں اور لوگوں میں غل پڑ گیا کہ حضور اقدس ﷺ مزار پرانوار سے باہر تشریف لے آئے۔ انتقال حضور محبوب ذی الجلال ﷺ کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مرد وزن میں وہ رونا نہ پڑا تھا جو اس دن ہوا۔

(شفاء السقام: ص:53)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے آخر میں شام میں رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کوئی نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے روایات لیں۔ 20 بیس میں دمشق میں وفات پائی۔ باب الصغیر میں دفن ہوئے۔ 63 تریسٹھ سال عمر ہوئی۔

بعض نے کہا کہ

حلب میں وفات ہے باب اربعین میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے مگر پہلی بات قوی ہے۔

مترجم احمد یار (رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ

فقیر نے دمشق میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کی ہے بی بی سکینہ کی قبر سے متصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر اپنے مولیٰ امیہ بن خلف کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کیں۔ امیہ جمحی خود اپنے ہاتھوں سے آپ رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ مردود غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں چھیدا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم میں پہنچا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہمارے سید ہیں انہوں نے ہمارے سید کو آزاد فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:521)

اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر وہ رحمت فرمائی کہ کسی اور پر اتنی رحمت نہیں فرمائی کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے موذن

خاص رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے بلانے جاتے تھے۔ سفر وحضر میں موذن رہے یہ مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کے صدقہ مجھ بدکار و خطا کار اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی و صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِلاضْطِجَاعِ بَعْدَهَا

باب: ان کے بعد لیٹ جانا

1070 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّاَبُوْ كَامِلٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَمَا يُجْزِئُ اَحَدَنَا مَمْشَاهُ اِلَى الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَضْطَجِعَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فِیْ حَدِيْثِهٖ قَالَ لَا قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلٰى نَفْسِهٖ قَالَ فَقِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ هَلْ تُنْكِرُ شَيْئًا مِّمَّا يَقُوْلُ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ اجْتَرَاَ وَجَبُنَّا قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فَمَا ذَنْبِیْ اِنْ كُنْتُ حَفِظْتُ وَنَسُوْا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی فجر سے قبل دو رکعات پڑھ لے تو اپنی سیدھی کروٹ پر لیٹ جائے۔ ان کو مروان بن حکم نے کہا کیا اس کو مسجد تک چلے جانا کفایت نہیں کرے گا کہ سیدھی کروٹ پر لیٹے۔ عبید اللہ نے اپنی حدیث میں کہا ہے کہ جس وقت یہ بات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر وزن ڈالا ہے۔ فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ انکار کرتے ہیں جو انہوں نے کہا: فرمایا نہیں لیکن وہ نڈر ہوئے اور ہم خوفزدہ۔ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے اندر میرا کیا گناہ ہے میں نے یاد کیے رکھا اور وہ بھول گئے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:45، صحیح ابن حبان: ج:6، ص:220، صحیح ابن خزیمہ: ج:2، ص:167، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:5، ص: 412)

1071 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيْمٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ سَالِمٍ اَبِی

النَّضْرِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضٰى صَلَاتَهٗ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ نَظَرَ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِیْ وَاِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اَيْقَظَنِیْ وَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهٗ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَيُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز رات والی مکمل فرما لیتے تو ملاحظہ فرماتے کہ اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے کلام فرمایا کرتے پس اگر میں نیند کی حالت میں ہوتی تو بیدار فرما دیا کرتے اور دو رکعات ادا فرماتے پھر لیٹ جایا کرتے حتیٰ کہ موذن آتا تو وہ فجر کی نماز کا عرض کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیف سی دو رکعات ادا فرماتے پھر نماز کی طرف تشریف لے جاتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:45)

1072 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَمَّنْ حَدَّثَهٗ ابْنُ اَبِیْ عَتَّابٍ اَوْ غَيْرُهٗ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ فَاِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ وَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِیْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعات ادا فرما لیا کرتے اگر تو میں نیند میں ہوتی تو آرام فرما لیتے اور اگر میں بیدار ہوا کرتی تو مجھ سے گفتگو فرماتے۔

(صحیح ابن خزیمہ: جز:2، ص:168)

1073 حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِیُّ وَزِيَادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ عَنْ اَبِیْ مَكِيْنٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْفُضَيْلِ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَكَانَ لَا يَمُرُّ بِرَجُلٍ اِلَّا نَادَاهُ بِالصَّلٰوةِ اَوْ حَرَّكَهٗ بِرِجْلِهٖ قَالَ زِيَادٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْفُضَيْلِ

مسلم بن ابی بکرہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں فجر کی نماز کو نکلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ گزرتے مگر اس کو نماز کے واسطے بلایا کرتے یا اس کے پاؤں کو حرکت دیا کرتے۔

زیاد کہتے ہیں: ابوالفضیل نے مجھے حدیث بیان فرمائی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1073)

شرح: اختلاف آئمہ کرام

اضطجاع کے متعلق آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مباح ہے اگر اس میں ثواب اور فضیلت کی

نیت نہ ہو ورنہ مکروہ ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اضطجاع مستحب ہے اگرچہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں ایک استحباب کی اور دوسری عدم استحباب کی۔ احناف کے نزدیک نہ یہ مکروہ ہے اور نہ ہی مستحب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تو ضرور ہے مگر گھر میں اضطجاع کرے مسجد میں نہ کرے اور وہ بھی صرف استراحت کی خاطر ترغیب وتشریع کی خاطر نہ ہو۔

حضرت مسلم بن ابی بکرہ رحمۃ اللہ علیہ

☆ قولہ عن مسلم بن ابی بکرہ

حضرت مسلم بن ابی بکرہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم سے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ثقفی تابعی ہیں۔ اپنے والد محترم سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:607)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِذَا اَدْرَكَ الْاِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: جب امام کو جماعت کرتے ہوئے پائے تو فجر کی سنتیں نہ پڑھے

یہ باب فجر کی جماعت ہونے کے دوران سنتیں پڑھنے یا نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1074 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا فُلَانُ اَيَّتُهُمَا صَلَاتُكَ الَّتِي صَلَّيْتَ وَحْدَكَ اَوِ الَّتِي صَلَّيْتَ مَعَنَا

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو اس نے دو رکعات پڑھیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کے اندر شامل ہو گیا پس جب فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فلاں! ان دونوں میں سے جو تم نے اکیلے پڑھی یا جو تم نے ہمارے ساتھ پڑھی کون سی تمہاری نماز ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:47، ص:377)

1075 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَرْقَاءَ ح و حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح و حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز نہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1075)

مذاہب اربعہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سنتیں جماعت ہونے کے دوران دو شرائط کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں 1- خارج مسجد پڑھے، 2- فرض کی دونوں رکعات جماعت کے ساتھ ملتی ہوں اگر ایک بھی فوت ہوتی ہو تب بھی نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وقت سنتیں پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ احناف کے نزدیک دو شرائط ہیں 1- خارج مسجد پڑھے یا جماعت کی صف کے ساتھ اختلاط نہ ہونے پائے درمیان میں کوئی چیز حائل ہو، 2- دونوں رکعات فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو اگر صرف ایک فوت ہوتی ہو تب پڑھ سکتے ہیں۔ یا یہ دیکھے کہ میں قعدہ میں مل سکتا ہوں تو سنتیں پڑھ لے۔

مسئلہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل کا شروع کرنا جائز نہیں سوا سنت فجر کے کہ اگر یہ جانے کہ سنت پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہوگا تو سنت پڑھ لے مگر صف کے برابر پڑھنا جائز نہیں بلکہ اپنے گھر پڑھے یا بیرون مسجد کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھے اور یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصہ میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصہ میں پڑھے، باہر کے حصہ میں ہو تو اندر اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو ستون یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے اور صف کے پیچھے پڑھنا بھی ممنوع ہے اگرچہ صف میں پڑھنا زیادہ برا ہے۔ آج کل اکثر عوام اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور اسی صف میں گھس کر شروع کر دیتے ہیں یہ ناجائز ہے اور اگر ہنوز جماعت شروع نہ ہوئی تو جہاں چاہے سنتیں شروع کرے خواہ کوئی سنت ہو۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 665)

مسئلہ

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:
امام کورکوع میں پایا اور یہ نہیں معلوم کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے یا دوسری کا تو سنت ترک کرے اور مل جائے۔

(بہارشریعت: جز: 1، ص: 665)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبدالله بن سرجس رضى الله عنه
حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ بصری ہیں اور بصرہ والوں میں فقیہ صحابی مشہور تھے۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ مزنی بصری ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ بصرہ والوں میں بہت مشہور ہیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز: 1، ص: 565)
والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ فَاتَتْهُ مَتٰى يَقْضِيهَا

باب: جس نے ان کو قضا کیا وہ کب ان کی قضا پڑھے

یہ باب اگر کسی کی فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کو ادا کرنے کے وقت کے متعلق ہے۔

1076 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّیْ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ رَكْعَتَانِ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّیْ لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا فَصَلَّيْتُهُمَا الْاٰنَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَی الْبَلْخِیُّ قَالَ قَالَ سُفْيَانُ كَانَ عَطَاءُ بْنُ اَبِیْ رَبَاحٍ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوٰی عَبْدُ رَبِّهٖ وَيَحْيَی ابْنَا سَعِيْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ مُرْسَلًا اَنَّ جَدَّهُمْ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ

حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو رکعات فجر کے بعد ادا کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی نماز کی دو رکعات ہوا کرتی ہیں۔ اس نے عرض کیا میں نے ان

دو رکعات سے قبل والی نہیں پڑھی تھیں جس کو اب پڑھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ عطاء بن رباح نے اس حدیث مبارکہ کو سعد بن سعید سے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدربہ اور یحییٰ سعید کے دونوں بیٹوں نے اس حدیث مبارکہ کو مرسلاً روایت کیا ہے کہ بے شک ان کے دادا محترم نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز ادا فرمائی۔ اس قصہ کے ساتھ۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:480، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:483، سنن دارقطنی: جز:4، ص:105، مسند احمد: جز:48، ص:271)

آئمہ کرام کا اختلاف

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے مگر ایک قول یہ لکھا گیا ہے کہ عطاء، طاؤس اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نماز کے بعد سورج نکلنے سے قبل پڑھ سکتے ہیں۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک سورج طلوع ہونے سے قبل سنتیں پڑھنا مکروہ ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا

الجواب

سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لیے سنتیں رہ گئیں ان کی قضا کرے تو بعد بلند آفتاب پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے ان کی قضا ہمارے آئمہ کرام کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ صبح کے بعد کوئی نماز جائز نہیں حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:5، ص:366)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

فجر کی سنت قضا ہو گئی اور فرض پڑھ لیے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص:397)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

سنتیں طلوع آفتاب سے قبل پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔ (ردالمحتار: جز:2، ص:556)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
طلوع فجر سے قبل سنت فجر جائز نہیں اور طلوع میں شک ہو جب ناجائز اور طلوع کے ساتھ ساتھ شروع کی تو جائز ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:112)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:
قبل طلوع آفتاب سنت فجر قضا پڑھنے کے لئے یہ حیلہ کرنا شروع کر کے توڑ دے پھر ادا کرے یہ ناجائز ہے۔ سنت فجر پڑھ لی اور فرض قضا ہو گئے تو قضا پڑھنے میں سنت کا اعادہ نہ کرے۔ (غنیۃ المستملی: ص:398)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْاَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَبَعْدَهَا

باب: چار ظہر سے قبل اور بعد پڑھنا

یہ باب ظہر سے قبل چار رکعات اور ظہر کے بعد چار رکعات پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1077 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنِ النُّعْمَانِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ قَالَ قَالَتْ اُمُّ حَبِيبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرُمَ عَلَى النَّارِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ وَسُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مَكْحُوْلٍ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

عنبسہ بن ابوسفیان کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ظہر سے قبل چار اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کرے اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیا جائے گا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو علاء بن حارث اور سلیمان بن موسیٰ نے مکحول سے اپنی اسناد کے ساتھ اس کی روایت کیا۔

(مستدرک: جز:1، ص:456، معجم الکبیر: جز:23، ص:233، صحیح ابن خزیمہ: جز:2، ص:206)

1078 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مِنْجَابَ عَنْ قَرْثَعٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَيْسَ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ تُفْتَحُ لَهُنَّ أَبْوَابُ السَّمَاءِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ بَلَغَنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ قَالَ لَوْ حَدَّثْتُ عَنْ عُبَيْدَةَ بِشَيْءٍ لَحَدَّثْتُ عَنْهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ عُبَيْدَةُ ضَعِيفٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ ابْنُ مِنْجَابٍ هُوَ سَهْمٌ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر سے قبل چار رکعات ان کے درمیان سلام نہ پھیرے تو آسمان کے دروازے ان کے واسطے کھول دیئے جاتے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے پتہ چلا ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان فرماتے تھے کہ اگر میں عبیدہ سے کچھ بیان کرتا تو ضرور اس سے یہ حدیث مبارکہ بیان کرتا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبیدہ ضعیف ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن منجاب وہ سہم ہے۔

(شرح السنۃ: ج:1 ص:212، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:39 ص:273)

شرح:

ظہر کے فرض کی نماز سے قبل چار رکعات سنت ہیں اور فرض کے بعد دو رکعات سنت اور دو رکعات نفل ہیں۔

☆ **قولہ قال اربع قبل الظھر لیس فیھن تسلیم**

اس حدیث مبارکہ سے احناف کا مسلک ثابت ہوتا ہے وہ یوں کہ ان کے نزدیک ظہر کی چار سنتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھا جائے گا اور شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک پہلے تو ظہر سے قبل دو رکعات سنت ہیں دوسرے یہ کہ ان کے نزدیک دو رکعات پر سلام پھیرنا اولیٰ ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جو سنتیں چار رکعتی ہیں مثلاً جمعہ وظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی کے بعد سلام پھیریں یہ نہیں کہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو سنتیں ادا نہ ہوئیں یونہی اگر چار رکعات کی منت مانی اور دو دو رکعات کر کے چار پڑھیں تو منت پوری نہ ہوئی بلکہ ضرور ہے کہ ایک سلام کے ساتھ چاروں پڑھے۔ (درمختار: ج:2 ص:545)

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام متوفی 681ھ لکھتے ہیں:

ظہر ومغرب وعشاء کے بعد جو مستحب ہے اس میں سنت مؤکدہ داخل ہے مثلاً ظہر کے بعد چار پڑھیں تو مؤکدہ ومستحب دونوں ادا ہوگئیں اور یوں بھی ہوسکتا ہے کہ مؤکدہ ومستحب دونوں کو ایک سلام کے ساتھ ادا کرے یعنی چار رکعت پر سلام پھیرے۔ (فتح القدیر: جز:1،ص:386)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جو سنت مؤکدہ چار رکعتی ہے اس کے قعدہ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھے اگر بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدہ سہو کرے اوران سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا توسبحنك اوراعوذ بھی نہ پڑھے اوران کے علاوہ اور چار رکعت والے نوافل کے قعدہ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں سبحنك اوراعوذ بھی پڑھے بشرطیکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو ورنہ پہلا سبحنك اوراعوذ کافی ہے، منت کی نماز کے بعد بھی قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھے اور تیسری میں ثناء وتعوذ پڑھے۔ (درمختار: جز:2،ص:552)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ مقدس صحابی ہیں جن کے کاشانہ اقدس پر ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے میزبان ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن زید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں۔ تمام جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات قسطنطنیہ میں ہوئی جسے اب استنبول کہتے ہیں 51ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب یزید ابن معاویہ کی سرکردگی میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ اس لشکر میں تھے بیمار ہوگئے جب مرض زیادہ ہوا تو وصیت کی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو میری میت اپنے ساتھ رکھنا۔ جب تم دشمن کے مقابل صف آرا ہو تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کرنا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر قسطنطنیہ کے شہر پناہ کے پاس ہے اب تک مشہور ہے اس قبر کا اب تک بہت احترام ہے۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کی برکت سے شفا حاصل کرتے ہیں انہیں شفا ملتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت حضرات نے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

خیال رہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہی مدینہ منورہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے میزبان ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:516)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلوٰةِ قَبْلَ الْعَصْرِ

باب: عصر سے قبل نماز

یہ باب عصر سے قبل چار رکعات سنت غیر مؤکدہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1079 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنِيْ جَدِّيْ اَبُو الْمُثَنّٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی کے اوپر رحم فرمائے جو عصر سے قبل چار رکعات پڑھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:473،سنن الترمذی: جز:2،ص:219،شرح السنۃ: جز:1،ص:213،مسند احمد: جز:12،ص:245)

1080 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے قبل دو رکعات ادا فرماتے تھے۔

(معجم الاوسط: جز:1،ص:281،معجم الصغیر: جز:2،ص:257)

شرح:

اس باب کے اندر دو احادیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہیں ان دونوں میں پہلی قولی حدیث مبارکہ ہے جس میں چار رکعات کا ذکر ہے اور دوسری فعلی حدیث مبارکہ ہے جس میں دو رکعات کا ذکر ہے۔ مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف میں چار رکعات ذکر فرمائی ہیں۔

☆ قوله رحم الله امرأً صلی قبل العصر اربعاً

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

دو سلاموں سے یا ایک سلام سے یہ سنتیں غیر مؤکدہ ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینے کا ذریعہ کیونکہ بفضلہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2،ص:212)

☆ قوله يصلی قبل العصر رکعتين

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی کبھی چار کبھی دو لہٰذا یہ حدیث مبارکہ گزشتہ کے خلاف نہیں اسی لیے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نمازی کو اختیار ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھے یا دو۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2، ص:212)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

☆ عن علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ ہجرت کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آرام فرما ہوئے فرماتے ہیں: جس قدر سکون کی نیند اس رات لی کسی اور رات نہیں لی۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ خیبر کو آپ رضی اللہ عنہ نے فتح فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کا لقب عطا فرمایا جس پر آپ رضی اللہ عنہ فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے اہل بیت آج شاد و باد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر یہ حدیث مبارکہ واقوال ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔

اور فرمایا کہ اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے جبکہ محدثین نے فرمایا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرب با اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3734)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ (مسند احمد: جز:1، ص:330)

ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3735)

ایک روایت میں ہے کہ

حضور انور ﷺ پر سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: ج:4،ص:367)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ کیا کر رہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کرلیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے، اس کی عبادت کرنے اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ اس وقت اس کے متعلق فیصلہ نہیں کرسکتا جب تک کہ ابوطالب سے اس کے بارے میں گفتگو نہ کرلوں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اعلان کرنے سے قبل اپنے راز کو فاش ہونے کو ناپسند کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ) اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام ڈال دیا پھر صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم گواہی دو کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ اور لات وعزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کرلیا۔ حضرت ابوطالب کے ڈر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور انور ﷺ کے پاس خفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ انعام تھا کہ انہوں نے اسلام لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کی گود میں پرورش پائی تھی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے روز مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جب ابراہیم نخعی نے یہ روایت سنی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس امت میں مجھ سے قبل کسی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ؟

انہوں نے کہا:

سبحان اللہ عزوجل! سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے اور لوگوں پر یہ امر اس لیے مشتبہ ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو طالب سے اپنا اسلام مخفی رکھا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

(اسد الغابہ: ج: 4، ص: 18)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔

آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں حکم الٰہی عزوجل کے منتظر تھے حتیٰ کہ جب قریش مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر نبی کریم ﷺ کے خلاف تدبیر کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے یہ کہا کہ جس مکان میں آپ ﷺ رات کو تشریف فرما ہوتے ہیں آج رات اس مکان میں نہ رہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ ﷺ کے بستر پر لیٹیں اور آپ ﷺ کی سبز چادر اوڑھ لیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ گھر کے دروازے سے نکل گئے اس حال میں کہ کفار آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ منورہ آئے اور ان کو کسی ابتلا کا سامنا نہیں کرنا پڑا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں مؤخر کیا تھا آپ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے بستر پر لیٹیں اور تین دن گھر میں رہیں اور حق دار کو اس کا حق ادا کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔

ابورافع نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت بیان کرتے ہوئے کہا کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کی وصیتیں اور امانتیں ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں ادا کر دیں۔ حضور انور ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ رات آپ ﷺ کے بستر پر لیٹیں۔ قریش نبی کریم ﷺ کے بستر کو دیکھ رہے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے ہیں حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے کہا اگر محمد (مصطفیٰ ﷺ) جاتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم ﷺ کی تلاش سے روک لیا۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چلنے کی سکت نہیں رہی۔ پھر نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور انور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر دست شفقت پھیرا، لعاب دہن لگایا اور صحت کی دعا فرمائی کہ وہ پیر بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پھر ان پیروں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:19)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارکہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوا اور اس نکاح کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کروں۔ (معجم الکبیر: جز:1، ص:156)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جا کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیام دیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں اور فرمایا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیام رد فرما دیا تو میرا پیام کیسے قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضرت ابوطالب کے فرزند ہیں۔ جاؤ اور شرم نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابوطالب (رضی اللہ عنہ) کے فرزند کیا بات ہے! کیسے ہمارے پاس آنا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے لیے پیش کروں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحباً واہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مستغرق ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں آئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے انس (رضی اللہ عنہ)! رب العرش کے پاس سے میرے حضور حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دو۔ تو اے انس رضی اللہ عنہ جاؤ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر حمد الٰہی عزوجل میں فرمایا: اس پر رب العزت کی حمد وثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے بعد حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بکھیر کر لٹایا۔ (مدارج النبوت: جز:2، ص:109)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا ہے۔ اے محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔ (ذخائر العقبیٰ مناقب ذوی القربیٰ: ص:73)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس میں شریک کیا اور شجرہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔ (ریاض النضرہ: جز:3، ص:146)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے اور غزوہ تبوک میں اس لیے نہیں شرکت کر سکے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کی حفاظت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے البتہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کی حفاظت کے لیے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ یوم بدر میں جھنڈا عطا کرنے میں اختلاف ہے۔ جنگ احد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا جب آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرما دیا۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:106)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا:

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اضطراب کی کیفیت میں رات گزاری کہ دیکھیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں: جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے ان میں سے ہر ایک شخص کو یہ توقع تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کو بلاؤ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح نہ ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نرمی سے روانہ ہونا۔ جب تم ان کے پاس میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو یہ بتانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق واجب ہیں، بخدا اگر تمہاری وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جاتا ہے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3973)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو آشوب چشم تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا یا اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اس حال میں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے پھر انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مرحب نکلا اور کہنے لگا تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور ایک تجربہ کار جنگجو ہوں اور جب جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھڑک اٹھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں وہ شخص ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے اور میں جنگل کے اس شیر کی طرح ہوں جو ایک ہیبت ناک منظر کا حامل ہو یا ان کے درمیان ایک پیمانوں میں ایک بڑا پیمانہ۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اس کو قتل کر دیا پھر فتح آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1807)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث معرکۂ خیبر کے لئے لشکر میں شامل نہ ہو سکے انہوں نے سوچا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رک گیا ہوں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں یا یہ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح سے نوازے گا پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی توقع نہ تھی پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3499)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں پر فتح فرمائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس دن کے علاوہ میں نے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں کی اس دن میں آپ ﷺ کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ ﷺ مجھے اس کے لئے بلائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: جاؤ اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا حتیٰ کہ اللہ عزوجل تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور گئے پھر ٹھہر گئے اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا۔ پھر انہوں نے زور سے آواز دی۔ یارسول اللہ (ﷺ)! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انہوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیا مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2405)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جب نبی کریم ﷺ اہل خیبر کے قلعہ میں اترے تو حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کل میں ضرور بالضرور اس آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ پس جب اگلا دن آیا تو حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ حضور انور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی معیت میں قتال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا سامنا اہل خیبر کے ساتھ ہوا اور اچانک مرحب نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر یہ رجزیہ اشعار کہے۔ تحقیق خیبر نے جان لیا ہے کہ بے شک میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور میں ایک تجربہ کار جنگجو ہوں۔ میں کبھی نیزے اور کبھی تلوار سے وار کرتا ہوں اور جب یہ شیر آگے بڑھتے ہیں تو بھڑک اٹھتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

دونوں نے تلواروں کے واروں کا آپس میں تبادلہ کیا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کھوپڑی پر وار کیا حتیٰ کہ تلوار اس کی کھوپڑی کو چیرتی ہوئی اس کے دانتوں تک آپہنچی اور تمام اہل لشکر نے اس ضرب کی آواز سنی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

اس کے بعد لوگوں میں سے کسی اور نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ کا ارادہ نہ کیا حتیٰ کہ فتح مسلمانوں کا مقدر ٹھہری۔

(نسائی برقم الحدیث: 23081)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے آشوب چشم ہے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس سے گرمی و سردی کو دور کر دے۔ پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 778)

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرکین ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور مشرکین کے دیگر سردار تھے۔

انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہماری اولاد اور بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ ہمیں واپس کر دیجئے اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین اسلام کی خاطر تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزما لیا ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھیں۔

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3715)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے دو لشکر ایک ساتھ روانہ کیے ایک کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب جنگ ہوگی تو دونوں لشکروں کے امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ کو فتح کیا اور مال غنیمت میں سے ایک باندی لے لی۔ اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ ایک خط حضور انور ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت تھی۔ آپ ﷺ نے اسے پڑھا تو چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم اس شخص سے کیا چاہتے ہو جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں میں تو صرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3725)

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس شخص کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے وہ اس آدمی میں جھگڑا کر رہے تھے جس کے بارے میں حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس آدمی کو بھیجوں گا جس کو اللہ عزوجل کبھی رسوا نہیں کرے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے پس (اس جھنڈے) کے حصول کی سعادت کے لیے ہر کسی نے خواہش کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟

تو انہوں نے عرض کیا:

وہ چکی میں آٹا پیس رہا ہے؟

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی آٹا کیوں نہیں پیس رہا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کو آشوب چشم تھا اور اتنا سخت تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں پھونکا پھر جھنڈے کو تین بار ہلایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔

(نسائی: رقم الحدیث: 8409)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم کے دریا تھے فقہ پر عبور تھا سب سے بہتر فیصلہ فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مقدس نفوس رضی اللہ عنہم نے روایات لیں۔

1- حضرت حسن رضی اللہ عنہ، 2- حضرت حسین رضی اللہ عنہ

3- حضرت محمد ﷺ، 4- حضرت عمر رضی اللہ عنہ

5- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، 6- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

7- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، 8- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

9- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، 10- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

11- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، 12- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ

13- حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، 14- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

15- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، 16- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ

17- حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ، 18- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

19- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ، 20- حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ

21- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، 22- حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ

23- حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ، 24- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

25- حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ، 26- حضرت بشر بن سحیم رضی اللہ عنہ

27- حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، 28- حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

29- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، 30- حضرت عبدالرحمٰن بن اشیم رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے بھی روایات لی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے علم کے عالم کا اندازہ ان احادیث مبارکہ سے کیا جاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو کوئی علم

حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4639)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3723)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازہ سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4637)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں قرآن مجید کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: جز: 1، ص: 68)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو، پہاڑ میں نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات الکبریٰ: جز: 2، ص: 338)

حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ

کیا وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بات شروع فرما دیتے تھے۔ (طبقات الکبریٰ: جز: 2، ص: 338)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کی طرف

بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قریب آؤ، میں قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۔ پھر دعا فرمائی۔ اے اللہ عزوجل! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا۔ اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قضاء کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:23)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے علی (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے لئے اور کوئی زینت نہیں ہے وہ زینت دنیا میں زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسکینوں کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے۔ اس شخص کے لئے خوشی ہو جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذابین کی صف میں اٹھائے۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار

دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص: 24)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علیہ السلام کی مثل

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کے پاس چھوڑ گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس موضوع پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ

میں چاہتا تھا کہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بالمشافہ سن لوں پس میری حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی۔ انہوں نے کہا میں نے حدیث مبارکہ کو خود سنا ہے میں نے عرض کیا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے خود سنا ہے۔ انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں اور کہا اگر میں نے خود نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کیا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر یہ کہ تو نبی نہیں تجھے اپنا نائب بنائے بغیر میرا کوچ کرنا مناسب نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 3062)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3730)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب آپ ﷺ نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا ہے؟

تو حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ ﷺ سے یہ سنا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں سو ہم سب اسی سعادت کے حصول کے انتظار میں تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس لائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور انہیں جھنڈا عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

آپ فرما دیجئے! آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔

تو حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! یہ میرا کنبہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے اقدس کو دیکھنے کو عبادت سے تعبیر فرمایا جس پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ص: 351)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4682)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4681)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔ پس میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے ہیں۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اے میری بیٹی! میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: جز: 42، ص: 355)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: جز: 42، ص: 353)

حضرت طلیق بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 207)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر مومن کے لیے ولی

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ) تو میرے بعد ہر مومن کے لئے ولی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 3062)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3712)

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 23107)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اسے میں ولایت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کرتا ہوں جس نے اسے ولی جانا اس نے مجھے ولی جانا اور جس نے مجھے ولی جانا اس نے اللہ عزوجل کو ولی جانا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔ (مجمع الزوائد: ج:9، ص:108)

اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے

حضرت عمران بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے انکار کر دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا اس پر حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے اور ارشاد فرمایا: تم میں سے دنیا و آخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا۔

یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ ﷺ کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا تو حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی! تو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4652)

خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب۔ اور اگر تم عمر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور اگر تم نے علی (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی و مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا اور میرا خیال ہے کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔

عروہ مرادی سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور میرا گمان یہ تھا کہ اس خلافت کا میں زیادہ حق دار ہوں لیکن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا پس میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور میرا گمان یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے علاوہ کسی اور کو جانشین نہیں بنائیں گے لیکن انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا سو میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میرا خیال تھا وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے لیکن انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجھ سمیت چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی اور اس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلفیہ نامزد کیا۔ پھر میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کر دیتا۔
اسماعیل خطی نے بیان کیا ہے:
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ 35ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔
ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ
جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا۔
یہ تمہارا کام نہیں یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہو گا۔ پھر ہر شخص حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا ہم آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حق دار نہیں پاتے آپ رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جا کر منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی۔ ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر بیعت لازم نہیں کی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان سے جنگ کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔

ہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) ہونگے۔

عبداللہ بن حبیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص 30 تا 33)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں (جان لو) جو علی (رضی اللہ عنہ) کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی (رضی اللہ عنہ) سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں علی (رضی اللہ عنہ) سے

ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں اور ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ عزوجل یہ تمام باتیں سننے اور جاننے والا ہے وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔

(حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے اسلام پر بیعت کرلی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6085)

باب علی رضی اللہ عنہ کے سوا تمام کو بند کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3732)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں ان میں سے اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروادیئے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا۔ اور تیسری یہ کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 4797)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

کیا صرف میرے آنے جانے کے لئے راستہ رکھنے کی اجازت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے اس کا حکم نہیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کروادیئے اور بسا اوقات وہ حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر جاتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2031)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کیسے ہوئی

حضرت ابوحازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہ تھا جب ان کو ابوتراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔ راوی نے ان سے کہا! ہمیں وہ واقعہ سنائیے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیسے رکھا گیا انہوں نے فرمایا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے ارشاد فرمایا:

جاؤ! تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔ اس شخص نے آ کر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے:

اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو! (رضی اللہ عنہ) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 430)

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس وقت کے حاکم مدینہ منورہ سے شکایت کی کہ وہ برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

وہ کیا کہتا ہے۔

اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنس دیئے اور ارشاد فرمایا۔

خدا عزوجل کی قسم! ان کا تو یہ نام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی نام اس سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے کی پوری حدیث مبارکہ سننے کی خواہش کی۔ میں نے عرض کیا:

اے عباس! واقعہ کیا تھا۔

انہوں نے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لے گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

انہوں نے عرض کیا:

مسجد میں ہیں۔آپ ﷺ وہاں ان کے پاس تشریف لے گئے۔آپ ﷺ نے دیکھا کہ چادران کے پہلو سے سرک گئی تھی اوران کے جسم پر دھول لگ گئی تھی۔آپ ﷺ ان کی پشت سے دھول جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے:

اٹھو! ابوتراب، اٹھو! ابوتراب۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3500)

اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے

حضرت میمون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم حضور انور ﷺ کے ساتھ ایک وادی جسے وادی خم کہا جاتا ہے میں اترے پس آپ ﷺ نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اس حال میں کہ حضور انور ﷺ کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو یا گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں۔

لوگوں نے عرض کیا:

کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔اے اللہ عزوجل! تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔(مسند احمد بن حنبل: جز: 4،ص: 372)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے گواہی طلب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔اے اللہ عزوجل! جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عدات رکھے پس اس موقع پر سولہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔

(معجم الکبیر: جز: 5،ص: 171)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیع میدان میں دیکھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے کہ جس نے حضور انور ﷺ کو غدیر خم کے دن جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑے ہو کر گواہی دے۔

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس پر بارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے گویا میں ان میں ایک کی طرف دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کیا مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔ سب نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیوں نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو اسے دوست رکھے تو اسے بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ (مسند احمد بن حنبل: جز: 1، ص: 119)

حضرت سعید بن وہب اور زید بن یثیع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھلے میدان میں لوگوں کو قسم دی کہ جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑا ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ

چھ آدمی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور چھ آدمی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ فرماتے ہوئے سنا کیا اللہ عزوجل! مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا! کیوں نہیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2130)

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

میں نے سعید بن وہب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس پر پانچ یا چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔

(مجمع الزوائد: جز: 9، ص: 104)

حضرت زاذان بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مجلس میں لوگوں سے حلفاً یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ اس پر تیرہ (13) آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے تصدیق کی انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: جز: 1، ص: 84)

ابو طفیل سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں جمع کیا پھر ان سے فرمایا میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے وہ کھڑا ہو جائے اس پر تیس افراد کھڑے ہوئے۔

جبکہ ابونعیم فرماتے ہیں کہ

کثیر افراد کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ جب نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اس کا علم ہے کہ میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! یارسول اللہ (ﷺ)! پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

جب میں وہاں سے نکلا تو میرے دل میں کچھ شک تھا اسی دوران میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا تو کیسے انکار کرتا ہے جبکہ میں نے خود حضور انور ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مستدرک للحاکم: ج:3،ص:109)

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میرا ایک داماد ہے جو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث مبارکہ بیان کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث مبارکہ کو آپ رضی اللہ عنہ سے سنوں۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اہل عراق ہو تمہاری عادتیں تمہیں مبارک ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ میری طرف سے انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔ انہوں نے کہا: ہم جحفہ کے مقام پر تھے کہ ظہر کے وقت حضور انور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازو تھامے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تمہیں علم نہیں کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب تر ہوں۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے مزید پوچھا۔ کیا آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

اے اللہ عزوجل! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے جو کچھ سنا تھا وہ تمہیں بیان کر دیا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: ج:4،ص:368)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو عطا فرما دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس کی خبر

دی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

(ترجمہ) بے شک تمہارا دوست اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس آیت کو پڑھا اور ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔

(معجم الکبیر: ج: ۱، ص: 195)

میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر، حضرت علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن جمع ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور ﷺ کو محبوب ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور ﷺ کو محبوب ہوں۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور ﷺ کو محبوب ہوں پھر انہوں نے کہا: چلو حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

پس وہ تینوں حضور انور ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت جعفر، حضرت علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو پھر وہ اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے۔ یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمۃ (رضی اللہ عنہا) انہوں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جعفر! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے۔ اے علی! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔ اور اے زید! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 21825)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3736)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہے اور باقی تین ابوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3718)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار حضور انور ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے اور ارشاد فرمایا: جو مجھ سے محبت کرے ان دونوں سے اور دونوں کے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور ان دونوں کی والدہ (یعنی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3733)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں محبوب ترین

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ یا اللہ عزوجل! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ گوشت تناول فرمایا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3721)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3868)

حضرت جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے پردہ کے پیچھے سے آواز سنی۔ ام المومنین میری والدہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا: آپ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔ بخدا علم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ روئے زمین پر ان کی زوجہ محترمہ سے بڑھ کر کوئی عورت آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں محبوب تھیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4731)

حضرت جمیع بن عمیر تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا پھر میں نے ان سے پوچھا۔ لوگوں میں کون

نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟ انہوں نے فرمایا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پھر عرض کیا گیا اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا۔ ارشاد فرمایا۔ اس کا خاوند اگر چہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3874)

جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے

حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے بیان فرماتے ہیں کہ

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کے دوران انہوں نے میرے ساتھ سختی کی حتیٰ کہ میں اپنے دل میں ان کے خلاف کچھ محسوس کرنے لگا۔ پس جب میں واپس آیا تو میں نے ان کے خلاف مسجد میں شکایت کا اظہار کر دیا حتیٰ کہ یہ بات حضور انور ﷺ تک پہنچ گئی پھر ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا جبکہ حضور انور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے بڑے غور سے دیکھا حتیٰ کہ جب میں بیٹھ گیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عمرو! اللہ عزوجل کی قسم! تو نے مجھے اذیت دی ہے۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو اذیت دینے سے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: جز: 3، ص: 483)

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے کہا کیا تمہارے اندر حضور انور ﷺ کو گالی دی جاتی ہے۔ میں نے کہا اللہ عزوجل کی پناہ یا میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا تو انہوں نے کہا میں نے حضور انور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 26791)

تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضور انور ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3720)

میرا قرض علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ادا نہیں کرسکتا

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی ادا نہیں کرسکتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 119)

اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔ اللہ عزوجل کی قسم! وہ اللہ عزوجل کی ذات مین یا اللہ عزوجل کے راستہ میں بہت سخت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 11835)

اللہ تعالیٰ اور جبرائیل علیہ السلام تجھ سے راضی ہیں

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام آپ (رضی اللہ عنہ) سے راضی ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 936)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم نے شہید کیا اور اس شہادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بتا دی تھی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غزوہ ''ذات العشیرۃ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک کھجور تلے اپنے ایک چشمے میں کام کررہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابا یقظان! تمہاری کیا رائے ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کررہے ہیں پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر ہی لیٹ کر سو گئے۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے نہیں جگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

مبارک قدموں کے مس سے جگایا جبکہ ہم خوب خاک آلود ہو چکے تھے۔

پس اس دن نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے ابوتراب! اور آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں دو بدبخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلا شخص قوم ثمود کا احمیر تھا۔ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے سر پر وار کرے گا حتیٰ کہ (خون سے یہ) داڑھی تر ہو جائے گی۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 18321)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے حراء (پہاڑ) پر سکون رہو پس بے شک تجھ پر نبی (کریم ﷺ) ہے یا صدیق یا شہید ہے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

اس پہاڑ پر نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2417)

حضرت عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

لوگوں نے کہا: پس آپ رضی اللہ عنہ ہمیں بتا دیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

لوگوں نے عرض کیا:

اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں لیکن میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو نبی کریم ﷺ نے تمہیں سونپی (یعنی باہم مشورہ سے خلیفہ مقرر کرو)۔
(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 1340)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اس کو واپس بھیج دیا جب وہ تیسری بار آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بدبخت کو کون روکے گا پھر فرمایا۔ ضرور بالضرور اس (داڑھی کو) خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگ جائے گا یعنی سر کے خون سے میری داڑھی سرخ ہوگی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دو اشعار پڑھے۔

تو موت کے لئے کمربستہ ہو

بے شک موت تجھے آنے والی ہے

اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو

جب وہ تیری وادی میں اتر آئے

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ عہد ہے۔ (طبقات الکبریٰ: ج:3، ص:33)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی ایک دن سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معلوم نہیں میرا قاتل کیوں دیر لگا رہا ہے جب وہ اس ناپاک ارادوں سے کوفہ آچکا ہے تو وہ کیا انتظار کر رہا ہے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور ہمیں خبر دیں کہ وہ کون شخص ہے تاکہ اس کو مار ڈالیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے جب تک وہ جرم نہ کرلے اور میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے بعد اور کسی کو قتل نہ کرنا۔ (استیعاب: ج:2، ص:483)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے:

خوارج کے تین شخص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔

1- عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، 2- برک بن عبداللہ تمیمی، 3- عمر بن بکیر تمیمی

انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین شخصوں کو قتل کریں گے۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ، 2- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، 3- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔

ابن ملجم نے کہا:

میں علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

برک نے کہا: میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

اور عمرو بن بکیر نے کہا: میں عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ اشجعی کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کو ساتھ لیا۔ جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا۔ اے علی (رضی اللہ عنہ) حکومت اللہ عزوجل کی ہے تمہاری نہیں ہے۔

ابن ملجم نے تلوار ماری جو پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو آرام سے رکھو اگر میں زندہ رہا تو اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک 40ھ کو فوت ہو گئے۔

مگر ایک روایت میں یہ ہے کہ

19 رمضان المبارک کو حملہ ہوا تھا 21 اکیس رمضان المبارک کے آغاز میں شب کے وقت یہ منبع فیوض و برکات خلیفۃ الرسول چہارم منصب خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقت شہادت تریسٹھ سال بموافق عمر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے دار البقاء میں منتقل ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اس کی آنکھوں کو نکال دیا گیا زبان کاٹی گئی اور پھر اسے قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص: 38)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْعَصْرِ

باب: عصر کے بعد نماز پڑھنا

یہ باب عصر کے بعد نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1081 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ

اَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اقْرَاْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَّسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقُلْ اِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُمَا فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ اِلٰى عَآئِشَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا اَمَّا حِيْنَ صَلَّاهُمَا فَاِنَّهٗ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ فَقُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْمَعُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَاِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِيْ عَنْهُ قَالَتْ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِنَّهٗ اَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْاِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ

کریب مولیٰ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر اور حضرت مسور بن مخرمہ نے ان کو زوج النبی ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے پاس بھیجا کہ ان کو ہمارا سلام عرض کرنا اور عصر کے بعد دو رکعات پڑھنے کے بارے میں استفسار کرنا اور کہنا بے شک ہم کو خبر پہنچی ہے رسول اللہ ﷺ نے ان سے روکا ہے لہٰذا میں آپ ؓ کے پاس گیا جو بات پوچھنے کے لئے روانہ کیا تھا وہ بیان کر دی تو آپ ؓ نے فرمایا حضرت ام سلمہ ؓ سے دریافت کرلو میں نے ان سے واپس آکر ان کو خبر دے دی پس انہوں نے مجھے (پھر) حضرت ام سلمہ ؓ کے پاس روانہ کیا اسی سوال کے ساتھ جو حضرت عائشہ ؓ کو بھیجا تھا۔ حضرت ام سلمہ ؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے بارے میں روکتے ہوئے سنا ہے پھر میں نے آپ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے ملاحظہ نہیں کیا حالانکہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی تھی پھر میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس انصار کے بنی حرام کی عورتیں تھیں تو آپ ﷺ ان کو ادا فرمانے لگے تو میں نے ایک لڑکی کو کہہ کر بھیجا کہ آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہو کر کہے کہ یارسول اللہ (ﷺ)! ام سلمہ ؓ کہہ رہی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ان دو رکعات سے روکتے ہوئے سنا ہے اور (اب) میں آپ ﷺ کو (خود) پڑھتے ہوئے ملاحظہ کر رہی ہوں۔ پس اگر آپ ﷺ ہاتھ کا اشارہ فرمائیں تو واپس پلٹ آنا پس لڑکی نے اسی طرح کیا۔ آپ ﷺ نے بھی ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو وہ واپس پلٹ گئیں پس جب آپ ﷺ نے فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تو نے مجھ سے عصر کے بعد دو رکعات کے بارے میں دریافت کیا ہے بے شک میرے

پاس عبدالقیس کے لوگ اپنی قوم کے اسلام کی خبر دینے آئے جن کی وجہ سے میں ظہر کے بعد کی دو رکعات نہیں پڑھ سکا یہ وہی دونوں رکعات ہیں۔
(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:457، سنن دارمی: ج:4،ص:309، صحیح البخاری: ج:4،ص:450، صحیح مسلم: ج:5،ص:313)

شرح:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں دو باب قائم فرمائے ہیں اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ابواب قائم کیے ہیں جو اس بات پر موقوف ہیں کہ اوقات منہیہ میں نماز پڑھنے میں اختلاف صحابہ کرام و تابعین عظام ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا منع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پڑھی تھی وہ مطلق نفل نہیں پڑھی بلکہ سنت ظہر ادا فرمائی تھی۔ طحاوی شریف میں روایت کے اندر ایک اضافہ یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر ہماری سنت فوت ہو جائے تو کیا ہم بھی اس کی قضا کیا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
نماز عصر سے سورج زرد ہونے تک نفل منع ہے۔ نفل نماز شروع کر کے توڑ دی تھی اس کی قضا بھی اس وقت میں منع ہے اور پڑھ لی تو ناکافی ہے قضا اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوئی۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:53)

☆ **قوله عن كريب مولى ابن عباس رضى الله عنهما**

حضرت کریب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ابی مسلم کے صاحبزادے ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
کریب ابن ابی مسلم آپ عبداللہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:595)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ رَخَّصَ فِيهِمَا اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً

باب: جب سورج بلند ہو جائے تو اس میں رخصت

یہ باب سورج بلند ہونے کے بعد نماز پڑھنے کی رخصت کے متعلق ہے۔

1082 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ وَهْبِ

بْنِ الْاَجْدَعِ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلَّا وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عصر کے بعد نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھنے سے روکا ہے مگر سورج بلند ہو جائے۔

(سنن النسائی: جز:2،ص:410)

1083 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي اِثْرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوبَةٍ رَكْعَتَيْنِ اِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد دو رکعات ادا فرماتے تھے مگر فجر اور عصر کے بعد۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1083)

1084 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے پاس کئی بزرگ حضرات نے گواہی دی ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ ہیں بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(معجم الاوسط: جز:3،ص:79)

1085 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِي سَلَّامٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَيُّ اللَّيْلِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ فَصَلِّ مَا شِئْتَ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُودَةٌ مَكْتُوبَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الصُّبْحَ ثُمَّ اَقْصِرْ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَتَرْتَفِعَ قِيسَ رُمْحٍ اَوْ رُمْحَيْنِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَيُصَلِّي لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ مَا شِئْتَ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُودَةٌ مَكْتُوبَةٌ حَتّٰى يَعْدِلَ الرُّمْحُ ظِلَّهُ ثُمَّ اَقْصِرْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ وَتُفْتَحُ اَبْوَابُهَا فَاِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلِّ مَا شِئْتَ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُودَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَيُصَلِّي لَهَا الْكُفَّارُ وَقَصَّ حَدِيثًا طَوِيلًا قَالَ الْعَبَّاسُ هٰكَذَا حَدَّثَنِي اَبُو سَلَّامٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ

اِلَّا اَنْ اُخْطِئَ شَيْئًا لَا اُرِيْدُهٗ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

حضرت عمرو بن عنبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! رات کے کون سے لمحے میں زیادہ سنی جاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری لمحے میں جس قدر ہو سکے نماز پڑھو کیونکہ وہ نماز حاضر کی جاتی ہے اور لکھی جاتی ہے حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھو پھر قصر کرو حتیٰ کہ سورج ایک نیزے یا دو نیزے کے برابر چڑھ جائے کیونکہ وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے مابین ہوا کرتا ہے اور سورج پوجنے والے اس کی پوجا کرتے ہیں پھر جس قدر ہو سکے پڑھو بے شک وہ نماز حاضر کی جاتی ہے لکھی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کا سایہ نیزے کے برابر ہو جائے اس دوران نماز نہ پڑھا کرو کیونکہ جہنم بھڑکائی جاتی اور اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جب سورج ڈھل جائے تو جس قدر ہو سکے نماز پڑھو کیونکہ وہ نماز حاضر کی جاتی ہے حتیٰ کہ عصر کی نماز پڑھو پھر سورج کے غروب ہونے تک نہ پڑھو کیونکہ کفار اس کی پوجا کیا کرتے ہیں اور طویل حدیث بیان کر کے عباس نے کہا ابو سلام نے ابوامامہ کے ذریعے سے اس کو ایسے ہی بیان کیا ہے مگر مجھ سے کچھ خطا ہو گئی جس کا میں ارادہ نہ رکھتا تھا میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہو تو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:455،مسند احمد: جز:28،ص:228)

1086 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا قُدَامَةُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ عَلْقَمَةَ عَنْ يَّسَارٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاٰنِيْ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اُصَلِّيْ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَالَ يَا يَسَارُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فَقَالَ لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ لَا تُصَلُّوْا بَعْدَ الْفَجْرِ اِلَّا سَجْدَتَيْنِ

یسار مولیٰ ابن عمر سے روایت ہے کہ مجھے فجر کے طلوع ہونے کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے یسار! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس قدم رنجہ فرمایا اور ہم اسی نماز کو پڑھا کرتے تھے پس فرمایا ان تک پہنچا دو جو موجود نہیں ہے کہ فجر کے طلوع ہونے کے بعد دو رکعات کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھا کریں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:465،سنن دار قطنی: جز:4،ص:239،مسند ابی یعلیٰ: جز:9،ص:460،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:17، ص:30)

1087 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ وَمَسْرُوْقٍ قَالَا نَشْهَدُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا مِنْ يَّوْمٍ يَّاْتِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا صَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ

اسود اور مسروق سے روایت ہے کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھے انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی دن ایسا نہیں آیا جس دن عصر کی نماز کے بعد دو رکعات ادا نہ فرمائی ہوں۔

(صحیح ابن حبان: جز:4،ص:437، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:9،ص:407)

1088 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَمِّي حَدَّثَنَا اَبِي عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ ذَكْوَانَ مَوْلٰى عَائِشَةَ اَنَّهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ وَيَنْهٰى عَنْهَا وَيُوَاصِلُ وَيَنْهٰى عَنِ الْوِصَالِ

ذکوان مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! عصر کے بعد دو رکعات ادا فرماتے اور اس سے دیگر کو روکتے تھے اور وصال کے روزے رکھا کرتے اور لوگوں کو وصال کے روزوں سے منع فرماتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1088)

شرح:

☆ **قوله لا صلوٰة بعد صلوٰة الصبح**

اس سے بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ تطوع کی ممانعت طلوع فجر سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق صبح کی نماز سے ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی قول ہے کہ طلوع فجر کے بعد بھی صبح کی نماز سے قبل نفل جائز ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے اس آدمی کے متعلق جس سے صلوٰۃ اللیل فوت ہو جائے لہٰذا یہ روایت جمہور کے خلاف ہوئی چونکہ بعض دوسری روایات میں طلوع کا لفظ وارد ہے اس لیے جمہور نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

چنانچہ مسند احمد میں ہے: **حتی تطلع الشمس**

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اگرچہ وقت وسیع باقی ہو اگرچہ سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی تھی اور اب پڑھنا چاہتا ہو جائز نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:53)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

فرض سے پیشتر سنت فجر شروع کر کے فاسد کر دی تھی اور اب فرض کے بعد اس کی قضا پڑھنا چاہتا ہے یہ بھی جائز نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:53)

لہٰذا ثابت ہوا کہ نماز فجر کے بعد کوئی نماز جائز نہیں ہاں اگر کسی کی سنتیں رہ گئی ہوں تو سورج طلوع ہونے کے بیس منٹ بعد پڑھے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

الجواب

سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لیے سنتیں رہ گئیں ان کی قضا کرے تو بلندی آفتاب پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے ان کی قضا ہمارے آئمہ کرام کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:5،ص:366)

حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن عمرو بن عنبسہ سلمی رضی اللہ عنہ**

حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں پرانے مومنین سے ہیں حتیٰ کہ بعض نے یہاں تک فرمایا آپ رضی اللہ عنہ چوتھے مسلمان ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ متقی صحابی تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابونجیح ہے سلمی ہیں پرانے مومنین میں سے ہیں حتیٰ کہ بعض نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ چوتھے مسلمان ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو صحابی بنا کر فرمایا تھا کہ ابھی اپنے وطن جاؤ جب تمہیں ہمارے غلبہ کی خبر ملے تب ہمارے پاس آ جانا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو فتح خیبر کی جب خبر ملی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور وہاں ہی رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار اہل شام میں ہوتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:537)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب سے قبل نماز پڑھنا

یہ باب مغرب کی نماز سے قبل نفل نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1089 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ لِمَنْ شَآءَ خَشْيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً

حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مغرب کی نماز سے قبل دو رکعات پڑھو۔ پھر ارشاد فرمایا: چاہو تو مغرب سے قبل دو رکعات پڑھو تاکہ لوگ ان کو سنت نہ بنالیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:474، سنن دار قطنی: ج:3،ص:149، شرح السنۃ: ج:1،ص:213، صحیح ابن حبان: ج:4،ص:457)

1090 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَزَّازُ اَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَآكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ رَآنَا فَلَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مغرب کی نماز سے قبل دو رکعات پڑھیں فرمایا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ہم نے ملاحظہ کیا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ہم کو حکم ارشاد فرماتے اور نہ ہم کو روکتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1090)

1091 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ لِمَنْ شَآءَ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دو اذانوں کے مابین ایک نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے مابین ایک نماز ہے اس کے لئے جو چاہے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1،ص:426، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:474)

1092 حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي شُعَيْبٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا وَرَخَّصَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُوْلُ هُوَ شُعَيْبٌ يَعْنِي وَهِمَ شُعْبَةُ فِي اسْمِهِ

طاؤس سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے قبل دو رکعات پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو ادا کرتے ہوئے کسی کو ملاحظہ نہ کیا اور عصر کے بعد دو رکعات کی رخصت عطا فرمائی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن معین کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شعیب ہیں شعبہ کو اس کے نام میں وہم ہوا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:476)

شرح: مذاہب اربعہ

آئمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مغرب کی نماز سے قبل دو رکعات پڑھنے کے قائل نہیں البتہ شافعیہ کے نزدیک اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں مغرب سے قبل دو رکعات پڑھنے کو غیر مستحب قرار دیا ہے اور دوسرے قول میں مستحب قرار دیا ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

حنفیہ کے دلائل

دلیل نمبر:1

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز ہے ماسوا مغرب کی نماز کے۔ (سنن دارقطنی: جز:1،ص:264)

دلیل نمبر:2

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے پوچھا۔

کیا آپ رضی اللہ عنھن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے قبل دو رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے کہا: نہیں البتہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک دن میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے قبل دو رکعت ادا فرمائیں۔

میں نے عرض کیا:

یہ کون سی نماز ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں عصر سے قبل دو رکعات پڑھنا بھول گیا تھا ان کو اب پڑھا ہے۔ (نصب الرایہ: جز:2،ص:141)

دلیل نمبر:3

حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول

اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغرب سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (نصب الرایہ: ج:2، ص:141)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ

قولہ عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ بیعت رضوان میں شرکت فرمائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو فقہ کا علم سکھانے کے لئے بصرہ بھیجا تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فقیہ صحابی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ مزنی ہیں بیعت رضوان میں شریک ہوئے اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان گیارہ میں سے ہیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کو بھیجا لوگوں کو فقہ کا علم سکھانے کے لئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں 60 ساٹھ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بصرہ میں ان سے افضل کوئی نہ ہوا۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:532)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب صَلٰوةِ الضُّحٰى

باب: چاشت کی نماز

یہ باب چاشت کی نماز کے حکم میں ہے۔

1093 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ الْمَعْنٰى عَنْ وَاصِلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ اَبِى ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنِ ابْنِ اٰدَمَ صَدَقَةٌ تَسْلِيمُهُ عَلٰى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ وَّاَمْرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَّنَهْيُهُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَّاِمَاطَتُهُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ وَّبُضْعَةُ اَهْلِهِ صَدَقَةٌ وَّيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحٰى قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَحَدِيْثُ عَبَّادٍ اَتَمُّ وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْاَمْرَ وَالنَّهْيَ زَادَ فِيْ حَدِيْثِهِ وَقَالَ كَذَا وَكَذَا وَزَادَ ابْنُ مَنِيعٍ

فِي حَدِيثِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَحَدُنَا يَقْضِي شَهْوَتَهُ وَتَكُونُ لَهُ صَدَقَةٌ قَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِي غَيْرِ حِلِّهَا اَلَمْ يَكُنْ يَاْثَمُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کے وقت بنی آدم کے ہر جسم کے حصہ پر صدقہ ہے جس کو ملے اسے سلام کرنا بھی صدقہ ہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا بھی صدقہ ہے اور ایذاء دینے والی چیز کو راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور اپنی زوجہ کا حق ادا کر دینا بھی صدقہ ہے اور ان تمام کی جانب سے چاشت کے وقت دو رکعات پڑھنا کافی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث عباد اتم ہے اور مسدد نے امر اور نہی کا ذکر نہ فرمایا بلکہ انہوں نے اس کے اندر کافی کلام کیا۔ ابن منیع نے اپنی حدیث کے اندر کہا لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت کے دوران یوں کرے تو اس کے لئے صدقہ کس طرح ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ حرام جگہ پر اس طرح کرتا تو گناہ گار نہ ہوتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1093)

1094 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ الدُّؤَلِيِّ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ اَبِي ذَرٍّ قَالَ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامَى مِنْ اَحَدِكُمْ فِي كُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ فَلَهُ بِكُلِّ صَلٰوةٍ صَدَقَةٌ وَّصِيَامٍ صَدَقَةٌ وَّحَجٍّ صَدَقَةٌ وَّتَسْبِيحٍ صَدَقَةٌ وَّتَكْبِيرٍ صَدَقَةٌ وَّتَحْمِيدٍ صَدَقَةٌ فَعَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ ثُمَّ قَالَ يُجْزِئُ اَحَدَكُمْ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَا الضُّحٰى

ابواسود دولی سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبح ہوتے ہی تم میں سے ہر ایک کے ہر جسم کے حصہ پر صدقہ کرنا ہو جاتا ہے۔ ہر نماز صدقہ ہے اور روزہ صدقہ ہے اور حج صدقہ ہے اور تسبیح صدقہ ہے اور تکبیر صدقہ ہے اور حمد کرنا صدقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام اعمال صالحہ کو شمار کر کے پھر ارشاد فرمایا: تم میں سے سب کو اس کے بدلہ میں دو رکعات پڑھ لینا کافی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1094)

1095 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوبَ عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حِينَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى لَا يَقُولُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَ لَهُ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ

سہل بن معاذ بن انس جہنی اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو فجر کی نماز پڑھ کر اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہے حتیٰ کہ وہ دو رکعات چاشت کے پڑھے (اور) اچھائی کے علاوہ کچھ نہ کہے تو اس کی مغفرت فرما کر اس کی خطائیں مٹا دی جاتی ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 49)

1096 حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِىْ اِثْرِ صَلٰوةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِىْ عِلِّيِّيْنَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک نماز سے دوسری نماز کے دوران کوئی لغو کام نہ کیا تو یہ عمل علیین میں لکھا جائے گا۔

(معجم الاوسط: جز: 3، ص: 314، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 63، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 123، مسند احمد: جز: 45، ص: 237)

1097 حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ اَبِىْ شَجَرَةَ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ هَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَا تُعْجِزْنِىْ مِنْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ فِىْ اَوَّلِ نَهَارِكَ اَكْفِكَ اٰخِرَهُ

حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابن آدم! تو دن کے اول حصے میں چار رکعات ترک نہ کر وہ تمہیں دن کے آخری حصے تک کافی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1097)

1098 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِىْ عَيَّاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ صَلَّى سُبْحَةَ الضُّحٰى ثَمَانِىَ رَكَعَاتٍ يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفَتْحِ سُبْحَةَ الضُّحٰى فَذَكَرَ مِثْلَهُ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ اِنَّ اُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ سُبْحَةَ الضُّحٰى بِمَعْنَاهُ

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم فتح کو چاشت کی آٹھ رکعات ادا فرمائیں ہر دو رکعات پر سلام پھیرا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احمد بن صالح نے فرمایا بے شک رسول

اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی فتح کے دن چاشت کی نماز ادا فرمائی۔ پس اس کی مثل ذکر فرمایا۔ ابن سرح سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور چاشت کی نماز کا کوئی اس کے معناً ذکر نہ فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4، ص:217، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1، ص:487)

1099 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰی قَالَ مَا اَخْبَرَنَا اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحٰى غَيْرُ اُمِّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا ذَكَرَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِیْ بَيْتِهَا وَصَلّٰى ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ يَرَهُ اَحَدٌ صَلَّاهُنَّ بَعْدُ

ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ہمیں کسی نے بھی خبر نہ دی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا مگر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے کیونکہ انہوں نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی فتح کے دن اپنے در دولت پر غسل فرمایا اور آٹھ رکعات ادا فرمائیں پس اس کے بعد کسی نے آپ ﷺ کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(شرح السنۃ: جز:4، ص:255)

1100 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الضُّحٰى فَقَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ يَجِیْءَ مِنْ مَغِيْبِهٖ قُلْتُ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ قَالَتْ مِنَ الْمُفَصَّلِ

عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا کہ کیا رسول اللہ (ﷺ)! چاشت کی نماز ادا فرماتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہیں مگر سفر سے پلٹنے کے دوران، میں نے عرض کیا: کیا رسول اللہ (ﷺ)! دو سورتوں کو ملا کر قرأت فرماتے تھے آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (صرف) مفصل کو (ملاتے تھے)۔

(معجم الاوسط: جز:3، ص:60)

1101 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ مَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ وَاِنِّیْ لَاُسَبِّحُهَا وَاِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ

زوج النبی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت کبھی بھی ادا نہیں فرمائی اور میں اس کو ادا کرتی ہوں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کو پسند فرما کر بھی (بعض اوقات) ترک فرما دیتے تھے کہ لوگوں کا ان کے اوپر عمل نہ ہو جائے وہ خود پر فرض کر بیٹھیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:50، مسند احمد: جز:51،ص:436، شرح السنۃ: جز:1،ص:240، صحیح مسلم: جز:4،ص:40)

1102 حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ وَأَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَكُنْتَ تُجَالِسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ كَثِيرًا فَكَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْغَدَاةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتْ قَامَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سماک فرماتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں ہوتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں کئی بار ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نماز پڑھنے والے مصلیٰ سے قیام نہ فرماتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا پس جب طلوع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما لیتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7،ص:52)

شرح: چاشت کس کو کہتے ہیں؟

علامہ ملا علی قاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

زوال سے قبل دن کے ابتدائی حصے کو چاشت کہتے ہیں۔ (مرقاۃ: جز:3،ص:198)

اختلاف روایات کی توجیہات

اس باب میں نماز چاشت کی روایات میں اختلاف ہے۔

بعض میں بالکل نفی ہے اور بعض میں اثبات ہے۔ علماء کرام نے اس اختلاف کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

1- اثبات کا واسطہ نفس نماز سے ہے اور نفی کا واسطہ دوام سے ہے۔

2- نفی کا واسطہ وجود سے نہیں بلکہ رویۃ سے ہے کہ میں نے نہیں دیکھا۔

3- نفی کا واسطہ اظہار سے ہے مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت علی وجہ الشہرۃ والاعلان ادا نہیں فرماتے تھے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نماز چاشت کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتراً ثابت اس کا انکار جس طرح کہ بعض علماء سے نقل ہے صحیح نہیں بلکہ نفی کی روایات مؤول ہیں۔

اور ایک توجیہ یہ ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو نماز چاشت کے علم کے متعلق نفی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری آٹھ دن کے بعد آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز مسجد میں ادا فرماتے تھے یا سفر میں ادا فرماتے تھے جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادا فرمانے کا علم نہ ہوسکا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے مسجد میں چاشت کی نماز پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے اور منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کو یہ خدشہ تھا کہ اگر ہر روز التزام کے ساتھ چاشت کی نماز مسجد میں پڑھی گئی تو لوگ اس کو فرض کے مشابہ قرار دے دیں گے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:364)

روایات میں تطبیق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں نماز چاشت کی رکعات کی تعداد چار رکعات ہے اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت میں نماز چاشت کی رکعات کی تعداد آٹھ رکعات ہے اور جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نماز چاشت کی رکعات کی تعداد دو رکعات ہے ان میں تطبیق یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت کی کئی رکعات ادا فرمائی ہیں تا کہ امت کو عمل کرنے میں آسانی ہو جائے جس قدر چاہیں اس قدر پڑھ لیں اور راویوں نے جو نماز چاشت کی رکعات کی تعداد میں اختلاف بیان کیا ہے وہ ان کا اپنا مشاہدہ ہے کہ جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا وہی بیان کر دیا۔

نماز چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

چاشت کی نماز کی فضیلت میں بہت احادیث مبارکہ ہیں اور اس کی رکعات دو سے لے کر بارہ تک ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے پس ہر تسبیح کو پڑھنا صدقہ ہے اور ہر لا الہ الا اللہ کو پڑھنا صدقہ ہے اور ہر اللہ اکبر کو پڑھنا صدقہ ہے اور ہر نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور ہر برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے سے یہ صدقہ ادا ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:720)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جتنی چاہتا آپ ﷺ اتنی رکعات زیادہ کر دیتے تھے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 791)

چاشت کی آٹھ رکعات پڑھنے کے بارے میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ ہے اور بارہ رکعات پڑھنے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

امام اسحاق بن راہویہ نے کتاب ''عدد رکعات السنۃ'' میں کہا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ایک دن چاشت کی نماز دو رکعت ادا فرمائی اور ایک دن چار رکعات ادا فرمائیں اور ایک دن چھ رکعات ادا فرمائیں اور ایک دن آٹھ رکعات ادا فرمائیں تا کہ امت پر وسعت اور آسانی ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے وصیت کیجئے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب تم دو رکعت چاشت کی نماز پڑھو گے تو تم غافلین میں نہیں لکھے جاؤ گے اور جب تم چار رکعات پڑھو گے تو تم عابدین میں لکھے جاؤ گے اور جب تم چھ رکعات پڑھو گے تو اس دن کوئی گناہ تمہارا پیچھا نہیں کرے گا اور جب تم آٹھ رکعات پڑھو گے تو تمہیں خاشعین میں لکھا جائے گا اور جب تم دس رکعات پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا جنت میں گھر بنا دے گا۔
(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 49)

امام ترمذی نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 473)

ہر چند کہ یہ حدیث مبارکہ ضعیف السند ہے مگر فضائل میں حدیث ضعیف السند پر عمل کرنا جائز ہے۔
مزید راقم ہیں۔

نماز چاشت کا وقت سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوال سے قبل تک ہے اور اس کا مستحب وقت وہ ہے جب دن کا چوتھائی حصہ گزر جائے کیونکہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اوّابین کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب گرم ریت کی شدت سے اونٹ کے بچے کے پاؤں جلنے لگیں۔ (غنیۃ المستملی: ص 389 تا 390)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
احادیث صحیحہ کے مطابق چاشت کی زیادہ سے زیادہ رکعات آٹھ ہیں اور جو بارہ رکعات کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ

فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔ (ردالمحتار: جز: 2، ص: 405)

مسلمان فرضیت نماز سے قبل نماز چاشت پڑھا کرتے تھے

مسلمان فرضیت نماز سے قبل نماز چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ حدیث مبارکہ نقل کرتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب آخر روز کی نماز پڑھتے تو گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 5، ص: 82)

نماز اشراق

عام طور پر محدثین وفقہاء کرام صرف نماز چاشت کا ذکر کرتے ہیں اور اسی کے متعلق ہی باب باندھتے ہیں مگر صلوٰۃ الاشراق کا نہ تو باب باندھتے ہیں اور نہ ہی ذکر کرتے ہیں جبکہ اس کا ثبوت بھی حدیث مبارکہ سے ثابت ہے جیسا کہ

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور پھر نماز چاشت پڑھی پھر ارشاد فرمایا: اے ام ہانی (رضی اللہ عنہا) یہ اشراق کی نماز ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4258)

اشراق کا معنیٰ اور وقت

اشراق کا معنیٰ ہے سورج کا طلوع ہونا اور اس کا چمکنا اور نماز اشراق کا اول وقت وہ ہے جب سورج ایک نیزہ کی مقدار بلند ہو جاتا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد بیس منٹ گزر جاتے ہیں اور نماز اشراق کا آخر وقت وہ ہوتا ہے جب چاشت کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اس لیے چاشت کی نماز اس وقت پڑھنا چاہیے جب سورج خوب گرم اور سفید ہو جاتا ہے اور اس کا نور خوب روشن ہو جاتا ہے۔

نماز اشراق پڑھنے کی فضیلت

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ

اس نماز سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جو دل کا نور چاہے وہ اشراق کی پابندی کرے۔

بعض روایات میں ہے کہ

اسے حج کامل ومقبول کا ثواب ملتا ہے۔ (مرأۃ المناجیح: جز: 2، ص: 283)

☆ قوله صدقة

ترکیب میں یصبح کا اسم ہے اور جار مجرور اپنے متعلق سے مل کر اس کی خبر ہے اسی تصبح الصدقة واجبة على كل سلامى یعنی روزانہ تم میں سے ہر ایک شخص پر اس کے جوڑوں اور پوروں کی طرف سے صدقہ واجب ہوتا ہے۔ یہاں پر مطلب یہ ہے کہ آدمی کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر روز ہر شخص اپنے تمام اعضاء اور جوڑوں کی سلامتی کے ساتھ صبح کرتا ہے لہٰذا اس نعمت عظمیٰ کے شکر میں ہر بندے کو اس کے اعضاء کی طرف سے روزانہ صدقہ واجب ہوتا ہے۔

سوال

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر شخص کے اندر اس قدر استطاعت کہاں ہے کہ وہ ہر روز تین سو ساٹھ صدقے کرے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے: ان اعضاء کی طرف سے صدقہ وہ ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو ملے اس کو سلام کرنا صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹانا صدقہ ہے اور اپنی زوجہ کا حق ادا کرنا صدقہ ہے اور ان تمام کی طرف سے چاشت کے دوران دو رکعات پڑھ لینا کافی رہے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابوذر رضى الله عنه

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں اسلام لائے اور ایک قول کے مطابق چوتھے ایمان لانے والوں میں سے ہیں اور ایک قول کے مطابق پانچویں ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہ مقدس صحابی ہیں جنہوں نے اعلان نبوت سے تین سال قبل اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ زہد میں بہت مشہور و معروف تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوذر (رضی اللہ عنہ) زمین پر چلتے ہیں اس حال میں کہ وہ زہد میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کر لی تو وصال تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوذر اور آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق غفار قبیلہ سے ہے۔ جس وقت نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں آئے یہ اسلام

لے آئے تھے۔ اسلام لانے والوں میں یہ چوتھے تھے۔ ایک قول یہ ہے: پانچویں تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا۔ اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے شہر میں گئے اور نبی کریم ﷺ کی ہجرت کرنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آ گئے۔ غزوہ بدر، احد اور خندق گزر گئے اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے وصال تک آپ ﷺ کے مصاحب رہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اعلان نبوت سے تین سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ حق بات کہنے پر کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے خواہ وہ کتنی بات ہی تلخ کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین و آسمان میں ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابوذر (رضی اللہ عنہ) زمین پر چلتے ہیں اس حال میں کہ وہ زہد میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے 31ھ میں ربذہ کے ویرانہ میں وفات پائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ بیان فرماتی ہیں:

جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو میں رونے لگی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

کیوں روتی ہو؟

میں نے کہا:

تم ایک صحراء میں سفر آخرت پر جا رہے ہو یہاں تمہیں کفن دینے کے لئے کوئی نیا کپڑا بھی نہیں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے چند آدمیوں کے سامنے ارشاد فرمایا جن میں ایک میں بھی تھا۔ تم میں ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی ان آدمیوں میں سے میرے علاوہ سب لوگ آبادی میں مر چکے ہیں اور اب میں باقی رہ گیا ہوں اس لیے یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں اور میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا اس لیے جاؤ راستہ پر دیکھو ضرور غیبی امداد آتی ہوگی۔

میں نے عرض کیا:

اب تو حجاج بھی واپس جا چکے ہیں اور راستہ بند ہو چکا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں جا کر دیکھو۔

وہ فرماتی ہیں:

میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تیمارداری بھی کرتی اور ٹیلہ پر بھی جا کر دیکھتی آخر کچھ دیر بعد دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے میں نے اشارہ کیا وہ لوگ تیزی سے میرے پاس آئے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے کہا! صحابی رسول؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ لوگ ''ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں'' کہہ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میرے پاس یا میری بیوی کے پاس کفن کے مطابق کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھے کفن دینا اور یہ قسم دی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو وہ مجھے کفن نہ دے۔ اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر شخص کسی نہ کسی عہدہ پر رہ چکا تھا۔

اس جوان نے کہا:

چچا میرے پاس ایک چادر ہے۔ اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جن کو میری والدہ نے کات کر بنایا ہے۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کو ان میں کفن دوں گا سو اسی نوجوان نے آپ رضی اللہ عنہ کو کفن دیا۔ ان سواروں میں مشہور صحابی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی صحراء کے ایک گوشہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کر دیا۔ (اسد الغابہ: جز:1،ص 301 تا 303)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام جندب ابن جنادہ ہے عظیم الشان صحابی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ آ کر ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ پانچویں مومن ہیں پھر اپنی قوم میں واپس گئے۔ پھر غزوہ خندق کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ پھر خلافت عثمانیہ میں مقام ربذہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی۔ 32 میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے ہی موحد تھے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:575)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ صَلٰوةِ النَّهَارِ

باب: دن کی نماز کے متعلق

یہ باب دن کی نفلی نماز کے حکم میں ہے۔

1103 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَارِقِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دن اور رات کی نماز دو دو رکعات ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1103)

1104 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلَوٰةُ مَثْنٰى مَثْنٰى أَنْ تَشَهَّدَ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَأَنْ تَبَاءَسَ وَتَمَسْكَنَ وَتُقْنِعَ بِيَدَيْكَ وَتَقُولَ اللَّهُمَّ اللَّهُمَّ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهِيَ خِدَاجٌ سُئِلَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ صَلوٰةِ اللَّيْلِ مَثْنٰى قَالَ إِنْ شِئْتَ مَثْنٰى وَإِنْ شِئْتَ أَرْبَعًا

حضرت مطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کی دو دو رکعات ہیں کہ تم ہر دو رکعات پر تشہد پڑھ کر اپنے اوپر بلاؤں اور غریب نوازی کی عرضی کے لئے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کہو۔ اے اللہ عزوجل! جو اس طرح نہ کرے اس کی نماز نامکمل ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے رات کی نماز دو دو رکعات ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اگر تم چاہو تو دو دو پڑھ لو اور اگر چاہو تو چار چار پڑھ لو۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 288، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 488، سنن دارقطنی: جز: 4، ص: 237، مسند احمد: جز: 35، ص: 397)

شرح:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک باب صلوٰۃ النہار سے باندھا ہے اور آگے ایک باندھا ہے جس کا نام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باب صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ رکھا ہے۔ اس باب یعنی باب فی صلوٰۃ النہار میں صلوٰۃ اللیل والنہار دونوں کا ذکر ہے جبکہ باب صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ میں صرف صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ کا ذکر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دو باب علیحدہ علیحدہ باندھے ہیں ایک میں عدم زیادتی والی حدیث مبارکہ کو لائے ہیں اور اس کو حسن صحیح قرار دیا ہے اور دوسرے باب میں زیادتی والی حدیث مبارکہ کو لائے ہیں اس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ کی طرح امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ نے بھی والنہار کی زیادتی کو خطا قرار دیا ہے اور امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اور امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ نے یہ حدیث مبارکہ صرف عمرو بن دینار اور نافع سے روایت فرمائی ہے۔ اگرچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہار کی زیادتی والی حدیث مبارکہ کو صحیح بخاری میں درج نہیں کیا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں اس کی زیادتی کو ثابت تسلیم کیا ہے اسی طرح امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ البارقی ثقہ راوی ہیں۔ اور زیادتی ثقہ مقبول ہے۔

مذاہب اربعہ

دن اور رات کے نوافل کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

شافعیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت نفل پڑھنا بھی جائز ہے لیکن ان کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن اور رات میں دو دو رکعت نفل پڑھے جائیں۔ (شرح المہذب: جز:4،ص:56)

حنبلیہ کا مذہب

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت نفل جائز نہیں رات کے نوافل دو رکعت سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ، رات کو نماز دو دو رکعت پڑھو اور دن کو دو دو رکعت نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات نفل بھی پڑھ لیے تو جائز ہے اگر دن یا رات میں چھ نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو یہ فعل مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی۔ (المغنی: جز:1،ص:433)

مالکیہ کا مذہب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفل صرف دو دو رکعت ہی پڑھے جا سکتے ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:365)

حنفیہ کا مذہب

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت میں سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے، دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔
امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رات اور دن میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ (درمختار ورد المحتار: جز:1،ص:432)

حنفیہ کے نزدیک ایک رکعت نماز جائز نہیں ہے۔

☆ **قوله عن المطلب عن النبی صلی الله علیه وسلم**

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 279ھ نے فرمایا اس سند میں شعبہ سے کئی اسماء میں غلطی واقع ہوئی جس طرح کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باب التخشع فی الصلوٰۃ میں بیان فرمایا ہے کہ غلطی یہ ہے کہ عن عبداللہ بن الحارث عن المطلب، جبکہ درست یوں ہے عن ربیعۃ بن الحارث بن عبدالمطلب عن الفضل بن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب صَلٰوةِ التَّسْبِيحِ

باب: صلوٰۃ التسبیح

یہ باب صلوٰۃ التسبیح کے حکم میں ہے۔

1105 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ اَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ اَلَا اُعْطِيكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اَحْبُوكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ خَطَاَهُ وَعَمْدَهُ صَغِيْرَهُ وَكَبِيرَهُ سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ عَشْرَ خِصَالٍ اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَاُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَائَةِ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِي سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُونَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمُرِكَ مَرَّةً حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُفْيَانَ الْاُبُلِّيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ اَبُوْ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ يُرَوْنَ اَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِنِيْ غَدًا اَحْبُوكَ وَاُثِيبُكَ وَاُعْطِيكَ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ يُعْطِينِيْ عَطِيَّةً قَالَ اِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ فَصَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ يَعْنِيْ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَوِ جَالِسًا وَّلَا تَقُمْ حَتّٰى تُسَبِّحَ عَشْرًا وَّتَحْمَدَ عَشْرًا وَّتُكَبِّرَ عَشْرًا وَّتُهَلِّلَ عَشْرًا ثُمَّ تَصْنَعَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْبَعِ الرَّكَعَاتِ قَالَ فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذٰلِكَ قُلْتُ فَاِنْ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اُصَلِّيَهَا تِلْكَ السَّاعَةَ قَالَ صَلِّهَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ خَالُ

هِلَالٍ الرَّاْيِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ عَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَوْقُوفًا وَّرَوَاهُ رَوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَجَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ النُّكْرِيِّ عَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهٗ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ رَوْحٍ فَقَالَ حَدِيْثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ رُوَيْمٍ حَدَّثَنِي الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَعْفَرٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَذَكَرَ نَحْوَهُمْ قَالَ فِي السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى كَمَا قَالَ فِيْ حَدِيْثِ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُوْنٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اے عم محترم! کیا میں تمہیں عطا نہ فرماؤں کیا تمہیں ایسی دس خصائل بیان نہ کروں کہ جن کو کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے، پہلے، پچھلے، قدیم، نئے، جان بوجھ کر کرنے والے، خطا سے کرنے والے، صغیر اور کبیر، چھپ کر کیے ہوئے یا ظاہری طور پر کیے ہوئے وہ دس خصائل یہ ہیں کہ آپ چار رکعات ادا فرمائیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سی سورت تلاوت فرمائیں پس جب قرأت سے فراغت پالیں تو پندرہ بار کہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر اس کو رکوع کی حالت میں دس بار کہیں پھر اپنے سر کو رکوع سے اٹھا کر اسے دس بار کہیں پھر سجدہ کریں تو اس کو دس بار کہیں۔ پھر سجدے سے اپنے سر کو اٹھا کر دس بار کہیں پھر دوسرے سجدے میں دس بار کہیں پھر سجدے سے اپنا سر اٹھا کر دس بار کہیں تو یہ ہر رکعت میں پچھتر بار ہیں۔ چار رکعات میں اسی طرح کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو تو روزانہ ایک بار پڑھو پس اگر تم یہ نہ کر سکو تو ہفتے میں ایک بار، اگر اس طرح نہ ہو سکے تو ہر ماہ میں ایک بار، اگر اس طرح بھی نہ ہو سکے سال میں ایک بار پس اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو عمر بھر میں ایک بار (پڑھیں)

ابن الجوزاء سے روایت ہے کہ مجھے ایک شخص نے حدیث بیان کی جو آپ ﷺ کی صحبت میں رہ چکا تھا لوگ اس کو حضرت عبداللہ بن عمر ابن عاص رضی اللہ عنہ گمان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کل کو تم میرے پاس آنا میں تم کو کچھ دوں گا، تجھے مرحمت فرماؤں گا، عطا فرماؤں گا حتیٰ کہ میں نے سمجھا کہ آپ ﷺ مجھے مال عطا فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دن ڈھل جائے تو چار رکعات پڑھنے کے واسطے قیام کر لینا۔ پس اس کی مثل ذکر کر کے فرمایا پھر اپنا سر دوسرے سجدے سے اٹھا کر سیدھا بیٹھ جانا اور قیام نہ کرنا حتیٰ کہ دس بار تسبیح اور دس بار حمد اور دس بار تکبیر اور دس بار تہلیل پڑھنا۔ پھر یہ چار رکعات میں کرنا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارے سب زمین والوں سے زیادہ بھی گناہ ہوں تو تم اس کی وجہ سے بخش دیئے جاؤ گے۔ میں

نے عرض کیا اگر میں اس دوران پڑھنے کی استطاعت نہ رکھ سکوں تو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو رات اور دن کے کسی لمحے میں پڑھ لینا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حبان بن ہلال، ہلال جو ہیں وہ راءی کے ماموں محترم ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو مستمر بن ریان، ابوالجوزاء نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اس کو روح بن مسیب اور جعفر بن سلیمان نے عمرو بن مالک نکری، ابوالجوزاء اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ حدیث روح میں نبی کریم ﷺ کے الفاظ مقدسہ ہیں۔ عروہ بن رویم سے روایت ہے کہ مجھے انصاری نے بیان کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا۔ اس حدیث مبارکہ کے ساتھ آگے اس کے معناً بیان کیا ہے فرمایا کہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں جس طرح کہ مہدی بن میمون کی حدیث میں کہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 299، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 32، ص: 29)

شرح:

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث مبارکہ کو امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے صحیح بخاری اور امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ نے صحیح مسلم میں روایت نہیں کیا مگر امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ نے اپنی سنن میں اور امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے سنن ترمذی میں اور امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی 273ھ نے سنن ابن ماجہ میں صلوٰۃ التسبیح کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ نے اس کی تخریج نہیں فرمائی۔ یہی حدیث مبارکہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی 311ھ نے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں درج کی ہے اور امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ نے مستدرک میں درج کی ہے۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ نے اس کی تصحیح کی ہے اور فرماتے ہیں عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح ادا فرماتے تھے اور ہر زمانہ میں صالحین اس کو ایک دوسرے سے لیتے چلے آرہے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس حدیث مبارکہ کو تقویت حاصل ہے۔

قریب المعنیٰ الفاظ استعمال کی وجہ

☆ الا اعطیك الا منحك الا احبوك الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضور انور ﷺ نے یہ الفاظ جو قریباً ہم معنیٰ ہیں انہیں شوق دلانے کے لئے ارشاد فرمائے تا کہ غور سے سنیں اور اس پر عمل کریں۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 2، ص: 290)

عبدالمصطفیٰ کہتا ہے کہ

یہ الفاظ جب کسی محبوب شخص کو محبوب چیز دینی ہو تو اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں۔

کون سے گناہ مراد ہیں؟

☆ قوله اذا انت فعلت ذالك غفر الله لك الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں راقم ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ اس سے گناہ صغیرہ مراد ہیں کیونکہ گناہ کبیرہ اور حقوق العباد بغیر توبہ اور حق ادا کئے معاف نہیں ہوتے اور کبیرہ سے مراد اضافی کبیرہ ہیں کیونکہ گناہ صغیرہ میں بھی بعض گناہ بعض سے بڑے ہوتے ہیں اور ممکن ہے اس سے یہ مراد ہو کہ نماز تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے گناہ کبیرہ سے توبہ کی توفیق عطا فرماوے گا جس سے وہ بھی معاف ہو جائیں گے۔

(مرأۃ المناجیح: ج:2،ص:290)

کون سی سورت پڑھنا افضل ہے

☆ قوله فی کل رکعة فاتحة الكتاب و سورة

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ

اس نماز میں کون سی سورتیں پڑھنا افضل ہیں؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

التکاثر، العصر، قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (مرأۃ المناجیح: ج:2،ص:290)

کیا دوسرے سجدے سے اٹھنے پر تسبیح پڑھنی ہے؟

☆ قوله قلت سبحٰن الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر خمس عشرة الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ترمذی شریف میں بروایت عبداللہ بن مبارک یوں ہے کہ سبحان اللہ پڑھ کر پندرہ بار یہ تسبیح کہے اور قرأت سے فارغ ہو کر دس بار یعنی قیام میں پچیس بار کہے۔ پندرہ بار قرأت سے پہلے اور دس بار اس کے بعد ہر رکعت میں یوں ہی کرے۔ احناف کے نزدیک اسی پر عمل ہے دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت دس بار نہ کہے تاکہ رکن میں تاخیر نہ ہو۔ (مرأۃ المناجیح: ج:2،ص:290)

کل کتنی بار پڑھے اور اگر کسی رکن میں کم پڑھے تو کیا کرے؟

☆ قوله فذالك خمس وسبعون فی کل رکعة الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

تاکہ کل تین سو بار ہو جائیں۔ اگر کسی رکن میں تسبیح پڑھنا بھول گیا: یا کم پڑھیں تو اس سے متصل دوسرے رکن میں تعداد

پوری کردے اور اگر اس نماز میں سجدہ سہو کرنا پڑ گیا تو اس سجدے میں تسبیح نہ پڑھے۔ (مرأۃ المناجیح: جز:2،ص:291)

کس دن پڑھنا بہتر ہے؟

☆ **قوله فان لم تفعل ففي كل جمعة مرة** الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس دن چاہو مگر بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن بعد زوال نماز سے پہلے پڑھے کیونکہ اس دن کی ایک نیکی ستر گنا ہوتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا اس پر عمل تھا۔

اور فی کل سنۃ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب چاہو لیکن اگر ماہ رمضان میں خصوصاً جمعہ کے دن ستائیسویں رمضان پڑھے تو بہت بہتر ہے۔

(مرأۃ المناجیح: جز:2،ص:291)

حدیث کو موضوع کہنے والوں کا رد

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے اس حدیث مبارکہ کو موضوع بتایا مگر یہ غلط ہے اسے ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح کہا۔

امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ

یہ حدیث حسن ہے۔

اور دار قطنی نے فرمایا:

سورتوں کے فضائل میں یہ حدیث صحیح ترین ہے۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ

نماز تسبیح رغبت کی بہترین نماز ہے اس پر عمل چاہئے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ

ابن جوزی اس حدیث کو ضعیف یا موضوع کہتے ہیں جلد باز ہیں انہوں نے اسے ضعیف کہا۔ (مرأۃ المناجیح: جز:2،ص:291)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے۔ اس نماز میں کون سی سورت پڑھی جائے؟ فرمایا۔ سورۂ تکاثر، والعصر اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور بعض نے کہا سورہ حدید اور حشر اور صف اور تغابن۔

(ردالمحتار: جز:2،ص:571)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
تسبیح انگلیوں پر نہ گنے بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کرے ورنہ انگلیاں دبا کر پڑھے۔ (ردالمختار: جز:2، ص:572)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
ہر وقت غیر مکروہ میں یہ نماز پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:113)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
اگر سجدہ سہو واجب ہو اور سجدے کرے تو ان دونوں میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں اور اگر کسی جگہ بھول کر دس بار سے کم پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لے کہ وہ مقدار پوری ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا موقع تسبیح کا آئے وہیں پڑھ لے مثلاً قومہ کی سجدہ میں کہے اور رکوع میں بھولا تو اسے بھی سجدہ ہی میں کہے نہ قومہ میں کہ قومہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے اور پہلے سجدہ میں بھولا تو دوسرے میں کہے جلسہ میں نہیں۔ (ردالمختار: جز:2، ص:571)

☆ قوله عن ابن عباس رضی الله عنهما
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب رَكْعَتَيِ الْمَغْرِبِ اَيْنَ تُصَلَّيَانِ

باب: مغرب کے بعد والی دو رکعات کہاں پڑھیں؟

یہ باب مغرب کے تین فرض کے بعد دو سنتوں کو گھر میں پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1106 حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ مُطَرِّفٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِی الْوَزِيْرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْفِطْرِیُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مَسْجِدَ بَنِیْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ فَصَلّٰى فِيْهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلَاتَهُمْ رَاٰهُمْ يُسَبِّحُوْنَ بَعْدَهَا فَقَالَ هٰذِهٖ صَلٰوةُ الْبُيُوْتِ

سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ اپنے والد محترم، دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنی عبد الاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو اس کے اندر نماز مغرب ادا فرمائی جب آپ ﷺ نے نماز سے فراغت پالی تو لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھروں کے اندر پڑھنے کی ہے۔

(معجم الکبیر: جز: 19، ص: 146، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 189، سنن الترمذی: جز: 3، ص: 33، صحیح ابن خزیمہ: جز: 2، ص: 210)

1107 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَرْجَرَائِيُّ حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي الْمُغِيرَةِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيلُ الْقِرَائَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ نَصْرٌ الْمُجَدَّرُ عَنْ يَعْقُوبَ الْقُمِّيِّ وَاَسْنَدَهُ مِثْلَهٗ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا نَصْرٌ الْمُجَدَّرُ عَنْ يَعْقُوبَ مِثْلَهٗ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ بِمَعْنَاهُ مُرْسَلًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ يَعْقُوبَ يَقُولُ كُلُّ شَيْءٍ حَدَّثْتُكُمْ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ مُسْنَدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد مغرب دو رکعات میں اس قدر لمبی قرأت فرماتے حتیٰ کہ اہل مسجد متفرق ہو جاتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو نصر المجدر نے یعقوب قمی سے روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی اس کی مثل ہے۔ سعید بن جبیر نے اس کو معناً و مرسلاً نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے محمد بن حمید کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے یعقوب کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں ہر چیز بیان کرتا ہوں جو جعفر، سعید بن جبیر کے ذریعے سے نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ مسند ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 21، ص: 148)

شرح: آئمہ کرام کا مسلک

سنت مؤکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت تو یہ ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں جمہور کا مسلک یہی ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دن کی سنن مؤکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں پڑھی جائیں۔ (اکمال اکمال المعلم: جز: 2، ص: 371)

جمہور کی دلیل اس باب کی حدیث مبارکہ ہے جو کہ سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ سے روایت ہے۔

ابن ابی لیلیٰ اس میں متشدد ہیں ان کے نزدیک سنت المغرب مسجد میں جائز ہی نہیں اور ان کے قول کا رد جمہور کے قول سے

ہوتا ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب: عشاء کے بعد کی نماز

یہ باب عشاء کے بعد کی نماز کے متعلق ہے۔

1108 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ الْعُكْلِيُّ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ حَدَّثَنِي مُقَاتِلُ بْنُ بَشِيرٍ الْعِجْلِيُّ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ سَأَلْتُهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ اِلَّا صَلَّى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ وَلَقَدْ مُطِرْنَا مَرَّةً بِاللَّيْلِ فَطَرَحْنَا لَهُ نِطَعًا فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى ثُقْبٍ فِيْهِ يَنْبُعُ الْمَاءُ مِنْهُ وَمَا رَاَيْتُهُ مُتَّقِيًا الْاَرْضَ بِشَيْءٍ مِنْ ثِيَابِهٖ قَطُّ اَبْوَاب قِيَامِ اللَّيْلِ

شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں استفسار کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لانے کے بعد چار یا چھ رکعات ہر صورت میں ادا فرماتے اور ایک مرتبہ رات کو بارش ہوئی تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے چمڑے کو نیچے بچھایا گویا میں اب بھی دیکھ رہی ہوں کہ اس سوراخ سے پانی ٹپک رہا ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ملاحظہ نہ کیا کہ مٹی سے اپنے کپڑوں کو محفوظ فرمایا ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:477)

شرح:

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز سے فراغت پا کر گھر تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعات ضرور ادا فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا عالم

☆ قوله فكاني انظر الى ثقب فيه ينبع الماء الخ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اس سوراخ کو گویا اب بھی ملاحظہ کر رہی ہوں کہ اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔
اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ثابت ہوتی ہے کہ محبّ کے دل و دماغ میں محبوب کی یاد ہے عرصہ گزر گیا ہے مگر اس یاد کو دل و دماغ میں ایسا سمویا ہوا ہے کہ گویا کہ اب بھی حقیقت دیکھ رہی ہیں۔ فداك امی و ابی ایسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پر کہ جس کی وجہ سے اب بھی عبدالمصطفیٰ شان اقدس بیان کرنے کے لئے زندہ ہے اور تاحیات انشاء اللہ بیان کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اس عبدالمصطفیٰ کو تاحیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرتے وقت میرا اور تمام امت مسلمہ کا ایمان پر خاتمہ نصیب فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی و صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

ابواب قیام اللیل

قیام اللیل کے ابواب

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ صفت ہے کہ جس چیز کو بیان کرنا ہو تو سب سے پہلے اس کے متعلق تفریعات قائم کرتے ہیں بعد میں ایک ایک باب بیان کر کے اس کا حکم بیان کر دیتے ہیں۔

بَاب نَسْخِ قِيَامِ اللَّيْلِ وَالتَّيْسِيرِ فِيهِ

باب: قیام اللیل کا منسوخ ہونا اور اس میں آسانی

یہ باب تہجد کے منسوخ ہونے اور اس میں آسانی ہونے کے حکم میں ہے۔

1109 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ ابْنِ شَبُّوَيْهِ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْمُزَّمِّلِ (قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ) نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الَّتِي فِيهَا (عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) وَنَاشِئَةُ اللَّيْلِ أَوَّلُهُ وَكَانَتْ صَلَاتُهُمْ لِأَوَّلِ اللَّيْلِ يَقُولُ هُوَ أَجْدَرُ أَنْ تُحْصُوا مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَذَلِكَ أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا نَامَ لَمْ يَدْرِ مَتَى يَسْتَيْقِظُ وَقَوْلُهُ أَقْوَمُ قِيلًا هُوَ أَجْدَرُ أَنْ يَفْقَهَ فِي الْقُرْآنِ وَقَوْلُهُ (إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا) يَقُولُ فَرَاغًا طَوِيلًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورہ مزمل میں ہے رات کو قیام فرمائیے مگر تھوڑا، اس سے نصف۔ یہ آیت "علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرء وا ماتیسر من القرآن" سے منسوخ فرما دیا گیا۔ رات کو بیدار ہونا شروع حصے میں ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات کے آخری پہر میں نماز ادا فرماتے تھے۔ ارشاد فرمایا: اسے گن لینا زیادہ سہل ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر قیام کو فرض فرما دیا ہے۔ بے شک انسان جب سو جاتا ہے تو پتہ نہیں کب بیدار ہو اور فرمان مقدس اقوم قیلا سے مراد یہ دورانیہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے زیادہ بہتر ہے اور فرمان مقدس ہے ان لک فی النھار سبحا طویلاً، فرماتا ہے طویل فراغت۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:500)

1110 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِى الْمَرْوَزِىَّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ سِمَاكٍ الْحَنَفِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَوَّلُ الْمُزَّمِّلِ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِمْ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰى نَزَلَ اٰخِرُهَا وَكَانَ بَيْنَ اَوَّلِهَا وَاٰخِرِهَا سَنَةٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورہ مزمل کے اول حصے کا نزول ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رمضان المبارک کے برابر قیام فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ اس کے آخری حصہ کا نزول ہوا۔ اول و آخری حصہ کے مابین ایک برس کی مدت ہے۔

(مستدرک: ج:2، ص:548، معجم الکبیر: ج:12، ص:196، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:500، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:27، ص: 357)

شرح:

امت کے حق میں تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی نماز کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح قول یہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آدھی رات تک قیام کریں یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں۔ پس اس آیت کریمہ میں رات کے قیام کو نمازی کی رائے کی طرف مفوض کر دیا ہے اور جو چیز واجب ہو وہ اس طرح نہیں ہوتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل:79)

اور رات کو آپ تہجد پڑھیے یہ آپ کے لئے نفل ہے۔

اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ نَافِلَةً لَّكَ کا معنی ہے۔ یہ آپ پر زائد فرض ہے یعنی پانچ نمازوں پر زائد فرض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے:

اس تاویل سے اس لفظ کو مجاز پر محمول کیا گیا ہے اور جب تک حقیقت محال یا متعذر نہ ہو کسی لفظ کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح رمضان کے روزوں سے عاشورہ کا وجوب منسوخ ہو گیا اور قربانی کے وجوب سے عتیرہ کا وجوب منسوخ ہو گیا اسی طرح پانچ نمازوں کی فرضیت سے تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ (تفسیر کبیر: ج:10، ص:682)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

تہجد کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے واجب تھی اور صحیح یہ ہے کہ بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ (عمدۃ القاری: ج:2، ص:257)

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیں جو خصوصاً آپ ﷺ کے لئے نفل ہے۔

لغت میں نفل کا معنیٰ ہے جو اصل پر زائد ہو اور تہجد کے زائد ہونے کے متعلق دو قول ہیں۔

1- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر نے کہا ہے: آپ پر جو نمازیں فرض تھیں یہ ان پر زائد تھیں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر فرض ہے اور آپ پر رات میں قیام کرنا فرض کر دیا گیا تھا۔

2- ابوامامہ، حسن اور مجاہد نے کہا: تہجد کی نماز فرض پر زائد ہے اور خود فرض نہیں ہے اور یہ صرف نبی کریم ﷺ کے لئے نفل ہے۔ مجاہد نے کہا چونکہ آپ اپنی اگلی اور پچھلی زندگی میں مغفور ہیں تو جو چیز بھی آپ کے فرائض پر زائد ہو وہ آپ کے لئے نفل اور فضیلت ہے اور آپ کے غیر کے لئے گناہوں کا کفارہ ہے۔ بعض اہل علم نے کہا کہ تہجد کی نماز ابتداء میں آپ ﷺ پر فرض تھی پھر آپ ﷺ کو اس کے ترک پر رخصت دی گئی اور تہجد کی نماز آپ کے لئے نفل ہو گئی۔

ابن الانباری نے اس میں دو قول ذکر کیے ہیں۔

1- مجاہد نے کہا نبی کریم ﷺ جب نفل پڑھتے تھے تو اس لیے نہیں پڑھتے کہ نوافل سے آپ ﷺ کی مغفرت ہو گی کیونکہ آپ ﷺ کی مغفرت کلی کا تو پہلے ہی اعلان ہو چکا ہے جبکہ آپ ﷺ کا غیر جب نفل پڑھتا ہے تو وہ یہ امید رکھتا ہے کہ ان نوافل سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے لئے نوافل حاجت سے زیادہ ہیں اور آپ ﷺ کے غیر کے لئے نوافل اس کی حاجت کے مطابق ہیں کیونکہ اس کو اپنے گناہوں کی مغفرت کی حاجت ہے اور وہ ان نوافل سے عذاب کے دور ہونے کی توقع رکھتا ہے۔

2- آپ ﷺ کی امت اور نبی کریم ﷺ دونوں کے لئے تہجد نفل ہے۔ اس آیت میں ہر چند کہ نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے مگر اس خطاب میں آپ ﷺ کی امت بھی داخل ہے لیکن نبی کریم ﷺ کے لئے تہجد اس لیے نفل ہے کہ اس سے آپ ﷺ کے درجات بلند ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کے قرب میں اضافہ ہو اور آپ ﷺ جو استغفار فرماتے ہیں اس کا بھی یہی محمل ہے۔ اور امت کے لئے تہجد اس لیے نفل ہے کہ تہجد کے ذریعہ ان کے گناہ معاف ہوں۔ (زادالمسیر: جز:5، ص76 تا 77)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ

پھر تہجد کی فرضیت پانچ نمازوں کی فرضیت سے منسوخ کر دی گئی۔ (فتح الباری: جز:3، ص:24)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب قِيَامِ اللَّيْلِ

باب: رات کو قیام کرنا

یہ باب قیام اللیل کے متعلق ہے۔

1111 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطٰنُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَّضْرِبُ مَكَانَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ

اَبْوَاب قِيَامِ اللَّيْلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سونے والے شخص کی گردن پر شیطان تین گانٹھیں لگاتا ہے ہر گانٹھ کے اوپر کہتا ہے کہ ابھی تو بہت رات پڑی ہے نیند میں رہو اگر وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گانٹھ کھل جاتی ہے پس اگر وہ وضو کرے تو دوسری گانٹھ بھی کھل جاتی ہے اور نماز پڑھنے سے تیسری گانٹھ بھی کھل جاتی ہے لہٰذا وہ صبح اس حال میں کرتا ہے کہ خوشحال ہوتا ہے وگرنہ صبح کو وہ پریشانی کی حالت میں ہوتا ہے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:472،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:501،سنن النسائی: جز:6،ص:76،صحیح ابن حبان: جز:6،ص:293)

1112 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِى قَيْسٍ يَّقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا لَا تَدَعْ قِيَامَ اللَّيْلِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُهُ وَكَانَ اِذَا مَرِضَ اَوْ كَسِلَ صَلّٰى قَاعِدًا

یزید بن خمیر سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی قیس سے سنا وہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رات کے قیام کرنے کو نہ چھوڑا کرو کیونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں چھوڑا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض بوسہ دیتا یا طبیعت خراب ہوتی تو بیٹھ کر نماز ادا فرماتے۔

(مستدرک: جز:1،ص:452،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:14،مسند احمد: جز:56،ص:477،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:12،ص: 48)

1113 حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کا نزول فرمائے جو رات کو کھڑا ہو کر نماز پڑھا کرتا ہے اور اپنی گھر والی کو بیدار کرتا ہے پس اگر وہ انکار کرتی ہے تو اس کے منہ کے اوپر پانی کو چھڑک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحمت کا نزول فرمائے جو رات کو کھڑی ہو کر نماز پڑھا کرتی ہے اور اپنے گھر والے کو بیدار کرتی ہے پس اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ کے اوپر پانی کو چھڑک دیتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 233، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 472، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 501، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 234)

1114 حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ الْمَعْنَى عَنِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَيْقَظَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا أَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَمِيعًا كُتِبَا فِي الذَّاكِرِينَ وَالذَّاكِرَاتِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ ابْنُ كَثِيرٍ وَلَا ذَكَرَ أَبَا هُرَيْرَةَ جَعَلَهُ كَلَامَ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ أَبُو دَاوُد رَوَاهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ وَأُرَاهُ ذَكَرَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو دَاوُد وَحَدِيثُ سُفْيَانَ مَوْقُوفٌ

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص رات کے وقت اپنی گھر والی کو بیدار کرے پس وہ دونوں نماز پڑھیں یا دونوں دو رکعات پڑھیں وہ ذاکرین و ذاکرات میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔

اور ابن کثیر نے اس کو مرفوعاً روایت نہیں کیا اور نہ ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اس کو انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا کلام بنا دیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو ابن مہدی نے سفیان سے روایت کیا ہے اور مجھے لگتا ہے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث سفیان موقوف ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 232، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 501، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 307، مسند البزار: ج: 2، ص: 423)

شرح:

اس باب کو قائم کرنے کا مقصد یہ لگتا ہے کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ تہجد کا مستحب ہونا بھی منسوخ ہو گیا ہے بلکہ صرف تہجد کا وجوب ہونا منسوخ ہو گیا ہے۔ اس لیے پہلے منسوخ ہونے کا باب قائم فرمایا بعد میں اس کے پڑھنے کا باب قائم فرمایا۔

تہجد کا معنیٰ

ابن قتیبہ نے کہا تہجدت کا معنیٰ ہے میں بیدار رہا۔ ہجد کا معنیٰ ہے سونا اور باب تفعل کا خاصہ ہے سلب ماخذ اس لیے تہجد کا معنیٰ ہے نیند کو زائل کرنا۔ اگر انسان رات کو جاگ رہا ہو اور پھر نماز پڑھے تو یہ تہجد نہیں ہو گی نیند سے اٹھ کر نماز پڑھے تو تہجد ہو گی۔

تہجد کی رکعات کی تعداد

رسول اللہ ﷺ سے بہ شمول وتر تہجد کی مختلف رکعات مروی ہیں۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 252ھ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سات اور نو رکعات کو روایت کیا ہے۔ خالد بن زید نے گیارہ رکعات کو بیان کیا ہے اور امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 252ھ اور امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے تہجد کی تیرہ رکعات پڑھیں اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھیں۔ ان مختلف روایات میں تطبیق یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اوائل عمر میں زیادہ رکعات پڑھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ سن رسیدہ ہو گئے تو رات کو سات رکعت پڑھتے تھے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ امت کے لیے توسیع اور آسانی ہو اور جو شخص اپنی قوت، حالت اور وقت کی گنجائش کے اعتبار سے ان رکعات میں سے جتنی رکعات پڑھے گا وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پا لے گا بہر حال آپ ﷺ نے وتر ساتھ ملا کر تہجد کی کم سے کم سات رکعات ادا فرمائی ہیں اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں۔

تہجد کے فضائل

کثیر احادیث مبارکہ سے تہجد کے فضائل اور احکام ثابت ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ: 1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ رات کو نماز میں اتنا قیام کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں اقدس سوج گئے تھے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف فرما دیئے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا میں اس کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہو جاؤں پھر جب آپ ﷺ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع فرماتے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 4837)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے ان رکعات میں وتر اور سنت فجر شامل ہیں۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1131)

حدیث مبارکہ:3

اسود سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رات میں کس طرح نماز ادا فرماتے تھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعات نماز پڑھتے۔ تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو۔ پھر چار رکعات نماز پڑھتے، تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو پھر تین رکعات ادا فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1147)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہمارا رب تعالیٰ ہر رات کو جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا کو قبول کر لوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1145)

حدیث مبارکہ:5

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص جب سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر پڑھ کر تین گرہیں لگا دیتا ہے تمہاری رات بہت لمبی ہے سو جاؤ جب وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے پھر صبح کو وہ تروتازہ اور خوش گوار حال میں اٹھتا ہے ورنہ سستی کا مارا نحوست کے ساتھ اٹھتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1142)

حدیث مبارکہ:6

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا وہ پہلے رات کو نماز میں قیام کرتا تھا اس نے رات کے قیام کو ترک کر دیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 1152)

حدیث مبارکہ:7

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں وہ نصف رات سوتے تھے پھر تہائی رات نماز میں قیام کرتے تھے پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1131)

حدیث مبارکہ:8

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس بندہ کو مل جائے وہ اس گھڑی میں دنیا و آخرت کی جس چیز کا بھی سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرما دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات میں آتی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 757)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمرو بن عنبسہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکتے ہو تو یاد کرو۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث 3579)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کس وقت دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث 3499)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم رات کو نماز کے قیام کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث 3548)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب النُّعَاسِ فِی الصَّلٰوۃِ

باب: نماز میں نیند آنا

یہ باب نماز میں نیند آنے کے حکم میں ہے۔

1115 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَرْقُدْ حَتّٰى یَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ یَذْهَبُ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبَّ نَفْسَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں نیند آنے لگے اسے چاہیے کہ وہ سو جائے حتیٰ کہ نیند ختم ہو جائے کیونکہ تم میں سے کوئی جب نماز اونگھنے کی حالت میں پڑھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ مغفرت طلب کرنے کے بجائے خود کو گالی دینے لگ جائے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:276، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:16، صحیح ابن حبان: جز:6،ص:320، صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:55)

1116 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلٰى لِسَانِهِ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کو کھڑا ہو تو اس کی زبان پر قرآن مجید دشوار ہو جائے اور اسے پتہ نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ سو جائے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:278، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:16، شرح السنۃ: جز:1،ص:226، صحیح ابن حبان: جز:6،ص:321)

1117 حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبَّادٍ الْاَزْدِيُّ اَنَّ اِسْمٰعِيْلَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَحَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهِ حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ تُصَلِّي فَاِذَا اَعْيَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتُصَلِّ مَا اَطَاقَتْ فَاِذَا اَعْيَتْ فَلْتَجْلِسْ قَالَ زِيَادٌ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا لِزَيْنَبَ تُصَلِّي فَاِذَا كَسِلَتْ اَوْ فَتَرَتْ اَمْسَكَتْ بِهٖ فَقَالَ حُلُّوْهُ فَقَالَ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَاِذَا كَسِلَ اَوْ فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور رسی دو ستونوں کے ساتھ بندھی ہوئی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کس طرح کی رسی ہے؟ پس عرض کی گئی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ حمنہ بنت جحش نماز پڑھتی ہے پس جب نڈھال ہو جاتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے چاہیے کہ اپنی طاقت کے مطابق نماز پڑھا کرے پس جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ زیاد کہتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: (یہ) زینب کی نماز پڑھنے کے لئے ہے پس جب سست ہو جائے یا تھک جائے تو اس کو پکڑ لیا کرتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو کھول دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم میں سے (ہر کوئی) اپنی طاقت کے مطابق نماز پڑھے جب سست ہو جائے یا تھک جائے تو اسے چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے۔

(مسند ابی یعلیٰ: جز:6،ص:444، مسند احمد: جز:27،ص:242)

شرح:

جو شخص قیام اللیل کرے اور نماز پڑھتے پڑھتے اسے اونگھ آنے لگے تو وہ سو جائے کیونکہ جب تک طبیعت ٹھیک رہے گی نوافل کو خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھے گا اور جب عقل پر نیند کا غلبہ چھا گیا تو قرآن مجید کو غلط پڑھنے کا بھی اندیشہ ہے اور اسے خود بھی علم نہیں ہوگا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔

نیند وفات صغریٰ ہے

نیند وفات صغریٰ ہے اور موت وفات کبریٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں وفاتوں کا ذکر درج ذیل آیات میں فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الزمر:42)

جن کی موت کا وقت ہو اللہ تعالیٰ ان کی جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جس کی موت کا وقت نہ ہو ان کی جانوں کو (بھی) نیند میں قبض کر لیتا ہے پھر جن کی موت کا حکم فرما دیا ان کی جانوں کو روک لیتا ہے اور دوسری (جانوں) کو ایک وقت مقررہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الانعام:60)

اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے کہ جو تم نے دن میں کیا پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے نیند کو موت کا بھائی ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا! یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا اہل جنت کو نیند آئے گی؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نیند موت کا بھائی ہے اور اہل جنت کو نیند نہیں آئے گی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:923)

نیند کا وضو توڑنا

نیند کے وضو توڑنے میں فقہاء کرام کے اقوال ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

☆حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی مسیب اور شعبہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بھی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

☆حضرت حسن بصری، مزنی، ابوعبیدہ، قاسم بن سلام، اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے: نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔

☆زہری، ربیعہ، اوزاعی، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے اور ہلکی نیند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔

☆امام ابوحنیفہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ایک غیر معروف قول یہ ہے: جب انسان کو نماز کی ہیئت مثلاً قیام، رکوع، سجود اور قعدہ میں نیند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو۔ اور اگر انسان چت لیٹا ہو یا کروٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت میں نیند سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ضعیف قول یہ ہے: نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

☆امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جما کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیند فی نفسہ حدث نہیں ہے۔ البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے۔ اس لیے جب وہ مقعد کو جمائے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہوگا اور اصل میں طہارت باقی ہے اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اس پر اتفاق ہے کہ جب جنون سے عقل زائل ہو، بے ہوشی ہو، شراب، بھنگ، نبیذ یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقعد زمین پر جمی ہو یا نہیں اور یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (شرح للنووی: جز: 1، ص: 163)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ نے نیند سے وضو ٹوٹنے پر ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "نبه القوم ان الوضوء من ای نوم" نام رکھا ہے۔ میں پورا رسالہ تو نقل نہیں کر سکتا کیونکہ یہ رسالہ بہت طویل ہے مگر میں وہ صورتیں نقل کر دیتا ہوں جن کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالے کے شروع میں بیان فرمائی ہیں۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کس طرح کے سونے سے وضو جاتا ہے اس میں قول منقح کیا ہے۔ بینوا وتوجروا؟

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس پر نیند طاری نہیں ہوتی اور افضل درود وسلام ہر روز آفات کی تعداد کے مطابق اس ذات پر جس کا دل نہیں سوتا۔ اور جس کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا اور آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو خود بیدار ہوئے اور قوم کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔

امام المدققین سیدی علاؤالدین دمشقی حصکفی وعلامہ جلیل ابوالاخلاص حسن شرنبلالی ومحقق بالغ النظر سیدی ابراہیم حلبی ودیگر اکابر اعلام رحمۃ اللہ علیہم نے درمختار ونورالایضاح وغنیۃ وصغیری وغیرہا میں بعد احاطۂ اقوال جو اس باب میں قول منقح فهيم مستفيد من القى السمع وهو شهيد کے لئے افادہ فرمایا اس کا حاصل وعطر محاصل یہ ہے کہ نیند دو شرطوں سے ناقض وضو ہوتی ہے۔

اول یہ کہ دونوں سرین اس وقت خوب جمے نہ ہوں۔

دوسرے یہ کہ ایسی ہیئات پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع نہ ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو جائے گا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں مثلاً

1- دونوں سرین زمین پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے کرسی کی نشست اور ریل کی تپائی بھی اسی میں داخل ہے۔

اقول

مگر یورپین ساخت کی کرسی جس کے وسط میں ایک بڑا سوراخ اسی مہمل غرض سے رکھا جاتا ہے اس سے مستثنیٰ ہے اس کی نشست مانع حدث نہیں ہوسکتی۔

2- دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ ساقوں پر محیط ہیں جسے عربی میں احتبا کہتے ہیں خواہ ہاتھ زمین وغیرہ پر ہوں اگرچہ گھٹنوں پر رکھا ہو۔

3- دوزانو سیدھا بیٹھا ہو۔

4- چارزانو پالتی مارے۔

یہ صورتیں خواہ زمین پر ہوں یا تخت یا چارپائی یا کشتی یا شقدف یا شبری یا گاڑی کے کھٹولے میں۔

5- گھوڑے یا خچر وغیرہ پر زین رکھ کر سوار ہے۔

(7،6)- ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا یا راستہ ہموار ہے۔

ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہیں گے لہٰذا وضو نہ جائے گا' اگرچہ کتنا ہی غافل ہو جائے اگرچہ سر بھی قدرے جھک گیا وہ نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگرچہ دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹالی جائے تو یہ گر

پڑے۔ یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا اصل مذہب وظاہر الروایہ ومفتی بہ وصحیح ومعتمد ہے اگر چہ ہدایہ وشرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا۔

8-کھڑے کھڑے سو گیا۔

9-رکوع کی صورت پر۔

10-سجدۂ مسنونہ مرداں کی شکل پر کہ پیٹ رانوں اور رانیں ساقوں اور کلائیاں زمین سے جدا ہوں اگر چہ یہ قیام وہیآت رکوع وسجود غیر نماز میں ہوا گرچہ سجدہ کی اصلاً نیت بھی نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تینوں صورتیں غافل ہو کر سونے کی مانع ہیں تو ان میں بھی وضو نہ جائے گا۔

11-اکڑوں بیٹھے سویا۔

(12،13،14)-چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر۔

15-ایک کہنی پر تکیہ لگا کر۔

16-بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اٹھے ہوئے ہیں۔

17-ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے۔

اقول

فقیر گمان کرتا ہے کہ کاٹھی بھی ننگی پیٹھ کے مثل ہے اور وہ یورپین وضع کی کاٹھیاں جن کے وسط میں اسی لیے خطار کھتے ہیں مانع حدیث نہیں ہو سکتیں اگر چہ راہ ہموار ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

18-دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا ہے کہ دونوں سرین جمے نہ رہے ہوں۔

19-اسی طرح اگر چارزانو ہے اور سر رانوں یا ساقوں پر ہے۔

20-سجدۂ غیر مسنونہ کی طور پر جس طرح عورتیں گٹھری بن کر سجدہ کرتی ہیں اگر چہ خود نماز یا اور کسی سجدہ مشروعہ یعنی سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر میں ہو، ان دس صورتوں میں دونوں شرطیں جمع ہونے کے سبب وضو جاتا رہے گا اور جب اصل مناط بتا دیا گیا تو زیادہ تفصیل صور کی حاجت نہیں اُن دونوں شرطوں کو غور کرلیں جہاں مجتمع ہیں وضو نہ رہے گا ورنہ ہے البتہ فتاویٰ امام قاضی خان میں فرمایا کہ تنور کے کنارے اس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سونے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے کہ اس کی گرمی سے مفاصل ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان:20/1)

اقول

مگر یہ اس ضابطۂ منقحہ کے خلاف ہے کہ سرین دونوں جمے ہیں لیکن یہ صورت بہت نادرہ ہے تو احتیاطاً عمل کر لینے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور صورت بستم میں اگر چہ خاص دربارۂ سجدہ نماز یا سجدہ مشروعہ مطلقاً نزاع طویل وہجوم اقاویل ہے

مگر تحقیق احق یہی ہے کہ جملہ صور مذکورہ بستگانہ میں نماز وغیر نماز سب کا حکم یکساں ہے نماز میں بھی سونے سے وضو نہ جانے کے لئے دونوں سرین کا جما ہونا یا ہیئات کا مانع استغراق نوم ہونا ضرور ہے ولہذا یہی اکابر تصریح فرماتے ہیں: اگر نماز میں لیٹ کر سویا وضو نہ رہے گا عام ازیں کہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر یا ایک کہنی پر تکیہ دے۔ عام ازیں کہ قصداً لیٹا ہو یا سوتے میں لیٹ گیا اور فوراً فوراً جاگ نہ اٹھا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص بیماری کے سبب بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اسے بھی اگر لیٹے لیٹے پڑھنے میں نیند آ گئی وضو جاتا رہے گا غرض پہلی دس صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا اگر نماز میں واقع ہوں جب بھی نہ جائے گا نہ نماز فاسد ہو اگرچہ قصداً سوئے، ہاں جو رکن بالکل سوتے میں ادا کیا اس کا اعتبار نہ ہوگا اس کا اعادہ ضرور ہے اگرچہ بلا قصد سو جائے اور جو جاگتے میں شروع کیا اور اس رکن میں نیند آ گئی اس کا جاگتے کا حصہ معتبر رہے گا اور پچھلی دس صورتیں جن میں وضو جاتا رہتا ہے اگر نماز میں واقع ہوں جب بھی جاتا رہے گا پھر اگر ان صورتوں پر قصداً سویا تو نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور بلا قصد سویا تو وضو نہ گیا نماز باقی ہے بعد وضو پھر اسی جگہ سے پڑھ سکتا ہے جہاں نیند آ گئی تھی۔ پھر سب صورتوں میں سونے کی تخصیص اس لیے ہے کہ اونگھ ناقض وضو نہیں جب کہ ایسا ہوشیار رہے کہ پاس لوگ جو باتیں کرتے ہوں اکثر پر مطلع ہو اگرچہ بعض سے غلفت بھی ہو جاتی ہو یوں ہی اگر بیٹھے بیٹھے جھوم رہا ہے وضو نہ جائے گا' اگرچہ جھومنے میں کبھی کبھی ایک سرین اٹھ بھی جاتا ہو بلکہ اگرچہ جھوم کر گر پڑے جبکہ فوراً ہی آنکھ کھل جائے ہاں اگر گرنے کے ایک لحہ بعد آنکھ کھلی تو وضو نہ رہے گا۔

اقول

یہ قید ان سب صورتوں میں ہے جن میں وضو جانا بیان ہوا کہ انہیں صورتوں پر سونا پایا جائے اور اگر سویا اس شکل پر جس میں وضو نہ جاتا اور جسم بھاری ہو کر یہ شکل پیدا ہوئی جس سے جاتا رہتا مگر پیدا ہوتے ہی فوراً بلا وقفہ جاگ اٹھا وضو نہ جائے گا جیسے سجدۂ مسنونہ میں سویا اور کلائیاں زمین سے لگتے ہی آنکھ کھل گئی اور یہ بھی یاد رہے کہ آدمی جب کسی کام مثلاً نماز وغیرہ کے انتظار میں جاگتا ہو دل اس طرف متوجہ ہے اور سونے کا قصد نہیں نیند جو آتی ہے اسے دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ غافل ہو گیا جو باتیں اس وقت ہوئیں ان کی خبر نہیں بلکہ دو دو تین تین آوازوں میں آنکھ کھلی اور وہ اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میں نہ سویا تھا اس لیے کہ اس کے ذہن میں وہی مدافعت خواب کا خیال جما ہوا ہے حتیٰ کہ لوگ اس سے کہتے ہیں تو سو گیا تھا وہ کہتا ہے ہرگز نہیں۔ ایسے خیال کا اعتبار نہیں۔ جب معتمد شخص کو کہے کہ تو غافل تھا، پکارا، جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور یہ نہ بتا سکے تو وضو لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 1، ص 487 تا 492)

☆ اس باب کے تمام راویوں کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہذا ان کے احوال وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِہٖ

باب: جو سونے کی وجہ سے وظیفہ نہ پڑھ سکے

سونے کی وجہ سے وظیفہ نہ پڑھنے پر کب وہی وظیفہ پڑھے اس کے حکم میں یہ باب ہے۔

1118 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَفْوَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ ح و حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ الْمَعْنٰى عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ وَعُبَيْدَ اللّٰهِ اَخْبَرَاهُ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ قَالَ عَنِ ابْنِ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَیْءٍ مِنْهُ فَقَرَاَهُ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهُ مِنَ اللَّيْلِ

ابن وہب بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے وظائف یا اس جیسی کوئی چیز پڑھے بغیر سو جائے تو ان کو فجر اور ظہر کی نماز کے مابین پڑھ لیا کرے اس کے لئے وہی لکھا جائے گا گویا کہ اس نے رات کو پڑھا۔

(معجم الصغیر: ج:2، ص:164، سنن ابن ماجہ: ج:4، ص:242، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:484، سنن الترمذی: ج:2، ص:448)

شرح:

اگر کسی شخص پر اس قدر نیند کا غلبہ ہے کہ وہ وظائف پڑھے بغیر سو گیا تو اسے چاہئے کہ ان وظائف کو فجر اور ظہر کی نماز کے مابین پڑھ لے یہ اس کے لئے کفایت کرے گا۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض عالم و مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ کرنا ناجائز ہے، مہربانی فرما کر خلاصہ مسئلہ تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا!

الجواب

یہ مبارک وظیفہ بے شک جائز ہے فتاویٰ خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار میں ہے:

ان کا ''یا شیخ عبدالقادر'' کہنا نداء ہے تو اس کی حرکت کا موجب کیا ہے۔ (فتاویٰ خیریہ 182/2)

یہاں اس کو ناجائز کہنے والے وہابی ہیں اور وہابیہ بے دین ہیں ان کی بات سننی جائز نہیں۔

وھو تعالٰی اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:29، ص:548)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ نَوَى الْقِيَامَ فَنَامَ

باب: جس کی نیت قیام کی تھی تو وہ سوتا رہ گیا

کسی شخص نے رات کو نوافل پڑھنے کی نیت کی تھی مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے سو گیا؟ اب اس کو ثواب ملے گا یا نہیں۔ یہ اس بارے میں باب ہے۔

1119 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ عِنْدَهُ رَضِيٍّ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنِ امْرِئٍ تَكُونُ لَهُ صَلٰوةٌ بِلَيْلٍ يَغْلِبُهُ عَلَيْهَا نَوْمٌ إِلَّا كُتِبَ لَهُ أَجْرُ صَلَاتِهِ وَكَانَ نَوْمُهُ عَلَيْهِ صَدَقَةً

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ان کو کسی با اعتماد شخص نے بیان کیا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: جس آدمی نے رات کے وقت نماز کو پڑھنا تھا مگر اس کے اوپر نیند کا غلبہ آ گیا تو اس کے واسطے نماز کا اجر لکھ دیا جائے گا اور اس پر نیند صدقہ ہو جائے گی۔

(مسند احمد: ج:51، ص:448)

شرح:

نیت حسن عمل کی وجہ سے اس کو ثواب ملے گا۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے **انما الاعمال بالنیات** لہٰذا اگر کسی کی پختہ نیت تھی کہ وہ نوافل پڑھے گا یا کوئی حسن عمل کرے گا مگر کوئی عارضہ پیش آنے کی وجہ سے نہ پڑھ سکا تو اس کو ثواب ملے گا اور نیت کرنا عمل کی صحت کے لئے ضروری ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کرام کے اقوال ہیں۔

علامہ یحییٰ ابن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

نیت کا معنیٰ قصد اور ارادہ سے کسی کام کو معین کرنا۔ اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اعمال کے تحقق اور ثبوت کا مدار نیت پر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا شرعاً

معتبر ہونا نیت پر موقوف ہے اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج، اعتکاف اور تمام عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں باقی نجاست کا زائل ہونا ہمارے نزدیک نیت پر موقوف نہیں ہے کیونکہ وہ باب ترک سے ہے اور ترک میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس پر فقہاء شافعیہ کا اجماع ہے، طلاق، عتاق اور قذف میں بھی نیت کا دخل ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کنایۃً طلاق دی تو اس میں نیت کا دخل ہے اور طلاق صریح میں نیت کا دخل نہیں ہے اگر کسی شخص نے طلاق صریح دی پھر کہا اس سے میری نیت کچھ اور ہی تھی تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ (شرح للنواوی: جز:2،ص:114)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں ان علماء کا رد ہے جو طہارت اور بعض دیگر عبادات کو بغیر نیت کے جائز قرار دیتے ہیں اور یہ بات اپنے مقام پر دلائل کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے کہ جس شخص نے وضو سیکھنے یا وضو سکھانے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے وضو کیا حالانکہ اس فعل سے رفع حدث اس کا مقصد نہیں تھا تو اس کی عبادات کے لئے یہ وضو کافی نہیں ہے اور اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل بھی ہے کہ قسم، طلاق اور عتاق وغیرہ کے الفاظ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے۔ علماء کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک حقوق العباد میں طلاق اور عتاق کے الفاظ میں ظاہری معنیٰ کا اعتبار ہوگا اور اگر کوئی شخص صریح طلاق اور عتاق کے الفاظ بول کر یہ کہے میری مراد اس سے طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے صریح الفاظ سے جو معنیٰ ظاہر ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:5،ص:256)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے آئمہ ثلاثہ نے وضو اور غسل میں نیت کے وجوب پر استدلال کیا ہے وہ اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے اور اس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام عبادات میں نیت مطلوب ہے اسی طرح طلاق اور عتاق میں بھی نیت ضروری ہے اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری نہیں ہے۔ ایک روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اعمال کا کامل ہونا یا ان کا ثواب نیات پر موقوف ہے کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا ہے ولکل امرأ ماناوی، ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے اور اس سے ثواب ہی مراد ہے نیز اگر اس سے مراد صحت لی گئی یعنی بغیر نیت کے عمل صحیح نہیں ہوتا تو لامحالہ بعض عبادات میں تخصیص کرنا پڑے گی کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام کام

بغیر نیت کے صحیح ہوتے ہیں لہٰذا وضو اور غسل بھی بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔ تحقیق یہ ہے یہ بات تو عقلاً باطل ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہو کہ ہر عمل کا شرعاً صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اعمال بغیر نیت کے شرعاً صحیح ہوتے ہیں جیسا کہ بیع، شراء، اجارہ نکاح، طلاق وغیرہا۔ اس لیے لامحالہ اس حدیث مبارکہ کو کمال اور ثواب پر موقوف کرنا ہوگا۔ یعنی ہر عمل کا کمال اور ثواب نیت پر موقوف ہے۔ (عمدة القاری: جز:1، ص30 تا 31)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب اَىِّ اللَّيْلِ اَفْضَلُ

باب: رات کا افضل حصہ کون سا ہے؟

یہ باب رات کے افضل حصہ کے بیان میں ہے۔

1120 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِىْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِىْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِىْ فَاَغْفِرَ لَهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا رب عزوجل ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہتا ہو پس وہ فرماتا ہے جو مجھ سے دعا کرے گا تو میں قبول فرماؤں گا جو مجھ سے سوال کرے گا تو میں اسے عطا فرماؤں گا جو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں اس کی مغفرت فرما دوں گا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4، ص:270، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:2، سنن الترمذی: جز:11، ص:403، سنن الدارمی: جز:1، ص:413)

شرح:

اس حدیث مبارکہ کی رو سے معلوم ہوا کہ رات کا افضل حصہ رات کی آخری تہائی ہے اور اس میں دعا مقبول ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کا مطلب

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کا مطلب یہ ہے کہ وہ آسمان پر اپنی رحمت کو متوجہ کرتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح نازل ہوتا ہے (نعوذ باللہ)

(الدرر الکامنہ: جز: ۱، ص: 154)

اللہ تعالیٰ کی صفات اور استواء عقیدہ کے متعلق علماء کرام کی آراء حسب ذیل ہیں اور خاص کر شیخ ابن تیمیہ کا قول اور رد پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ متوفی 728ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو اپنی صفات بیان کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جو آپ کی صفات بیان کی ہیں ان پر بغیر تحریف اور بغیر تکییف اور تمثیل کے ایمان لایا جائے بلکہ یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سمیع اور بصیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے اس کی نفی نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کو بدلا نہ جائے اور اس کے اسماء اور اس کی آیات کو بدلا نہ جائے نہ ان کا کوئی معنیٰ متعین کیا جائے اور نہ مخلوق کی صفات سے ان کی مثال دی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نہ تو کوئی ہم نام ہے نہ اس کا کوئی کفو ہے نہ کوئی اس کی مثیل اور نظیر ہے نہ اس کا مخلوق پر قیاس کیا جائے کیونکہ اللہ سبحانہ خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا قول سب سے زیادہ سچا ہے پھر اس کے تمام رسول سچے ہیں بہ خلاف ان لوگوں کے جو بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق باتیں کرتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(الصافات: 180 تا 182)

آپ کا رب عزت والا ہے آپ کا رب ہر اس عیب سے پاک ہے جو (کفار) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب عزوجل ہے۔

رسولوں کے مخالفین اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی برأت فرمائی ہے اور رسولوں نے جو اللہ تعالیٰ کی نقص اور عیب سے برأت بیان کی تھی ان پر سلام بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے چہرہ ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے وینبغی وجه ربك ذوالجلال والاکرام اور کل شئی هالك الا وجهه اور اللہ تعالیٰ کے لئے دو ہاتھ ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا ہے مامنعك ان تسجد لما خلقت بیدی اور اللہ تعالیٰ کے لئے دو آنکھیں ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا ہے واصبر لحکم ربك فانك باعیننا اور اللہ تعالیٰ کے لئے عرش پر استواء ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ اور اس طرح کی سات آیتیں ہیں۔

اس کے بعد احادیث سے استدلال کر کے شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے لائق نازل ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر رات کے آخری

تہائی حصہ میں ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی ایک کو گم شدہ اونٹنی کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ٹانگ اور قدم ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جہنم میں لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ کہے گی کیا اور زیادہ بھی ہیں حتیٰ کہ رب العزت اس میں اپنی ٹانگ رکھ دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا۔ (العقیدہ الواسطیہ: ص 80 تا 83)

شیخ ابن تیمیہ کی ان عبارات کا بظاہر یہ معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ، آنکھیں، دو ہاتھ، ٹانگ اور قدم ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے۔ شرح العقیدہ الواسطیہ میں لکھا ہے اس کا معنیٰ ہے وہ عرش پر بلند ہے یا چڑھنے والا یا اس پر مستقر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات مخلوق کی صفات کی طرح نہیں ہیں اور ان کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ان صفات کی کوئی تاویل اور توجیہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان صفات کا قرآن اور سنت میں ذکر ہے اس لیے ان کو اسی طرح ماننا لازم ہے بہ ظاہر یہ عقیدہ اشاعرہ اور دیگر متقدمین کے عقیدہ کی مثل ہے لیکن شیخ ابن تیمیہ کے معاصرہ اور بعد کے ثقہ علماء نے یہ کہا ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کے ان اقوال سے اللہ تعالیٰ کے لئے جہت اور جسمیت کا ماننا لازم آتا ہے اس بناء پر بعض علماء راسخین نے شیخ ابن تیمیہ کو گمراہ کہا اور بعض نے ان کی تکفیر کر دی۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ، پیر، چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عرش پر بذاتہ مستوی ہے اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہے اسی وجہ سے ابن تیمیہ کے متعلق کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے تحیز اور انقسام کا قائل ہے۔ (الدرر الکامنہ: جز: 1 ص: 154)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمیت، جہت اور انتقال سے موصوف ہے اور وہ عرش کے برابر ہے نہ چھوٹا نہ بڑا اللہ تعالیٰ اس قبیح افتراء سے پاک ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ: ص: 100)

علامہ تقی الدین ابو بکر حصنی دمشقی متوفی 829ھ لکھتے ہیں:

ابو الحسن دمشقی نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ہم ابن تیمیہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اس نے وعظ کیا اور استواء کی آیات کو بیان کیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح بیٹھا ہے جس طرح میں یہاں بیٹھا ہوں یہ سن کر لوگ اس پر پل پڑے اور اس کی جوتیوں سے مرمت شروع کر دی اور اس کو بعض حکام تک پہنچایا۔ انہوں نے اس کا علماء سے مناظرہ کرایا۔ اس نے یہ

آیت پیش کی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۔ علماء اس پر ہنسے اور انہوں نے جان لیا کہ یہ قواعد علم کو جاری کرنے سے جاہل ہے۔ پھر علماء نے اس پر یہ آیت پیش کی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ (البقرہ:115) تم جہاں کہیں منہ پھیرو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرف متوجہ ہے۔ اس نے اس آیت کی باطل تاویلات کیں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ حقیقتاً ہمارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر بھی حقیقتاً مستوی ہے اور یہ شخص نبی کریم ﷺ سے بھی عداوت رکھتا تھا۔ علماء نے اس کو مارنے اور اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ قاضی مالکی کے حکم سے اس کو اور اس کے بھائیوں کو قید کر دیا گیا اس کو قید کرنے کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ اس نے کہا انبیاء کرام علیہم السلام مثلاً نبی کریم ﷺ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبروں کی زیارت کے لئے رخت سفر نہ باندھا جائے۔ امام برہان الدین فزاری نے اس کے خلاف چالیس سطروں کا فتویٰ لکھا جس میں اس کو کافر قرار دیا۔ اور شیخ شہاب الدین بن جہبل شافعی نے اور مالکی علماء نے بھی اس کی موافقت کی اور اس کے گمراہ، بدعتی اور زندیق ہونے پر اتفاق کیا۔ سلطان نے تمام قاضیوں کو جمع کیا اور قاضی القضاۃ بدر الدین بن جماعہ نے اس فتویٰ کو پڑھ کر اس پر مہر لگائی اور لکھا کہ اس قول کا قائل بدعتی اور گمراہ ہے اور حنفی اور حنبلی علماء نے اس فتویٰ کی موافقت کی لہٰذا اس کے کفر پر اجماع ہو گیا۔ (کتاب دفع شبہ من شبہ وتمرد: ص41 تا45)

مشہور سیاح ابن بطوطہ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ دمشق کا بہت بڑا عالم تھا لیکن اس کی عقل میں کمی تھی۔ دمشق کے علماء کے اس پر اعتراض تھے اس کو قاضی القضاۃ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس سے کہا ان اعتراضات کے جواب دو۔ اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ اور کوئی جواب نہیں دیا۔ دوبارہ کہا دوبارہ اس نے یہی جواب دیا اس کو قاضی القضاۃ نے قید کر دیا۔ میں نے دمشق کے قیام کے دوران ایک دن اس کے پیچھے جمعہ پڑھا۔ یہ مسجد کے منبر پر وعظ کر رہا تھا دوران وعظ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آسمان دنیا سے اس طرح اترتا ہے یہ کہہ کر اس نے منبر سے اتر کر دکھایا پھر اس سے ابن الزہراء مالکی نے معارضہ کیا اور لوگوں نے ہاتھوں اور جوتوں سے اس کو اس قدر مارا کہ اس کی پگڑی گر گئی اور اس کا لباس پھٹ گیا اس کو ایک حنبلی قاضی کے پاس لے گئے انہوں نے اس کو قید کرنے اور تعزیر لگانے کا حکم دیا۔ اس کے مردود اقوال میں سے یہ ہیں۔ اس نے کلمہ واحدۃ سے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا، قبر انور کی زیارت کرنے والے کے لئے نماز قصر کرنے کو ناجائز کہا، ملک ناصر نے اس کو قلعہ میں قید کرنے کا حکم دیا اور یہ وہیں مر گیا۔

(رحلہ ابن بطوطہ: جز:1، ص111 تا112)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے حضور نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا مستحسن ہے اور سلف اور خلف میں سے ابن تیمیہ کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس نے یہ بدعت کی اور وہ بات کہی جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ (ردالمحتار: جز:5، ص:254)

مشہور دیوبندی عالم شیخ محمد سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں:

امام ابن تیمیہ کے علمی اختیارات و تفردات ہیں جو ان کے فتاویٰ کی چوتھی جلد کے ساتھ کتابی شکل میں منسلک ہیں اور فتاویٰ

میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً یہ کہ سجدہ تلاوت کے لئے وضو ضروری نہیں اور یہ کہ ایک مجلس یا ایک کلمہ کے ساتھ دی گئی تین طلاقیں صرف ایک ہی ہوتی ہے اور یہ کہ حیض کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی اور یہ کہ ہر چھوٹے بڑے سفر میں قصر اور دوگانہ ضروری ہے اور اگر شخص عمداً نماز چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں اور یہ کہ توسل درست نہیں اور استشفاء عند القبر جائز نہیں وغیرہ وغیرہ اور اسی قسم کے اختلافی مسائل کی وجہ سے ان کو حکومت وقت اور عوام اور علماء کی طرف سے خاصی دقت پیش آئی اور کئی مرتبہ قید و بند سے دوچار ہوئے مگر اپنے نظریات سے انہوں نے رجوع نہیں کیا اور تادم مرگ ان پر سختی سے کاربند اور مصر رہے۔

(سماع الموتی: ص:134)

علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی متوفی 771ھ نے قصیدہ نونیہ میں ان مسائل کو جمع کیا ہے جس میں اشاعرہ کا اختلاف ہے اور بعض عقائد کی سنت کے مطابق تصحیح کی ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

كذب ابن فاعله يقول لجهله

الله جسم ليس كالجسمان

زانیہ کے بیٹے نے اپنے جہل کی وجہ سے یہ کہا کہ اللہ جسم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جسموں کی مثل نہیں ہے۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ: جز:3، ص:379)

علامہ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

احمد بن تیمیہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا اور گمراہ کیا اور اندھا اور بہرہ کیا اور ذلیل کیا۔ اس کی بڑے بڑے آئمہ نے تصریح کی ہے مثلاً امام مجتہد سبکی اور ان کے بیٹے تاج سبکی اور امام عز بن جماعہ اور ان کے معاصرین اور دیگر شافعی، مالکی اور حنفی علماء، اس شخص نے اکثر اکابر صوفیاء کو بدعتی کہا مثلاً عارف ابوالحسن شاذلی کو اور ابن عربی، ابن الفارض، ابن سبعین، الحلاج، حسین بن منصور کو اس کے معاصر تمام علماء نے اس کو فاسق اور بدعتی کہا بلکہ بہت علماء نے اس کو کافر کہا۔ اس کے زمانے کے ایک بہت بڑے عالم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا میں نے خود اس سے جامع الجبل کے منبر پر تقریر کرتے ہوئے سنا ہے اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ انہوں نے بہت ساری غلطیاں کیں اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین سو سے زیادہ غلطیاں کیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جسمیت اور جہت اور منتقل ہونے کا قول کیا اور اس نے کہا اللہ عرش کے برابر ہے نہ اس سے چھوٹا ہے نہ بڑا ہے اور اس نے کہا کہ دوزخ فنا ہو جائے گی اور انبیاء غیر معصوم ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وجاہت نہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کیا جائے اور اس نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنا معصیت ہے اور اس سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ عنقریب آپ کی شفاعت سے قیامت کے دن محروم ہوگا اور اس نے کہا تورات اور انجیل کے الفاظ تبدیل نہیں ہوئے صرف معانی تبدیل ہوئے ہیں۔ (فتاویٰ حدیثیہ: ص:100)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

تم اپنے آپ کو ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ کی کتابوں سے بچائے رکھنا جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے دل اور اس کے کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

(فتاوی حدیثیہ:ص:173)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے (آسمان سے) نازل ہونے کی حدیث بیان کی۔ پھر منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر کہا جس طرح میں اترا ہوں اس طرح اللہ تعالیٰ اترتا ہے اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت کا قائل ہے۔

(الدرر الکامنہ: جز:1،ص:154)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

احمد بن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ، پیر، چہرہ اور پنڈلی کا ذکر جو آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ مستوی ہے اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا میں یہ نہیں مانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہے۔ اس وجہ سے ابن تیمیہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تحیز اور انقسام کا قائل ہے۔ بعض علماء نے ابن تیمیہ کو زندیق قرار دیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ سے مدد نہیں مانگنی چاہئے اس کے قول میں نبی کریم ﷺ کی تنقیص ہے اور آپ کی تعظیم کا انکار ہے۔ بعض علماء نے اس کو منافق قرار دیا کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتا تھا کہ آپ نے سترہ مقامات میں خطاء کی اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وہ جہاں بھی گئے انہوں نے شکست کھائی انہوں نے بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے اور ان کی جنگ حکومت کے لئے تھی دین کے لئے نہیں تھی۔

نیز ابن تیمیہ نے کہا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مال سے محبت کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ وہ بوڑھے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ وہ بچپن میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام لانا ایک قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتا۔ (الدرر الکامنہ: جز:1،ص:155)

امام ابو عبداللہ شمس الدین محمد الذہبی متوفی 748ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی بہت بڑا عالم تھا اس کی تصانیف تین سو مجلدات کو پہنچتی ہیں۔ یہ دمشق اور مصر میں کئی مرتبہ فتنہ میں پڑا اور مصر، قاہرہ، اسکندریہ اور قلعہ دمشق میں دو بار قید ہوا اور قلعہ دمشق میں 728ھ میں فوت ہوا اس کے بہت سے متفردات ہیں اور آئمہ میں سے ہر ایک کے قول کو اخذ بھی کیا جاتا ہے اور ترک بھی کیا جاتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: جز:4،ص:1497)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے افراط کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ زیارت (حبیب ﷺ) کا عبادت ہونا ضروریات دینیہ سے اور اس کا منکر کافر ہے اور ابن تیمیہ کی تکفیر کا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض: ج:3، ص:514)

جو شیخ ابن تیمیہ کے موافقین مسئلہ استواء اور صفات کے بارے میں ہیں۔
ان کے بارے میں ملا علی بن سلطان محمد القاری لکھتے ہیں:

شیخ عبداللہ انصاری حنبلی قدس سرہ نے شرح منازل السائرین میں شیخ ابن تیمیہ سے اس تہمت کو دور کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کے قائل تھے اور اللہ تعالیٰ کو جسم مانتے تھے اور انہوں نے شیخ مذکور سے تکفیر اور تضلیل کی نفی کی ہے ان کی عبارت یہ ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کو ان کے ظاہری معنیٰ پر محمول کر کے اور ان کے معانی متبادرہ کے اعتقاد کی تلقین کر کے ان اسماء اور صفات کی حرمت کو محفوظ کیا ہے کیونکہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر استواء کا کیا معنیٰ ہے؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے سر جھکا کر غور کیا پھر کہا استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا سوال کرنا بدعت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے معنیٰ کے معلوم ہونے اور اس کی کیفیت کے انسانی عقل میں نہ آنے کے درمیان فرق کیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق تمام مسائل میں کافی شافی ہے۔ سمع، بصر، علم، حیات، قدرت، ارادہ، اللہ تعالیٰ کا نزول، غضب، رحمت اور اس کا ہنسنا۔ ان تمام الفاظ کے معانی معلوم ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے اتصاف کی کیفیت انسان کی عقل میں نہیں آسکتی کیونکہ کسی چیز کی کیفیت تب عقل میں آتی ہے جب اس کی ذات اور کنہ کا علم حاصل ہو چکا ہو۔ اور جب اس کی ذات غیر معلوم ہے تو اس کی صفات کی کیفیت کیسے عقل میں آسکتی ہے اور اس باب میں صحیح موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسی صفت کے ساتھ موصوف کیا جائے جس صفت کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور اس کے رسول نے جس صفت کے ساتھ اس کو موصوف کیا ہے اور ان صفات میں نہ کوئی تحریف کی جائے نہ ان صفات کو معطل کیا جائے نہ ہی ان کی کوئی کیفیت بیان کی جائے اور نہ ان کی کوئی مثال بیان کی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کو ثابت کیا جائے اور ان سے مخلوقات کی مشابہت کی نفی کی جائے۔ پس تمہارا صفات کو ثابت کرنا تشبیہ سے منزہ ہو اور تمہارا نفی کرنا تعطیل سے منزہ ہو سو جس نے استواء کی حقیقت کی نفی کی وہ معطل ہے اور جس نے مخلوقات کے مخلوقات پر استواء کے ساتھ تشبیہ دی وہ مشبہ ہے اور جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے استواء کی مثل کوئی چیز نہیں ہے وہ موحد ہے اور منزہ ہے یہاں تک علامہ عبداللہ

انصاری کا کلام ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا اعتقاد اسلاف صالحین اور جمہور متاخرین کے اعتقاد کے موافق ہے اور ان کی عبارت پر یہ طعن اور تشنیع صحیح نہیں ہے۔ ان کا یہ کلام بعینہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہے جو انہوں نے الفقہ الاکبر میں تحریر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ شیخ ابن تیمیہ پر یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت اور جسم کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (مرقات: ج:8، ص251 تا 252)

یاد رہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مرقات پہلے لکھی گئی تھی اور شرح الشفاء علی نسیم الریاض بعد میں لکھی گئی تھی اور انہوں نے اس کے اندر شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر کو صحیح قرار دیا ہے لہٰذا صحیح قول شرح الشفاء علی نسیم الریاض والی کتاب کا ہے۔

علامہ محمد امین بن محمد المختار الجکنی الشنقیطی لکھتے ہیں:

عرش پر استواء اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے معاملہ میں دو باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہئے ایک یہ کہ اللہ جل وعلا حوادث کی مشابہت سے منزہ ہے دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جن صفات کے ساتھ اپنے آپ کو موصوف کیا ہے یا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کیا ہے ان صفات پر ایمان رکھنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے لیے جس وصف کو ثابت کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! نے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی وصف کو ثابت کیا پھر کسی شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس وصف کی یہ زعم کرتے ہوئے نفی کی کہ وہ وصف اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے تو اس نے اپنے آپ کو اللہ جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم قرار دیا سبحانك هذا بهتان عظيم، اور جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ وصف مخلوق کے اوصاف کے مشابہ ہے تو وہ مشبہ، ملحد اور گمراہ ہے اور جس نے اللہ جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت کیے ہوئے اوصاف کو اللہ تعالیٰ کے لئے مانا جبکہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ اوصاف مخلوقات کی صفات کی مشابہت سے منزہ ہیں تو وہ مومن ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی صفات، کمال اور جلال کو اور مشابہت خلق سے تنزیہ کو ماننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کو واضح فرما دیا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (الشوریٰ:11)

اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے صفات کمال اور جلال کو ثابت فرمایا ہے اور مخلوق کے ساتھ مشابہت کی نفی فرمائی ہے۔ (اضواء البیان: ج:2، ص:273)

متقدمین حنبلیہ کا مسلک

اللہ تعالیٰ کے استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں متقدمین حنبلیہ کے اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ محمد بن احمد السفارینی الحنبلی متوفی 1188ھ لکھتے ہیں:

حنبلیوں کا مذہب سلف صالحین کا مذہب ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ان اوصافت کے ساتھ موصوف کرتے ہیں جن کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور جن اوصاف کے ساتھ اس کے رسول نے اس کو موصوف کیا ہے بغیر کسی تحریف اور تعطیل کے اور تکییف اور تمثیل کے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ذوات میں سے کسی ذات کے مشابہ نہیں اور اس کی صفات کمالیہ میں سے کوئی صفت ممکنات کی کسی صفت کے مشابہ نہیں ہے۔ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی سنت میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات وارد ہیں ان کو اسی طرح قبول کرنا اور تسلیم کرنا واجب ہے جس طرح وہ وارد ہوئی ہیں ہم اس کے وصف کی حقیقت سے عدول نہیں کرتے اور نہ اس کے کلام میں تحریف کرتے ہیں اور نہ اس کے اسماء اور صفات میں، اور جو کچھ اس باب میں وارد ہے اس میں کوئی زیادتی نہیں کرتے اور جو شخص اس صراط مستقیم سے انحراف کرے تم اس کو چھوڑ دو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

(لوامع الانوار البھیہ: جز: 1، ص: 107)

مزید راقم ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اسی وصف کے ساتھ موصوف کیا جائے گا جس وصف کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور جس وصف کے ساتھ اس کے رسول ﷺ نے اس کو موصوف کیا ہے۔ ہر وہ چیز جو نقص اور حدوث کو واجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ اس سے حقیقتاً منزہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے کمال کا مستحق ہے۔ سلف کا مذہب یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں میں غور نہیں کرنا چاہئے اور ان میں سکوت کرنا چاہئے اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

یہ وہ پوشیدہ چیز ہے جس کی تفسیر نہیں کی جائے گی اور انسان پر واجب ہے کہ اس کے ظاہر پر ایمان لائے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ آئمہ سلف مثلاً زہری، امام مالک، امام اوزاعی، سفیان ثوری، لیث بن اسد، عبداللہ بن المبارک، امام احمد اور اسحاق سب یہی کہتے تھے کہ یہ متشابہات ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سوا کسی کے لئے ان کی تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔ (لوامع الانوار البھیہ: جز: 1، ص 96 تا 99)

امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا کہ استوی بمعنیٰ استولی ہے آئمہ لغت کے نزدیک یہ معنیٰ مردود ہے۔

ابن الاعرابی نے کہا:

عرب استوی کو استولی کے معنیٰ میں نہیں پہچانتے جس شخص نے یہ کہا کہ اس نے بہت غلط کیا استوی فلان علی کذا۔

یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ شخص اس سے بعید ہو اور وہ اس پر قادر نہ ہو پھر بعد میں اس پر قدرت اور غلبہ حاصل کر لے اور اللہ عزوجل ہمیشہ سے تمام چیزوں پر غالب ہے۔ ہم ملحدہ کے صفات کو معطل کرنے سے اور مجسمہ کی تشبیہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

میں آتے ہیں۔ (زاد المسیر: جز:3،ص:213)

متقدمین مالکیہ کا مسلک

امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ٥ (طٰہٰ:5) کی تفسیر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ پر عرش کس طرح مستوی ہے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

استوی کا معنیٰ معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور تمہارا اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے اور میرا گمان ہے کہ تم بدعقیدہ ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اور اس سے تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں ہے۔

ابن المبارک نے کہا:

رب تبارک وتعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 1145)

اس قسم کے جو اطلاقات قرآن وسنت میں ہیں ان کے متعلق علماء اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی کیفیت کو جانے بغیر ان پر ایمان لانا حق ہے۔ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے اور کیفیت نزول کو بیان نہیں کرتے اور نہ کیفیت استواء کو بیان کرتے ہیں۔

عباد بن عوام سے شریک نے کہا:

بعض لوگ ان احادیث کا انکار کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نزول کا ذکر ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس یہ احادیث ان ہی اسانید سے پہنچی ہیں جن اسانید سے نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کے احکام کے متعلق احادیث پہنچی ہیں اور ہم نے اللہ تعالیٰ کو ان احادیث سے ہی پہچانا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صرف اتباع ہے۔

اور بعض نے یہ توجیہ کی کہ رب کے نزول کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی رحمت اور اس کی رحمت نازل ہوتی ہے یہ توجیہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی نعمت تو رات اور دن کے ہر وقت میں نازل ہوتی ہے۔ اس میں رات کے آخری تہائی حصہ یا کسی اور وقت کی خصوصیت کا کیا دخل ہے؟ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ اپنی رحمت سے دعا قبول فرماتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کس وقت میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آدھی رات کے بعد۔ (مسند احمد: ج: 5، ص: 179)

اور ہمیشہ نیک لوگ رات کے پچھلے پہر اٹھ کر استغفار کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (آل عمران: 17)

رات کے پچھلے پہر اٹھ کر استغفار کرنے والے۔ (الاستذکار: ج: 8، ص 151 تا 153)

مزید راقم ہیں۔

ایوب بن صلاح مخزومی نے ہم سے فلسطین میں بیان کیا کہ ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک عراقی نے آپ کے پاس آکر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح مستوی ہے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے غور کرنے کے بعد فرمایا۔

تم نے اس چیز کے متعلق سوال کیا ہے جو مجہول نہیں ہے اور تم نے اس کیفیت کے متعلق سوال کیا ہے جو عقل میں نہیں آسکتی اور تم بدعقیدہ شخص ہو پھر اس شخص کو آپ کی مجلس سے نکال دیا گیا۔

یحییٰ بن ابراہیم بن مزین نے کہا:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی باتوں میں بحث کرنے سے اس لیے منع فرمایا کیونکہ ان میں حد، صفت اور تشبیہ ہے اور اس میں نجات تب ہوگی جب اللہ تعالیٰ کے ان اقوال پر توقف کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی صفت، چہرے اور ہاتھوں سے بیان کی ہے اور کشادہ کرنے اور استواء سے اپنی صفت بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ (البقرہ: 115)

سو تم جس طرف بھی پھرو وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ (المائدہ: 64)

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (الزمر:67)

قیامت کے دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۝ (طٰہٰ:5)

رحمٰن عرش پر جلوہ فرما ہے۔

اس لیے مسلمان کو وہی کہنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا ہے اور اسی پر توقف کرنا چاہئے اور اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے اور اس کی تفسیر نہیں کرنی چاہئے اور یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ کس طرح ہے کیونکہ اس میں ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن مجید پر ایمان لانے کا مکلف کیا ہے اور ان کو اس کی ان آیتوں کی تاویل میں غور کرنے کا مکلف نہیں کیا جن آیتوں کا اس نے علم عطا نہیں کیا۔ (التمہید: ج:7،ص:152)

امام مالک نے عمرو بن الحکم سے روایت کیا ہے کہ

وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

میری ایک باندی بکریوں کو چراتی تھی ایک دن ایک بکری گم ہوگئی میں نے اس کے متعلق اس سے پوچھا تو اس نے کہا اس کو بھیڑیا کھا گیا مجھے اس پر افسوس ہوا۔ میں بھی آخر انسان ہوں میں نے اس کو ایک تھپڑ مار دیا اور مجھ پر ایک غلام کو آزاد کرنا تھا۔ کیا میں اس غلام کی جگہ اس باندی کو آزاد کر دوں؟

رسول اللہ ﷺ نے اس باندی سے پوچھا۔

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

اس نے کہا: آسمان میں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: میں کون ہوں؟

اس نے عرض کیا: آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔ (الموطا: رقم الحدیث:1511)

امام عبد البر مالکی اندلسی متوفی 463ھ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے اس باندی سے جو سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: آسمان میں، تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں اور وہ وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اللہ عزوجل آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے اور یہ قرآن مجید کی ان آیات سے بالکل ظاہر ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ۝ (الملک:16)

کیا تم اس سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے تو وہ اس سے لرزنے لگے۔

اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ ؕ (فاطر:10)

پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو اللہ تعالیٰ بلند فرماتا ہے۔

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ اِلَيۡهِ (المعارج:4)

فرشتے اور جبرائیل اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

قرآن مجید میں اس کی بہت مثالیں ہیں اور ہم نے اپنی کتاب تمہید میں اس سے زیادہ بیان کیا ہے۔

(الاستذکار: ج:23، ص167 تا168)

امام ابن عبد البر مالکی اندلسی متوفی 463ھ فرماتے ہیں:

معتزلہ یہ کہتے ہیں: استواء مجازی معنیٰ مراد ہے اور وہ ہے استولی یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر غالب ہے یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ پھر عرش کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر غالب ہے اور کلام میں اصل یہ ہے کہ اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو اشہر اور اظہر وجوہ پر محمول کرنا لازم ہے جب تک کہ حقیقت پر محمول کرنے سے کوئی ایسا مانع نہ ہو جس کا مانع ہونا سب کے لئے واجب التسلیم ہو اور اگر ہر مجاز کے مدعی کا ادعا مان لیا جائے تو پھر کوئی عبارت ثابت نہیں ہوگی اور اللہ عزوجل نے اپنے کلام میں جن الفاظ سے خطاب کیا ہے ان سے ان ہی معانی کا ارادہ کیا ہے جن معانی کا اہل عرب اپنے محاورات اور خطابات میں ان الفاظ سے ارادہ کرتے تھے اور استواء کا معنیٰ اور مفہوم لغت میں معلوم ہے اور وہ ہے کسی چیز پر ارتفاع اور بلند ہونا اور کسی چیز پر قرار اور جگہ پکڑنا۔

ابو عبیدہ نے استواء کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے کہا۔

بلند ہوا، عرض کہتے ہیں استویت فوق الدابہ میں سواری کے اوپر بلند ہوا یا بیٹھا۔

حافظ ابن عبد البر نے کہا: استواء کا معنیٰ بلندی پر جگہ پکڑنا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل آیات میں ہے:

لِتَسۡتَوٗا عَلٰى ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَيۡتُمۡ عَلَيۡهِ (الزخرف:13)

تاکہ تم ان کی پشت کے اوپر بیٹھو اور جب تم ان کی پشت کے اوپر بیٹھ جاؤ تو تم اپنے رب عزوجل کی نعمت کو یاد کرو۔

وَاسۡتَوَتۡ عَلَى الۡجُوۡدِىِّ (ھود:44)

اور کشتی جودی پہاڑ کے اوپر ٹھہر گئی۔

فَاِذَا اسۡتَوَيۡتَ اَنۡتَ وَمَنۡ مَّعَكَ عَلَى الۡفُلۡكِ (المومنون:28)

اور جب آپ اور آپ کے ساتھی کشتی کے اوپر بیٹھ جائیں۔

ہم عرش پر اللہ تعالیٰ کے استواء کی کیفیت کو نہیں مانتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عرش پر مستوی نہ ہو جیسے ہمیں یہ معلوم

ہے کہ ہمارے بدنوں میں ہماری روحیں ہیں لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے بدن میں ہماری روح کس کیفیت سے ہے اور اس کیفیت کے علم نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہماری روحیں نہ ہوں۔اس طرح عرش پر اللہ تعالیٰ کے استواء کی کیفیت کے علم نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عرش پر مستوی نہ ہو۔(التمہید: جز:7،ص:137)

متقدمین شافعیہ کا مسلک

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی متوفی 576ھ لکھتے ہیں

کلبی اور مقاتل نے کہا: استوی کا معنیٰ ہے استقر۔

ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنیٰ ہے صعد۔

معتزلہ نے کہا: اس کا معنیٰ ہے استولی۔

اور اہل سنت یہ کہتے ہیں: عرش پر استواء اللہ کی صفت بلا کیف ہے۔انسان کے لئے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا علم وہ اللہ عزوجل کے سپرد کردے۔

سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک اور دیگر علماء اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر میں کہا یہ آیت اور دیگر صفات کے متعلق آیات آیات متشابہات میں سے ہیں ان کو اسی طرح بلا کیف ماننا چاہیے۔

(معالم التنزیل: جز:2،ص:138)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لئے صرف ان صفات کو بیان کرنا جائز ہے جن پر کتاب اللہ دلالت کرتی ہو یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کی سنت دلالت کرتی ہو یا اس پر امت کے متقدمین کا اجماع ہو یا جس پر عقل دلالت کرتی ہو مثلاً حیات، قدرت، علم، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور اس کی مثل صفات ذاتیہ اور مثلاً خلق کرنا، رزق دینا، زندہ کرنا، مارنا، معاف کرنا، سزا دینا اور ان کی مثل صفات فعلیہ اور جن صفات کا اثبات، اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سے ہوا۔جیسے چہرہ، دو ہاتھ، آنکھ، یہ اس کی صفات ہیں اور جیسے عرش پر مستوی ہونا اور آنا اور نازل ہونا اور اس طرح دوسری اس کے فعل کی صفات یہ صفات اس لیے ثابت ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں ان کا ذکر ہے ان صفات کو اس طرح مانا جائے کہ ان صفات کی مخلوق کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

(کتاب الاسماء والصفات: ص:111)

متقدمین حنفیہ کا مسلک

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام الحنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور یہ ایسا استواء نہیں ہے جیسا کہ ایک جسم کا دوسرے جسم پر استواء ہوتا ہے کہ وہ اس سے مماس ہوتا ہے یا اس کی محاذات میں ہوتا ہے بلکہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہو جس کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور مخلوق کے ساتھ اس کی مشابہت کی نفی کی جائے رہا یہ کہ استواء علی العرش سے مراد عرش پر غلبہ ہو تو یہ ارادہ بھی جائز ہے البتہ اس ارادہ کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور واجب وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے البتہ اگر یہ خدشہ ہو کہ عام لوگ استواء سے وہی معنیٰ سمجھیں گے کہ جو جسم کے لوازم سے ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش سے متصل ہے یا عرش کے مماس ہے یا عرش کی محاذات میں ہے تو استواء کو غلبہ سے تعبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح کتاب اور سنت میں جو ایسے الفاظ ہیں جن سے جسمیت ظاہر ہوتی ہے مثلاً انگلی، قدم اور ہاتھ ان پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ انگلی اور ہاتھ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں۔ ان سے مراد یہ مخصوص اعضاء نہیں ہیں بلکہ وہ معنیٰ مراد ہے جو معنیٰ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس معنیٰ کو زیادہ جاننے والا ہے اور کبھی ہاتھ اور انگلی کی تاویل قدرت اور قہر سے کی جاتی ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے اس کی تاویل کی جاتی ہے تاکہ عام لوگوں کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی جسمیت کی طرف نہ منتقل ہوں۔ اس تاویل سے یہ ارادہ بھی ممکن ہے لیکن اس پر جزم اور یقین نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے اصحاب (ماتریدیہ) کے قول کے مطابق یہ الفاظ متشابہات سے ہیں اور متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس دنیا میں ان کی مراد متوقع نہیں ہے۔

(مسایرہ مع شرح المسامرہ: جز: ۱، ص 31 تا 36)

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ متوفی 150ھ فرماتے ہیں:

اللہ نہ جوہر ہے نہ عرض ہے نہ اس کی کوئی حد ہے نہ اس کا کوئی منازع ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے اور اس کا ہاتھ ہے اور اس کا چہرہ ہے اور اس کا نفس ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو چہرہ، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے وہ اس کی صفات بلا کیف ہیں اور یہ توجیہ نہ کی جائے کہ ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس کی توجیہ میں اس کی صفات کو باطل کرنا ہے اور یہ قدریہ اور معتزلہ کا قول ہے لیکن اس کا ہاتھ اس کی صفت بلا کیف ہے اور اس کا غضب اور اس کی رضا اس کی صفات میں سے بلا کیف دو صفتیں ہیں۔ (الفقہ الاکبر مع شرحہ: ص: 37)

متاخرین کے اقوال

اللہ تعالیٰ کے استواء اور دیگر صفات کے مسئلہ میں متاخرین کے اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی کا قول

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی 710ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر غالب ہے ہر چند کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے لیکن عرش چونکہ مخلوقات میں سب سے عظیم جسم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ عرش پر غالب ہونے کا ذکر فرمایا۔ حضرت امام جعفر صادق،

حضرت حسن بصری، حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہم سے یہ منقول ہے کہ استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور اس کا سوال کرنا بدعت ہے۔

(مدارک التنزیل: جز:2، ص:100)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستقر ہونا ممکن نہیں ہے اور اس پر متعدد عقلی دلائل ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عرش پر مستقر ہو تو اس کی جو جانب عرش کے قریب ہوگی وہ جانب لازماً متناہی ہوگی اور جو چیز متناہی ہو وہ زیادتی اور کمی کو قبول کر سکتی ہے اور جو چیز زیادتی اور کمی کو قبول کر سکے وہ حادث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور اگر وہ جانب غیر متناہی ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں انقسام لازم آئے گا کیونکہ عرش بہر حال متناہی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات ایک جانب عرش سے مماس ہوگی اور ایک جانب فارغ ہوگی اور اس سے انقسام لازم آئے گا اور یہ بیان سابق سے محال ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر مستقر ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات عرش سے اعظم ہوگی یا مساوی ہوگی یا اصغر ہوگی اگر اللہ تعالیٰ کی ذات عرش سے اعظم ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات میں انقسام لازم آئے گا کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کی ذات کا بعض عرش پر مستقر ہوگا اور بعض اس سے زائد ہوگا اور اس سے اس کا منقسم ہونا لازم آئے گا اور اگر اللہ تعالیٰ عرش کے مساوی ہو تو اس کا متناہی ہونا لازم آئے گا کیونکہ عرش متناہی ہے اور جو متناہی کے مساوی ہو وہ متناہی ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی ذات عرش سے اصغر ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا متناہی اور منقسم ہونا لازم آئے گا اور یہ تمام صورتیں بداہۃً باطل ہیں۔ (تفسیر کبیر: جز:5، ص:258)

علامہ محمد بن یوسف المشہور بابن حیان اندلسی کا قول

علامہ محمد بن یوسف المشہور بابن حیان اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا متعین نہیں ہے جبکہ عقلی دلائل اس پر قائم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء محال ہے۔

(البحر المحیط: جز:5، ص:66)

علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی کا قول

علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر بلند ہوا یا غالب ہوا اور ہمارے اصحاب سے یہ منقول ہے کہ عرش پر استواء اللہ تعالیٰ کی صفت بلا کیف ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس نے ارادہ کیا اس حال میں کہ وہ عرش پر استقرار اور جگہ پکڑنے سے منزہ ہے۔ (انوار التنزیل: جز:3، ص:26)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی کا قول

اکثر متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جہت اور مکان سے تنزیہ ضروری ہے کیونکہ جو چیز مکان میں ہو اس کو حرکت اور سکون اور تغیر اور حدوث لازم ہے یہ متکلمین کا قول ہے۔ اور سلف اول رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ سے جہت کی نفی نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت ثابت کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور رسولوں نے بھی اسی طرح فرمایا ہے اور سلف صالحین میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً عرش پر مستوی ہے البتہ ان کو ان کا علم نہیں ہے کہ اس کے استواء کی حقیقت کی کیا کیفیت ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:7،ص:197)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

استوی کا معنیٰ بلند ہے اس بلندی سے وہ بلندی مراد نہیں ہے جو مکان اور مسافت کی بلندی ہوتی ہے یعنی کوئی شخص ایسی جگہ پر ہو جو جگہ دوسری جگہوں سے بلند ہو بلکہ اس سے وہ بلندی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ سلف کا مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اس کی مراد کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے وہ یہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کا ارادہ ہے اس حال میں کہ وہ استقرار اور جگہ پکڑنے سے منزہ ہے اور استواء کی تفسیر استیلاء سے کرنا باطل ہے۔ کیونکہ جو شخص اس کا قائل ہے کہ استواء کا معنیٰ استیلاء ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا غالب ہونا ہمارے غالب ہونے کی مثل ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ یہ کہے کہ وہ ایسا غالب ہے جو اس کی شان کے لائق ہے تو پھر اس کو چاہئے کہ وہ ابتداءً یہ کہے کہ وہ عرش پر اس طرح مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ (روح المعانی: جز:8،ص:136)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی کا قول

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب دین حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مکان اور جہت منتفی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن اور سنت میں ایسی بے شمار تصریحات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور جہت کا ثبوت ہوتا ہے اور باوجود اختلاف آراء اور تفرق ادیان کے سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے بلند جانب کی طرف دیکھتے ہیں اور دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے: اللہ تعالیٰ کا جہت سے منزہ ہونا عام لوگوں کی عقلوں سے ماوراء ہے حتیٰ کہ جو چیز کسی سمت اور جہت میں نہ ہو لوگ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں تو ان سے خطاب کرنے کے لئے زیادہ مناسب اور ان کے عرف کے زیادہ قریب اور ان کو دین حق کی دعوت دینے کے زیادہ لائق یہ تھا کہ ان سے ایسا کلام کیا جائے جس میں بظاہر تشبیہ ہو اور ہر چند کہ اللہ تعالیٰ ہر سمت اور جہت سے منزہ ہے لیکن چونکہ بلند جانب تمام جوانب میں سب سے اشرف ہے اس لیے اس جانب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا اور عقلاء اللہ تعالیٰ کے لئے آسمان کی طرف اس لیے نہیں متوجہ ہوتے کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے بلکہ اس وجہ سے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے کیونکہ تمام خیرات اور برکات اور انوار اور بارشیں آسمان سے

نازل ہوتی ہیں۔(شرح المقاصد: ج:4،ص:51)

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کا قول

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

یہ استواء متشابہات میں سے ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس سے جو مراد ہے حق ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب۔

حضرت مترجم قدس سرہ نے فرمایا:

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آفرینش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھہرا۔

واللہ اعلم باسرار کتابہ۔(خزائن العرفان:ص:353)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی کا دوسرا قول

اگر مخالف ان نصوص سے استدلال کرے جو جہت، جسمیت، صورت اور جسمانی اعضاء میں ظاہر ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ (المعارج:4)فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں۔اور فرمایا۔يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج (الفتح:10)ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:ان اللہ خلق آدم علی صورتہ (صحیح مسلم:115)اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔اس کا جواب یہ ہے:اللہ تعالیٰ کے جسم اور جسمانیات اور جہات سے منزہ ہونے پر دلائل قطعیہ قائم ہیں اس لیے ان نصوص کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے جیسا کہ متقدمین کا سلامتی والا طریقہ ہے اور یا پھر ان کی صحیح تاویلات کی جائیں جیسا کہ متاخرین کا طریقہ ہے تا کہ جاہلوں کے اعتراضات کو دور کیا جاسکے اور کم فہم لوگوں کو اپنے مسلک پر برقرار رکھا جاسکے۔(شرح عقائد نسفی:ص:34)

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی کا قول

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی 870ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی طرف چڑھ کر جانے سے مراد وہ جگہ ہے جس جگہ عبادت کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور یَدُ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے ہاتھ) سے مراد اس کی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صورت سے مراد اس کی صفت علم یا صنعت قدرت ہے۔

(حاشیۃ الخیالی:ص:74)

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات پر قرآنی آیات

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں۔

آیت نمبر:1

قرآن مجید میں ہے:

وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ٥ (یوسف:64)

اللہ تعالیٰ رحم فرمانے والا ہے مگر وہ اپنی شان کے مطابق رحم فرماتا ہے اس کا رحم مخلوق کی طرح نہیں کہ دل میں رقت پیدا ہو۔

آیت نمبر:2

قرآن مجید میں ہے:

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا٥ (الفجر:22)

اور آپ کا رب آیا اور فرشتے صف بہ صف حاضر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا آنا اس کی شان کے موافق ہے مخلوق کے آنے کی طرح نہیں ہے کہ جہاں پہلے نہ ہو وہاں چل کر آجائے۔

آیت نمبر:3

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ (النساء:93)

جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے اور اس پر لعنت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق غضب فرماتا ہے اس کا غضب مخلوق کی طرح نہیں۔

آیت نمبر:4

قرآن مجید میں ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ٥ (الشوریٰ:11)

اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا اپنی شان کے مطابق ہے وہ مخلوق کی طرح کانوں سے نہیں سنتا اور نہ ہی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

آیت نمبر:5

قرآن مجید میں ہے:

وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ٥ (الحدید:3)

اور وہ ہر چیز کا عالم ہے۔

اللہ تعالیٰ عالم ہے لیکن اس کا علم اس کی شان کے مطابق ہے مخلوق کی طرح نہیں کہ ذہن میں کوئی چیز منکشف ہو یا قوت مدرکہ کے سامنے کوئی چیز حاضر ہو، یا مدرک کے سامنے حالت ادراکیہ یا حالت انجلائیہ ہو یا عقل میں کسی چیز کی صورت حاصل ہو۔

آیت مبارکہ:6

قرآن مجید میں ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ٥ (طٰہٰ:5)

رحمٰن عرش پر بیٹھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عرش پر بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے مخلوق کے بیٹھنے کی طرح نہیں ہے جو جسمانی وضع کو مستلزم ہے۔

آیت نمبر:7

قرآن مجید میں ہے:

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ط (ص:75)

تجھے جس چیز نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اس کی شان کے لائق ہیں مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں جو جسم کے اجزاء اور اعضاء ہیں۔

آیت مبارکہ:8

قرآن مجید میں ہے:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ٥ (النساء:164)

اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے بکثرت کلام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا اس کی شان کے لائق ہے مخلوق کے کلام کی طرح نہیں ہے جو زبان اور ہونٹوں کی حرکت اور آواز کو مستلزم ہے۔

آیت مبارکہ:9

قرآن مجید میں ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (الطور:48)

آپ اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کریں کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آنکھیں اس کی شان کے موافق ہیں مخلوق کی طرح نہیں جو جسمانی ساخت رکھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات پر احادیث مبارکہ

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کے متعلق تو کثیر احادیث مبارکہ ہیں مگر چند پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور جہنم یہ کہے گی۔ کیا کچھ اور زیادہ ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا پھر وہ کہے گی بس بس! (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4848)

اللہ تعالیٰ کا قدم اس کی شان کے موافق ہے اور قدم سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے اس کو وہی بہتر جانتا ہے۔

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کا بھائی بیمار ہو وہ یہ دعا کرے۔ اے ہمارے رب عزوجل جو آسمان میں ہے تیرا نام مقدس ہے، تیرا حکم آسمان اور زمین میں ہے جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے تو اپنی رحمت زمین میں کردے۔ ہمارے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے تو پاک لوگوں کا رب عزوجل ہے۔ اپنی رحمت میں سے رحمت نازل فرما۔ اور اس تکلیف پر اپنی شفاء میں سے شفاء نازل فرما۔ پھر وہ شخص تندرست ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 3892)

اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا اس کی شان کے موافق ہے مخلوق کی طرح نہیں کہ آسمان اس کے لئے ظرف بن جائے۔

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کی طرف (دیکھ کر) ہنستا ہے ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا۔

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کیسے ہوگا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے قاتل کو توبہ کی توفیق دیتا ہے پس وہ مسلمان ہو جاتا ہے اور اللہ عزوجل کی راہ میں قتال کر کے شہید ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 2826)

اللہ تعالیٰ کا ہنسنا اس کی شان کے مطابق ہے اس کا ہنسنا انسانوں کے ہنسنے کی طرح نہیں۔

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر رات کو جب آخری تہائی حصہ ہوتا ہے تو ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کروں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1145)

اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا پر اترنا اس کی شان کے مطابق ہے مخلوق کے اترنے کی مثل نہیں ہے جو جسم ہونے کو مستلزم ہے۔

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کشادہ ریتلے نالہ میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت ایک بادل گزرا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تم اس کو کیا کہتے ہو؟ ہم نے کہا سحاب۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور مزن؟

ہم نے عرض کیا: مزن (بھی کہتے ہیں یعنی بادل)

آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

ہم نے عرض کیا: ہم نہیں جانتے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے درمیان اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کی مسافت ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے سات آسمانوں کو گنا اور ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اس کی گہرائی کا اتنا فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے اور اس کے اوپر پہاڑی بکروں کی شکل میں آٹھ فرشتے ہیں ان کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے پھر ان کی پشتوں کے اوپر عرش اور اس کے نچلے حصے اور اوپر کے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے پھر اس کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 3320)

اللہ تعالیٰ کا عرش کے اوپر ہونا اس کی شان کے موافق ہے۔

حدیث مبارکہ: 6

حضرت معاویہ بن حکم سلمی سے روایت ہے کہ

انہوں نے غصہ میں اپنی ایک باندی کو تھپڑ مار دیا پھر وہ اس پر سخت نادم ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا میں اس کو آزاد نہ کروں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس باندی کو میرے پاس لاؤ، میں اس کو لے کر آیا۔

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

اس نے عرض کیا: آسمان میں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کون ہوں؟

اس نے عرض کیا: آپ ﷺ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 735)

اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا اس کی شان کے مطابق ہے مخلوق کی طرح نہیں کہ آسمان اس کے لئے ظرف بن جائے۔

خلاصہ کلام

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، فقہاء مجتہدین اور تمام متقدمین علماء کا یہی نظریہ تھا کہ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی جن صفات متشابہات کا ذکر ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور اس کی کوئی صفت مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ نہیں ہے اور اس صفت سے اس کی کیا مراد ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن متاخرین علماء کرام نے جب یہ دیکھا کہ مخالفین اسلام ان صفات کی وجہ سے اسلام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں: مسلمانوں کے خدا کے ہاتھ اور پیر ہیں اس کا چہرہ ہے اور اس کی آنکھیں ہیں وہ ہنستا ہے، وہ چلتا ہے اور نیچے اترتا ہے اور یہ تمام چیزیں جسم کے عوارض ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا خدا جسم ہے اور ہر جسم حادث اور ممکن ہوتا ہے تو مسلمان حادث اور ممکن کو خدا مانتے ہیں لہٰذا متاخرین علماء کرام نے ان اعتراضات کو دور کرنے کے لئے ان صفات کی تاویلیں کیں اور ان کے محامل بیان کیے۔ انہوں نے کہا ہاتھ سے مراد قوت اور نعمت ہے، آنکھوں سے مراد اس کی نگرانی اور حفاظت ہے، پنڈلی کھولنے سے مراد قیامت کی شدتیں اور ہولناکیاں ہیں اسی طرح انہوں نے جہنم میں قدم رکھنے کی یہ تاویل کی کہ کسی چیز کو اپنے قدم کے نیچے رکھنے سے مراد اس چیز کو تذلیل کرنا ہوتا ہے اور یہاں یہ مراد ہے کہ جہنم تیزی اور طراری ہو جائے گی اور کہے گی کیا کچھ اور زیادہ ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کردے گا۔ ہنسنے سے مراد اس کا راضی ہونا ہے اور اترنے سے مراد اس کی رحمت کا متوجہ ہونا ہے سو متاخرین علماء کرام نے اسی قسم کی تاویلات کر کے اسلام سے اعتراضات دور کرنے کی سعی کی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے (جسم سے) منزہ ہونے پر دلائل قطعیہ ہیں اس لیے نصوص کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا واجب ہے جیسا کہ متقدمین کا طریقہ ہے کیونکہ اسی میں سلامتی ہے یا ان کی صحیح تاویلات کی جائیں جیسا کہ متاخرین علماء نے جاہلوں کے اعتراضات دور کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا تاکہ جو کم علم مسلمان ہیں وہ اسلام سے برگشتہ نہ ہوں۔ (شرح عقائد نسفی: ص:34)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء اہلسنت کا اجماع ہے کہ ان صفات و متشابہات کے ظاہری معنیٰ مراد نہیں ہے پھر ان میں علماء کے دو مذہب ہیں۔ متقدمین کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسم کی مشابہت سے منزہ ہے ہم ان صفات پر ایمان لاتے ہیں اور ان صفات سے کیا مراد ہے اور یہ صفات کس کیفیت سے ہیں اس کو ہم اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔ انہوں نے کہا پیروں پر قائم ہونا اور ہاتھ اور پیر اور باقی وہ تمام صفات جن کا قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں ذکر ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات جن کی حقیقت کا ہم کو علم نہیں ہے اور فقہ اکبر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ ان صفات کی تاویل کرنے سے ان صفات کو باطل کرنا لازم آتا ہے اور یہ معتزلہ کا قول ہے اور دوسرا مذہب متاخرین کا ہے جو ان صفات کی اللہ تعالیٰ کی شان کے موافق تاویل کرتے ہیں کیونکہ ان کے زمانہ میں بدمذہب اسلام پر اعتراض کرتے تھے اور عام مسلمانوں کو شکوک اور شبہات میں ڈالتے تھے۔ (نبراس: ص:186)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب وَقْتِ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ

باب: نبی کریم ﷺ کا رات کو قیام کرنے کا وقت

اس باب میں نبی کریم ﷺ کے قیام کرنے کے وقت کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہیں۔

1121 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُوْقِظُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِاللَّيْلِ فَمَا يَجِيْءُ السَّحَرُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ حِزْبِهٖ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو رات کے دوران جس وقت اللہ تعالیٰ بیدار فرما دیتا تو سحر ابھی نہیں آتی تھی کہ اپنے وظائف سے فراغت پالیتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:3، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:12، ص:49)

1122 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح و حَدَّثَنَا هَنَّادٌ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ وَهٰذَا حَدِيْثُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَشْعَثَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا اَىَّ حِيْنٍ كَانَ يُصَلِّى قَالَتْ كَانَ اِذَا سَمِعَ الصُّرَاخَ قَامَ فَصَلّٰى

مسروق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں استفسار کیا کب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب مرغ کی آواز سن لیتے تو قیام فرما کر نماز ادا فرماتے۔

(مسند الصحابة فی الکتب التسعة: ج:8، ص:177)

1123 حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِىْ اِلَّا نَائِمًا تَعْنِى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت سونے کی حالت میں رہتے۔

(صحیح ابن حبان: ج:6، ص:364، صحیح البخاری: ج:4، ص:296، مسند ابی یعلیٰ: ج:8، ص:123، مسند احمد: ج:57، ص:188)

1124 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الدُّؤَلِىِّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ابْنِ اَخِىْ حُذَيْفَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهُ اَمْرٌ صَلّٰى

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو نماز ادا فرماتے۔

(شرح السنة: ج:2، ص:216، مسند الصحابة فی الکتب التسعة: ج:35، ص:11، مسند احمد: ج:38، ص:330)

1125 حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْهِقْلُ بْنُ زِيَادٍ السَّكْسَكِىُّ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِىُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَبِيْعَةَ بْنَ كَعْبٍ الْاَسْلَمِىَّ يَقُوْلُ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰتِيْهِ بِوَضُوْئِهِ وَبِحَاجَتِهِ فَقَالَ سَلْنِىْ فَقُلْتُ مُرَافَقَتَكَ فِى الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّىْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ

ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وضو اور قضاء حاجت کے لئے پانی حاضر خدمت اقدس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے سوال کرو تو میں نے عرض کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں رفاقت کا طلب گار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے علاوہ کوئی اور۔ میں نے عرض کیا بس اتنا کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کثرت سجود سے میری مدد کرتے رہنا۔

(معجم الکبیر: ج:5، ص:56، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:486، سنن النسائی: ج:4، ص:338، صحیح مسلم: ج:3، ص:40)

1126 حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ) قَالَ كَانُوْا يَتَيَقَّظُونَ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ يُصَلُّونَ وَكَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ قِيَامُ اللَّيْلِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے بارے میں تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ ارشاد فرمایا لوگ مغرب اور عشاء کے مابین نماز پڑھتے تھے، اور حضرت حسن فرماتے تھے کہ رات کے وقت قیام کرتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:19، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:20،ص:373)

1127 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ (كَانُوْا قَلِيْلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ) قَالَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيمَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ زَادَ فِيْ حَدِيْثِ يَحْيَى وَكَذٰلِكَ تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس فرمان "كانو من الليل مايهجعون" کے بارے میں ارشاد فرمایا لوگ مغرب اور عشاء کے مابین نماز ادا فرماتے۔ حدیث یحییٰ میں اضافہ ہے اور اسی طرح تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ ہے۔

(مستدرک: ج:2،ص:507، سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1،ص:478، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:19، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:20،ص:373)

شرح:

☆ **قوله فما يجبئى السحر حتى يفرغ من حزبه .**

یہاں پر سحر سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاگنے کے وقت کی تعیین بیان نہیں فرمائی بلکہ صرف اتنا بیان فرمایا ہے کہ سحر ہونے سے پہلے وظائف سے فراغت پالیتے تھے۔

☆ **قوله ماالفاه السحر عندى الانائما**

میرے پاس صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے رہتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تہجد سے فراغت پا کر اخیر شب میں آرام کرنا سنت ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک تھا۔ یہ عمل مبارک رمضان المبارک کے علاوہ کا تھا اور رمضان المبارک میں تہجد سے فراغت پا کر سحری تناول فرمانے کا تھا۔

☆ **قوله كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا حزبه امر صلى .**

نبی کریم ﷺ کو جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو نماز ادا فرماتے۔
اس سے معلوم ہوا کہ نماز پریشانیوں کو دور کرتی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

☆ قولہ حذیفۃ رضی اللہ عنہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی اور آپ ﷺ کے صاحب اسرار و راز دار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے عبسی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حسیل ہے یمان لقب ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے صاحب اسرار و راز دار ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد آپ رضی اللہ عنہ کی وفات مدائن میں ہوئی وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے 35 میں وفات ہے۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:528)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب افْتِتَاحِ صَلٰوةِ اللَّيْلِ بِرَكْعَتَيْنِ

باب: رات کی نماز کی دو رکعات سے ابتداء

یہ باب رات کی نماز سے پہلے دو رکعات پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1128 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ عَنْ رَبَاحِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اِذَا بِمَعْنَاهُ زَادَ ثُمَّ لِيُطَوِّلْ بَعْدُ مَا شَاءَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَجَمَاعَةٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ اَوْقَفُوهُ عَلٰى اَبِي هُرَيْرَةَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ اَيُّوبُ وَابْنُ عَوْنٍ اَوْقَفُوهُ عَلٰى اَبِي هُرَيْرَةَ وَرَوَاهُ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ فِيهِمَا تَجَوُّزٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کو نماز پڑھے تو

اسے چاہئے کہ پہلے دو خفیف رکعات پڑھے۔ ابن سیرین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کو معناً روایت کیا ہے انہوں نے یہ اضافہ فرمایا پھر اس کے بعد جس قدر چاہے طول سے پڑھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو حماد بن سلمہ، زہیر بن معاویہ اور ایک جماعت نے ہشام سے روایت کیا ہے اس کو انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف کیا ہے اور اس کو ابن عون نے محمد سے روایت کیا ہے فرمایا کہ فیهما تجوز۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:6)

1129 حَدَّثَنَا ابْنُ حَنْبَلٍ يَعْنِي أَحْمَدَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيٍّ الْأَزْدِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ الْخَثْعَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ طُولُ الْقِيَامِ

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا کون سا عمل افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لمبا قیام کرنا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:9، سنن الدارمی: ج:1، ص:390)

شرح:

جب کوئی شخص نماز تہجد پڑھنے لگے تو شروع میں دو رکعات ہلکی سی پڑھے اس کے بعد جس قدر طول دینا چاہے طول دے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک دم نفس پر وزن نہ پڑے بلکہ عبادت کرنے میں نفس کو آہستہ آہستہ ذوق دے کہ وہ اس نماز کی چاشنی میں اس قدر محو ہو جائے کہ پھر وہ جس قدر چاہے نماز کو طول دیتا رہے اور اس کو پرواہ بھی نہ رہے۔

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبدالله بن حبشی خثعمی رضی الله عنه

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ اہل حجاز میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ متقی اور قیام اللیل تھے۔ عبادت و ریاضت کثرت سے کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ خثعمی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا شمار اہل حجاز میں ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:564)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب صَلٰوۃِ اللَّیۡلِ مَثۡنٰی مَثۡنٰی

باب: نمازِ شب کی دو دو رکعات کا بیان

یہ باب نماز شب کی دو دو رکعات کے حکم میں ہے۔

1130 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے نماز شب کے بارے میں استفسار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز شب کی دو دو رکعات ہیں پس جب تم میں سے کسی کو صبح ہونے کا خوف ہو وہ ایک رکعت مزید پڑھ کر جو نماز پڑھی اس کو وتر بنا لے۔

(معجم الاوسط: جز:3، ص:128، سنن البیہقی الکبری: جز:2، ص:482، سنن النسائی: جز:6، ص:193، صحیح البخاری: جز:4، ص:71)

شرح:

باب صلوٰۃ النہار میں اس کی بحث کر دی گئی ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

سوال

رہا یہ سوال کہ اگر کسی نے وتر نہیں پڑھے اور وہ تہجد کے دو نفل پڑھ رہا تھا اور وقت بھی ختم ہونے والا ہے تو وہ کیا کرے؟

جواب

حدیث مبارکہ کی رو سے وہ دو رکعات کے ساتھ ایک رکعت مزید ملا لے جو کہ اس کو وتر بنا لیں گی۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم
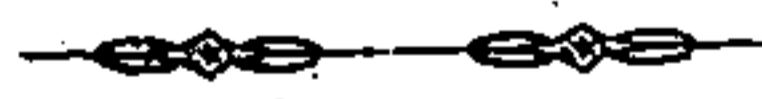
بَاب فِیۡ رَفۡعِ الصَّوۡتِ بِالۡقِرَاۡئَةِ فِیۡ صَلٰوةِ اللَّیۡلِ

باب: نماز شب میں قرأت آواز سے کرنا

یہ باب نماز شب میں قرأت آواز سے کرنے کے حکم میں ہے۔

1131 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرَكَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ قِرَائَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اس قدر ہوا کرتی کہ جو حجرہ میں ہوا کرتا وہ بھی اس کو سن لیا کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ پر تشریف فرما ہوتے۔

(معجم الکبیر: ج: 11، ص: 218، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 10، مسند احمد: ج: 5، ص: 351، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج: 30، ص: 150)

1132 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ كَانَتْ قِرَائَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَّيَخْفِضُ طَوْرًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اَبُوْ خَالِدٍ الْوَالِبِيُّ اسْمُهُ هُرْمُزُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز شب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کو بلند آواز اور آہستہ آواز سے ادا فرماتے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوخالد والبی کا نام ہرمز ہے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 454، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 12، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 219، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 338)

1133 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اِسْحٰقَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِاَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم يُصَلِّي يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ قَالَ وَمَرَّ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَهُ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ قَالَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّيْطٰنَ زَادَ الْحَسَنُ فِي حَدِيْثِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا بَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَّقَالَ لِعُمَرَ اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا حَدَّثَنَا اَبُوْ حُصَيْنِ بْنُ يَحْيَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ لَمْ يَذْكُرْ فَقَالَ لِاَبِي بَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ

شَيْئًا وَّلِعُمَرَ اخْفِضْ شَيْئًا زَادَ وَقَدْ سَمِعْتُكَ يَا بِلَالُ وَاَنْتَ تَقْرَاُ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ وَمِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ قَالَ كَلَامٌ طَيِّبٌ يَجْمَعُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَعْضَهُ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ قَدْ اَصَابَ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی رات کو باہر تشریف لائے جب (آئے) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آہستہ آواز کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو وہ بلند آواز سے نماز ادا فرما رہے تھے۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دونوں جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں آپ کے پاس سے گزرا تو آپ آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ان کو سنا رہا تھا جس سے مناجات کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں آپ کے پاس سے گزرا تو بلند آواز کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں سوتے ہوؤں کو بیدار کر رہا تھا اور شیطان کو دور کر رہا تھا۔ حسن نے اپنی حدیث مبارکہ میں اضافہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آپ اپنی آواز کو کچھ بلند کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: آپ اپنی آواز کو کچھ آہستہ کریں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قصہ کو روایت کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ ذکر نہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: آواز کو تھوڑا بلند کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: آواز کو تھوڑا آہستہ کرو۔ اضافہ فرمایا کہ اے بلال تم نے اس سورت سے قرأت کی میں نے سنا ہے اور اس سورت سے بھی قرأت کی۔ عرض کیا طیب کلام ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعض حصے کو دوسرے بعض حصے کے ساتھ جمع فرما دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام نے ٹھیک کیا۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 454، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 11)

1134 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَرَاَ فَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْاٰنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ فُلَانًا كَاَيِّنْ مِنْ اٰيَةٍ اَذْكَرَنِيْهَا اللَّيْلَةَ كُنْتُ قَدْ اَسْقَطْتُهَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ هَارُوْنُ النَّحْوِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ فِيْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ فِي الْحُرُوْفِ (وَكَاَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رات کو کسی شخص نے قیام کیا اور اپنی آواز کو قرآن کی تلاوت کرتے بلند رکھا پس جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فلاں پر رحمت کا نزول فرمائے کہ اس نے مجھے رات کو "کاین من ایة" والی آیت کو یاد کروا دیا جس کو میں بھولنے والا تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو

ہارون نحوی نے حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ "و کای من نبی" والی آیت آل عمران کی ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:12، مسند ابی یعلیٰ: جز:7،ص:465، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:12،ص:144)

1135 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُوْنَ بِالْقِرَائَةِ فَكَشَفَ السِّتْرَ وَقَالَ اَلَا اِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهٗ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِی الْقِرَائَةِ اَوْ قَالَ فِی الصَّلٰوةِ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر اعتکاف کی حالت میں تھے تو لوگوں کی آواز کو جہراً قرأت سے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹایا اور ارشاد فرمایا: یاد رکھو کہ تم تمام اللہ تعالیٰ سے مناجات میں ہو تو تم ایک دوسرے کو ایذاء نہ دو اور نہ ہی دوسرے کی قرأت سے بلند کرے یا ارشاد فرمایا: نماز کے اندر۔

(صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:190، مسند احمد: جز:25،ص:251، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:22،ص:13)

1136 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِیِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کو ظاہراً پڑھنے والا اس شخص کی مانند ہے جو ظاہراً صدقہ کرتا ہے اور چھپا کر پڑھنے والا اس شخص کی مانند ہے جو چھپا کر صدقہ دیتا ہے۔

(معجم الاوسط: جز:3،ص:304، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:13، سنن الترمذی: جز:10،ص:161، سنن النسائی: جز:8،ص:340)

شرح:

قوله كانت قرائة النبى صلى الله عليه وسلم على قدر مايسمعه من فى الحجرة الخ

اس حدیث مبارکہ کی چند توجیہات کی گئی ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ

حجرہ اور بیت دونوں سے مراد ایک ہی ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں قرأت اس قدر بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اس کو وہی آدمی سن سکتا تھا جو کاشانہ اقدس میں ہو۔ کاشانہ اقدس سے باہر آواز نہ جاتی تھی۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

حجرہ سے یہاں گھر کا صحن مراد ہے مطلب یہ ہوگا کہ اس کو وہی آدمی سن سکتا تھا جو کاشانہ اقدس کے صحن میں ہو جبکہ آپ ﷺ کاشانہ اقدس کے اندر نماز ادا فرما رہے ہوں۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

دن کے نوافل میں قرأت آہستہ پڑھنا واجب ہے اور رات کے نوافل میں اختیار ہے اگر تنہا پڑھے اور جماعت سے رات کے نوافل پڑھے تو جہر واجب ہے۔ (درمختار: جز:2، ص:306)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

حاجت سے زیادہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنا کہ اپنے یا دوسرے کے لئے باعث تکلیف ہو مکروہ ہے۔

(ردالمختار: جز:2، ص:304)

کون سی قرأت اور کون سا صدقہ افضل ہے؟

قولہ الجاھر بالقرآن کالجاھر بالصدقۃ والمسر بالقرآن کالمسر بالصدقۃ

نبی کریم ﷺ نے بلند آواز کے ساتھ قرأت کو ظاہراً صدقہ کے ساتھ اور آہستہ آواز سے قرأت کو چھپا کر صدقہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ علماء کرام نے نفلی صدقات کو چھپا کر دینے کو افضل کہا ہے اور صدقات واجبہ کو ظاہراً یعنی اعلانیہ افضل کہا ہے۔ کیونکہ زکوۃ شعائر اسلام میں ہے اور شعائر کو علی الاعلان ہی ادا کیا جاتا ہے دوسرا یہ کہ صرف زکوۃ دینے والے کو کوئی سخی نہیں کہتا نفلی صدقات دینے والے کو بھی سخی سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے ایک مقام پر علی الاعلان میں ریا کا احتمال ہے دوسری جگہ پر اس کا کوئی احتمال نہیں۔ اسی طرح اگر قرأت میں ریاء کا احتمال ہو یا کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو سراً قرأت افضل ہوگی ورنہ بلند آواز کے ساتھ افضل ہوگی۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص قرآن مجید کی قرأت آہستہ آواز کے ساتھ کرتا ہے وہ افضل ہے اس شخص سے جو بلند آواز کے ساتھ قرأت کرے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

☆**قولہ عن عقبۃ بن عامر الجھنی رضی اللہ عنہ**

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم بھی رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے احادیث مبارکہ لیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں عقبہ بن ابی سفیان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ 58 اٹھاون میں مصر میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے چند صحابہ کرام اور بہت تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے احادیث نقل کیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:535)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِیْ صَلوٰةِ اللَّيْلِ

باب: تہجد کی رکعات کا بیان

یہ باب تہجد کی رکعات اور وتر کی رکعات کے حکم میں ہے۔

1137 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ عَشْرَ رَكَعَاتٍ وَيُوْتِرُ بِسَجْدَةٍ وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ الْفَجْرِ فَذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کی دس رکعات ادا فرماتے۔ ایک رکعت کے ساتھ وتر بنالیا کرتے اور دو رکعات فجر کی ادا فرماتے پس یہ تیرہ رکعات ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:6)

1138 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ

حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندر گیارہ رکعات ادا فرماتے ان میں سے ایک کے ساتھ وتر بنالیا کرتے پس جب اس سے فراغت پالیتے تو اپنی سیدھی کروٹ پر آرام فرمالیتے۔

(سنن الترمذی: جز:2،ص:235، سنن النسائی: جز:6،ص:195)

1139 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَنَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ وَقَالَ نَصْرٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ وَالْاَوْزَاعِیُّ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَى اَنْ يَّنْصَدِعَ الْفَجْرُ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ ثِنْتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ وَيَمْكُثُ فِي سُجُوْدِهٖ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهُ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْمَهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَيُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهُمْ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ وَيَسْجُدُ سَجْدَةً قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهُ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَسَاقَ مَعْنَاهُ قَالَ وَبَعْضُهُمْ يَزِيْدُ عَلٰى بَعْضٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فراغت پانے اور فجر طلوع کے درمیانی وقت کے اندر گیارہ رکعات ادا فرمایا کرتے۔ ہر دو رکعات پر سلام پھیرا کرتے اور ایک کے ساتھ وتر بنا لیا کرتے اور اپنے سجدوں میں اس قدر رہتے جس قدر تم میں سے کوئی پچاس آیات تلاوت کرے پھر سر اقدس کو اٹھاتے پس جب موذن اذان دے کر سکوت اختیار کرتا تو آپ ﷺ قیام فرما کر دو خفیف سی رکعات ادا فرماتے پھر اپنی سیدھی کروٹ پر لیٹ جایا کرتے حتیٰ کہ موذن حاضر خدمت اقدس ہوتا۔

ابن ابی ذئب اور عمرو بن حارث اور یونس بن یزید نے ابن شہاب سے اپنی اسناد سے اس کو معناً روایت کر کے کہا اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے اور سجدہ اس مقدار کرتے جس قدر تم میں سے کوئی پچاس آیات تلاوت کرے سر اٹھانے سے قبل پڑھتے۔ پس جب موذن سکوت اختیار کر لیتا فجر کی اذان سے اور فجر روشن ہو جاتی آگے اسی کے معناً بیان کیا۔ فرمایا کہ بعض کی بعض پر اضافہ ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 458، صحیح ابن حبان: جز: 6 ص: 187، مسند ابو یعلیٰ: جز: 8 ص: 220، مسند احمد: جز: 50 ص: 52)

1140 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْخَمْسِ حَتّٰى يَجْلِسَ فِي الْاٰخِرَةِ فَيُسَلِّمُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهٗ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو رکعات ادا فرمایا کرتے ان میں وتر کی پانچ رکعات ہوا کرتیں پانچوں کے اندر تشریف فرما نہ ہوا کرتے حتیٰ کہ آخری کے اندر سلام پھیر دیا کرتے۔ امام

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن نمیر نے اس کو ہشام سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1140)

1141 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات ادا فرماتے پھر صبح کی جب اذان سنا کرتے تو نماز ادا فرماتے وہ خفیف دو رکعات ہوا کرتیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1141)

1142 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ وَمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَ يُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ ثُمَّ يُصَلِّي قَالَ مُسْلِمٌ بَعْدَ الْوِتْرِ ثُمَّ اتَّفَقَا رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ وَيُصَلِّي بَيْنَ اَذَانِ الْفَجْرِ وَالْاِقَامَةِ رَكْعَتَيْنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رات کو تیرہ رکعات ادا فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے آٹھ رکعات ادا فرماتے اور وتر ایک رکعت کے ساتھ پھر نماز ادا فرماتے۔ مسلم فرماتے ہیں: وتر کے بعد دو رکعات بیٹھ کر ادا فرماتے پس جب ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں تو قیام فرما کر رکوع کر لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی اذان اور اقامت کے مابین دو رکعات ادا فرماتے۔

(شرح السنۃ: جز:1،ص:232)

1143 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عَآئِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسَاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسَاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَآئِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا

کہ ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کس طرح ہوا کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ رمضان اور رمضان کے علاوہ میں گیارہ رکعات ادا فرمایا کرتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو۔ پھر چار رکعات ادا فرمایا کرتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو۔ پھر تین رکعات ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ وتر سے قبل آرام فرما لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) بے شک میری آنکھیں سو جاتی ہیں میرا قلب اطہر نہیں سویا کرتا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:6، سنن الترمذی: ج:2، ص:234، سنن النسائی: ج:6، ص:197، شرح السنۃ: ج:1، ص:213)

1144 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ طَلَّقْتُ امْرَاَتِیْ فَاَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ لِاَبِیعَ عَقَارًا كَانَ لِیْ بِهَا فَاَشْتَرِیَ بِهِ السِّلَاحَ وَاَغْزُو فَلَقِیتُ نَفَرًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ اَرَادَ نَفَرٌ مِنَّا سِتَّةٌ اَنْ یَفْعَلُوْا ذٰلِكَ فَنَهَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ فَاَتَیْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَاَلْتُهُ عَنْ وِتْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَدُلُّكَ عَلٰی اَعْلَمِ النَّاسِ بِوِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاْتِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَتَیْتُهَا فَاسْتَتْبَعْتُ حَكِیْمَ بْنَ اَفْلَحَ فَاَبٰی فَنَاشَدْتُهُ فَانْطَلَقَ مَعِیْ فَاسْتَاْذَنَّا عَلٰی عَائِشَةَ فَقَالَتْ مَنْ هٰذَا قَالَ حَكِیْمُ بْنُ اَفْلَحَ قَالَتْ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ قَالَتْ هِشَامُ بْنُ عَامِرٍ الَّذِیْ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ عَامِرٌ قَالَ قُلْتُ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ حَدِّثِیْنِیْ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَاِنَّ خُلُقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْاٰنَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثِیْنِیْ عَنْ قِیَامِ اللَّیْلِ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَاُ یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قَالَ قُلْتُ بَلٰی قَالَتْ فَاِنَّ اَوَّلَ هٰذِهِ السُّوْرَةِ نَزَلَتْ فَقَامَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی انْتَفَخَتْ اَقْدَامُهُمْ وَحُبِسَ خَاتِمَتُهَا فِی السَّمَاءِ اثْنَیْ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ نَزَلَ اٰخِرُهَا فَصَارَ قِیَامُ اللَّیْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِیْضَةٍ قَالَ قُلْتُ حَدِّثِیْنِیْ عَنْ وِتْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ یُوْتِرُ بِثَمَانِ رَكَعَاتٍ لَا یَجْلِسُ اِلَّا فِی الثَّامِنَةِ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیُصَلِّیْ رَكْعَةً اُخْرٰی لَا یَجْلِسُ اِلَّا فِی الثَّامِنَةِ وَالتَّاسِعَةِ وَلَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِی التَّاسِعَةِ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَتِلْكَ اِحْدٰی عَشْرَةَ رَكْعَةً یَا بُنَیَّ فَلَمَّا اَسَنَّ وَاَخَذَ اللَّحْمَ اَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكَعَاتٍ لَمْ یَجْلِسْ اِلَّا فِی السَّادِسَةِ وَالسَّابِعَةِ وَلَمْ یُسَلِّمْ اِلَّا فِی السَّابِعَةِ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَتِلْكَ هِیَ تِسْعُ رَكَعَاتٍ یَا بُنَیَّ وَلَمْ یَقُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً يُتِمُّهَا إِلَى الصَّبَاحِ وَلَمْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي لَيْلَةٍ قَطُّ وَلَمْ يَصُمْ شَهْرًا يُتِمُّهُ غَيْرَ رَمَضَانَ وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلٰوةً دَاوَمَ عَلَيْهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ مِنَ اللَّيْلِ بِنَوْمٍ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ هٰذَا وَاللّٰهِ هُوَ الْحَدِيثُ وَلَوْ كُنْتُ أُكَلِّمُهَا لَأَتَيْتُهَا حَتّٰى أُشَافِهَهَا بِهِ مُشَافَهَةً قَالَ قُلْتُ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تُكَلِّمُهَا مَا حَدَّثْتُكَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ قَالَ يُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهِنَّ إِلَّا عِنْدَ الثَّامِنَةِ فَيَجْلِسُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَدْعُو ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَمَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَةً فَتِلْكَ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا أَسَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَ اللَّحْمَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَمَا يُسَلِّمُ بِمَعْنَاهُ إِلٰى مُشَافَهَةً حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا كَمَا قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ بِنَحْوِ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَيُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً يُسْمِعُنَا

سعد بن ہشام سے روایت ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر مدینہ منورہ آیا تا کہ اپنی زمین کو بیچ کر ہتھیاروں اور جہاد کرنے چلا جاؤں۔ مجھے نبی کریم ﷺ کے چھ صحابہ کرام کی زیارت ہوئی انہوں نے کہا ہم میں چھ لوگوں نے بھی یہی ارادہ کیا تھا ان کو نبی کریم ﷺ نے منع فرما دیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ تو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا پس میں نے ان سے نبی کریم ﷺ کی نماز وتر کے بارے میں پوچھا۔ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں آپ کو ایسی ہستی بتا دیتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی نماز وتر کو سب سے زیادہ جانتی ہے۔ پس تم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ میں آپ رضی اللہ عنہا کی جانب گیا میں نے حکیم بن افلح کو بھی اپنے ساتھ جانے کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا میں نے ان کو پھر قسم دی تو وہ میرے ساتھ گئے۔ پس ہم دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اندر آنے کی رخصت طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! کون ہو؟ عرض کی۔ حکیم بن افلح، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہشام بن عامر وہ جو کہ غزوہ احد میں شہید کر دیے گئے تھے۔ میں نے عرض کیا! جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عامر کتنے ہی اچھے شخص تھے۔ میں نے عرض کی اے ام المومنین مجھے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے بارے میں کچھ خبر دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتے؟ بے شک رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن مجید تھا۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا مجھے رات کی نماز کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ

رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قراءت نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی کیوں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بے شک یہ سورت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت زیادہ قیام کرنے کی وجہ سے قدموں پر ورم آجاتا۔ اس کا آخر آسمان میں معلق رہا پھر جب آخری حصے کا نزول ہوا تو فرض ہونے کے بعد رات کے قیام کو نفل بنا دیا گیا۔ میں نے عرض کی۔ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بیان فرمائیے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات وتر ادا فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ ہوتے تھے مگر آٹھویں رکعت کے اندر پھر قیام فرما کر ایک رکعت مزید ادا فرماتے تشریف فرما نہ ہوتے مگر آٹھویں اور نویں رکعت میں اور سلام نہ پھیرتے مگر نویں رکعت کے بعد پھر دو رکعت ادا فرماتے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے پس اے بیٹے! یہ گیارہ رکعات ہیں۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی اور جسم اطہر بھاری ہو گیا تو سات رکعات وتر ادا فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ ہوتے مگر چھٹی اور ساتویں رکعت پر سلام پھیرا کرتے پھر تشریف فرما ہو کر دو رکعات ادا فرماتے پس اے بیٹے! یہ نو رکعات ہوا کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح ہونے تک کبھی بھی پوری رات قیام نہ فرماتے اور کبھی بھی ایک رات میں مکمل قرآن مجید ختم نہ فرمایا کرتے اور ماہ رمضان کے علاوہ کبھی بھی کسی ماہ کے مکمل روزے نہ رکھتے اور جب کوئی نماز ادا فرماتے تو اس پر دوام رکھتے اور جب رات میں نیند غالب آجاتی تو دن کے اندر بارہ رکعات ادا فرمالیا کرتے۔ فرماتے ہیں: پس میں (یہ سب پوچھ کر دوبارہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو میں نے ان کو تمام عرض کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! بات یہی ہے اگر میں آپ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کرتا تو خود حاضر ہو کر بالمشافہ سنتا۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان سے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے گفتگو نہیں کرتے تو میں آپ رضی اللہ عنہ کو حدیث ہی نہ بتاتا۔

سعید نے اپنی اسناد سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کر کے کہا آٹھ رکعات ادا فرماتے ان میں سوائے آٹھ رکعات کے نہ بیٹھا کرتے پس بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے پھر دعا کرتے پھر سلام پھیر دیتے جس کو ہم سنا کرتے پھر دو رکعات ادا فرماتے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے سلام پھیرنے کے بعد۔ پس اے بیٹے! یہ گیارہ رکعات ہیں۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی اور جسم اطہر بھی بڑھ گیا تو وتر کی سات رکعات ادا فرماتے اور دو رکعات ادا فرماتے اس حال میں کہ تشریف فرما ہوتے سلام پھیرنے کے بعد۔ آگے بالمشافہ کے معناً بیان فرمایا۔

محمد بن بشیر نے سعید سے یہ حدیث مبارکہ بیان کر کے کہا کہ سلام یوں پھیرتے کہ جس کو ہم سنا کرتے جس طرح کہ یحییٰ بن سعید نے فرمایا ہے۔ ابن ابی عدی نے سعید سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔ ابن بشار فرماتے ہیں: یہی یحییٰ بن سعید کی مانند ہے مگر انہوں نے کہا سلام پھیرتے تو ہم سنا کرتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1144)

1145 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ الدِّرْهَمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا زُرَارَةُ بْنُ اَوْفَى اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سُئِلَتْ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَيَرْكَعُ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَاْوِي اِلٰى فِرَاشِهٖ وَيَنَامُ وَطَهُوْرُهُ مُغَطًّى عِنْدَ رَاْسِهٖ وَسِوَاكُهُ مَوْضُوْعٌ حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ سَاعَتَهُ الَّتِي يَبْعَثُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْمُ اِلٰى مُصَلَّاهُ فَيُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ يَقْرَاُ فِيْهِنَّ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَا يَقْعُدُ فِي شَيْءٍ مِنْهَا حَتّٰى يَقْعُدَ فِي الثَّامِنَةِ وَلَا يُسَلِّمُ وَيَقْرَاُ فِي التَّاسِعَةِ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَدْعُو بِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَدْعُوَهُ وَيَسْاَلَهُ وَيَرْغَبَ اِلَيْهِ وَيُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً شَدِيْدَةً يَكَادُ يُوْقِظُ اَهْلَ الْبَيْتِ مِنْ شِدَّةِ تَسْلِيْمِهٖ ثُمَّ يَقْرَاُ وَهُوَ قَاعِدٌ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَيَرْكَعُ وَهُوَ قَاعِدٌ ثُمَّ يَقْرَاُ الثَّانِيَةَ فَيَرْكَعُ وَيَسْجُدُ وَهُوَ قَاعِدٌ ثُمَّ يَدْعُو مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَدْعُوَ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَيَنْصَرِفُ فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَّنَ فَنَقَّصَ مِنَ التِّسْعِ ثِنْتَيْنِ فَجَعَلَهَا اِلَى السِّتِّ وَالسَّبْعِ وَرَكْعَتَيْهِ وَهُوَ قَاعِدٌ حَتّٰى قُبِضَ عَلٰى ذٰلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِاِسْنَادِهٖ قَالَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ ثُمَّ يَاْوِي اِلٰى فِرَاشِهٖ لَمْ يَذْكُرِ الْاَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ فَيُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ يُسَوِّي بَيْنَهُنَّ فِي الْقِرَاءَةِ وَالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَلَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَاِنَّهُ كَانَ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ وَلَا يُسَلِّمُ فِيْهِ فَيُصَلِّي رَكْعَةً يُوْتِرُ بِهَا ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمَةً يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ حَتّٰى يُوْقِظَنَا ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُعَاوِيَةَ عَنْ بَهْزٍ حَدَّثَنَا زُرَارَةُ بْنُ اَوْفَى عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَيُصَلِّي اَرْبَعًا ثُمَّ يَاْوِي اِلٰى فِرَاشِهٖ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ يُسَوِّي بَيْنَهُنَّ فِي الْقِرَاءَةِ وَالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي التَّسْلِيْمِ حَتّٰى يُوْقِظَنَا حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَيْسَ فِي تَمَامِ حَدِيْثِهِمْ

زرارۃ بن اوفیٰ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں استفسار کیا گیا تو

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء ادا فرماتے ہی اپنے در دولت پر قدم رنجہ فرماتے تو چار رکعات ادا فرماتے۔ پھر اپنے فراش اقدس پر تشریف لاتے اور آرام فرماتے اور وضو کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سر کے پاس ڈھکا ہوا ہوتا اور مسواک بھی رکھی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ رات کو جس گھڑی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرماتے اور اچھی طرح وضو فرماتے پھر نماز ادا فرمانے کے واسطے قیام فرمالیتے پس آٹھ رکعات ادا فرماتے ان میں سورہ فاتحہ کے ساتھ جو پسند فرماتے سورہ تلاوت فرماتے ان کے اندر کچھ بھی نہ بیٹھا کرتے حتیٰ کہ آٹھ رکعات میں تشریف فرما ہوتے اور نہ سلام پھیرا کرتے اور نویں رکعت ادا فرماتے پھر تشریف فرما رہتے دعا کرتے جو اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ اس سے مانگیں اور اس سے سوال کریں اور ایک سلام بہت زیادہ آواز سے پھیرا کرتے تاکہ اہل بیت جاگیں پھر سورہ فاتحہ تشریف فرما کر ادا فرماتے اور بیٹھنے کی ہی حالت میں رکوع فرماتے پھر دوسری رکعت ادا فرماتے تو رکوع اور سجود کرتے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے پھر اللہ تعالیٰ جو چاہتا دعا کرتے پھر سلام پھیرتے اور فراغت پالیتے مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اسی طرح ہوتی تھی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو میں دو رکعات کو کم فرما دیا پس ان کو چھ اور سات تک بنایا اور دو رکعات ادا فرماتے اس حال میں کہ تشریف فرما ہوا کرتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بلالیا۔

یزید بن ہارون نے اسی حدیث مبارکہ کو بہز بن حکیم سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کر کے کہا نماز عشاء ادا فرماتے پھر اپنے فراش اقدس پر تشریف لاتے انہوں نے چار رکعات کا ذکر نہ کیا۔ اور آگے باقی حدیث مبارکہ بیان فرمائی اور فرمایا کہ آٹھ رکعات ادا فرماتے ان میں قرأت، رکوع اور سجدے ایک جیسے ہوا کرتے ان کے اندر کسی بھی رکعت میں تشریف فرما نہیں ہوا کرتے پھر قیام فرمالیتے اور سلام نہ پھیرتے پس ایک رکعت مزید ادا فرما کر وتر بنالیا کرتے پھر ایک سلام بلند آواز کے ساتھ پھیرا کرتے حتیٰ کہ ہم کو بیدار فرما دیتے پھر آگے اس کے معناً روایت کیا۔

زرارہ بن اوفی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں استفسار کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے در دولت پر تشریف فرما ہوتے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات ادا فرماتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فراش اقدس پر تشریف لاتے پھر باقی حدیث مبارکہ لمبی بیان فرمائی ان کے اندر قرأت اور رکوع اور سجدوں کا ذکر نہیں فرمایا کہ وہ برابر ہوا کرتے اور نہ ہی سلام کے بارے میں حتی یوقظنا کا ذکر نہ فرمایا۔

سعد بن ہشام نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور ان احادیث مبارکہ کی مانند تمام نہیں ہے۔

(مسند احمد: ج:38، ص:67، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:12، ص:52)

1146 حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ بِتِسْعٍ أَوْ كَمَا قَالَتْ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندر تیرہ رکعات ادا فرماتے وتر کی نو رکعات یا جس طرح ارشاد فرمایا۔ اور دو رکعات ادا فرماتے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے دو رکعات فجر اذان اور اقامت کے مابین۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 32)

1147 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِتِسْعِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ أَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكَعَاتٍ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ الْوِتْرِ يَقْرَأُ فِيهِمَا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى الْحَدِيثَيْنِ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو مِثْلَهُ قَالَ فِيهِ قَالَ عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ يَا أُمَّتَاهُ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَخْبِرِينِي عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ ثُمَّ يَأْوِي إِلٰى فِرَاشِهِ فَيَنَامُ فَإِذَا كَانَ جَوْفُ اللَّيْلِ قَامَ إِلٰى حَاجَتِهِ وَإِلٰى طَهُورِهِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُ يُسَوِّي بَيْنَهُنَّ فِي الْقِرَاءَةِ وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ ثُمَّ يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ يَضَعُ جَنْبَهُ فَرُبَّمَا جَاءَ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ يُغْفِي وَرُبَّمَا شَكَكْتُ أَغْفَى أَوْ لَا حَتّٰى يُؤْذِنَهُ بِالصَّلٰوةِ فَكَانَتْ تِلْكَ صَلَاتُهُ حَتّٰى أَسَنَّ لَحُمَ فَذَكَرَتْ مِنْ لَحْمِهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نو رکعات ادا فرماتے پھر وتر کی سات رکعات ادا فرمانے لگ گئے اور دو رکعات وتر کے بعد ادا فرماتے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ان میں قرأت فرمایا کرتے پس جب رکوع کا ارادہ فرمایا کرتے تو قیام فرما لیتے پس رکوع فرماتے پھر سجدہ فرماتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان دونوں احادیث مبارکہ کو عبداللہ واسطی نے روایت کیا اس میں فرمایا کہ علقمہ بن وقاص نے عرض کی۔ اے میری والدہ محترمہ! دو رکعات کس طرح ادا فرماتے تھے؟ پس معناً ذکر فرمایا۔

سعد بن ہشام سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا پس میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھا کر اپنے فراش مبارکہ پر تشریف لاتے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمالیتے جب آدھی رات ہوا کرتی تو رفع حاجت سے فراغت پا کر طہارت فرماتے وضو فرماتے پھر مسجد کے اندر داخل ہو کر آٹھ رکعات ادا فرماتے میرے خیال کے مطابق قرأت، رکوع اور سجدے ایک جیسے ہوا کرتے پھر ایک رکعت وتر ادا فرمایا کرتے پھر دو رکعات ادا فرماتے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے پھر آرام فرمالیتے۔ بعض اوقات حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے واسطے بلا لیا کرتے بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیف سی نیند فرمالیا کرتے اور بعض اوقات میں شک کرتی کہ آرام بھی فرمایا کہ نہیں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی خبر دی جاتی پس یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی حتیٰ کہ زیادہ عمر مبارک ہوگئی یا جسم اطہر بڑھ گیا پس انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر بڑھنے کا ذکر فرمایا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آگے باقی حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:32)

1148 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ ح و حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَآهُ اسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ وَهُوَ يَقُوْلُ (اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِسِتِّ رَكَعَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ ثُمَّ يَتَوَضَّاُ وَيَقْرَاُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ قَالَ عُثْمَانُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ فَاَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَقَالَ ابْنُ عِيسٰى ثُمَّ اَوْتَرَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ خَلْفِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا اللّٰهُمَّ وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حُصَيْنٍ نَحْوَهُ قَالَ وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَكَذٰلِكَ قَالَ

اَبُوْ خَالِدٍ الدَّالَانِيُّ عَنْ حَبِيْبٍ فِيْ هٰذَا وَ كَذٰلِكَ قَالَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ سَلَمَةُ ابْنُ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْ رِشْدِيْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سوئے پس انہوں نے ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے تو مسواک اور وضو فرمایا اور ارشاد فرما رہے تھے۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں حتیٰ کہ سورۃ ختم فرمائی۔ پھر قیام فرما کر دو رکعات ادا فرمائیں ان کے اندر لمبا قیام، رکوع اور سجدے فرمائے پھر فراغت پا کر آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ خراٹے لیے پھر تین بار اسی طرح کر کے چھ رکعات ادا فرمائیں ہر بار مسواک فرماتے پھر وضو فرماتے اور قرأت یہی آیات فرمایا کرتے پھر وتر ادا فرماتے۔ عثمان فرماتے ہیں: وتر کی تین رکعات ادا فرمائیں۔ پس موذن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے واسطے تشریف لے گئے اور ابن عیسیٰ فرماتے ہیں: پھر وتر ادا فرمائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ہو کر نماز کا عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعات ادا فرمائیں پھر نماز کے واسطے تشریف لے گئے (پھر متفق ہو گئے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے اللھم اجعل فی قلبی نوراً واجعل فی لسانی نوراً و اجعل فی سمعی نوراً واجعل فی بصری نوراً واجعل خلفی نوراً وامامی نوراً واجعل من فوقی نوراً ومن تحتی نوراً اللھم واعظم لی نوراً۔

خالد نے حصین سے اس کی مثل روایت کر کے کہا واعظم لی نوراً۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح ابوخالد دالانی نے حبیب سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح سلمہ بن کہیل نے ابی رشدین سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(شرح السنۃ: ج:1، ص:216، مسند ابی عوانہ: ج:2، ص:54)

1149 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنْظُرَ كَيْفَ يُصَلِّي فَقَامَ فَتَوَضَّاَ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قِيَامُهُ مِثْلُ رُكُوْعِهِ وَرُكُوْعُهُ مِثْلُ سُجُوْدِهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَتَوَضَّاَ وَاسْتَنَّ ثُمَّ قَرَاَ بِخَمْسِ اٰيَاتٍ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ (اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ) فَلَمْ يَزَلْ يَفْعَلُ هٰذَا حَتّٰى صَلّٰى عَشْرَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى سَجْدَةً وَّاحِدَةً فَاَوْتَرَ بِهَا وَنَادَى الْمُنَادِي عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ فَصَلّٰى سَجْدَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ خَفِيَ عَلَيَّ مِنِ ابْنِ بَشَّارٍ بَعْضُهُ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات اس غرض سے گزاری کہ

آپ ﷺ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں پس آپ ﷺ نے قیام فرما کر وضو فرمایا اور دو دو رکعات نماز ادا فرمائی ان کا قیام رکوع کی مقدار اور رکوع سجدوں کی مقدار تھا۔ پھر آرام فرما ہو گئے پھر جاگ گئے پس وضو فرمایا اور مسواک فرمایا پھر پانچ آیات سورہ آل عمران کی ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور لیل ونہار کی تبدیلی'' تلاوت فرمائیں۔ پھر قیام فرمایا تو وتر کی ایک رکعت ادا فرمائی اور مؤذن نے اذان کہی اسی کے قریب موذن کے سکوت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمالیا تو آپ ﷺ نے دو خفیف رکعات ادا فرمائیں اور تشریف فرما ہو گئے حتیٰ کہ صبح کی نماز ادا فرمائی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن بشار کا بعض حصہ مجھ پر مخفی رہا۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:44،ص:3)

1150 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَیْسٍ الْاَسَدِیُّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَیْبَةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا اَمْسٰی فَقَالَ اَصَلَّی الْغُلَامُ قَالُوْا نَعَمْ فَاضْطَجَعَ حَتّٰی اِذَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ قَامَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلّٰی سَبْعًا اَوْ خَمْسًا اَوْتَرَ بِهِنَّ لَمْ یُسَلِّمْ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رات اپنی خالہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گزاری تو رسول اللہ ﷺ شام کے بعد تشریف لائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا لڑکے نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا۔ ہاں! تو آپ ﷺ آرام فرما ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب کچھ رات گزری جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ ﷺ نے قیام فرمالیا وضو فرمایا پھر سات یا پانچ رکعات وتر ادا فرمائے سلام نہ پھیرا مگر ان کے آخر میں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1150)

1151 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِیْ بَیْتِ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَصَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰی اَرْبَعًا ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَاَدَارَنِیْ فَاَقَامَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَصَلّٰی خَمْسًا ثُمَّ نَامَ حَتّٰی سَمِعْتُ غَطِیْطَهٗ اَوْ خَطِیْطَهٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّی الْغَدَاةَ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِیْدِ عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهٗ فِیْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَقَامَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ رَكْعَتَیْنِ حَتّٰی صَلّٰی ثَمَانِیَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ وَلَمْ یَجْلِسْ بَیْنَهُنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رات اپنی خالہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے اندر بسر کی

پس نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز ادا فرما کر جلوہ افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے چار رکعات ادا فرمائیں پھر آرام فرما ہو گئے پھر قیام فرما کر نماز ادا فرمائی تو میں آپ ﷺ کی الٹی طرف کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے وہاں سے لے کر اپنی سیدھی طرف کھڑا کر دیا آپ ﷺ پانچ رکعات ادا فرما کر آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کے خراٹوں کو سنا پھر آپ ﷺ نے قیام فرمایا تو دو رکعات ادا فرمائیں پھر باہر تشریف لے گئے تو فجر کی نماز ادا فرمائی۔

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی قصہ بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں: پس قیام فرما کر دو دو رکعات ادا فرمائیں حتیٰ کہ آٹھ رکعات ادا فرمائیں پھر وتر کی پانچ رکعات ادا فرمائیں ان کے درمیان تشریف فرما نہ ہوئے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:28، صحیح البخاری: ج:1، ص:199، مسند احمد: ج:7، ص:36، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:28، ص:36)

1152 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَيْهِ قَبْلَ الصُّبْحِ يُصَلِّي سِتًّا مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوتِرُ بِخَمْسٍ لَا يَقْعُدُ بَيْنَهُنَّ إِلَّا فِي اٰخِرِهِنَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تیرہ رکعات ادا فرماتے فجر کی دو رکعات کے ساتھ چھ رکعات دو دو رکعات کر کے ادا فرمایا کرتے اور وتر کی پانچ رکعات ادا فرمایا کرتے ان کے درمیان میں تشریف فرما نہ ہوتے مگر ان کے آخر میں رکعت میں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:28، شرح السنۃ: ج:1، ص:231، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:12، ص:56)

1153 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ نبی کریم ﷺ رات کو فجر کی دو رکعات کے ساتھ تیرہ رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1، ص:477، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:7)

1154 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَجَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ الْمُقْرِئَ أَخْبَرَهُمَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ قَائِمًا وَّرَكْعَتَيْنِ

بَيْنَ الْاَذَانَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ فِي حَدِيثِهِ وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا بَيْنَ الْاَذَانَيْنِ زَادَ جَالِسًا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمائی پھر قیام فرما کر آٹھ رکعات ادا فرمائیں اور دو رکعات اقامت واذان کے مابین ادا فرمائیں اور ان کو چھوڑا نہیں۔ جعفر بن مسافر نے اپنی حدیث میں کہا اذان اور اقامت کے درمیان والی دو رکعات تشریف فرما ہو کر ادا فرماتے۔

(صحیح البخاری: ج:4، ص:334)

1155 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِكَمْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ قَالَتْ كَانَ يُوْتِرُ بِاَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ وَعَشْرٍ وَثَلَاثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَلَا بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ زَادَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ قُلْتُ مَا يُوْتِرُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يَدَعُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَحْمَدُ وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ

عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر وتر ادا فرماتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا چار اور تین کسی وقت چھ اور تین، کسی وقت آٹھ اور تین، کسی وقت دس اور تین۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات رکعات سے کم وتر ادا نہیں فرماتے اور نہ ہی تیرہ رکعات سے زیادہ۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احمد بن صالح نے اضافہ کیا ہے کہ فجر کی پہلی دو رکعات کو وتر نہیں بناتے تھے میں نے عرض کیا وتر نہیں بناتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کو چھوڑتے نہیں تھے اور احمد نے چھ اور تین کا ذکر نہ فرمایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:28، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:12، ص:57)

1156 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عَآئِشَةَ فَسَاَلَهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ اِنَّهُ صَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً وَتَرَكَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُبِضَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قُبِضَ وَهُوَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ وَكَانَ اٰخِرُ صَلَاتِهِ مِنَ اللَّيْلِ الْوِتْرَ

اسود بن یزید سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کے بارے میں استفسار کیا آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات ادا فرماتے تھے پھر

آپ ﷺ گیارہ رکعات ادا فرمانے لگ گئے اور دو رکعات کو ترک فرما دیا پھر جب دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا (تو اس سے قبل) نو رکعات ادا فرماتے تھے اور رات کے آخر میں نماز وتر تھی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1156)

1157 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي هِلَالٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ اَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَ بِتُّ عِنْدَهُ لَيْلَةً وَّهُوَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ فَنَامَ حَتّٰى اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفُهُ اسْتَيْقَظَ فَقَامَ اِلٰى شَنٍّ فِيْهِ مَاءٌ فَتَوَضَّاَ وَتَوَضَّاْتُ مَعَهُ ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ عَلٰى يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِيْ كَاَنَّهُ يَمَسُّ اُذُنِيْ كَاَنَّهُ يُوْقِظُنِيْ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَدْ قَرَاَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى حَتّٰى صَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ ثُمَّ نَامَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ فَقَالَ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى لِلنَّاسِ

مخرمہ بن سلیمان سے روایت ہے کہ ان کو کریب مولیٰ ابن عباس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کس طرح ہوا کرتی تھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے آپ ﷺ کی معیت میں رات بسر کی اور آپ ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے آپ ﷺ آرام فرما ہوئے حتیٰ کہ جب تہائی یا نصف رات گزری تو آپ ﷺ جاگ گئے پس آپ ﷺ قیام فرما کر مشک کی جانب تشریف لے گئے جس کے اندر پانی تھا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ وضو کیا پھر آپ ﷺ نے قیام فرما لیا تو میں نے بھی آپ ﷺ کی الٹی طرف قیام کر لیا پس آپ ﷺ نے مجھے اپنی سیدھی طرف کر لیا پھر اپنا مقدس ہاتھ میرے سر کے اوپر رکھا گویا کہ مجھے جگانے کے واسطے کان ملا۔ آپ ﷺ نے دو خفیف سی رکعات ادا فرمائیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ تلاوت فرمائی پھر سلام پھیرا پھر نماز ادا فرمائی حتیٰ کہ وتر کے ساتھ گیارہ رکعات ادا فرمائیں پھر آرام فرما ہو گئے پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے عرض کیا الصلوٰۃ یا رسول اللہ (ﷺ)! تو آپ ﷺ نے قیام فرما لیا پس دو رکعات ادا فرمائیں پھر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(معجم الکبیر: جز: 11، ص: 421، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 7)

1158 حَدَّثَنَا نُوْحُ بْنُ حَبِيْبٍ وَيَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ

حَزَرْتُ قِيَامَهُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِقَدْرِ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ لَمْ يَقُلْ نُوحٌ مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک رات اپنی خالہ جان حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو نماز پڑھنے کے واسطے قیام فرمالیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعات ادا فرمائیں ان کے اندر فجر کی دو رکعات بھی ہیں۔ چنانچہ ہر رکعت کے اندر سورہ مزمل کی مقدار تلاوت فرماتے۔ نوح نے فجر کی دو رکعات کا ذکر نہ کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:8، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:28، ص:74)

1159 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ قَالَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ أَوْ فُسْطَاطَهُ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ فَذَلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اسی رات کو ملاحظہ کروں گا۔ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت یا کاشانہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑا رہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خفیف سی رکعات ادا فرمائیں پھر دو لمبی رکعات ادا فرمائیں جو زیادہ ہی لمبی تھیں پھر دو رکعات ادا فرمائیں جو ان دونوں سے تھوڑی لمبی تھیں پھر دو رکعات ادا فرمائیں جو اس سے قبل والی سے تھوڑی لمبی تھیں پھر وتر ادا فرمائے پس یہ تیرہ رکعات ہیں۔

(معجم الکبیر: جز:5، ص:249، شرح السنۃ: جز:1، ص:217، سنن ابن ماجہ: جز:4، ص:265، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:8)

1160 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ

اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِىْ فَاَخَذَ بِاُذُنِىْ يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ الْقَعْنَبِىُّ سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَائَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

کریب مولیٰ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ خالہ محترمہ ہیں ان کے پاس رات رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سرہانے کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مبارکہ طول میں آرام فرما ہو گئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ جب نصف رات گزری تو یا اس سے تھوڑا قبل یا اس کے تھوڑا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ گئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر اپنے چہرہ اقدس کو ہاتھوں اقدس کے ساتھ مل کر نیند کو ختم کرنے لگ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیات کریمہ تلاوت فرمائیں پھر قیام فرما کر معلق مشک کے پاس تشریف لے گئے پس اس سے احسن طریقے سے وضو فرمایا پھر فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمانے لگ گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کر لیا میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کیا پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھے ہاتھ مبارکہ کو میرے سر پر رکھ کر میرے کان کو ملنے لگ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا فرمائیں پھر دو رکعات ادا فرمائیں۔ پھر دو رکعات ادا فرمائیں پھر دو رکعات ادا فرمائیں پھر دو رکعات ادا فرمائیں۔ پھر دو رکعات ادا فرمائیں۔ قعنبی نے چھ بار کہا پھر ادا فرمائے پھر لیٹ گئے حتیٰ کہ مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر دو خفیف سی رکعات ادا فرمائیں پھر تشریف لے گئے تو فجر کی نماز پڑھائی۔

(معجم الکبیر: جز: 11، ص: 421، سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 266، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 7، صحیح البخاری: جز: 1، ص: 311)

اختلاف روایات اور ان میں تطبیق

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں نو رکعات ادا فرماتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ وتر سمیت تہجد کی گیارہ رکعات ادا فرماتے تھے اور مؤذن کے آنے سے قبل دو رکعات سنت فجر ادا فرماتے تھے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر سمیت تیرہ رکعات ادا فرماتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چاہے رمضان ہوتا یا غیر رمضان آپ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں ادا فرماتے تھے۔

ان میں تطبیق کی صورت میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ان روایات میں اختلاف کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن خالد

رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے مشاہدے کے مطابق تہجد کی رکعات کو روایت کیا ہے اور رہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اپنی روایات میں اختلاف تو وہ یا تو راویوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مختلف مواقع پر مختلف رکعات کا مشاہدہ کیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا اغلب معمول وتر کی گیارہ رکعات کے ساتھ ہو اور بعض اوقات آپ نے زیادہ سے زیادہ سنت فجر کے ساتھ وتر پندرہ رکعات ادا فرمائی ہوں اور کم سے کم وتر کے ساتھ سات رکعات ادا فرمائی ہوں اور تہجد کی رکعات میں کمی اور زیادتی کی وجہ نیند، زیادہ مصروفیات اور مرض اور تکلیف ہو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ رکعات ادا فرمائی ہوں اور زیادہ عمر ہونے کے بعد کم رکعات ادا فرمائی ہوں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ عمر کے ہوگئے تو رات کو سات رکعات ادا فرماتے تھے۔

روایات تہجد سنن ابوداؤد میں زیادہ ہیں

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ نے اپنی اس سنن میں تیس سے زیادہ روایات ذکر فرمائی ہیں صحاح ستہ میں سے کسی اور کتاب میں اس قدر کثیر روایات نہیں ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے اپنی عادت کے مطابق ان کے اندر اختصار فرمایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں تین باب قائم فرمائے ہیں۔ پہلے باب کے اندر "احدی عشرۃ رکعۃ" والی احادیث مبارکہ ذکر فرمائی ہیں اور دوسرے باب میں "ثلث عشرۃ رکعۃ" والی احادیث مبارکہ ذکر فرمائی ہیں اور تیسرے باب میں "تسع رکعات" والی احادیث مبارکہ ذکر فرمائی ہیں۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اتنا فرمایا ہے کہ تہجد کی نماز کی رکعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات ہیں اور وہ بھی وتر کے ساتھ اور کم سے کم تعداد نو رکعات کی ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں خیر متین ترجمہ حصن حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعات اور آٹھ رکعات اور تیرہ رکعات نماز تہجد میں ہے۔ ایک شخص تہجد گزار اجہل سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعات تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ھواللہ شریف، دوسری میں دوبار، بارہویں میں بارہ مرتبہ یا ہر رکعت میں تین تین بار قل ھواللہ شریف پڑھا جائے۔ یہ سمجھ نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کتنی رکعات پڑھنا چاہئے اور بعد الحمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے، خیر متین میں قل ھواللہ پڑھنے کا قاعدہ مسطورہ بالا نہیں لکھا ہے اور جو بعد وتر کے دو رکعات نفل پڑھے جاتے ہیں ان کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہئے مثل وتر کے یا عشاء کے وقت ادا کرنا چاہئے۔

الجواب

عشاء کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے پھر اس وقت صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو رکعات نفل صبح طلوع ہونے

سے پہلے پڑھ لے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعات مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ دو ہی رکعات پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے۔ غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دو ہی رکعات ہوں کہ حدیث صحیح میں فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔''

قرأت کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورہ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعات ہوں پہلی میں ایک بار دوسری میں دو بار یا پہلی میں بارہ دوسری میں گیارہ اخیر میں ایک کہ یوں 26 چھبیس ختم قرآن کا ثواب ہوگا اور پہلی صورت میں بیس 20 کا ہوتا اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اٹھنے پر اطمینان ہو اسے افضل یہ ہے کہ وتر بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جتنے نوافل پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:7،ص446 تا447)

وتر کی تعداد رکعات

☆ **قوله كان يصلى من الليل ثلث عشرة ركعة كان يصلى ثمان ركعات ويوتر بركعة ثم يصلى**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعات ادا فرماتے تھے پہلے آٹھ رکعات ادا فرماتے اور وتر کی ایک رکعت ادا فرما کر مزید نماز ادا فرماتے۔

مذاہب اربعہ

وتر کی رکعات کتنی ہیں اس میں آئمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (المغنی: جز:1،ص:447)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعات وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا

جائے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے۔جب بھی کسی دوگانہ کے بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے گی تو وتر ہو جائیں گے۔(بدایۃ المجتہد: جز:1، ص:506)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت ہے اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے اور کم از کم درجہ کمال تین رکعات ہیں پھر اس سے کامل پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ رکعات ہیں اور شہرت کی وجہ سے سب سے زیادہ رکعات ہیں۔

(شرح المہذب مع الشروح: جز:4، ص:12)

حنفیہ کا مذہب

علامہ احمد شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

وتر میں تین رکعات میں جن میں ہمارے نزدیک صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے گا۔ہماری دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس کو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے ہیں اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات پڑھنے کے بعد تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے بھیجا تو انہوں نے آ کر بتایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا۔جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے رات گزاری اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ تم کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو یا تو دوگانہ نماز پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ یہ بات مشہور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز سے منع فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قسم بخدا! میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا نیز اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا۔(المبسوط: جز:1، ص:164)

احناف کے مزید دلائل

احناف کے نزدیک ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے جس پر کثیر دلائل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ایک رکعت وتر کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔ (مؤطا امام محمد: ص:146)

دلیل نمبر:2

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔ (درایۃ: جز:1،ص:114)

دلیل نمبر:3

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز سے منع فرمایا ہے (یعنی ایک رکعت) (نیل الاوطار:؟؟)

دلیل نمبر:4

ابراہیم سے روایت ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں قرار دیتا۔ (مجمع الزوائد: جز:2،ص:249)

دلیل نمبر:5

حسن سے روایت ہے کہ

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور اس کی صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

(المصنف: جز:2،ص:294)

دلیل نمبر:6

عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں کیا پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی پڑھتے تھے دوسری میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور موذتین پڑھتے تھے۔ (جامع ترمذی: ص:93)

دلیل نمبر:7

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ وتر میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے اور دوسری رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی: ج:1،ص:175)

دلیل نمبر:8

حضرت حسن سے روایت ہے کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تین رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

(المصنف: ج:3،ص:26)

دلیل نمبر:9

حضرت ثابت سے روایت ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔ (المصنف: ج:2،ص:294)

دلیل نمبر:10

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعات کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (المصنف: ج:2،ص:295)

دلیل نمبر:11

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعات کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(المصنف: ج:2،ص:295)

دلیل نمبر:12

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے آپ ﷺ سوائے آخر کے سلام نہ پھیرتے تھے۔

(مستدرک: رقم الحدیث 1140)

دلیل نمبر:13

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رات کے وتر تین رکعات ہیں جس طرح کہ دن کے وتر نماز مغرب ہے۔ (سنن الدارقطنی: ج:2، ص:148)

دلیل نمبر:14

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک رات میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا آپ ﷺ رات کو بیدار ہوئے اور وضو فرمایا مسواک فرمائی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تھی: ان فی خلق السمٰوٰت الخ

پھر دو رکعات نوافل ادا فرمائے۔ پھر آپ ﷺ دوبارہ سو گئے حتیٰ کہ میں نے حضور انور ﷺ کے خراٹے سنے پھر اٹھے تو وضو فرمایا اور مسواک کی پھر دو رکعات ادا فرمائیں پھر اٹھے اور وضو کے ساتھ مسواک بھی فرمایا اور دو رکعات ادا فرمائیں اور تین رکعات وتر ادا فرمائے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث 1705)

دلیل نمبر:15

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم ﷺ وتر تین رکعات ادا فرماتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث 12730)

دلیل نمبر:16

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ وتر میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورت۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 1172)

دلیل نمبر:17

عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت ہے کہ

ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور انور ﷺ وتر میں کیا پڑھا کرتے تھے۔

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور فلق و ناس۔

(مسند احمد: ج:3، ص:406)

دلیل نمبر:18

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم ﷺ وتر میں سبح اسم ربك الاعلىٰ اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے اور سلام نہ پھیرتے تھے مگر ان تینوں رکعتوں کے آخر میں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث 4633)

دلیل نمبر: 19

ابو خالد سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں استفسار کیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ تو یہ ہی جانتے ہیں کہ وتر نماز مغرب کی طرح ہیں یہ رات کے وتر ہیں مغرب کے دن وتر ہیں۔ (شرح معانی الاثار: جز: 1 ص: 293)

دلیل نمبر: 20

ابن اسباق سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا پھر تین رکعات وتر پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6822)

دلیل نمبر: 21

زاذان سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ آخر شب میں تین رکعت وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6825)

دلیل نمبر: 22

حمید سے روایت ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6824)

دلیل نمبر: 23

ابو غالب سے روایت ہے کہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6826)

دلیل نمبر: 24

مکحول سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 4662)

دلیل نمبر: 25

حضرت ثابت سے روایت ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات وتر پڑھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6840)

دلیل نمبر: 26

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 685)

دلیل نمبر: 27

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ

وہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6835)

دلیل نمبر: 28

علقمہ سے روایت ہے کہ

وتر تین رکعات ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6830)

دلیل نمبر: 29

امام ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

مکحول تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور دو رکعات کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6836)

دلیل نمبر: 30

امام ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

میں نے ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا مغرب کی نماز کی طرح وتر پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 6839)

دلیل نمبر: 31

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وتر کم از کم تین رکعات ہیں۔ (الحجۃ للشیبانی: جز: 1 ص: 197)

دلیل نمبر:32

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ نے فرمایا: میں یہ پسند نہیں فرماتا کہ میں تین رکعات وتر چھوڑوں اگرچہ ان کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹوں کا خزانہ مل جائے۔ (الحجۃ للشیبانی: جز: 1،ص:196)

وتر میں قنوت پڑھنا

وتر میں قنوت پڑھنے کے متعلق آئمہ کرام کا اختلاف ہے اور کب پڑھے اس میں بھی اختلاف ہے یہ اختلاف حسب ذیل ہے۔

مالکیہ کا مؤقف

قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

بہر حال وتر کے اندر قنوت پڑھنے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں وتر میں قنوت پڑھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس سے منع فرماتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی ہے۔

(بدایۃ المجتہد: جز: 1،ص:148)

حنبلیہ کا مؤقف

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

رکوع کے بعد قنوت پڑھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے کیونکہ حمید نے بیان کیا ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صبح کی نماز میں قنوت کی کیفیت کو پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح قنوت کرتے تھے۔

(المغنی: جز: 1،ص:447)

شافعیہ کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

وتر میں قنوت پڑھنے کے کئی قول ہیں صحیح اور مشہور یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی تصریح کی ہے۔ (شرح المہذب: جز: 4،ص:15)

حنفیہ کا مؤقف

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت کرے جیسا کہ ہم آثار صحابہ سے نقل کر چکے ہیں کیونکہ قنوت حکماً قرأت ہے اس لیے

کہ نمازی کا قول اللھم انا نستعینك حضرت ابی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ابی مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں دوسورتوں میں لکھا ہوا ہے اور جبکہ قرأت رکوع سے پہلے ہے تو قنوت بھی رکوع سے پہلے ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا قول کرتے ہیں اور اس پر ان کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے انہوں نے وتر کے قنوت کو نماز فجر کے قنوت پر قیاس کیا ہے۔

(المبسوط: جز:1، ص:165)

حنفیہ کے مزید دلائل

قنوت رکوع سے قبل پڑھنے پر حنفیہ کے کثیر دلائل ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے قنوت قبل از رکوع ہے۔ یہ دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے دوسری میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھے۔ (سنن نسائی: جز:1، ص:175)

دلیل نمبر:2

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔

(المصنف: جز:2، ص:302)

دلیل نمبر:3

حضرت عاصم سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق پوچھا۔

انہوں نے فرمایا: قنوت ثابت ہے۔

میں نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا بعد۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رکوع سے پہلے۔ (صحیح بخاری: جز:1، ص:136)

دلیل نمبر:4

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال قنوت مشروع قرار دیتے تھے اور ان کا مسلک تھا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا

جائے۔ (جامع ترمذی: ص:93)

دلیل نمبر:5

اسود بن یزید سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ (المصنف: ج:2، ص:302)

دلیل نمبر:6

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (المصنف: ج:2، ص:302)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق

☆ **حدثنی لمن خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت الست تقرا القرآن فان خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم کان القرآن**

میں نے عرض کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق خبر دیجئے آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم قرآن مجید نہیں پڑھتے ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو قرآن مجید فرمایا۔ سب سے پہلے خلق کا معنیٰ سمجھ لیں۔

خلق کا معنیٰ

علامہ مجدالدین محمد جزری ابن اثیر متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

خلق حقیقت میں انسان کی باطنی صورت اور اس کے باطنی اوصاف کو کہا جاتا ہے جو اس کے ساتھ اس طرح خاص ہوتے ہیں جس طرح کہ ظاہری شکل وصورت اور ظاہری اوصاف اس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں۔ (نہایہ: ج:2، ص:70)

علامہ ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

خلق کا اطلاق ظاہری بناوٹ اور اس شکل وصورت کے ساتھ خاص ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جاسکے اور خلق کا اطلاق ان باطنی قوتوں اور اوصاف کے ساتھ خاص ہے جن کو بصیرت سے جانا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ یہ کفار سابقین کا وصف ہے اور خلاق کا اطلاق ان اوصاف کے ساتھ خاص ہے جن کو انسان کسب اور کوشش کے بعد حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آخرت میں ان کے کسی کسب کا کوئی ثمرہ نہیں ہے۔ (المفردات: ص:158)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر مبارک میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اور تیئس سال تک قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔ جو اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ قرآن مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے چالیس سال بعد بیان کرنا شروع کیے اور تیئس

سال تک جن احکام کا نزول ہوتا رہا نبی کریم ﷺ اس کے نزول سے بہت عرصہ پہلے ان اوصاف سے متصف تھے۔ نبی کریم ﷺ کے خلق اور سیرت کو اگر جامع عبارت میں ذکر کیا جائے تو قرآن مجید ہے۔

نبی کریم ﷺ کے خلق کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

نبی کریم ﷺ وہ ذات مقدسہ ہیں جو خلق عظیم پر فائز ہیں آپ ﷺ کی مکمل حیات مبارکہ خلق عظیم پر فائز رہی کسی کو کبھی مارا نہیں نہ ہی کسی کو کبھی اذیت پہنچائی اور نہ ہی کسی چیز کا بدلہ لیا بلکہ وہ لوگ جو جان کے دشمن بنے ہوئے تھے فتح مکہ مکرمہ کے دن ان کو بھی معاف فرما دیا۔ آپ ﷺ کے حسن اخلاق پر درج ذیل احادیث مبارکہ دلالت کرتی ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی۔ آپ ﷺ نے کبھی مجھ سے اف نہیں کہا اور میں نے جو کام کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیا؟ اور میں نے جس کام کو ترک کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو ترک کیا اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سب سے اچھے تھے اور کوئی ریشم آپ ﷺ کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم نہیں تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے پسینہ کی خوشبو سے بڑھ کر کسی مشک اور عطر کی خوشبو نہیں سونگھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 69110)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نہ طبعاً فحش گفتار تھے نہ تکلفاً اور نہ بازار میں بلند آواز سے باتیں کرتے تھے اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 2016)

حدیث مبارکہ:3

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے میرے رب عزوجل نے ادب سکھایا سو اچھا ادب سکھایا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث 31895)

حدیث مبارکہ:4

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا ماسوا جہاد فی سبیل اللہ کے اور نہ آپ ﷺ نے کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کسی عورت کو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2328)

حدیث مبارکہ:5

ہشام بن عامر سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے ام المومنین رضی اللہ عنہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

کیا تم قرآن مجید نہیں پڑھتے؟

میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 746)

حدیث مبارکہ:6

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے **"قد افلح المومنون"** سے لے کر دس آیات کریمہ تلاوت فرمائیں اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق سب سے اچھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت میں سے جو بھی بلاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے لبیک۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم:4)

بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث 1677)

حدیث مبارکہ:7

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی اجازت طلب کی اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ اپنے قبیلہ کا برا شخص ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی جب وہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بہت نرمی سے بات کی جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا پھر

آپ ﷺ نے اس سے بہت نرمی سے بات کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! لوگوں میں برا شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کی بدگفتاری کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6032)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک اللہ تعالیٰ کے محارم اور اس کی حدود میں سے کسی حد کو نہ توڑا جائے اور جب اللہ تعالیٰ کے محارم میں کسی چیز کو پامال کیا جاتا تو آپ ﷺ سب سے زیادہ غضب ناک ہوتے تھے اور جب بھی آپ ﷺ کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اس کو اختیار کرتے جو زیادہ آسان ہو بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3560)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ہدیہ قبول کرتے تھے اور اس کے جواب میں ہدیہ دیتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 2585)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ اپنی جوتی مبارکہ مرمت کر لیتے تھے اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور جس طرح تم گھر کے کام کرتے ہو اسی طرح گھر کے کام کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 2489)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا السام علیکم (تم پر موت آئے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

تم پر موت آئے اور تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! رک جاؤ! تم نرمی کو لازم رکھو اور تم موجب عار باتوں اور بدکلامی سے اجتناب کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا انہوں نے کیا کہا تھا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ان کی بات ان پر لوٹا دی تھی اور ان کے متعلق میری دعا قبول ہو گی اور میرے متعلق ان کی دعا قبول نہیں ہو گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6030)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو سوا اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور جب بھی کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کی حرمات اور اس کی حدود کو کسی نے پامال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے لئے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2328)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کچھ عطا فرمائیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں ہے لیکن تم میری ضمانت پر خرید لو میرے پاس مال آیا تو میں ادا کر دوں گا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما چکے ہیں اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قادر نہیں ہیں اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکلف نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ناپسند کیا۔
پھر انصار کے ایک شخص نے عرض کیا:
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیجئے اور عرش والے سے مال میں کمی کا خوف نہ کریں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوئی۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ (شمائل ترمذی: رقم الحدیث 356)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے اوپر آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا اور وہ اسرافیل علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔

انہوں نے کہا:

السلام علیک یا محمد (ﷺ)!

میں آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے رب عزوجل کا پیغام لانے والا ہوں مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ ﷺ کو یہ اختیار دوں کہ آپ ﷺ چاہیں تو نبی اور عبد رہیں اور اگر آپ ﷺ چاہیں تو نبی اور بادشاہ ہو جائیں۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا انہوں نے تواضع کرنے کا اشارہ کیا۔

پس اس وقت ہم نے کہا:

اگر میں نبی بادشاہ کہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث 13309)

حدیث مبارکہ: 15

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔

آپ ﷺ پر جنگ احد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آیا تھا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ اٹھائی ہیں اور سب سے زیادہ تکلیف یوم عقبہ کو اٹھائی تھی اس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا میں جو کچھ چاہتا تھا اس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا پھر میں انتہائی افسردگی کے ساتھ چل پڑا میں اس وقت قرن الثعالب میں تھا اور میرا غم ابھی دور نہیں ہوا تھا میں نے سر اوپر اٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہاں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کو کیا پیغام بنایا اور انہوں نے آپ ﷺ کو کیا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے تا کہ آپ ﷺ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا پھر کہا! اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس ڈالوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3231)

حدیث مبارکہ:16

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1551)

حدیث مبارکہ:17

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر مجھے ایک پائے کی دعوت بھی دی جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔(سنن ترمذی:رقم الحدیث 1338)

حدیث مبارکہ:18

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ ان کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے تھے۔(سنن ترمذی:رقم الحدیث 2754)

حدیث مبارکہ:19

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور پرانے گھی کی دعوت دی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول فرما لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تاحیات چھڑا نہیں سکے۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث 2069)

حدیث مبارکہ:20

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی!

مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ہے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم مدینہ منورہ کے جس راستہ میں چاہو بیٹھ جاؤ میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث 2326)

حدیث مبارکہ:21

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص تھا جس کے کپڑوں پر زعفران کے رنگ کے نشان تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے

منہ پر ایسی بات نہیں کہتے تھے جو اس کو ناگوار ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

تم اس شخص سے کہو کہ وہ ان نشانات کو دھولے۔ (مسند ابو یعلی: رقم الحدیث: 4277)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی وہاں لے جاتی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6072)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے سخت موٹے تھے۔ ایک اعرابی نے چادر کو پکڑ کر سختی کے ساتھ کھینچا۔ میں نے دیکھا کہ چادر کو سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر نشان پڑ گئے تھے۔

پھر اس اعرابی نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ عطا کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6088)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہ بکریاں عطا فرمادیں پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا! اے میری قوم! اسلام لے آؤ کیونکہ خدا عزوجل کی قسم! بے شک محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا دیتے ہیں کہ فقر و غربت کا خدشہ نہیں رہتا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2312)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد محترم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ہم نشینوں کے ساتھ سیرت کے متعلق سوال کیا۔

تو انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی تھی۔ آپ ﷺ بہت نرم مزاج تھے۔ آپ ﷺ سے بات کرنا بہت سہل تھا۔ آپ ﷺ بدمزاج اور سخت دل نہ تھے نہ بدگفتار تھے نہ لوگوں کے عیوب بیان کرتے تھے نہ بخل کرتے تھے۔ فضول باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ جو شخص آپ ﷺ کے پاس کوئی امید لے کر آتا آپ ﷺ اس کو مایوس نہیں کرتے تھے اور کسی کو نامراد نہیں کرتے تھے آپ ﷺ نے اپنے لیے تین چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ ﷺ بحث و تکرار، زیادہ باتوں اور بے مقصد کاموں میں نہیں پڑتے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کے لئے بھی تین چیزیں چھوڑ دی تھیں۔ آپ ﷺ نہ کسی شخص کی مذمت کرتے تھے اور نہ اس کا عیب نکالتے تھے اور نہ کسی کی پوشیدہ چیز معلوم کرتے تھے اور صرف اسی معاملہ میں بات کرتے تھے جس میں آپ ﷺ کو ثواب کی امید ہوتی تھی اور جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے ہم مجلس اس طرح اپنے سروں کو جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں اور جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تب وہ آپ ﷺ سے کوئی بات کرتے تھے اور وہ آپ ﷺ کے سامنے کسی بات میں بحث نہیں کرتے تھے اور جب کوئی شخص آپ ﷺ سے بات کرتا تو سب اس کی بات ختم ہونے تک خاموش رہتے۔ جب آپ ﷺ کے شرکائے مجلس ہنستے تو آپ ﷺ ہنستے تھے اور جس چیز پر وہ تعجب کرتے آپ ﷺ بھی اس پر تعجب کرتے تھے جب کوئی اجنبی شخص سختی سے بات کرتا یا سوال کرتا تو آپ ﷺ صبر کرتے تھے حتیٰ کہ اگر آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اس پر سختی کرتے تو آپ ﷺ فرماتے جب تم دیکھو کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو طلب کر رہا ہے تو تم اس کے ساتھ نرمی کرو۔ آپ ﷺ بغیر نوازش اور عطا کے اپنی تعریف کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ہاں! آپ ﷺ کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ آپ ﷺ کی تعریف کرتا تو آپ ﷺ قبول کر لیتے۔ آپ ﷺ کسی کے کلام کو منقطع نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ شخص حق سے تجاوز کرتا تو پھر اس کی بات کاٹ کر اس کو روکتے یا اٹھ جاتے۔ (شمائل ترمذی: رقم الحدیث 352)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ خیر کی بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ آپ رمضان کے مہینہ میں کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے تھے آپ ﷺ ان کے ساتھ قرآن مجید کو دہراتے تھے اور جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے تو آپ ﷺ برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 3220)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی شخص کے مانگنے پر نہیں نہ فرمایا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6034)

حدیث مبارکہ:28

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آ گئے ایک وادی جس میں بہت زیادہ درخت تھے وہاں سب کو نیند آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی اور ہم لوگ سو گئے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے تھے اور اس وقت وہ اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس وقت میں سویا ہوا تھا تو اس اعرابی نے مجھ پر تلوار سونت لی میں بیدار ہوا تو وہ برہنہ تلوار لیے ہوئے کھڑا تھا۔

اس نے کہا:

تمہیں مجھ سے کون بچائے گا۔ میں نے تین بار کہا۔ اللہ عزوجل! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 2910)

حدیث مبارکہ:29

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ اپنے اونٹ پر سفر کر رہے تھے جس نے ان کو تھکا دیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑنے کا ارادہ کیا وہ کہتے ہیں: پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آ ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اس اونٹ پر ایک ضرب لگائی پھر وہ اس قدر تیز چلنے لگا کہ اس کی طرح کوئی اونٹ نہیں چل رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے یہ اونٹ چالیس دراہم کے عوض فروخت کر دو۔

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ

مجھے فروخت کر دو تو میں نے چالیس دراہم کے عوض اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کر دیا اور میں نے اس پر سوار ہو کر مدینہ منورہ اپنے گھر تک جانے کا استثناء کر لیا۔ پس جب میں اپنے گھر پہنچ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی نقد قیمت ادا فرما دی اور ایک قیراط زیادہ دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھیج کر مجھے بلوایا اور ارشاد فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے اونٹ خریدنے کے لئے تمہیں قیمت کم دی ہے؟ جاؤ یہ اونٹ لے جاؤ اور یہ دراہم بھی لے جاؤ۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:)

حدیث مبارکہ:30

حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ایک خوشہ اور کچھ ککڑیاں یا جو لے کر آ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں ہاتھوں میں زیورات اور سونا دیا۔ (شمائل ترمذی: رقم الحدیث:357)

حدیث مبارکہ:31

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرماتے تو ہم دل میں کہتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں گے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت دور ہو جاتی تو میں دیکھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ کشادہ رو سب سے زیادہ خوش طبع اور سب سے زیادہ حسین لگتے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث:2477)

حدیث مبارکہ:32

حضرت عمرہ سے روایت ہے کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے۔
آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بشر تھے اپنے کپڑے صاف کر لیتے تھے، بکری کا دودھ دوھ لیتے تھے اور اپنے کام کرتے تھے۔
(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث 4873)

حدیث مبارکہ:33

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بلواتے اور میں آ کر وحی لکھتا اور ہم جب دنیا کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر فرماتے۔ (شمائل ترمذی: رقم الحدیث:344)

حدیث مبارکہ:34

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس الاقرع بن حابس تمیمی بھی بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے کہا:
میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔
رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:
جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5997)

حدیث مبارکہ: 35

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی اگر آپ ﷺ کو کوئی چیز پسند ہوتی تو آپ ﷺ اس کو کھالیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3563)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! مشرکین کے خلاف دعا کیجئے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا مجھے تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2599)

حدیث مبارکہ: 37

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میں مزاح بھی کرتا ہوں لیکن میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث 14201)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے اندر جاتے تھے تو آپ ﷺ کے کیا معمولات تھے؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جب رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں جاتے تھے تو آپ ﷺ اپنے وقت کے تین حصے کرتے تھے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے، ایک حصہ گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لئے پھر جو حصہ اپنی ذات کے

لئے تھا اس کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے۔ پس اپنے خصوصی فیوض کو خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وسیلہ سے عام مسلمانوں تک پہنچا دیتے اور ان سے کوئی چیز روک کر نہ رکھتے اور جو وقت کا حصہ امت کے لئے تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب فضیلت کو گھر میں آ کر ملاقات کرنے کی اجازت دیتے اور ان کی دینی فضیلت کی ترغیب کے اعتبار سے ان پر وقت کو تقسیم کرتے ان میں سے کسی کو ایک چیز کی ضرورت ہوتی کسی کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی اور کسی کی بہت ضروریات ہوتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ضروریات پوری کرنے میں مشغول ہوتے اور ان کو ان کی اپنی اور باقی امت کی اصلاح کے کاموں میں مصروف رکھتے اور ان سے ان کے مسائل معلوم کرتے اور ان کے حسب حال ان کو ہدایت دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے:

تم میں سے حاضر، غائب تک یہ ہدایات پہنچا دے اور تم میرے پاس ایسے شخص کی حاجت بھی پہنچا دیا کرو جو اپنی حاجت خود نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ جو شخص کسی ایسے انسان کی حاجات صاحب اختیار تک پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی ہی چیزوں کا ذکر کیا جاتا تھا اس کے علاوہ اور کسی بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول نہیں کرتے تھے۔ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم کی طلب لے کر آتے تھے اور جب واپس جاتے تھے تو علم کا ذائقہ چکھ چکے ہوتے تھے اور نیکی کے رہنما بن چکے ہوتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے پوچھا۔

گھر سے باہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا معمولات تھے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف با مقصد کلام کرتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تالیف کرتے تھے اور ان سے انسیت رکھتے تھے ان کو متنفر نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم کے معزز آدمی کی تکریم کرتے اور اس کو اس کی قوم کا حاکم بنا دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈراتے اور لوگوں کے شر سے خود کو محفوظ رکھتے۔ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کی تفتیش کرتے اور یہ معلوم کرتے کہ عام لوگ کس حال میں ہیں اچھی چیز کی تحسین اور تقویت کرتے اور بری چیز کی مذمت کرتے اور اس کو کمزور کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ میانہ روی سے کام لیتے اور مسلمانوں کے احوال سے غافل نہ رہتے، مبادہ وہ غافل اور سست ہو جائیں یا اکتا جائیں ہر حالت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکمل تیاری ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق بات میں تقصیر نہ کرتے نہ تجاوز کرتے۔ مسلمانوں میں سے بہترین لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس ہوتے۔ جو شخص لوگوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک افضل ہوتا اور جو شخص لوگوں کے ساتھ زیادہ نیکی کرتا اور ان سے اچھا سلوک کرتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑے درجہ والا ہوتا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے پوچھا۔

آپ ﷺ کی مجلس کیسی ہوتی تھی؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ ہر نشست و برخواست کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے جب آپ ﷺ کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی تھی وہاں بیٹھ جاتے تھے اور مسلمانوں کو بھی اسی بات کا حکم دیتے تھے اور اپنے ہم نشینوں میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ دیتے تھے اور آپ ﷺ کا کوئی ہم نشین یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی اور شخص آپ ﷺ کے نزدیک اس سے زیادہ معزز ہے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا آپ ﷺ سے گفتگو کرتا تو جب تک وہ خود نہ چلا جاتا آپ ﷺ بیٹھے رہتے اور جو شخص آپ ﷺ کے پاس اپنی حاجت پیش کرتا آپ ﷺ اس کی حاجت پوری فرماتے یا نرمی سے عذر بیان کرتے۔ آپ ﷺ کی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سب لوگوں کے لئے عام تھی۔ آپ ﷺ سب مسلمانوں کے لئے بہ منزلہ باپ تھے اور آپ ﷺ کی مجلس میں آپ ﷺ کے نزدیک سب لوگوں کے حقوق یکساں تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس علم، حیاء، صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اس میں نہ آوازیں بلند ہوتی تھیں اور نہ کسی پر عیب لگایا جاتا تھا اگر بالفرض کسی سے غلطی ہو جائے تو اس کو آشکار انہیں کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کے نزدیک تمام مجلس والے برابر تھے بلکہ ان کو تقویٰ کی وجہ سے دوسروں پر برتری حاصل ہوتی تھی اور وہ سب منکسر اور متواضع تھے۔ مجلس میں بڑوں کی تعظیم کرتے تھے اور چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے ضرورت مندوں کے لئے ایثار کرتے تھے اور مسافر کے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث 2754)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ ﷺ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ ﷺ فرماتے: تم سفارش کرو تم کو اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1432)

حدیث مبارکہ: 40

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا۔ آپ ﷺ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا میں آپ ﷺ کی جوتی کو ٹھیک کرنے لگا آپ ﷺ نے میرے ہاتھ سے جوتی لے لی اور ارشاد فرمایا: یہ خود پسندی اور خود کو دوسرے پر ترجیح دینا ہے اور میں خود پسندی کو پسند نہیں کرتا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث 2468)

حدیث مبارکہ: 41

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ پردہ میں رہنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء فرمانے والے تھے جب آپ ﷺ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی

تو ہم آپ ﷺ کے چہرہ سے جان لیتے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2312)

حدیث مبارکہ: 42

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس ایک چادر لے کر آئی جس کے کناروں پر بنائی کی ہوئی تھی۔

اس نے عرض کیا:

میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ میں آپ ﷺ کو پہناؤں۔ نبی کریم ﷺ کو چادر کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے وہ چادر لے لی۔ پھر نبی کریم ﷺ اس کو بہ طور تہبند باندھ کر آئے۔ ایک شخص نے اس چادر کی تحسین کی اور کہا یہ بہت اچھی چادر ہے آپ ﷺ یہ چادر مجھے دے دیں۔

مسلمانوں نے اس شخص سے کہا۔

تم نے اچھا نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ضرورت کی وجہ سے اس چادر کو پہنا تھا پھر تم نے آپ ﷺ سے وہ چادر مانگ لی حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔

اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے پہننے کے لئے یہ چادر نہیں مانگی میں نے تو اپنا کفن بنانے کے لئے یہ چادر مانگی ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر وہ چادر اس کا کفن بن گئی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1277)

حدیث مبارکہ: 43

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا کپکپا رہا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا:

تم آرام اور اطمینان سے کھڑے رہو کیونکہ میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت سکھا کر کھاتی تھی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث 1282)

نبی کریم ﷺ کا منافقین کو معاف فرما دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم فرمایا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کہا:

خدا کی قسم! محمد (مصطفیٰ ﷺ) نے اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس بات کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ج:3،ص:895)

عکرمہ بن ابوجہل کو معاف فرمادینا

امام ابن ابی اثیر شیبانی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ بن ابوجہل بھی نبی کریم ﷺ کو ایذاء پہنچانے، آپ ﷺ سے عداوت رکھنے اور آپ ﷺ کے خلاف جنگوں میں پیسہ صرف کرنے میں اپنے باپ کی مثل تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا تو اس کو اپنی جان کا خوف ہوا اور وہ یمن کی طرف بھاگ گیا لیکن اس کی بیوی ام حکیم بنت الحارث مسلمان ہو گئیں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عکرمہ کے لئے امان طلب کی اور اپنے ساتھ ایک رومی غلام لے کر اس کو ڈھونڈنے نکلیں۔ انہوں نے عرب کے بعض قبیلوں کی مدد سے عکرمہ کو پا لیا اس وقت عکرمہ سمندر کے سفر کا ارادہ کر رہے تھے۔

ام حکیم نے کہا:

میں تمہارے پاس اس شخص کے ہاں سے آئی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں سب سے زیادہ حلیم ہیں اور سب سے زیادہ کریم ہیں اور انہوں نے تمہیں امان دے دی ہے۔ جب عکرمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے پھر عکرمہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے لئے استغفار کریں پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے استغفار کیا۔ (الکامل فی التاریخ: ج:2،ص:168)

امام ابن عساکر متوفی 751ھ روایت کرتے ہیں:

جب عکرمہ کشتی میں سوار ہوئے تو سخت تیز ہوا چلی انہوں نے اس وقت لات اور عزیٰ کو پکارا۔

کشتی والوں نے کہا:

اس موقع پر اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو پکارا جائے اور اسی کو پکارنا جائز نہیں۔

عکرمہ نے سوچا۔

اگر سمندر میں صرف اسی کی الوہیت ہے اور کوئی شریک نہیں ہے تو پھر خشکی میں بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر دل میں عہد کیا کہ وہ ضرور (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس جا کر رجوع کریں گے سو انہوں نے

آپ ﷺ کے پاس جا کر آپ ﷺ سے بیعت کر لی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج: 17، ص: 134)

ابوسفیان اور ہند کو معاف فرمادینا

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح فرمالیا تو ابوسفیان بن الحارث اور عبداللہ بن ابی امیہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی۔

ابوسفیان نے کہا:

اگر مجھے باریاب ہونے کی اجازت نہیں ملی تو میں اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر زمین میں نکل جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو آپ ﷺ کا دل نرم ہو گیا اور آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اور انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے فرمایا۔

تم حضور انور ﷺ کے سامنے کی طرف سے جانا اور آپ ﷺ سے وہی کہنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا۔

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم ہی قصوروار تھے انہوں نے اسی طرح کہا۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو قریب بٹھایا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ابوسفیان نے اپنی پچھلی تمام زیادتیوں پر معافی مانگی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

یارسول اللہ (ﷺ)! ابوسفیان فخر کو پسند کرتا ہے اس کو کوئی ایسی چیز عنایت فرمایئے جس کی وجہ سے یہ اپنی قوم میں فخر کرے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ٹھیک ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے اور جو شخص مسجد میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔

(الکامل فی التاریخ: ج: 2، ص: 166)

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:
جب آپ ﷺ کے سامنے ہند کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ہند ہے؟
ہند نے کہا:
میں ہند ہوں! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے آپ میری پچھلی باتوں کو معاف فرما دیجئے۔ ہند کے ساتھ اور بھی عورتیں تھیں آپ ﷺ نے ان سے عہد لیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، بدکاری نہیں کریں گی، اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کسی بے قصور پر بہتان نہیں باندھیں گی، کسی نیک کام میں حضور انور ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
ان سے بیعت لو اور ان سب کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ (الکامل فی التاریخ: ج:2،ص:172)
امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان 150ھ لکھتے ہیں:
یہ فتح مکہ مکرمہ کے دن کا واقعہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کیا اس وقت آپ ﷺ صفا پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس پہاڑ کے نیچے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی۔ اس وقت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نقاب ڈالے ہوئے خواتین کے ساتھ کھڑی تھی۔
اس نے سر اٹھا کر کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ ہم سے اسی چیز پر بیعت لے رہے ہیں جس پر آپ ﷺ نے مردوں سے بیعت لی ہے۔ ہم نے آپ ﷺ سے اس پر بیعت کر لی۔
پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم چوری بھی نہیں کرو گی۔
ہند نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ابوسفیان کے مال سے خرچ کرتی ہوں مجھے نہیں معلوم کہ وہ مال میرے لیے حلال ہے یا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا: ہاں! اس سے پہلے تم نے ماضی میں میرا جو مال لیا ہے وہ حلال ہے اور اس کے علاوہ بھی۔
نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تم ہند بنت عتبہ ہو؟
اس نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ میرے گزشتہ قصور معاف فرما دیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو معاف فرمائے گا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم زنا بھی نہیں کرو گی؟
ہند نے کہا: کیا آزاد عورت زنا کرتی ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم اپنی اولاد کو قتل بھی نہیں کرو گی۔

اس نے عرض کیا: ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو تم نے ان کو قتل کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت ہنسے اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے ساتھ کسی پر بہتان لگاؤ گی۔ بہتان یہ ہے کہ عورت کسی اور کے بچے کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ تمہارا بچہ ہے حالانکہ وہ اس کا بچہ نہ ہو۔

ہند نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بہتان بری چیز ہے اور آپ ﷺ اچھے اخلاق اور اچھی خصلتوں کا حکم دیتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم دستور کے موافق کسی کام میں نافرمانی نہیں کرو گی یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے اور بال نوچنے سے منع کیا اور فرمایا: تم شہر میں کسی مسافر کے ساتھ خلوت میں نہیں رہو گی اور بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہیں کرو گی۔

ہند نے کہا: ہم ان چیزوں میں سے کسی کی مخالفت نہیں کریں گے۔

تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ﷺ ان کو بیعت کر لیجئے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان: ج:3، ص:354)

وحشی کو معاف فرما دینا

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

وحشی نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)! آپ ﷺ مجھے کس طرح اپنے دین کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ میں نے شرک کیا ہے، قتل کیا ہے اور زنا کیا ہے اور آپ ﷺ یہ پڑھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۝ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۝ (الفرقان:68،69)

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہے گا''۔

جب وحشی نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل کر دی۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

رَّحِيمًاo (الفرقان:70)

''لیکن جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔''

وحشی نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ بہت سخت شرط ہے کیونکہ اس میں ایمان لانے سے پہلے کے گناہوں کا ذکر ہے ہوسکتا ہے مجھ سے ایمان لانے کے بعد گناہ ہو جائیں تو پھر ایمان لانے کے بعد اگر میری بخشش نہ ہوئی پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء:48)

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جو گناہ ہو اسے جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

وحشی نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) اس آیت میں تو مغفرت اللہ تعالیٰ کے چاہنے پر موقوف ہے۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بخشنا نہ چاہے پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُo (الزمر:53)

''آپ کہئے کہ اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتیاں کر چکے ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔''

وحشی نے کہا: اب مجھے اطمینان ہوا۔ پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یہ بشارت آیا صرف وحشی کے لئے ہے یا سب کے لئے ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب کے لئے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وحشی امان طلب کر کے آیا اور پھر رسول اللہ ﷺ سے اسلام قبول کرنے کے متعلق یہی شرائط پیش کیں اور آپ ﷺ نے یہی جوابات دیئے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:26، ص:263)

ہبار بن الاسود کو معاف فرما دینا

امام محمد بن عمر و واقدی متوفی 207ھ روایت کرتے ہیں:

ہبار بن اسود کا یہ جرم تھا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا کو پشت میں نیزہ مارا تھا۔ اس وقت وہ حاملہ تھیں وہ گر گئیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا جس وقت نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہبار بن اسود آ گیا۔ وہ بہت فصیح اللسان تھا۔

اس نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) جس نے آپ ﷺ کو برا کہا اس کو برا کہا گیا۔ میں آپ ﷺ کے پاس اسلام کا اقرار کرنے آیا ہوں۔ پھر اس نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا اسلام قبول کر لیا اس وقت نبی کریم ﷺ کی کنیز سلمہ آئیں۔

اور انہوں نے ہبار سے کہا۔

اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کرے تو وہی ہے جس نے فلاں کام کیا تھا اور فلاں کام کیا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اسلام نے ان تمام کاموں کو مٹا دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو برا کہنے اور اس کے پچھلے کام گنوانے سے منع فرمایا۔

(کتاب المغازی للواقدی: جز:2، ص:858)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ صفوان بن امیہ جدہ جانے کے لئے مکہ مکرمہ سے نکلا تا کہ جدہ سے یمن چلا جائے۔

حضرت عمیر بن وہب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

یا رسول اللہ (ﷺ)! صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے اور وہ آپ ﷺ کے خوف سے بھاگ رہا ہے تا کہ اپنے آپ کو سمندر میں گرا دے۔ آپ ﷺ اس کو امان دے دیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو امان ہے۔

انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے کوئی ایسی چیز عنایت فرمایئے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ نے اس کو امان دے دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنا عمامہ شریف عطا فرمایا جس کو پہن کر آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ وہ عمامہ لے کر گئے اور ان کو جدہ میں پا لیا اس وقت وہ جہاز میں سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا:

اے صفوان! اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے بجائے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو دیکھو یہ امان ہے جو میں تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ سے لے کر آیا ہوں۔

صفوان نے کہا: تم چلے جاؤ۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے صفوان! وہ سب سے زیادہ افضل، سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ حلیم اور سب سے اچھے ہیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ صفوان کو حضور انور ﷺ کے پاس لے کر آئے۔

صفوان نے رسول اللہ ﷺ سے کہا۔

اس کا یہ کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے امان دے دی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے سچ کہا۔

صفوان نے کہا: مجھے اسلام لانے کے لئے دو ماہ کی مہلت عطا فرمایئے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں چار ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔ (جامع البیان: ج:2،ص:339)

عبداللہ بن ابی کو معاف فرمانا اور جنازہ پڑھانا

عبداللہ بن ابی نے نبی کریم ﷺ کو کافی تکالیف پہنچائی تھیں اس نے ایک دن کہا تھا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے اور یہ بھی کہا تھا کہ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ نہ دیں اس وقت تک ان پر خرچ نہ کرو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی جس سے آپ ﷺ کو سخت رنج پہنچا تھا اور آپ ﷺ سے کہا تھا کہ اپنی سواری دور کرو مجھے اس سے بدبو آتی ہے جنگ احد میں عین لڑائی کے وقت اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا۔ ان تکالیف کو پہنچانے کے باوجود بھی آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپ ﷺ کے پاس گیا۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ ﷺ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا۔ میں آپ ﷺ کو یہ تمام باتیں گنواتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا:

اپنی رائے کو رہنے دو جب میں نے بہت اصرار کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ استغفار کروں یا نہ کروں) سو میں نے (استغفار کرنے کو) اختیار کر لیا اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1366)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری قمیض اور اس پر میری نماز جنازہ اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان: جز: 10، ص: 142)

خلاصہ کلام

اس تمام تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حسن اخلاق کے عظیم مرتبہ پر فائز فرمایا۔ آپ ﷺ ہمیشہ حسن اخلاق سے پیش آتے تھے حتیٰ کہ جانی دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے اور مرتے وقت ایمان پر خاتمہ اور جلوۂ مصطفیٰ کریم ﷺ دکھائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم/واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْقَصْدِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں اعتدال کا حکم

یہ باب نماز میں اعتدال کے حکم میں ہے۔

1161 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا وَاِنَّ اَحَبَّ الْعَمَلِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهُ وَاِنْ قَلَّ وَكَانَ اِذَا عَمِلَ عَمَلًا اَثْبَتَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس قدر طاقت رکھتے ہو عمل کرو بے شک اللہ تعالیٰ اکتاتا نہیں ہے حتیٰ کہ تم نہ اکتا جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ کو دوام والا عمل بہت زیادہ پسند ہے اگر چہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی عمل کرتے تو اس پر دوام رکھتے۔

(سنن النسائی: ج:3،ص:235،صحیح ابن خزیمہ: ج:3،ص:61)

1162 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَمِّي حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ إِسْحٰقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ فَجَاءَهُ فَقَالَ يَا عُثْمَانُ أَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّتِي قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ سُنَّتَكَ أَطْلُبُ قَالَ فَإِنِّي أَنَامُ وَأُصَلِّي وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأَنْكِحُ النِّسَاءَ فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا عُثْمَانُ فَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَصَلِّ وَنَمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بلایا پس وہ حاضر ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عثمان کیا تم میری سنت کو پسند نہیں کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا! اللہ تعالیٰ کی قسم یارسول اللہ نہیں۔لیکن میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کرنے والا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور عورتوں سے بھی نکاح کرتا ہوں پس اے عثمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ تم پر تمہاری بیوی کا حق ہے اور تم پر تمہاری جان کا بھی حق ہے۔تم پر تمہارے مہمان کا بھی حق ہے لہٰذا رکھو بھی سہی اور چھوڑو بھی سہی اور نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو۔

1163 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ قَالَتْ لَا كَانَ كُلُّ عَمَلِهِ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک کس طرح کا تھا؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایام کو خاص فرماتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک دائمی ہوتا تھا۔اور تم میں سے کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی استطاعت رکھتا ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4،ص:299،شرح السنۃ: ج:1،ص:225،صحیح ابن حبان: ج:8،ص:408،صحیح ابن خزیمہ: ج:2،ص:263)

شرح:

اسلام دین فطرت ہے وہ توسط اور اعتدال کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں افراط اور تفریط ممنوع اور مذموم ہے اسی طرح

اسلام میں سخت اور مشکل عبادات مطلوب نہیں ہیں بلکہ اسلامی احکام میں نرمی، ملائمت، سہولت اور آسانی مرغوب ہے اسلام کا کوئی حکم خلاف فطرت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ہم میں رہبانیت نہیں ہے۔ (العلل المتناہیہ: ج:2،ص:156)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عثمان! ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث 10375)

اسلام میں ترک لذائذ، سخت ریاضیات اور عبادت شاقہ ممنوع ہیں۔ نیکی اور فضیلت حاصل کرنے کا اصل اور صحیح طریقہ وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا اور جو راستہ ہمارے لیے مقرر کیا اور جس طریقہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گامزن رہے اور اخیار تابعین رضی اللہ عنہم نے جس کو اپنایا۔

نبی کریم ﷺ نے ایسی عبادت سے منع فرمایا ہے جس میں حقوق پامال ہوں اور آپ ﷺ نے میانہ روی سے عبادت کرنے کا حکم فرمایا ہے جس طرح کہ کثیر احادیث مبارکہ میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں میں تین شخص آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہیں آپ ﷺ کی عبادت کے معمول کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور کہا۔ کہاں ہم اور کہاں نبی کریم ﷺ! آپ ﷺ کے تو ہر اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

تو ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔

اور دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔

اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔

تو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح کہا ہے۔ سنو! بہ خدا میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھاتا پیتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5063)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوحجیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو آپس میں بھائی بنایا۔ ایک دن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو انہوں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو پھٹے پرانے کپڑے پہنے دیکھا۔

انہوں نے کہا: یہ آپ نے کیا حال بنا رکھا ہے؟

کہا: آپ کے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

جب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے ان کے لئے کھانا تیار کیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ بھی تناول فرمائیے۔

انہوں نے کہا: میں روزے سے ہوں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک آپ رضی اللہ عنہ کھانا نہیں کھائیں گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سو جائیں وہ سو گئے پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے پھر کہا۔ سو جائیں جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب کھڑے ہوں پھر دونوں نے نماز پڑھی۔

پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کے رب عزوجل کا آپ رضی اللہ عنہ پر حق ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے نفس کا آپ رضی اللہ عنہ پر حق ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا آپ رضی اللہ عنہ پر حق ہے ہر حقدار کو اس کا حق ادا کریں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلمان (رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1968)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند نفوس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خلوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں سوال کیا۔

پھر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: میں کبھی نکاح نہیں کروں گا۔

اور بعض نے کہا: میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔

بعض نے کہا: میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا:

فلاں فلاں لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو اس طرح کہتے ہیں لیکن میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھاتا پیتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 3343)

ایک روایت میں ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو نکاح نہ کرنے کی اجازت نہیں دی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجازت دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5073)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ان کے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔
آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون ہے؟
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ فلاں عورت ہے اس کی نمازوں کا بڑا چرچا ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا: چھوڑو اتنا عمل کرو جو ہمیشہ کر سکو بخدا! اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر بندہ ہمیشگی کرے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 43)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو دوستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی تھی۔
آپ ﷺ نے پوچھا:
یہ رسی کیسی ہے؟ تو بتایا کہ یہ زینب کی رسی ہے جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس رسی کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہیں۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! اس کو کھول دو تم میں سے کوئی شخص جب تک خوشی سے نماز پڑھ سکتا ہے پڑھے اور جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1150)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اچانک ایک شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا۔
آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون ہے؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ ابو اسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں۔ نہ سایہ میں آئے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے کہو کہ بات کرے، سایہ میں آئے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6704)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میری بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ پیدل چل کر بیت اللہ جائے گی۔
انہوں نے کہا کہ
میں نے سوچا کہ میں نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق فتویٰ معلوم کروں میں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
وہ حج کو جائے اور سوار ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1866)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے دیکھا ایک بوڑھا شخص جو چل نہیں سکتا تھا اسے اس کے دو بیٹے پکڑ کر چلا رہے تھے۔
آپ ﷺ نے پوچھا: یہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے کہ یہ اپنے نفس کو عذاب دے اور اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 1865)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لشکر میں گئے ایک شخص ایک غار میں گیا جس میں پینے کے لئے پانی بھی تھا اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ اگر وہ اس غار میں رہے تو اس میں پانی بھی ہے اور اس کے اردگرد سبزیاں بھی ہیں وہ دنیا کے بکھیڑوں سے آزاد ہو کر اس غار میں رہ کر زندگی بسر کر سکتا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر اس کا ذکر کروں اگر آپ ﷺ نے اجازت دے دی تو میں اس غار میں رہوں گا ورنہ نہیں رہوں گا۔
اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا:
یا نبی اللہ ﷺ! میں ایک غار کے پاس سے گزرا اس میں زندگی بسر کرنے کے لئے پانی بھی ہے اور سبزیاں بھی ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس غار میں رہوں اور دنیا کے بکھیڑوں سے آزاد ہو جاؤں۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میں یہودیت اور نصرانیت کے ساتھ نہیں مبعوث کیا گیا میں ملت حنیفیہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو بہت آسان ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح کرنا یا ایک شام گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی ایک شخص کا جہاد کے لئے صف میں کھڑے ہونا اس کی ساٹھ سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔
(مسند احمد: رقم الحدیث 22192)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ دین آسان ہے جو شخص اس دین کو مشکل بنانے کی کوشش کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 39)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 220)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

ابوقلابہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ ارادہ کیا کہ دنیا کو ترک کر دیں اور عورتوں کو چھوڑ دیں اور راہب ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ناراض ہو کر فرمایا: تم سے پہلے لوگ صرف (دین میں) سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سختی کی ان کے بچے کھچے لوگ مندروں اور گرجوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، حج کرو اور عمرہ کرو۔ تم سیدھے رہو تو تمہارے لیے استقامت ہو گی اور ان ہی لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

''اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔''

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ

یہ آیت کریمہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اچھے کپڑے اتار دیں، عورتوں کو چھوڑ دیں اور زاہد بن جائیں۔ ان میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

(جامع البیان: جز:7،ص:13)

ایک اور روایت میں ہے:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ خویلہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں وہ میرے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ابتر حال میں دیکھا۔

آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! خویلہ کس قدر ابتر حال میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

یارسول اللہ (ﷺ)! جس عورت کا خاوند دن کو روزہ رکھتا ہو اور ساری رات نماز پڑھتا ہو وہ اس عورت کی طرح ہے جس کا کوئی خاوند نہ ہو سو اس نے اپنے آپ کو ضائع کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔

جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عثمان! کیا تم میری سنت سے اعراض کرنے والے ہو؟

انہوں نے عرض کیا:

نہیں۔ بہ خدا یارسول اللہ (ﷺ)! لیکن میں آپ ﷺ کی سنت کو طلب کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھاتا پیتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔

اے عثمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تمہارے اہل کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے سو تم روزہ رکھو اور کھاؤ پیو بھی اور نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 26186)

ان روایات سے واضح ہوا کہ اسلام دین فطرت ہے اس کے اندر توسط اور اعتدال ہے اور اس میں افراط و تفریط ممنوع اور مذموم ہے۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

ماہ رمضان کے احکام

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی 275ھ کی یہ صفت ہے کہ جن ابواب کو بیان کرنا ہو شروع میں ایک بڑا باب احکام کے متعلق باندھ دیتے ہیں پھر ان کے تحت ایک ایک مسئلہ پر باب باندھتے ہیں اور اس کے تحت احادیث مبارکہ ذکر فرما دیتے ہیں۔

چند ابحاث

یہاں پر چند ابحاث ذکر کرنا ضروری ہے جو ماہ رمضان کے متعلق ہیں۔

پہلی بحث: رمضان کا معنیٰ

رمضان رمضاء سے بنا ہے اور رمضاء خریف کی اس بارش کو کہتے ہیں جو زمین سے گرد و غبار کو دھوڈالتی ہے اسی طرح رمضان بھی اس امت کے گناہوں کو دھوڈالتا ہے اور ان کے دلوں کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

رمضان رمض سے بنا ہے اور رمض سورج کی تیز دھوپ کو کہتے ہیں اور اس مہینہ میں روزہ داروں پر بھوک اور پیاس کی شدت بھی تیز دھوپ کی طرح سخت ہوتی ہے یا جس طرح تیز دھوپ میں بدن جلتا ہے اسی طرح رمضان میں گناہ جل جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رمضان اللہ تعالیٰ کے بندوں کے گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کی ابتداء اس وجہ سے کی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور انوار الٰہیہ ہمیشہ متجلی اور منکشف رہتے ہیں البتہ ارواح بشریہ میں ان انوار کے ظہور سے حجابات بشریہ مانع ہوتے ہیں اور حجابات بشریہ کے زوال کا سب سے قوی سبب روزہ ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کشف کے حصول کا سب سے قوی ذریعہ روزہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر بنی آدم کے قلوب میں شیطان نہ گھومتے تو وہ آسمانوں کی نشانیوں کو دیکھ لیتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اور رمضان میں عظیم مناسبت ہے اس لیے نزول قرآن کی ابتداء کے لئے اس مہینہ کو خاص کرلیا گیا۔ (تفسیر کبیر: ج:2،ص:121)

دوسری بحث: رمضان المبارک کے نام

رمضان المبارک کے کل چار نام ہیں۔

1- ماہ رمضان، 2- ماہ صبر

3- ماہ مواسات، 4- ماہ وسعت رزق۔

ماہ صبر کیوں کہا گیا؟

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

روزہ صبر ہے جس کی جزا رب عزوجل ہے اور وہ اسی مہینہ میں رکھا جاتا ہے اس لیے اس کو ماہ صبر کہتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:2،ص:227)

ماہ مواسات کیوں کہا گیا؟

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

مواسات کے معنیٰ ہیں بھلائی کرنا چونکہ اس مہینہ میں تمام مسلمانوں سے خاص کر اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے اس لیے ماہ مواسات کہتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:2،ص:227)

ماہ وسعت رزق کیوں کہا گیا؟

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس میں رزق کی فراخی ہوتی ہے کہ غریب بھی نعمتیں کھالیتے ہیں اس لیے اس کا نام ماہ وسعت رزق بھی ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:2،ص:227)

تیسری بحث: رمضان کے پانچ حروف سے مراد

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

رمضان میں پانچ حروف ہیں۔

1-ر، 2-م، 3-ض، 4-ا، 5-ن۔

1-ر سے مراد رحمت الٰہی عزوجل (ہے)

2-م سے مراد محبت الٰہی عزوجل۔

3-ض سے مراد ضمان الٰہی عزوجل۔

4-الف سے مراد امان الٰہی عزوجل۔

5-ن سے مراد نور الٰہی عزوجل۔(تفسیر نعیمی: جز:2،ص:228)

چوتھی بحث: رمضان المبارک میں پانچ مخصوص عبادات

رمضان المبارک میں پانچ عبادات مخصوص ہیں۔

1-روزہ،2-تراویح،3-تلاوت،4-قرآن،5-اعتکاف۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

رمضان المبارک میں پانچ عبادات خصوصی ہوتی ہیں۔

1-روزہ،2-تراویح

3-تلاوت،4-قرآن

5-اعتکاف۔

شب قدر میں جو کوئی صدق دل سے یہ پانچ عبادات کرے وہ ان پانچوں انعاموں کا مستحق ہے۔

(تفسیر نعیمی: جز:2،ص:228)

پانچویں بحث: رمضان کس کا نام ہے؟

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور رمضان کے مہینہ کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا مہینہ۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ

یہ نہ کہو کہ رمضان آیا اور رمضان گیا بلکہ یہ کہو کہ رمضان کا مہینہ آیا اور رمضان کا مہینہ گیا کیونکہ رمضان اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

رمضان مہینہ کا نام ہے جس طرح کہ رجب اور شعبان مہینوں کے نام ہیں۔(تفسیر کبیر: جز:2،ص:120)

چھٹی بحث: رمضان المبارک کے فضائل

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا مقدس مہینہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بے شمار بندوں کی مغفرت فرماتا ہے اور مانگنے والوں

کو خیر کثیر عطا فرماتا ہے۔ رمضان المبارک کے فضائل کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب رمضان المبارک آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 1079)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1800)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے شیطانوں اور سرکش جنوں کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ ایک ندا دینے والا پکارتا ہے اے طالب خیر آگے آ۔ اے شر کے متلاشی رک جا۔ اور اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو جہنم سے آزاد کردیتا ہے ماہ رمضان کی ہر رات یونہی ہوتا رہتا ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث 682)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ماہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 4، ص: 88)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو بخش دیا جاتا ہے اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والے کو نامراد نہیں کیا جاتا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث 6170)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں جب تک کہ انسان گناہ کبیرہ نہ کرے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 233)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس ماہ رمضان آیا یہ مبارک مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں اس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور بڑے شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس کے ثواب سے محروم ہو گیا سو وہ محروم ہو گیا۔

(نسائی: رقم الحدیث 2106)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ تحفے ملے ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔

پہلا یہ ہے کہ

جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر التفات فرماتا ہے اور جس پر اس کی نظر رحمت پڑ جائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔

دوسرا یہ ہے کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ عزوجل کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔

تیسرا یہ ہے کہ فرشتے ہر دن اور رات ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

چوتھا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندوں کے لئے تیاری کر لے اور مزین ہو جا تا کہ وہ دنیا کی تھکاوٹ سے میرے گھر اور میرے دار رحمت میں پہنچ کر آرام حاصل کریں۔

پانچواں یہ ہے کہ جب آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کو بخش دیا جاتا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا یہ شب قدر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جائے تو انہیں پوری پوری مزدوری دی جاتی ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث 3603)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

منبر کے پاس آجاؤ ہم آگئے جب ایک درجہ چڑھے تو ارشاد فرمایا:

آمین! جب دوسرا چڑھے تو ارشاد فرمایا: آمین اور جب تیسرا چڑھے تو ارشاد فرمایا: آمین جب اترے تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو پہلے نہیں سنا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا جس کو رمضان ملا لیکن اسے بخشا نہ گیا وہ بدقسمت ہو گیا۔ میں نے کہا آمین۔ جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو اس نے کہا جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا گیا اور اس نے درود نہ بھیجا وہ بھی بدقسمت ہو گیا۔ میں نے کہا آمین۔ جب وہ تیسرے درجہ پر چڑھے تو اس نے کہا جس شخص کی زندگی میں اس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو گیا اور انہوں نے اسے (خدمت و اطاعت کر کے) جنت میں داخل نہ کیا وہ بھی بدقسمت ہو گیا میں نے کہا آمین۔ (مستدرک: رقم الحدیث 7256)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آ گیا ہے اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس میں شیاطین کو (زنجیروں) سے جکڑ دیا جاتا ہے وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی بخشش نہ ہوئی اگر اس کی اس مہینہ میں بھی بخشش نہ ہوئی تو کب ہو گی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث 7627)

حدیث مبارکہ:11

حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا ہے ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر لوگوں کو رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث 3634)

حدیث مبارکہ:12

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطاب کیا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض کیا ہے اور راتوں کے قیام کو نفل، جو شخص اس میں قرب الٰہی عزوجل کی نیت سے کوئی نیکی کرتا ہے اسے دیگر مہینوں میں ایک فرض ادا کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اور جو شخص اس میں ایک فرض ادا کرتا ہے گویا اس نے باقی مہینوں میں ستر فرائض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہی ہے یہ غم خواری کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص کسی روزہ دار کی افطاری کراتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ نیز اسے اس (روزہ دار) کے برابر ثواب ملتا ہے اس سے اس کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم میں سے ہر ایک روزہ افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ ثواب اللہ تعالیٰ ایک کھجور کھلانے یا پلانے یا دودھ کا ایک گھونٹ پلا کر افطاری کرانے والے کو بھی دے دیتا ہے۔ اس مہینہ کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینے میں اپنے ملازم پر تخفیف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے اس میں چار کام زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرو۔ دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے اور دو کاموں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں جن دو کاموں کے ذریعے اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے ان میں سے ایک ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دینا ہے۔ اور دوسرا اس سے بخشش طلب کرنا ہے جن دو کاموں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ نہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوسرا یہ کہ دوزخ سے پناہ مانگو جو شخص روزے دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث 3609)

حدیث مبارکہ:13

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

رمضان المبارک کی ہر شب آسمانوں میں صبح صادق تک ایک منادی یہ ندا کرتا ہے اے اچھائی مانگنے والے! مکمل کر اور خوش ہو جا۔ اور اے شریر! شر سے باز آجا اور عبرت حاصل کر۔ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کی طلب پوری کی جائے ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔ ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی سائل کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر شب میں افطار کے وقت ساٹھ ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے اور عید کے دن سارے مہینے کے برابر گناہ گاروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔ (درمنثور: جز: 1، ص: 146)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حلفاً ارشاد فرمایا:

تم پر ایسا مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے کہ مسلمانوں پر اس سے بہتر مہینہ اور منافقین پر اس سے بڑھ کر برا مہینہ کبھی نہیں آیا۔

پھر دوبارہ رسول اللہ ﷺ نے حلفاً ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس مہینہ کا ثواب اور اس کی نفلی عبادت اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے اور اس کی بدبختی اور گناہ بھی اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے کیونکہ مومن اس میں نفاق کے ذریعہ قوت حاصل کر کے عبادت کرنے کو تیاری کرتا ہے اور منافق مومن کی غفلتوں اور ان کے عیب تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث 1485)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ماہ رمضان میں روزانہ افطار کے وقت دس لاکھ ایسے گناہ گاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے جن پر گناہوں کی وجہ سے جہنم واجب ہو چکی تھی نیز شب جمعہ اور روز جمعہ کی ہر ہر گھڑی میں ایسے دس دس لاکھ گناہ گاروں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جو عذاب کے حق دار قرار دیئے جا چکے ہوتے ہیں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث 23716)

حدیث مبارکہ: 16

اللہ تعالیٰ کی عنایتوں، رحمتوں اور بخششوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف نظر فرمائے تو اسے کبھی عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس لاکھ (گناہ گاروں) کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی

ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے ان کے مجموعہ کے برابر اس ایک رات میں آزاد فرماتا ہے پھر جب عید الفطر کی رات آتی ہے ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے:

اے گروہ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کرلیا۔

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ

اس کو پورا پورا اجر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث 23702)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے مکہ مکرمہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو اللہ عزوجل اس کے لئے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کردینے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3117)

حدیث مبارکہ: 18

منقول ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

میں نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نور عطا فرمائے ہیں تاکہ وہ اندھیروں کی ضرر سے محفوظ رہیں۔

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کیا:

یا اللہ عزوجل! وہ دو نور کون کون سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1- نور رمضان۔ 2- اور نور قرآن۔

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کیا:

دو اندھیرے کون کون سے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1-ایک قبر کا۔ 2-دوسرا قیامت کا۔ (درۃ الناصحین: ص:9)

حدیث مبارکہ:19

روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

روزہ اور قرآن مجید بندے کے لئے قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔

روزہ عرض کرے گا۔

اے اللہ عزوجل! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔

قرآن مجید عرض کرے گا۔

میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا میری شفاعت اس کے لئے قبول فرما پس دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔

(مسند احمد: رقم الحدیث:6637)

حدیث مبارکہ:20

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رمضان المبارک میں ذکر اللہ کرنے والے کو بخش دیا جاتا ہے اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا محروم نہیں رہتا۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث:3627)

حدیث مبارکہ:21

حضرت عمرہ بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ ارشاد فرمایئے! اگر میں اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے اور آپ ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دوں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور قیام کروں تو میرا کن لوگوں میں شمار ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صدیقین اور شہداء میں۔ (الترغیب والترہیب: ج:2، ص:106)

حدیث مبارکہ:22

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا۔ روزے دار کہاں ہیں۔ پھر روزے دار کھڑے ہو جائیں گے ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا پھر اس میں کوئی داخل نہ ہوگا۔ (صحیح البخاری: جز:1، ص:254)

حدیث مبارکہ:23

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے روزے کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہوتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص روزہ سے ہو تو وہ جماع کی باتیں نہ کرے نہ شور و شغب کرے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔

1- ایک خوشی افطار کے وقت۔

2- ایک خوشی اپنے رب عزوجل سے ملاقات کے وقت ہوگی۔

اس وقت وہ اپنے روزے سے خوش ہوگا۔ (صحیح البخاری: جز:1، ص:257)

حدیث مبارکہ:24

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے ستر سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ج:1، ص:364)

حدیث مبارکہ:25

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزہ ڈھال ہے روزہ دار نہ جماع کرے نہ جہالت کی باتیں کرے اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان

ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وہ اپنے کھانے پینے اور نفس کی خواہش کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور (باقی) نیکیوں کا اجر دس گنا ہے۔ (صحیح البخاری: جز: 1،ص:254)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جہاد کیا کرو خود کفیل ہو جاؤ گے، روزے رکھو تندرست ہو جاؤ گے اور سفر کرو غنی ہو جاؤ گے۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 507)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1745)

حدیث مبارکہ: 28

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اتنا دور کر دیتا ہے جتنا فاصلہ ایک کوا بچپن سے بوڑھا ہو کر مرنے تک مسلسل اڑتے ہوئے طے کر سکتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 10810)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس برکتوں والا ماہ رمضان آ گیا جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے ہیں۔ اس مہینہ میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس مہینہ میں مردود شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔

(سنن النسائی: جز: 4،ص 1290)

حدیث مبارکہ:30

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایمان اور نیت ثواب کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھے گا اس کے پچھلے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث 760)

حدیث مبارکہ:31

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
روزہ ڈھال ہے پس روزہ دار نہ فحش کلامی کرے نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو وہ دو دفعہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے کیونکہ وہ اپنے کھانے اپنے پینے اور اپنی خواہش کو میرے روزے کی خاطر چھوڑتا ہے لہٰذا اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔ اور ہر نیکی کی جزا اس سے دس گناہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1795)

حدیث مبارکہ:32

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہر چیز کی کوئی نہ کوئی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 1745)

حدیث مبارکہ:33

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
روزہ ایک ایسی ڈھال ہے جو بندے کو جہنم سے بچاتی ہے۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث 5077)

حدیث مبارکہ:34

حضرت عثمان ابوعاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس طرح تم میں سے کسی کے پاس لڑائی میں بچاؤ کے لئے ڈھال ہوتی ہے اسی طرح روزہ جہنم سے تمہاری ڈھال ہے اور ہر ماہ تین دن روزے رکھنا بہترین روزے ہیں۔
(صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث 2125)

حدیث مبارکہ:35

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے کعب بن عجرہ! جانے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

1- ایک وہ جو اپنی جان کو آزاد کرانے کے لئے جاتا ہے اور اسے آزاد کرا لیتا ہے۔

2- اور دوسرا وہ جو جاتا ہے تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے کعب بن عجرہ! نماز قرب کا ذریعہ ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسا کہ چٹان سے برف پھسل جاتی ہے۔ (الاحسان بترتیب ابن حبان: رقم الحدیث:4497)

حدیث مبارکہ:36

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے سے ٹیک لگائی اور ارشاد فرمایا: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے کسی دن روزہ رکھے پھر اسی پر اس کا خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 23374)

حدیث مبارکہ:37

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک سمندری جہاد میں بھیجا۔ جب ایک اندھیری رات میں جب کشتی کے بادبان اٹھا دیئے گئے تو ہاتف غیبی سے ایک آواز آئی۔ اے سفینہ والو! رکو میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر کیا لیا ہے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اگر تم بتا سکتے ہو تو ضرور بتاؤ۔

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ جو شدید گرمی کے دن (روزہ رکھے) اللہ تعالیٰ اسے کیسے پیاسا رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے سخت پیاس والے دن (یعنی قیامت) میں سیراب کرے گا۔

امام ابوعبداللہ المعروف ابن ابی الدنیا کتاب الجوع میں فرماتے ہیں کہ

اس دن کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خاص اس دن روزہ بھی رکھا کرتے کہ اتنی گرمی ہوتی کہ انسان اپنے فاضل کپڑے بھی گرمی کی وجہ سے اتارنے پر مجبور ہو جائے۔(الترغیب والترہیب:رقم الحدیث:18)

حدیث مبارکہ:38

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں ایک کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور رمضان کے ہر دن اور رات میں مسلمان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔(الترغیب والترہیب:رقم الحدیث:27)

حدیث مبارکہ:39

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب ماہ رمضان آیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی سے بدنصیب ہی محروم رہتا ہے۔(سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1644)

حدیث مبارکہ:40

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی آمد کے بعد ایک دن ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس مہینے میں تمہیں ڈھانپ دیتا ہے پھر رحمت نازل فرماتا ہے اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس مہینہ میں دعا قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کی طرف دیکھتا ہے اور تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے لہٰذا اس مہینے میں اپنی جانب سے اللہ تعالیٰ کی بھلائی دکھاؤ کیونکہ بدبخت وہ ہے جو اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہا۔(مجمع الزوائد:رقم الحدیث 4783)

حدیث مبارکہ:41

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور جو بندہ اس مہینے کی کسی رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر سجدے کے عوض پندرہ سو

نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت جڑے ہوں گے جب بندہ رمضان المبارک کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے پچھلے رمضان کے پہلے دن کے روزے تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے روزانہ ستر ہزار فرشتے فجر کی نماز سے غروب آفتاب تک استغفار کرتے ہیں اور اسے رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں سجدہ کرنے پر جنت میں ایک ایسا درجہ عطا فرمایا جاتا ہے جس کے سایہ میں کوئی سوار پانچ سو سال تک چلتا رہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث 3635)

حدیث مبارکہ: 42

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے حقوق کو پہچانا اور ان کی حفاظت کی تو اس کے پچھلے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث 760)

حدیث مبارکہ: 43

حضرت سیدنا ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے ایک دن رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر بندے جان لیں کہ رمضان المبارک کیا ہے تو میری امت ضرور یہ تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان المبارک ہو۔

بنو خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا:

یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں کچھ بتایئے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک سال کی ابتداء سے لے کر آخر تک رمضان المبارک سجایا جاتا ہے جب رمضان المبارک کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے اور جنت کے درختوں کے پتے ہلنے شروع ہو جاتے ہیں تو حور عین ان کی طرف دیکھ کر عرض کرتی ہیں۔ یا رب عزوجل! ہمارے لیے اس مہینے میں اپنے بندوں میں سے کچھ شوہر بنا دے جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ رمضان المبارک کے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے موتیوں کے ایک خیمے میں اس کا نکاح حور عین میں سے ایک کے ساتھ کر دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۝ (رحمٰن: 72)

حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔

ان میں سے ہر حور پر ستر حلے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور انہیں ستر رنگوں کی خوشبو عطا کی جاتی ہے اور ہر خوشبو کا رنگ دوسری سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں سے ہر عورت کے ساتھ ستر ہزار کنیزیں کام کاج کے لئے ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ستر ہزار غلمان یعنی غلام ہوتے ہیں اور ہر غلمان کے پاس سونے کا ایک برتن ہوتا ہے جن میں ایک رنگ دار کھانا ہوتا ہے جس کے ہر لقمہ کا ذائقہ دوسرے سے جدا ہوتا ہے اور ان میں سے ہر عورت کے لئے سرخ یاقوت کے ستر تخت ہوتے ہیں اور ان کے شوہر کو اتنے ہی موتیوں سے مزین سرخ یاقوت کے تخت عطا کیے جاتے ہیں اور سونے کے دو کنگن پہنائے جاتے ہیں اور یہ فضیلت اسے رمضان المبارک کا ہر روزہ رکھنے پر عطا کی جاتی ہے جبکہ دیگر نیکیوں کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔(صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث 1882)

حدیث مبارکہ: 44

حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! ایک عظمت و برکت والا مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اس کی رات میں قیام کرنا نفل ہے جو اس میں کوئی نیکی کا کام کرے گا گویا اس نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں کوئی فرض ادا کیا اور جو اس مہینے میں فرض ادا کرے گا گویا اس نے رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے میں ستر (70) فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ رحم کا مہینہ ہے یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروایا اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور اسی روزے دار کا ثواب دیا جاتا ہے اور روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم میں سے ہر ایک روزے دار کو افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ یہ ثواب تو اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو کسی روزے دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا دودھ کی لسی کے ذریعے افطار کرائے گا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ اس مہینے میں چار کام کثرت سے کیا کرو۔ ان میں سے دو خصلتیں تو وہ ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کر سکتے ہو وہ یہ ہیں۔

1-اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

2-اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا۔

اور وہ خصلتیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے وہ یہ ہیں۔

1-اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرنا۔

2-اور جہنم سے پناہ طلب کرنا۔

اور جو کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس محسوس نہ ہوگی۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث 1887)

حدیث مبارکہ 45:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک جنت کو ایک سال کی ابتداء سے دوسرے سال تک رمضان کی آمد کے لیے "بخور" کی دھونی دی جاتی ہے اور سجایا جاتا ہے پھر جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جسے "مثیرہ" کہا جاتا ہے تو جنت کے پتے اور دروازوں کے پٹ ہلنے لگ جاتے ہیں اور اس سے ایسی دل کش آواز پیدا ہوتی ہے کہ اس جیسی آواز کسی نے نہ سنی ہوگی تو حور عین باہر نکلتی ہیں اور جنت کی بالکونوں پر کھڑی ہو کر ندا کرتی ہیں۔کوئی ہے اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا تا کہ وہ اس سے شادی کرائے؟ پھر وہ پوچھتی ہیں کہ اے رضوان جنت! یہ کون سی رات ہے؟ تو حضرت سیدنا رضوان علیہ السلام ان کی ندا پر لبیک کہتے ہوئے جواب دیتے ہیں۔ یہ رمضان کی پہلی رات ہے۔امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ داروں کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے رضوان جنت! جنت کے دروازے کھول دو۔اے مالک! جہنم کے دروازے بند کر دو۔اے جبرائیل (علیہ السلام)! زمین پر جاؤ اور مردود شیاطین کو زنجیروں سے باندھ کر سمندر میں ڈال دو تا کہ وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں میں فساد نہ ڈالیں پھر اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو تین بار یہ ندا کرنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے:

کوئی ہے مانگنے والا جسے میں اس کی مرادیں عطا کروں۔

کوئی ہے توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کروں۔

کوئی ہے مغفرت چاہنے والا جسے میں بخش دوں۔

کوئی ہے قرض ادا کر سکنے کی طاقت رکھنے والا غنی کو قرضہ دینے والا۔

کوئی ہے ناانصافی کے بغیر پورا پورا قرض واپس کرنے والا۔

اور اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے ہر دن میں افطاری کے وقت دس لاکھ ایسے بندوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے پھر جب رمضان المبارک کا آخری دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رمضان کے پہلے دن سے آخری دن تک آزاد کئے گئے بندوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے تو وہ ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جسے وہ کعبہ معظمہ کی چھت پر گاڑھ دیتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کو اس رات میں طلوع فجر تک ہر کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور نماز پڑھنے والے اور ذکر کرنے والے کو سلام کرنے اور ان کے ساتھ مصافحہ کرنے اور ان کی دعاؤں پر آمین کہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ندا فرماتے ہیں: اے فرشتو! واپس چلو! واپس چلو! تو وہ عرض کرتے ہیں:

اے جبرائیل علیہ السلام! اللہ تعالیٰ نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین کی حاجتوں کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس رات میں ان پر نظر رحمت فرمائی اور چار اشخاص کے سوا سب کی مغفرت فرمادی۔

راوی فرماتے ہیں:

ہم نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ چار شخص کون ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1-شراب کا عادی، 2-والدین کا نافرمان 3-قطع رحمی کرنے والا، 4-مشاجن

ہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مشاجن کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی سے بغض رکھنے والا۔

پھر عید الفطر کی رات آجاتی ہے جسے لیلۃ الجائزۃ (یعنی انعام کی رات) کہا جاتا ہے اور جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو ہر شہر میں بھیجتا ہے تو وہ زمین میں اتر کر راستوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر ندا کرتے ہیں اور ان کی آواز اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جن وانس کے علاوہ سب سنتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں: اے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! رب عزوجل کی طرف نکلو جو بڑے گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے جب وہ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے: مزدور جب اپنا کام پورا کرے تو اس کی جزا کیا ہے؟

ملائکہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب عزوجل! اس کی جزا یہ ہے کہ تو اسے پوری اجرت عطا فرمائے۔

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی رضا اور مغفرت کو ان رمضان

المبارک میں روزے رکھنے اور قیام کرنے کا ثواب بنا دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! مجھ سے مانگو! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تم اکٹھے ہو کر اپنی آخرت کے لئے مجھ سے جو کچھ مانگو گے میں تمہیں ضرور عطا فرماؤں گا اور اپنی دنیا کے لیے جو کچھ مانگو گے تو اس میں سے جو تمہارے لیے بہتر ہو گا وہ تمہیں عطا فرماؤں گا اور مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالوں گا۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہیں حقدار کے سامنے ہرگز رسوا اور ذلیل نہیں کروں گا۔ مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ تم نے مجھے راضی کر لیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پھر فرشتے اللہ تعالیٰ کی اس امت کے لئے ان کے رمضان کے بعد افطار کرنے پر کی جانے والی عطا پر خوشیاں مناتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث:23)

حدیث مبارکہ:46

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب رمضان المبارک شروع ہو جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کمر ہمت کس لیتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے حتیٰ کہ رمضان المبارک گزر جاتا۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث 24422)

رَمَضَانَ. بَاب فِیْ قِیَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

باب: تراویح کے متعلق

یہ باب تراویح کے حکم میں ہے:

1164 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الْحَسَنُ فِیْ حَدِیْثِهٖ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِیْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَكَذَا رَوَاهُ عُقَيْلٌ وَّيُوْنُسُ وَاَبُوْ اُوَيْسٍ مَّنْ قَامَ رَمَضَانَ وَرَوٰى عُقَيْلٌ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں قیام کرنے کی ترغیب ارشاد فرماتے مگر کھلے

الفاظ میں عزیمت کا حکم نہ ارشاد فرماتے پھر ارشاد فرماتے جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کے اندر قیام کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے پس رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمالیا اور معاملہ اسی طرح ہی رہا۔ پھر یہی معاملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقدس خلافت دور میں رہا اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں ایسا ہی رہا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح اس کو عقیل اور یونس اور ابواویس نے روایت کیا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے اندر قیام کیا۔

(سنن الترمذی: ج:3، ص:303، شرح السنۃ: ج:1، ص:237، صحیح مسلم: ج:4، ص:145، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:1، ص:15)

1165 حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ وَابْنُ اَبِیْ خَلَفٍ الْمَعْنٰی قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَكَذَا رَوَاهُ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ بات پتہ چلی کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو لیلۃ القدر میں ایمان کی حالت کے ساتھ ثواب کے مقصد کے لئے قیام کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسی طرح اس کو یحییٰ بن ابی کثیر نے ابوسلمہ اور محمد بن عمرو سے انہوں نے ابوسلمہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1165)

1166 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ ثُمَّ صَلّٰی مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّیْلَةِ الثَّالِثَةِ فَلَمْ یَخْرُجْ اِلَیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَیْتُ الَّذِیْ صَنَعْتُمْ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَیْكُمْ اِلَّا اَنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْكُمْ وَذٰلِكَ فِیْ رَمَضَانَ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِیِّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ یُصَلُّوْنَ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ رَمَضَانَ اَوْزَاعًا فَاَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبْتُ لَهٗ حَصِیْرًا فَصَلّٰی عَلَیْهِ بِهٰذِهٖ

الْقِصَّةِ قَالَتْ فِيهِ قَالَ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ أَمَا وَاللّٰهِ مَا بِتُّ لَيْلَتِي هٰذِهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ غَافِلًا وَلَا خَفِيَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ

زوج النبی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر نماز ادا فرمائی تو لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے لگ گئے پھر اس سے اگلی رات کو نماز ادا فرمائی تو لوگ کثیر ہو گئے پھر تیسری رات اس سے اور زیادہ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف نہ لائے پس جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تحقیق میں نے دیکھا ہے جو آپ لوگوں نے کیا مجھے تمہارے پاس آنے سے کچھ مانع نہ تھا مگر یہ کہ مجھے خوف تھا کہ تم پر یہ فرض نہ ہو جائے اور یہ رمضان میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ مسجد کے اندر رمضان کے مہینے الگ الگ نماز پڑھتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم ارشاد فرمایا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چٹائی کو بچھایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اوپر نماز ادا فرمائی اسی قصہ کو بیان کر کے اس کے اندر ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفاً ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس رات کو اللہ تعالیٰ کی حمد سے غفلت کے ساتھ بسر نہیں کی اور تمہارا حال بھی مجھ پر مخفی نہیں ہے۔

(شرح السنۃ: جز:1، ص:237)

1167 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ قَالَ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَائَهُ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُورُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِقِيَّةَ الشَّهْرِ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں روزے رکھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ اس ماہ کے اندر کسی دن قیام نہیں فرمایا حتیٰ کہ سات ایام باقی بچے تو ہمارے ساتھ قیام کیا حتیٰ کہ تہائی رات گزر گئی پس جب چھ دن باقی بچے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ پس جب پانچ دن رہ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی رات تک ہمارے ساتھ قیام فرمایا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کے اندر ہم کو اور نوافل بھی پڑھاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی

شخص جب امام کی معیت میں نماز پڑھتا ہے تو فراغت پاتے ہی اس کے واسطے پوری رات کے قیام کا ثواب شمار کیا جاتا ہے پس جب چوتھی رات آئی تو آپ ﷺ نے قیام نہ فرمایا پس جب تیسری رات آئی تو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دوسری عورتیں اور لوگ اکٹھے ہو گئے پس آپ ﷺ نے ہماری معیت میں قیام فرمالیا حتیٰ کہ ہم کو فلاح کے فوت ہونے کا خدشہ ہوا عرض کی فلاح کیا ہے تو فرمایا کہ سحری پھر آپ ﷺ نے بقیہ ماہ قیام نہ فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4، ص:222، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:494، سنن الترمذی: جز:3، ص:299، سنن الدارمی: جز:2، ص:42)

1168 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَدَاوُدُ بْنُ أُمَيَّةَ أَنَّ سُفْيَانَ أَخْبَرَهُمْ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ وَقَالَ دَاوُدُ عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَبُو يَعْفُورٍ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ جب آخری عشرہ کا آغاز ہو جاتا تو نبی کریم ﷺ شب بیداری فرماتے تہبند کو مضبوطی سے باندھا کرتے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بیدار فرماتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو یعفور کا اسم عبدالرحمٰن بن عبید بن نسطاس ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:5، ص:319، سنن النسائی: جز:6، ص:120، شرح السنۃ: جز:1، ص:451، صحیح ابن حبان: جز:8، ص:223)

1169 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أُنَاسٌ فِي رَمَضَانَ يُصَلُّونَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا هَؤُلَاءِ فَقِيلَ هَؤُلَاءِ نَاسٌ مَعَهُمْ قُرْآنٌ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي وَهُمْ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَيْسَ هَذَا الْحَدِيثُ بِالْقَوِيِّ مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ ضَعِيفٌ

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے در دولت سے باہر قدم رنجہ فرمایا تو (دیکھا کہ) لوگ ماہ رمضان میں مسجد کے اندر ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن مجید حفظ نہیں اور حضرت ابی بن کعب ؓ نماز ادا فرما رہے تھے اور یہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگ گئے۔ پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے جو کیا اچھا کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث قوی نہیں ہے وجہ مسلم بن خالد کا ضعیف ہونا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:495، صحیح ابن حبان: جز:6، ص:282)

شرح: چند ابحاث

تراویح کے باب میں چند ابحاث کا ذکر کرنا ضروری ہے اور وہ ابحاث درج ذیل ہیں:

پہلی بحث: تراویح سنت مؤکدہ

تراویح مرد اور عورت کے لئے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے اس پر مداومت فرمائی۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

تراویح مرد و عورت کے لئے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر مداومت فرمائی۔

(درمختار: ج: 2، ص: 596)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علماء کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں: غیر مقلدین نے بیس تراویح کو بدعت عمر (رضی اللہ عنہ) قرار دیتے ہوئے ان میں تخفیف کر کے گیارہ کر لی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا

الجواب

تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت بنا لے تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس ہی ہے اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی تعداد چھتیس ہے۔

درمختار میں ہے:

تراویح سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر دوام فرمایا اور وہ بیس رکعات ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کا حکم دیا ہے اور خلفاء راشدین کی اتباع سنت میں تاکید کامل فرمائی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسے دانتوں سے اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اسے حسن کہا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رویانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! تم میرے بعد میرے صحابہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء کرنا۔

یہ بیباک لوگ جو اہل تشیع کی نقل کرتے ہوئے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی سنت کو بدعت عمری کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ دریدہ دہنی کرنے والے حضرت کے عمل کو گمراہی کہتے ہیں اس کا حساب و کتاب بروز جزا انہیں دینا ہوگا عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس طرف پلٹ کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال ہے۔

واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص457 تا458)

ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اصح و معتمد و معمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہو جائے تراویح سارے ماہ مبارک میں سنت مؤکدہ ہے اسی پر جوہرہ میں جزم کیا اور اسی کو سراج وہاج میں اصح کہا۔

عالمگیریہ میں ہے: اگر قرآن مجید انیسویں یا اکیسویں کو ختم ہو گیا تو باقی ماہ میں تراویح کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہیں جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: اصح یہ ہے کہ تراویح کا ترک مکروہ ہے جیسا کہ السراج الوہاج میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:10، ص:601)

ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں سنت مؤکدہ کا ترک بد ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اسے اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے: میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہیں جو عمر ایجاد کریں گے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:6، ص:185)

دوسری بحث: تراویح کی تعداد رکعات میں مذاہب اربعہ

تراویح کی تعداد رکعات میں فقہاء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

رکعات تراویح کے عدد میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد کا قول یہ ہے: تراویح بیس رکعات ہیں اور ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چھتیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر مستحسن قرار دیتے تھے۔ اس اختلاف کی وجہ روایات کا اختلاف ہے کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیئیس (23) رکعات پڑھتے تھے۔

اور ابن ابی شیبہ نے داؤد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ
میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں دیکھا کہ ابان بن عثمان چھتیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ
یہ قدیم معمول تھا۔ (بدایۃ المجتہد: جز:1،ص:152)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:
رکعات تراویح میں ہمارا مذہب وتر کے سوا دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعات ہیں اور یہ پانچ ترویحات ہیں اور ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ چار رکعات ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وتر کے سوا نو ترویحات اور چھتیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ (شرح المہذب: جز:4،ص:32)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:
ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک تراویح بیس رکعات ہیں اور امام ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تراویح چھتیس رکعات ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مدینہ کی اتباع کی ہے کیونکہ صالح مولیٰ التوامۃ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اکتالیس (41) رکعات قیام کرتے تھے جس میں پانچ رکعات وتر کی تھیں۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ
ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیس رکعات پر جمع کیا۔
حسن نے روایت کیا ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس روز تراویح پڑھاتے رہے اور رمضان کے نصف اخیر میں قنوت پڑھتے تھے اور آخری دس دنوں میں اپنے گھر تراویح پڑھتے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ چلے گئے اس روایت کو ابو داؤد اور سائب بن یزید نے روایت کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئیس (23) رکعات (وتر کے ساتھ) پڑھتے تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا لہذا بیس رکعات تراویح بمنزلہ اجماع ہے۔

اور صالح نے جو اکتالیس رکعات تراویح کی روایت کا ذکر کیا ہے کہ

اس کا جواب یہ ہے:

صالح ضعیف ہے پھر ہمیں علم نہیں کہ اکتالیس رکعت تراویح کی کس نے خبر دی ہے ہوسکتا ہے کہ صالح نے کچھ لوگوں کو اکتالیس رکعات پڑھتے دیکھا ہو لیکن یہ حجت نہیں ہے پھر اگر مان لیا جائے کہ اہل مدینہ اکتالیس رکعات پڑھتے تھے تب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جس کو ان کے زمانہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید حاصل ہے زیادہ اتباع کے لائق ہے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے:

اہل مدینہ منورہ چھتیس اس لیے پڑھتے تھے تا کہ اہل مکہ مکرمہ کی موافقت کریں کیونکہ اہل مکہ مکرمہ ہر ترویحہ کے بعد سات طواف کرتے تھے تو اہل مدینہ منورہ نے سات طواف کے قائم مقام چار رکعات پڑھنی شروع کیں۔ بہر حال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک چونکہ بیس رکعات تراویح تھا اس لیے اسی کی پیروی کرنا چاہئے۔ (المغنی: ج:1، ص:456)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

وتر کے علاوہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ (المبسوط: ج:2، ص:144)

حنفیہ کے دلائل

حنفیہ کے وتر کے علاوہ تراویح کی بیس رکعات پر کثیر دلائل ہیں۔ لہذا ان دلائل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ سے پیش کرنا شروع کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھانا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلی رات نماز (نفل) پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے پھر تیسری یا چوتھی رات بھی اکٹھے ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف نہ لائے۔

جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا جو تم نے کیا اور مجھے تمہارے پاس (نماز پڑھانے کے لئے) آنے سے صرف اس اندیشہ نے روکا کہ یہ تم پر فرض کر دی جائیں گی اور یہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔

امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان علیہما الرحمہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا اور حضور انور ﷺ انہیں قیام رمضان (تراویح) کی رغبت دلایا کرتے تھے لیکن حکماً نہیں فرماتے تھے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

جو شخص رمضان المبارک میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرتا ہے تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر حضور انور ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے تک قیام رمضان کی یہی صورت برقرار رہی اور یہی صورت خلافت ابوبکر اور خلافت عمر رضی اللہ عنہما کے اوائل دور تک جاری رہی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا اور وہ انہیں نماز (تراویح) پڑھایا کرتے تھے لہٰذا یہ وہ ابتدائی زمانہ ہے جو لوگ نماز تراویح کے لئے (باجماعت) اکٹھے ہوتے تھے۔

اور امام عسقلانی نے التلخیص میں بیان فرمایا ہے کہ

حضور انور ﷺ نے لوگوں کو دو راتیں (20) بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی جب تیسری رات لوگ پھر جمع ہو گئے تو آپ ﷺ ان کی طرف (حجرہ مبارکہ سے باہر) تشریف نہیں لائے۔

پھر صبح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے اندیشہ ہوا کہ (نماز تراویح) تم پر فرض کر دی جائے گی لیکن تم اس کی طاقت نہ رکھو گے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1077، ابن حبان: رقم الحدیث:141، ابن خزیمہ: رقم الحدیث:2207، تلخیص الحبیر: جز:2، ص:21)

نبی کریم ﷺ خود بیس (20) رکعات تراویح ادا فرماتے

نبی کریم ﷺ خود بیس (20) رکعات تراویح ادا فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس (20) رکعات ادا فرماتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث:4391)

اسی روایت کو مسند عبد بن حمید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں وتر کے علاوہ بیس (20) رکعات تراویح ادا فرماتے تھے۔ (مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث:653)

اسی روایت کو معجم الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعات تراویح ادا فرماتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث 12102)

اسی روایت کو مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر ادا فرماتے تھے۔ (المصنف: ج:2، ص:394)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مقدسہ میں تراویح بیس رکعات ہوا کرتی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مقدسہ میں تراویح بیس رکعات ہوا کرتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر لوگوں کو نماز تراویح کے لئے جمع فرمایا پھر اس میں مداومت رہی۔

اس پر کثیر دلائل ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت عبدالرحمن بن عبد القاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کی اقتداء میں ایک گروہ نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو اچھا ہوگا پس آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا پھر میں ایک اور رات ان کے ساتھ نکلا اور لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور جو لوگ اس نماز (تراویح) سے سو رہے ہیں وہ نماز ادا کرنے والوں سے زیادہ بہتر ہیں اور اس سے ان کی مراد وہ لوگ ہیں (جو رات کو جلدی سو کر) رات کے پچھلے پہر میں نماز ادا کرتے تھے اور تراویح ادا کرنے والے لوگ رات کے پہلے پہر میں نماز ادا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث 1906)

دلیل نمبر:2

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس رکعات تراویح ادا فرماتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث 4393)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مقدسہ میں بشمول وتر 23 رکعات تراویح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مقدس میں تراویح بشمول وتر 23 تئیس رکعات ہوا کرتی تھی جس پر دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں (بشمول وتر) 23 رکعات پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث 252)

دلیل نمبر:2

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے اور ہم (بشمول وتر) 23 رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 7733)

دلیل نمبر:3

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں ہم فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور اس وقت ہم تیئس رکعات پڑھتے تھے۔ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ تین رکعات وتر پڑھے جاتے تھے۔ (التمہید: ج:8، ص:115)

دلیل نمبر:4

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ (المصنف: ج:1، ص:393)

دلیل نمبر:5

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں 20 رکعات تراویح ادا فرماتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج:4، ص:207)

امام ابو جعفر بن محمد الفریابی متوفی 301ھ روایت فرماتے ہیں کہ

اسنادہ رجالہ ثقات۔ (کتاب الصیام: رقم الحدیث:76)

دلیل نمبر:6

حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ بشمول وتر 23 رکعات پڑھتے تھے۔ (شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث 3270)

دلیل نمبر: 7

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں بیس تراویح پڑھتے پایا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث 806)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں تراویح بیس رکعات

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات ادا فرماتے تھے اور شدت قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مقدسہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس 20 رکعات تراویح ادا فرماتے تھے اور ان میں سوآیات والی سورتیں تلاوت فرماتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث 4393)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھاتے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے جس پر کثیر دلائل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 7684)

دلیل نمبر: 2

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

(اعلام النبلاء، جز: 1، ص: ۱۱)

دلیل نمبر:3

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا کہ تم لوگوں کو رات میں نماز تراویح پڑھاؤ کیونکہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور قرآن مجید اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے بہتر یہ ہے کہ تم ان پر قرآن مجید پڑھا کرو رات میں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! یہ وہ کام ہے جو اس سے پہلے نہ تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں جانتا ہوں لیکن یہ اچھا کام ہے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کو بیس رکعات پڑھائیں۔

(جامع الرضوی بصحیح البہاری: ج:2،ص:598)

دلیل نمبر:4

حضرت ابن رفیع سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:393)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور مقدسہ میں بیس رکعات تراویح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور مقدسہ میں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی جس پر کثیر دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر:1

حضرت شتیر بن شکل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 7680)

دلیل نمبر:2

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث 4396)

دلیل نمبر:3

حضرت ابوالحسناء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان المبارک میں پانچ تراویحوں میں بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7681)

دلیل نمبر:4

روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔(سبل السلام:جز:2،ص:10)

دلیل نمبر:5

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان المبارک میں مسلمانوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں۔(التمہید:ج:8،ص:115)

دلیل نمبر:6

حضرت ابوالحسناء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ تراویح یعنی بیس رکعات پڑھائیں۔(سنن الکبریٰ:رقم الحدیث 4396)

دلیل نمبر:7

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان السبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے اور تین رکعات وتر۔(السنن الکبریٰ:جز:2،ص:496)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

ابوخصیب سے روایت ہے کہ

ہمیں حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں نماز تراویح پانچ تراویحوں (بیس رکعات) میں پڑھاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ:رقم الحدیث 4395)

حضرت ابن ملیکہ رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

حضرت نافع بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث 7683)

حضرت حارث رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ لوگوں کو رمضان المبارک کی راتوں میں (نماز تراویح) میں بیس رکعتیں اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 7685)

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

حضرت سعید بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ انہیں رمضان المبارک میں پانچ تراویح (یعنی بیس رکعات) نماز تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 7690)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر 23 رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 7688)

علامہ ابن رشد قرطبی کا بیس رکعات تراویح پر قول

علامہ ابن رشد قرطبی فرماتے ہیں کہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو اقوال میں ایک میں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیس تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین وتر اس کے علاوہ ہیں اسی طرح امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیئس (23) رکعات (تراویح) کا قیام کرتے تھے۔ (بدایۃ المجتہد: ج: 1، ص: 152)

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

روایت ہے کہ

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحات اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 393)

اکثر اہل علم سے بیس تراویح کا ثبوت

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ فرماتے ہیں:

اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور یہی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے اپنے شہر میں بیس رکعات تراویح پڑھتے پایا۔(سنن ترمذی: رقم الحدیث 806)

شاہ ولی اللہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

تراویح کی رکعتیں بیس ہیں۔(حجۃ اللہ: جز:2،ص:18)

حضرت زعفرانی کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

حضرت زعفرانی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے لوگوں کو مدینہ منورہ میں انتالیس (39) اور مکہ مکرمہ میں (23) تیئس رکعات پڑھتے دیکھا (20 تراویح اور تین رکعات)(فتح الباری: جز:4،ص:253)

شیخ عبداللہ محمد بن عبدالوہاب کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

مجموعۃ الفتاویٰ النجدیہ میں ہے کہ

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے تعداد رکعات تراویح سے متعلق سوال کے جواب میں بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز تراویح کے لئے جمع کیا تو وہ انہیں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

(صلاۃ التراویح عشرین رکعۃ: جز:1،ص:35)

شیخ ابن تیمیہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ

ثابت ہوا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے تو اکثر اہل علم نے اسے سنت مانا ہے اس لیے کہ وہ مہاجرین اور انصار کے درمیان قیام کرتے (بیس رکعات پڑھاتے) اور ان میں انہیں کبھی بھی کسی نے نہیں روکا۔(مجموعہ فتاویٰ: جز:1،ص:191)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

تراویح کی بیس رکعات ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے اور مشرق و مغرب کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔(ردالمحتار: جز:2،ص:45)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہے سنت مؤکدہ کا ترک بد ہے۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اسے اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے:

میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہے جو عمر (رضی اللہ عنہ) ایجاد کریں گے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:6،ص:185)

تیسری بحث

تراویح کے احکام

اس بحث میں تراویح کے احکام کے متعلق مسائل بیان کیے جاتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

مسئلہ:1

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

تراویح مرد وعورت کے لئے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر مداومت فرمائی۔

(درمختار: جز:2،ص:596)

مسئلہ:2

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

تراویح کی بیس رکعات ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے اور مشرق ومغرب کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ (ردالمختار: جز:2،ص:45)

مسئلہ:3

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

تراویح فوت ہونے کی صورت میں اصلاً قضا نہیں کی جائے گی اکیلے بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اصح قول کے مطابق اگر قضا پڑھ لی تو نفل مستحب ہوگی۔ تراویح نہیں ہوگی جیسا کہ مغرب وعشاء کی سنتیں فوت ہو جائیں تو یہی حکم ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:44)

مسئلہ:4

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

تراویح سنت مؤکدہ ہے محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت بنا لے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:7،ص:457)

مسئلہ 5:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے نابالغ کے پیچھے تراویح اور حد بلوغ کے متعلق پوچھا گیا۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔

مسئلہ میں اختلاف مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح وارجح واقوی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

مختار یہی ہے کہ تمام نمازوں میں جائز نہیں ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

اکثر علماء کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر روایت ہے۔

اور اقل مدت بلوغ پسر کے لئے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ سال ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو فبہا ورنہ بعد تمامی پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائے گا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو۔

تنویر میں ہے:

''لڑکا احتلام سے بالغ ہو جاتا ہے اگر احتلام نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہو گا اسی پر فتویٰ ہے۔ کم از کم مدت بارہ سال ہے یہی مختار ہے۔''

پسر چاردہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یونہی کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہو اور اس کی ظاہر صورت وحالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

درمختار میں ہے:

اگر وہ اس عمر کو پہنچے کہ قریب البلوغ ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں تو ظاہراً کوئی بات ان کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کی تصدیق کی جائے گی۔ اسی طرح عمادیہ وغیرہ میں اسے مقید کیا گیا ہے اور بارہ سال کے بعد صحت اقرار بلوغ کے لئے ایک اور شرط لگائی گئی ہے کہ اسی طرح کے لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو ورنہ ان کا دعویٰ قبول نہ ہو گا۔ شرح وہبانیہ اور اب وہ دونوں بالغ کے حکم میں ہوں گے احتمال کی وجہ سے اقرار کے بعد ان کا انکار بلوغ قابل قبول نہ ہو گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص455 تا 456)

مسئلہ:6

اعلیٰ حضرت مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

تراویح میں پورا کلام شریف پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام لیالی شہر مبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:7،ص:459)

مسئلہ:7

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اسے دوبارہ لوٹایا جائے (یہاں تک) کہ نفل میں ان میں سے کوئی شے بھی مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:7،ص:459)

مسئلہ:8

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جب فرض امام کے ساتھ ادا نہیں کیے تو وتر میں اس کی اقتداء نہ کرے۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:48)

مسئلہ:9

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فرض تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کے ساتھ ادا کرے۔

(درمختار: جز:1،ص:99)

مسئلہ:10

اعلیٰ حضرت مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

اصح ومعتمد ومعمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہو جائے تراویح سارے رمضان المبارک میں سنت مؤکدہ ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اگر قرآن انیسویں یا اکیسویں کو ختم ہو گیا تو باقی ماہ میں تراویح کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:10،ص:601)

مسئلہ:11

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

تراویح کا وقت عشاء کے وقت سے فجر تک ہے اور تہائی یا نصف رات اس کی تاخیر مستحب ہے اصح قول میں اس کے بعد

بھی کراہت نہیں۔ (درمختار: جز:2،ص:43)

مسئلہ:12

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر امام کا ختم کا ارادہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں کو ختم کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:118)

مسئلہ:13

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

جائز ہے کہ ایک شخص فرض پڑھائے اور دوسرا (شخص) تراویح پڑھائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر میں امامت فرماتے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح میں (امامت فرماتے) (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:116)

مسئلہ:14

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر تراویح پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس کی بہت تاکید آئی ہے یہاں تک کہ ایک قول یہ ہے: تراویح بیٹھ کر ہوگی ہی نہیں۔ (درمختار: جز:2،ص:47)

مسئلہ:15

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر تراویح پڑھ لیں لوگوں کا ارادہ ہے کہ پھر پڑھیں تو الگ الگ پڑھیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:116)

مسئلہ:16

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے ایسا ہی تبیین میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے۔ اگر کسی نے تراویح بغیر جماعت کے ادا کی یا گھر میں صرف عورتوں کو پڑھائی تو تراویح ہو جائے گی ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے اور اگر تمام اہل مسجد نے جماعت ترک کی تو سب نے برا کیا اور گناہ گار ہوں گے ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے اور اگر ایک آدمی نے چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھی تو اس نے فضیلت کو ترک کیا وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور نہ ہی تارک سنت کہلائے گا اور اگر آدمی مقتداء ہو اس کے آنے سے جماعت میں کثرت ہوگی اور نہ آنے سے جماعت میں کمی آئے گی تو اسے جماعت نہیں چھوڑنی چاہئے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:116)

مسئلہ:17

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو جماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح میں ہو۔ (درمختار: جز:1،ص:565)

مسئلہ:18

صدرالشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے فرائض ہوں یا نوافل۔ (بہار شریعت: ج:1،ص:569)

مسئلہ:19

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مرد کی عورتوں کی ایسے گھر میں امامت کرانا مکروہ ہے جہاں اس کے علاوہ کوئی مرد نہ ہو یا اس مرد کی محرم نہ ہو جیسا کہ اس کی بہن یا بیوی یا باندی اگر مذکورہ میں سے کوئی ہے تو مکروہ نہیں۔ (درمختار: جز:1،ص:566)

مسئلہ:20

صدرالشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

جس گھر میں عورتیں ہی عورتیں ہوں اس میں مرد کو ان کی امامت ناجائز ہے ہاں اگر ان عورتوں میں اس کی نسبی محارم ہوں یا بی بی یا وہاں کوئی مرد بھی ہو تو ناجائز نہیں۔ (بہار شریعت: ج:1،ص:582)

مسئلہ:21

عورتوں کا مسجدوں میں آ کر تراویح پڑھنا فتنہ سے خالی نہیں لہٰذا گھر ہی میں پڑھیں کیونکہ ان کا مسجد میں آ کر نماز پڑھنا منع ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے پر پابندی لگادی تو عورتیں شکایت لے کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔

تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص:183)

عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عورت سراپا شرم کی چیز ہے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے قریب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم

نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔ (عمدۃ القاری: جز: 6، ص: 157)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کی جماعت میں حاضری مفتی بہ مذہب پر مطلقاً مکروہ ہے۔ فساد زمانہ کی وجہ سے اگرچہ جمعہ وعید یا وعظ ہو اگرچہ عورت بوڑھی ہو اگرچہ رات کو ہو۔ (در مختار: جز: 1، ص: 566)

صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی جمعہ ہو یا عیدین خواہ جوان ہوں یا بڑھیا۔

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 584)

☆ **قوله عن ابی ذر رضی الله عنه**

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں اسلام لے آئے تھے آپ رضی اللہ عنہ وہ مقدس صحابی ہیں جنہوں نے اعلان نبوت سے تین سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع فرما دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوذر اور آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق غفار قبیلہ سے ہے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے یہ اسلام لے آئے تھے۔ اسلام لانے والوں میں یہ چوتھے تھے۔ ایک قول یہ ہے: پانچویں تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا۔ اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے شہر میں گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کرنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آ گئے۔ غزوہ بدر، احد اور خندق گزر گئے اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اعلان نبوت سے تین سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی تھی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ حق بات کہنے پر کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے خواہ وہ بات کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین و آسمان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوذر (رضی اللہ عنہ) زمین پر چلتے ہیں اس حال میں کہ وہ زہد میں عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) ہیں۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے 31ھ میں ربذہ کے ویرانہ میں وفات پائی۔
آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بیان فرماتی ہیں:
جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو میں رونے لگی۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں روتی ہو؟
میں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ ایک صحرا میں سفر آخرت پر جا رہے ہو یہاں تمہیں کفن دینے کے لئے کوئی نیا کپڑا بھی نہیں ہے؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کے سامنے فرمایا جن میں ایک میں بھی تھا تم میں ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی۔ ان آدمیوں میں سے میرے علاوہ سب لوگ آبادی میں مر چکے ہیں اور اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں اس لیے یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں اور میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا اس لیے جاؤ راستہ پر دیکھو ضرور غیبی امداد آتی ہوگی۔
میں نے کہا: اب تو حجاج بھی واپس جا چکے ہیں اور راستہ بند ہو چکا ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
نہیں جا کر دیکھو۔ وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تیمارداری بھی کرتی اور ٹیلہ پر بھی جا کر دیکھتی۔ آخر کچھ دیر بعد دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔ میں نے اشارہ کیا وہ لوگ تیزی سے میرے پاس آئے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں؟
-میں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔
انہوں نے کہا: صحابی رسول (رضی اللہ عنہ و صلی اللہ علیہ وسلم)
میں نے کہا:
ہاں۔ وہ لوگ ''ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں'' کہہ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی سنائی پھر وصیت فرمائی کہ اگر میرے پاس یا میری بیوی کے پاس کفن کے مطابق کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھے کفن دینا۔ اور یہ قسم دی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو وہ مجھے کفن نہ دے۔ اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر شخص کسی نہ کسی عہدہ پر رہ چکا تھا۔
اس نوجوان نے کہا:
چچا میرے پاس ایک چادر ہے اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جن کو میری والدہ محترمہ نے کات کر بنایا ہے میں آپ رضی اللہ عنہ

کوان میں کفن دوں گا سوا ای جوان نے آپ رضی اللہ عنہ کو کفن دیا۔ ان سوارزوں میں مشہور صحابی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی صحرا کے ایک گوشہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کر دیا۔ (اسد الغابہ: جز:1،ص301تا303)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

باب: شب قدر کے متعلق

یہ باب شب قدر میں قیام کے متعلق ہے۔

1170 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ قَالَ قُلْتُ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَخْبِرْنِيْ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ فَاِنَّ صَاحِبَنَا سُئِلَ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ يَّقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْهَا فَقَالَ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ اَنَّهَا فِيْ رَمَضَانَ زَادَ مُسَدَّدٌ وَّلٰكِنْ كَرِهَ اَنْ يَّتَّكِلُوْا اَوْ اَحَبَّ اَنْ لَّا يَتَّكِلُوْا ثُمَّ اتَّفَقَا وَاللّٰهِ اِنَّهَا لَفِيْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَا يَسْتَثْنِيْ قُلْتُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَنّٰى عَلِمْتَ ذٰلِكَ قَالَ بِالْاٰيَةِ الَّتِيْ اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِزِرٍّ مَا الْاٰيَةُ قَالَ تُصْبِحُ الشَّمْسُ صَبِيْحَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِثْلَ الطَّسْتِ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ حَتّٰى تَرْتَفِعَ

زر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے لیلۃ القدر کے بارے میں خبر دیجئے کیونکہ ہمارے صاحب سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا جو تمام سال قیام کرے گا وہ اس کو پالے گا۔ پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمن پر رحمت کا نزول فرمائے ان کو پتہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے اندر ہے۔ مسدد نے یہ اضافہ کیا ہے لیکن ناپسند کیا کہ وہ اطمینان سے بیٹھ جائیں گے پھر متفق ہو گئے وہ ماہ رمضان میں ستائیس کی رات ہے۔ میں نے عرض کی اے ابو منذر بے شک میں تو اس کو ایک علامت کے واسطے خبر رکھتا ہوں جو کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ میں نے زر کو کہا۔ وہ علامت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا اس شب کی صبح کو سورج پلیٹ کی مانند طلوع ہوتا ہے اور اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں حتیٰ کہ بلند ہو جائے۔

(معجم الکبیر: جز:9،ص:315، صحیح ابن حبان: جز:8،ص:445، صحیح ابن خزیمہ: جز:3،ص:332، مسند احمد: جز:43،ص:206)

1171 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ

عَنْ عَبَّادِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ فِيْ مَجْلِسِ بَنِيْ سَلَمَةَ وَاَنَا اَصْغَرُهُمْ فَقَالُوْا مَنْ يَّسْاَلُ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَذٰلِكَ صَبِيْحَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجْتُ فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قُمْتُ بِبَابِ بَيْتِهٖ فَمَرَّ بِيْ فَقَالَ ادْخُلْ فَدَخَلْتُ فَاُتِيَ بِعَشَائِهٖ فَرَاٰنِيْ اَكُفُّ عَنْهُ مِنْ قِلَّتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ نَاوِلْنِيْ نَعْلِيْ فَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهٗ فَقَالَ كَاَنَّ لَكَ حَاجَةً قُلْتُ اَجَلْ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ رَهْطٌ مِّنْ بَنِيْ سَلَمَةَ يَسْاَلُوْنَكَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ كَمِ اللَّيْلَةُ فَقُلْتُ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ قَالَ هِيَ اللَّيْلَةُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ اَوِ الْقَابِلَةُ يُرِيْدُ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ

ضمرہ بن عبداللہ بن انیس نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں بنی سلمہ کی مجلس میں تھا اور میں ان میں سے سب سے چھوٹا تھا۔ پس لوگوں نے کہا کون ہمارے واسطے رسول اللہ ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھے گا۔ اور رمضان المبارک کا اکیس روزہ تھا تو میں باہر چلا گیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی پھر میں در دولت پر کھڑا ہو گیا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: داخل ہو جاؤ تو میں اندر داخل ہو گیا پس عشاء کا کھانا عطا فرمایا گیا تھوڑا کھانا ہونے کی بناء پر میں نے آہستہ سے کھایا پس جب فراغت پالی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نعلین شریف لے آؤ۔ آپ ﷺ نے قیام فرمالیا تو میں نے بھی قیام کرلیا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کوئی حاجت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! مجھے بنی سلمہ کے لوگوں نے لیلۃ القدر کے بارے میں آپ ﷺ سے استفسار کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کی بائیسویں کی رات ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہی رات ہے۔ پھر واپس پلٹنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یا آئندہ آنے والی تیئس کی رات ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1171)

1172 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ بَادِيَةً اَكُوْنُ فِيْهَا وَاَنَا اُصَلِّيْ فِيْهَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فَمُرْنِيْ بِلَيْلَةٍ اَنْزِلُهَا اِلٰى هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْزِلْ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ فَقُلْتُ لِابْنِهٖ كَيْفَ كَانَ اَبُوْكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ اِذَا صَلَّى الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَاِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا فَلَحِقَ بِبَادِيَتِهٖ

ابن عبداللہ بن انیس جہنی اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! میں بیابان علاقے میں رہتا ہوں اور اسی جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں پس آپ ﷺ مجھے اس رات کے متعلق بتائیے جس میں اس مسجد میں آیا کروں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیئس (23) شب کو آیا کرو۔ میں نے اس کے بیٹے سے کہا۔ آپ کے والد محترم کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے کہا وہ مسجد میں داخل ہوتے جب عصر کی نماز ادا فرمائی تھی تو اس سے فجر کی نماز تک کسی حاجت کی وجہ سے بھی نہ نکلتے حتیٰ کہ جب فجر کی نماز ادا فرمالیتے تو اپنی سواری کو مسجد کے دروازے کے اوپر پاتے پس اس پر سوار ہو کر جنگل کی جانب چلے جاتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1172)

1173 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى وَفِي سَابِعَةٍ تَبْقَى وَفِي خَامِسَةٍ تَبْقَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مسجد میں داخل ہوتے جب عصر کی نماز ادا فرمالی جاتی تو اس سے کسی حاجت کے لئے بھی نہ نکلتے حتیٰ کہ صبح کی نماز ادا فرمالیتے پس جب صبح کی نماز ادا فرما لیتے تو اپنی سواری کو دروازے کے اوپر پاتے پس اس پر سوار ہو کر بیابان کی جانب چلے جاتے۔

(معجم الکبیر: ج:11،ص:317، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4،ص:308، صحیح البخاری: ج:7،ص:148، مسند احمد: ج:4،ص:480)

شرح: چند ابحاث

یہاں پر چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں جو کہ شب قدر کے متعلق ہیں۔

پہلی بحث

قدر کے معانی

قدر کے کئی معانی ہیں۔ جن میں سے ایک قدر کا معنی تقدیر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ٥ (الفرقان:2)

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا مناسب اندازہ کیا۔

اس رات کے اندر اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے لئے جو امور چاہتا ہے وہ مقدر فرما دیتا ہے کہ اس سال میں کتنے لوگوں پر موت آئے گی کتنے لوگ پیدا ہوں گے اور کتنے لوگوں کو رزق عطا فرمایا جائے گا۔ پھر ان امور کو اس جہان کی تدبیر کرنے والے

فرشتوں کو سونپ دیئے جاتے ہیں اور وہ چار فرشتے ہیں۔

1-حضرت اسرافیل علیہ السلام، 2-حضرت میکائیل علیہ السلام 3-حضرت عزرائیل علیہ السلام، 4-حضرت جبرائیل علیہ السلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لوح محفوظ سے لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال کتنا رزق دیا جائے گا اور کتنی بارشیں ہوں گی کتنے لوگ زندہ رہیں گے اور کتنے مر جائیں گے۔

عکرمہ نے کہا:

لیلۃ القدر میں بیت اللہ کا حج کرنے والوں کے نام اور ان کے آباء کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں ان میں سے کسی نام کی کمی کی جاتی ہے اور نہ کسی نام کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

☆اس رات کو لیلۃ القدر فرمانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قدر کا معنیٰ عظمت اور شرف ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام:91)

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی۔

جس طرح کہتے ہیں: فلاں آدمی کی بہت قدر و منزلت ہے۔

زہری نے کہا:

اس رات میں عبادت کرنے کی بہت قدر و منزلت ہے اور اس کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔

ابوبکر وراق نے کہا:

جس شخص کی قدر و منزلت نہ ہو جب وہ اس رات کو عبادت کرتا ہے تو وہ بہت قدر اور عظمت والا ہو جاتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے فرمایا ہے کہ اس رات میں بہت قدر و منزلت والی کتاب بہت عظیم الشان رسول پر بہت عظمت والی امت کے لئے نازل کی گئی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے فرمایا ہے کہ اس رات میں بہت قدر و منزلت والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس رات میں اللہ تعالیٰ بہت خیر اور برکت اور مغفرت نازل فرماتا ہے۔

سہل نے کہا:

اس رات کولیلۃ القدر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے رحمت کومقدر کردیا ہے۔
خلیل نے کہا:
قدر کا معنی تنگی بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:
وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ (طلاق:7)
جس شخص پر اس کا رزق تنگ کردیا گیا۔
اس رات میں اتنی کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن:جز:20،ص:116)

دوسری بحث: لیلۃ القدر کی تعیین میں اختلاف

لیلۃ القدر کی تعیین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء کرام کے درمیان میں اختلاف ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رات کے متعلق چھیالیس قول لکھتے ہیں:

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

1-پہلا قول روافض اور شیعہ کا ہے کہ لیلۃ القدر مطلقاً اٹھالی گئی ہے اور اب بالکل واقع نہیں ہوتی یہ قول بداہۃً باطل ہے۔
2-دوسرا قول فاکہانی کا ہے کہ عہد رسالت میں صرف ایک سال لیلۃ القدر واقع ہوئی۔
3-تیسرا قول بعض مالکیہ اور بعض شافعیہ کا ہے کہ لیلۃ القدر اس امت کے ساتھ خاص ہے اور پچھلی امتوں میں بالکل واقع نہیں ہوئی۔
4-چوتھا قول احناف میں سے قاضی خان اور ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہما کا ہے کہ لیلۃ القدر پورے سال میں سے کسی ایک رات میں ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے۔
5-پانچواں قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے کہ یہ پورے رمضان کی کسی ایک رات میں ہوسکتی ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی منقول ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے: یہ غیر معین رات ہے جو پورے رمضان میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔
6-چھٹا قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ رمضان کی ایک معین رات ہے اور ہر بار اسی رات میں ہوتی ہے۔
7-ساتواں قول حضرت عقیلی کا ہے کہ یہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔
8-آٹھواں قول سراج الدین ابن الملقن کا ہے کہ یہ نصف رمضان کی شب ہے۔
9-نواں قول حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ یہ نصف شعبان کی شب ہے۔
10-دسواں قول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا ہے یہ رمضان المبارک کی سترہویں شب ہے۔

11- گیارہواں قول عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ یہ رمضان کے درمیانی عشرے کی غیر معین شب ہے۔

12- بارہواں قول یہ ہے: یہ رمضان کی اٹھارہویں شب ہے۔

13- تیرہواں قول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے کہ یہ رمضان المبارک کی انیسویں شب ہے۔

14- چودہواں قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ یہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی پہلی رات ہے۔

15- پندرہواں قول ابن حزم کا ہے کہ اگر تیس کا مہینہ ہو تو یہ بیسویں رات ہے اور تیس سے کم کا مہینہ ہو تو اکیسویں رات ہے۔

16- سولہواں قول یہ ہے: یہ بائیسویں رات ہے۔

17- سترہواں قول یہ ہے: یہ تیئسویں رات ہے۔ یہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج کا قول ہے۔

18- اٹھارہواں قول حضرت ابن مسعود، حضرت شعبی، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم کا ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے۔

19- انیسواں قول ابوبکرہ کا ہے کہ یہ رمضان المبارک کی پچیسویں رات ہے۔

20- بیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان المبارک کی چھبیسویں رات ہے۔

21- اکیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے اور جمہور علماء کرام کا بھی یہی نظریہ ہے۔

22- بائیسواں قول یہ ہے: یہ اٹھائیسویں شب ہے۔

23- تیئسواں قول ابن عربی کا ہے کہ یہ انتیسویں شب ہے۔

24- چوبیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان المبارک کی تیسویں شب ہے۔

25- پچیسواں قول ابوثور، مزنی، ابن خزیمہ اور علماء کی ایک جماعت کا ہے یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

یہ سب سے راجح قول ہے۔

26- چھبیسواں قول یہ ہے کہ اور اس میں آخری شب کی زیادتی ہے۔

27- ستائیسواں قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابوقلابہ کا ہے کہ یہ رات تمام آخری عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

28- اٹھائیسواں قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ اس عشرے کی اکیسویں شب کی زیادہ توقع ہے۔

29- انتیسواں قول یہ ہے: اس عشرے کی تیئسویں شب زیادہ متوقع ہے۔

30-تیسواں قول یہ ہے: اس عشرے کی ستائیسویں شب زیادہ متوقع ہے۔
31-اکتیسواں قول یہ ہے: یہ آخری سات دنوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔
(33،32)-بتیسواں اور تینتیسواں قول یہ ہے: یہ نصف اخیر میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔
34-چونتیسواں قول یہ ہے: یہ سولہویں یا سترہویں شب ہے۔
35-پینتیسواں قول یہ ہے: یہ سولہویں، انیسویں یا اکیسویں شب ہے۔
36-چھتیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان کی پہلی یا آخری شب ہے۔
37-سینتیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان کی پہلی یا نویں یا سترہویں یا اکیسویں یا آخری شب ہے۔
38-اڑتیسواں قول یہ ہے: انیسویں یا گیارہویں یا تیرہویں شب ہے۔
39-انتالیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان المبارک کی تیئسویں یا ستائیسویں شب ہے۔
40-چالیسواں قول یہ ہے: یہ اکیسویں یا تیئسویں شب ہے۔
41-اکتالیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان کے آخری سات دنوں میں ہے۔
42-بیالیسواں قول یہ ہے: یہ بائیسویں یا تیئسویں رات ہے۔
43-تینتالیسواں قول یہ ہے: یہ درمیانی اور آخری عشرے کی جفت رات ہے۔
44-چوالیسواں قول یہ ہے: یہ آخری عشرے کی تیسری یا پانچویں رات ہے۔
45-پینتالیسواں قول یہ ہے: یہ پہلے نصف کی ساتویں یا آٹھویں شب ہے۔
46-چھیالیسواں قول یہ ہے: یہ پہلی آخری یا طاق رات ہے اور یہ آخری قول ہے۔ (فتح الباری: ج: 4، ص263 تا 266)

تیسری بحث: کیا نبی کریم ﷺ کو شب قدر کی تعیین کا علم تھا؟

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے کہا:

قرآن مجید کی جس آیت میں کسی چیز کے متعلق فرمایا "وما ادرك" اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم دیا ہے اور جس کے متعلق فرمایا ہے "وما یدریك" اس کا علم آپ ﷺ کو نہیں دیا۔ (صحیح البخاری: ص: 418)

ابوسلمہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا جو میرے دوست تھے۔

انہوں نے کہا:

ہم نے رمضان المبارک کے متوسط عشرہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا آپ ﷺ بیس رمضان المبارک کی

صبح کو باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی اب تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں پس جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ لوٹ آئے۔ ہم لوٹ گئے اور ہم آسمان میں کوئی بادل نہیں دیکھتے تھے پھر اچانک بادل آیا اور بارش ہوئی اور مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور اس کی چھت میں کھجور کی شاخیں تھیں اور نماز کی اقامت کہی گئی پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کی پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2016)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے باہر تشریف لائے اس وقت دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے آیا تھا پس فلاں اور فلاں آپس میں لڑ پڑے تو لیلۃ القدر کی تعیین اٹھا لی گئی اور ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہو پس تم اس کو انتیسویں شب، ستائیسویں شب اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 2023)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

صرف اس سال نبی کریم ﷺ سے لیلۃ القدر کی تعیین کا علم اٹھا لیا گیا تھا اور دوسرے سال آپ ﷺ کو پھر اس کا علم عطا فرما دیا گیا۔ (عمدۃ القاری: ج: 11، ص: 197)

عبد المصطفیٰ کہتا ہے کہ

اس سال شب قدر کی تعیین کے علم کو اٹھانے کی حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے لئے لیلۃ القدر کی تعیین کو مخفی رکھنے کا عذر ہو جائے کیونکہ اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا اور آپ ﷺ نہ بتاتے تو یہ آپ ﷺ کی رحمت کے خلاف تھا اور اگر آپ ﷺ بتا دیتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ لیلۃ القدر کی تعیین کو مخفی رکھا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی ہر طاق رات جاگ کر عبادت میں گزاریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا عبادت میں جاگنا پسند ہے۔

چوتھی بحث: شب قدر کے فضائل

شب قدر کے فضائل کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں جس میں بندے کے گناہوں کو معاف فرمانے کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ دیگر فضائل بھی ہیں۔

یہ احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ:1

مجاہد سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار سال تک ہتھیار پہنے رہا۔ مسلمانوں کو اس پر بہت تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ٥ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ٥ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ٥ (القدر:1 تا3)

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:19424)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:2014)

حدیث مبارکہ:3

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا کی ہے اور اس سے پہلی امتوں کو عطا نہیں کی۔ (درمنثور: جز:8، ص:522)

حدیث مبارکہ:4

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے معتمد اہل علم سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سابقہ امتوں کی عمریں دکھائی گئیں تو آپ ﷺ نے اپنی امت کی عمروں کو کم سمجھا اور یہ کہ وہ اتنے عمل نہیں کر سکیں گے جتنے لمبی عمر والے لوگ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث:721)

حدیث مبارکہ:5

علی بن عروہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کے چار اشخاص نے اسی (80) سال تک اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی کہ پلک جھپکنے کی مقدار بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور ان کے نام بتائے۔

1-حضرت ایوب علیہ السلام، 2-حضرت زکریا علیہ السلام

3-حضرت حزقیل بن العجوز علیہ السلام، 4-حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا۔

تب آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا۔

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)! آپ ﷺ کی امت کو اس پر تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اسی (80) سال عبادت کی اور پلک جھپکنے کی مقدار بھی نافرمانی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز نازل کی ہے پھر آپ ﷺ کے سامنے سورۃ القدر 1 تا 3 آیات تلاوت کیں اور کہا۔ یہ اس سے افضل ہے جس پر آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو تعجب ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب خوش ہو گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 19426)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص لیلۃ القدر میں قیام کرے اور اس کو پالے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

راوی فرماتے ہیں:

میرا خیال ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 35)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس رمضان المبارک کا مہینہ آیا اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار راتوں سے افضل اور بہتر ہے جو اس (رات) کی خیرات و برکات سے محروم کر دیا گیا وہ (ہر خیر) سے محروم کر دیا گیا۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 2106)

حدیث مبارکہ:8

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ جو مہینہ تم پر آ گیا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات کی خیرات و برکات سے محروم کر دیا گیا وہ گویا تمام خیر سے محروم کر دیا گیا اور اس رات کی خیرات و برکات سے محروم صرف وہی شخص کیا جاتا ہے جو (اصلاً ہر خیر سے) محروم ہو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1644)

حدیث مبارکہ:9

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں اور ہر اس کھڑے بیٹھے بندے پر جو اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے سلام بھیجتے ہیں جب ان کی عید کا دن ہوتا ہے یعنی عید الفطر کا دن تو اللہ تعالیٰ ان بندوں سے اپنے فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اے میرے فرشتو! اس مزدور کی اجرت کیا ہونی چاہئے جو اپنا کام پورا کر دے۔

وہ عرض کرتے ہیں:

یا اللہ عزوجل! اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا پورا اجر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے فرشتو! میرے بندے اور بندیوں نے میرا وہ فریضہ پورا کر دیا جو ان پر تھا پھر وہ دعا میں دست طلب دراز طلب کرتے ہوئے نکل پڑے۔

(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:)

مجھے اپنی عزت، اپنے جلال، اپنے کرم، اپنی بلندی اور رفعت مکانی کی قسم! میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا۔

پھر (اپنے بندوں سے) ارشاد فرماتا ہے:

لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر یہ لوگ بخشے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:3717)

حدیث مبارکہ:10

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں شب قدر کے بارے میں بتائیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ (رات) ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے اس رات کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ بے شک یہ رات طاق راتوں یعنی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں میں سے کوئی ایک یا رمضان المبارک کی آخری رات ہوتی ہے جو بندہ اس میں ایمان وثواب کے ارادہ سے قیام کرے اس کے اگلے پچھلے (تمام) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔
(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث 22793)

پانچویں بحث

شب قدر کی نشانیاں اور آثار

شب قدر کی بعض نشانیاں احادیث مبارکہ اور اقوال سے ثابت ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔
حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کے بارے میں ارشاد فرمایا:
یہ ایک خوشگوار و معتدل کھلی کھلی رات ہے نہ گرم نہ سرد اس کی صبح سورج کمزور شعاعوں کے ساتھ سرخ ہوتا ہے۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث 3693)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں شب قدر کے بارے میں پوچھا۔
تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں یعنی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیس یا انتیس شب یا رمضان المبارک کی آخری شب میں ہے تو جو کوئی ایمان کے ساتھ بہ نیت ثواب اس مبارک رات میں عبادت کرے اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اس کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مبارک شب کھلی ہوئی روشن اور بالکل صاف و شفاف ہوتی ہے۔ اس میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی بلکہ یہ رات معتدل ہوتی ہے گویا کہ اس میں چاند کھلا ہوا ہوتا ہے اس پوری رات میں شیاطین کو آسمان کے ستارے نہیں مارے جاتے۔
مزید نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ
اس رات کے گزرنے کے بعد جو صبح آتی ہے اس میں سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے اور وہ ایسا ہوتا ہے گویا کہ

چودھویں کا چاند، اللہ عزوجل نے اس دن طلوع آفتاب کے ساتھ شیطان کو نکلنے سے روک دیا ہے۔
(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث 22829)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سیدنا عبید بن عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں ایک رات بحیرۂ قلزم کے کنارے پر تھا اور اسی کھاری پانی سے وضو کرنے لگا جب میں نے وہ پانی چکھا تو شہد سے بھی زیادہ میٹھا معلوم ہوا۔ مجھے بے حد تعجب ہوا میں نے جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا:
اے عبید (رضی اللہ عنہ) لیلۃ القدر ہوگی۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جس شخص نے یہ رات اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزاری اس نے گھریا ہزار ہا ماہ سے بھی زیادہ عرصہ عبادت کی اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ (تذکرۃ الواعظین: ص:626)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيمَنْ قَالَ لَيْلَةَ اِحْدَى وَعِشْرِينَ

باب: جس نے کہا وہ اکیس کی رات ہے

اس باب میں لیلۃ القدر کی تعیین میں اکیسویں رات کی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہے۔

1174 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي سَعِيدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتّٰى اِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ اِحْدَى وَعِشْرِينَ وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ فِيهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ وَقَدْ رَاَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيتُهَا وَقَدْ رَاَيْتُنِي اَسْجُدُ مِنْ صَبِيحَتِهَا فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ قَالَ اَبُو سَعِيدٍ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰى عَرِيشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَقَالَ اَبُو سَعِيدٍ فَاَبْصَرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى جَبْهَتِهِ وَاَنْفِهِ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ

مِنْ صَبِيحَةِ اِحْدَى وَعِشْرِينَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سال اعتکاف فرمایا تو اکیس کی رات تھی جس کے اندر اپنے اعتکاف سے باہر تشریف لاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری معیت میں اعتکاف کیا ہے اسے چاہئے کہ وہ آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے میں نے لیلۃ القدر ملاحظہ کی تھی پھر اس کو بھلا دیا گیا اور میں نے دیکھا کہ پانی اور دلدل میں اس کی صبح کو سجدہ کر رہا ہوں پس اس کو آخری دس راتوں کے اندر ڈھونڈ و اور اس کی طاق راتوں میں۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس رات کے اندر بارش کا نزول ہوا اور مسجد کی چھت ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ ٹپک پڑی۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارکہ اور ناک مبارکہ پر اکیس کی صبح کو پانی اور مٹی کے اثرات تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1174)

1175 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى اَخْبَرَنَا سَعِيْدٌ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَمِسُوْهَا فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَالْتَمِسُوْهَا فِى التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ قَالَ قُلْتُ يَا اَبَا سَعِيْدٍ اِنَّكُمْ اَعْلَمُ بِالْعَدَدِ مِنَّا قَالَ اَجَلْ قُلْتُ مَا التَّاسِعَةُ وَالسَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ قَالَ اِذَا مَضَتْ وَاحِدَةٌ وَّعِشْرُوْنَ فَالَّتِىْ تَلِيْهَا التَّاسِعَةُ وَاِذَا مَضٰى ثَلَاثٌ وَّعِشْرُوْنَ فَالَّتِىْ تَلِيْهَا السَّابِعَةُ وَاِذَا مَضٰى خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ فَالَّتِىْ تَلِيْهَا الْخَامِسَةُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ لَا اَدْرِىْ اَخَفِىَ عَلَىَّ مِنْهُ شَىْءٌ اَمْ لَا

ابونضرہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیلۃ القدر کو ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈ و اور اس کو اکیس، تیئس اور پچیس کی رات کو تلاش کرو۔ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے ابوسعید (رضی اللہ عنہ)! ہم سے آپ رضی اللہ عنہ عدد کو زیادہ جانتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے نویں، ساتویں اور پانچویں کہا ہے فرمایا کہ جب اکیس کی شب گزر جائے تو اسی کے ساتھ نویں ہے اور جب تیئس کی گزر جائے تو اسی کے ساتھ کی ساتویں ہے اور جب پچیس کی گزر جائے تو اسی کے ساتھ پانچویں ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اس کے اندر مجھ سے کوئی بات مخفی رہ گئی ہے یا نہیں۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 21، ص: 61)

شرح: ابن حزم کا قول

ابن حزم کہتے ہیں: اگر تیس کا مہینہ ہو تو یہ بیسویں رات ہے اور تیس سے کم کا مہینہ ہو تو اکیسویں رات ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

پندرھواں قول ابن حزم کا ہے اگر تیس کا مہینہ ہو تو یہ بیسویں رات ہے اور تیس سے کم کا مہینہ ہو تو اکیسویں رات ہے۔

(فتح الباری، جز: 4، ص: 264)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشرے کی اکیسویں رات شب قدر ہونے میں زیادہ متوقع ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اٹھائیسواں قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ اس عشرے کی اکیسویں شب کی زیادہ توقع ہے۔ (فتح الباری: جز: 4، ص: 265)

اشکال

☆ **قلت ما التاسعة...... فالتی تلیها التاسعة**

یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس سے پہلے والی روایت میں تسعہ کی تفسیر اکیسویں رات کے ساتھ کی گئی اور یہاں پر بھی تفسیر اکیسویں ہی شب پر ہے لہٰذا یہ تفسیر باب کے بھی خلاف ہے اور پچھلی تفسیر کے بھی خلاف ہے؟

جواب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حساب کی آسانی کے واسطے مہینہ تیس دن کا لگا کر بیان فرما دیا کہ اس صورت میں تاسعہ کا مصداق یہ ہے مگر ظاہری بات ہے کہ مہینے کا تیس ہونا یقینی بات نہیں۔ اسی وجہ سے مہینہ انتیس کا لگاتے ہوئے اس میں سے ایک دن کم کر دیا جائے پھر وہ بائیس کے بجائے اکیسویں رات ہو جائے گی۔

دوسرا جواب یہ ہے:

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تاسعہ کا مصداق بائیسویں رات ہی ہے مگر حدیث مبارکہ کا مطلب یہاں پر یہ ہے کہ لیلۃ القدر کو ڈھونڈا کرو اس رات میں جس کے بعد تاسعہ باقی رہ جائے اور وہ رات جس کے بعد تاسعہ یعنی بائیسویں رات آ رہی ہے وہ ظاہر ہے کہ اکیسویں رات ہے۔

☆ **قولہ عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ**

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ کثیر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد ابن مالک ہے انصاری خدری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت ساری احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ بہت سارے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوہتر میں وفات ہوئی چوراسی سال عمر پائی۔ جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے حضرت فاطمۃ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔ مترجم نے زیارت کی ہے۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:586)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ رَوٰى اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ

باب: جس نے روایت کیا کہ وہ سترہویں شب ہے

اس باب میں لیلۃ القدر کی تعیین میں سترہویں شب کی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہے۔

1176 حَدَّثَنَا حَكِيمُ بْنُ سَيْفٍ الرَّقِّيُّ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِي اُنَيْسَةَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطْلُبُوهَا لَيْلَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ مِنْ رَمَضَانَ وَلَيْلَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِينَ وَلَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ ثُمَّ سَكَتَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا: اس کو ماہ رمضان کی سترہویں، اکیسویں اور تیئسویں شب میں ڈھونڈا کرو۔ پھر سکوت فرمالیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:310)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے: یہ رمضان المبارک کی سترہویں رات ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

دسواں قول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا ہے کہ یہ رمضان المبارک کی سترہویں رات ہے۔ (فتح الباری: جز:4،ص:264)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

چوبیسواں قول یہ ہے: یہ سولہویں یا سترہویں رات ہے۔

سینتیسواں (37) قول یہ ہے: یہ رمضان المبارک کی پہلی یا نویں یا سترہویں یا اکیسویں یا آخری رات ہے۔

(فتح الباری: جز: 4، ص: 266)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ رَوٰی فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ

باب: جس نے کہا آخری سات شب میں ہے

اس باب میں آخری سات شب میں لیلۃ القدر تلاش کرنے کی حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

1177 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیلۃ القدر کو آخری سات شب میں ڈھونڈا کرو۔

(سنن البیہقی الکبری: جز: 4، ص: 311، سنن دارمی: جز: 2، ص: 44، مسند احمد: جز: 12، ص: 199)

شرح: حضرت ابوثور، حضرت مزنی اور امام ابن خزیمہ کا قول

حضرت ابوثور، حضرت مزنی اور امام ابن خزیمہ اور علماء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے: یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

پچیسواں قول ابوثور، مزنی، ابن خزیمہ اور علماء کی ایک جماعت کا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ

یہ سب سے راجح قول ہے۔ (فتح الباری: جز: 4، ص: 265)

امام مالک، امام احمد، امام ثوری اور ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہم کا قول

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے: یہ رات تمام آخری عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ستائیسواں قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ یہ رات تمام آخری عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

اکتیسواں قول یہ ہے کہ یہ آخری سات دنوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

اکتالیسواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کے آخری سات دنوں میں ہے۔ (فتح الباری: ج:4،ص265 تا266)

☆ **قوله تحروا ليلة القدر في السبع الاواخر**

سبع اواخر کے مصداق درج ذیل قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے: اخیر کے سات دن یعنی تیئسویں رات سے انتیس تک۔

دوسرا قول یہ ہے: السبع بعد العشرين یعنی عشرہ اخیرہ کی شروع کی سات راتیں اکیس تا ستائیس تک۔

تیسرا قول یہ ہے: السبوع رابع ماہ رمضان المبارک کا چوتھا ہفتہ یعنی بائیس سے لے کر اٹھائیس تک۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ سَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ

باب: جس نے کہا ستائیس کی رات ہے

اس باب میں لیلۃ القدر ستائیسویں رات میں ہونے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہے۔

1178 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ مُطَرِّفًا عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لیلۃ القدر ستائیس کی رات کو ہوتی ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:4،ص:312، صحیح ابن حبان: ج:8،ص:437)

امام احمد بن حنبل، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، بعض شافعیہ اور جمہور علماء کا نظریہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، بعض شافعیہ اور جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اکیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (فتح الباری: ج:4، ص:264)

مزید اقوال نقل فرماتے ہیں کہ

تیسواں قول یہ ہے: اس عشرے کی ستائیسویں شب زیادہ متوقع ہے۔

اڑتالیسواں قول یہ ہے: یہ رمضان المبارک کی تیئسویں یا ستائیسویں شب ہے۔ (فتح الباری: ج:4، ص:266)

شب قدر ستائیسویں کی رات ہونے پر دلائل

شب قدر ستائیسویں کی رات ہونے پر کثیر دلائل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: جو شخص تمام سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے ان کا ارادہ یہ تھا کہ کہیں لوگ ایک رات تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے اور رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ہے اور اغلب طور پر وہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے پھر انہوں نے بغیر انشاء اللہ کہے قسم کھا کر کہا لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہی ہے۔

میں نے عرض کیا: اے ابوالمنذر! تم یہ بات اتنے یقین سے کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس دلیل یا اس نشانی کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رات کے بعد جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاعیں نہیں ہوتیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 762)

دوسری دلیل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں اور

سات آسمان بنائے، سات اعضاء پر سجدہ مشروع فرمایا، طواف کے سات پھیرے مقرر کیے اور ہفتہ کے سات دن بنائے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات ہونی چاہئے۔

حافظ ابن حجر اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال بھی نقل کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے حرف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر فرمایا گیا ہے جن کا حاصل ضرب ستائیس ہے اس لیے یہ رات ستائیسویں ہونی چاہئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ

قرآن مجید کی اس سورۃ مبارک میں "هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○" (القدر:5) میں ہی ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس سورت کا ستائیسواں کلمہ ہے اس اشارے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن معاوية بن سفيان رضى الله عنه**

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص رشتہ سالہ کا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ مکرمہ کے دن اسلام کا اظہار فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ بن سفیان اموی قرشی رضی اللہ عنہما بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔

واقدی نے بیان کیا ہے: وہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ مکرمہ کے سال اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

خالد بن معدان نے بیان کیا ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے۔ رنگ سفید تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب (وحی) تھے۔

مدائنی نے بیان کیا ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطوط بھیجتے تھے ان خطوط کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔

ابونعیم نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حلیم، حساب دان اور کاتب تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس منصب پر تاحیات برقرار رکھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی ان سے جنگ کی اور ملک شام کے مستقل فرمانروا ہو گئے پھر مصر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی تو پھر وہ تمام دنیاء اسلام کے واحد سربراہ اور خلیفہ اسلام ہو گئے۔

عبدالملک بن مروان نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال شام کے گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے۔ محمد بن اسحاق

نے اس پر اعتماد کیا ہے لیکن یہ تغلیباً ہے کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد انیس سال سے کچھ کم عرصہ گزرا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ 22 رجب 60ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ (الاصابہ: جز:3، ص:434)

علامہ محمد بن محمد شیبانی با بن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال 15 رجب المرجب 60ھ میں ہوا اور ایک قول بائیس رجب المرجب کا ہے اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر بیالیس سال تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن کے تراشے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کے منہ اور آنکھوں پر وہ ناخن رکھ دیئے جائیں۔

انہوں نے کہا: اس کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے پاس تنہا چھوڑ دینا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت یزید موجود نہیں تھا ضحاک نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ: جز:4، ص:387)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی اموی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہند بنت عتبہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ مکرمہ کے دن ایمان لائے مؤلفہ القلوب میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ بعض مورخین نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی نہ تھے بلکہ دوسری تحریریں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لکھتے تھے آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے احادیث مبارکہ لیں۔ خلافت فاروقی میں اپنے بھائی یزید ابن سفیان کے بعد شام کے حاکم بنے پھر وفات تک وہاں ہی حاکم رہے۔ حکومت کی خلافت فاروقی میں چار سال خلافت عثمانیہ میں پورے بارہ سال پھر خلافت حیدری اور خلافت امام حسن رضی اللہ عنہ میں اس طرح بیس سال حکومت کی پھر مستقل سلطان اسلام بن کر بیس سال سلطنت کی۔ 41 اکتالیس سال عمر ہوئی آخر عمر میں لقوہ ہو گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ وفات کے وقت کہتے تھے کہ کاش میں قرشی شخص ہوتا جو ذی طوی گاؤں میں رہتا حکومت میں حصہ نہ لیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات بال، ناخن مبارکہ تھے وصیت کی کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند میں لپیٹا جائے، ہونٹوں، ناک، نتھنوں، آنکھوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال، ناخن رکھ دینا۔ پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ مترجم کہتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف کے بیان میں غلطی غالباً کاتب نے کی آپ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف اٹھہتر سال ہوئی حق یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی رہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام فتح مکہ کے دن ظاہر فرمایا ایمان پہلے ہی لا چکے تھے۔ عمرہ قضا میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حجامت آپ رضی اللہ عنہ ہی نے کی تھی جیسا کہ بخاری میں ہے کاتب بجائے ثمان وسبعون کے ثمان و اربعون لکھا گیا۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:601)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔ (مجمع الزوائد: ج:9،ص:357)

حدیث مبارکہ:2

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے۔ (جامع ترمذی: ص:547)

حدیث مبارکہ:3

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

اے معاویہ! (رضی اللہ عنہ) جب تم کسی جگہ حکومت کرو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے میں ہمیشہ یہ گمان کرتا رہا کہ میں حکومت میں مبتلا کیا جاؤں گا حتیٰ کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔ (مسند ابی یعلی: ج:6،ص:442)

حدیث مبارکہ:4

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھتے تھے۔ (مجمع الزوائد: ج:9،ص:357)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو لکھنا اور حساب سکھلا اور اس کو عذاب سے بچا۔ (مجمع الزوائد: ج:9،ص:356)

حدیث مبارکہ:6

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے خیر خواہی کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر امین ہیں اور وہ کیا ہی اچھے امین ہیں۔ (مجمع الزوائد: ج:9،ص:357)

حدیث مبارکہ:7

ابوامیہ سے روایت ہے: میں نے اپنے دادا محترم سے سنا کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیمار ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس اٹھا کر انہیں ایک یا دو بار دیکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا حتیٰ کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔ (مسند احمد: ج:4، ص:101)

حدیث مبارکہ:8

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو سلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کی وحی پر امین ہیں۔ (البدایہ والنہایہ: ج:8، ص:120)

حدیث مبارکہ:9

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیکھو کون ہے؟ حاضرین نے کہا: معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس حال میں آئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے کان پر قلم رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) یہ تمہارے کان پر قلم کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ قلم ہے جس کو میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص کیا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے نبی کی طرف سے جزاء خیر دے بہ خدا میں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر تم سے کچھ نہیں لکھوایا اور میں کوئی چھوٹا یا بڑا کام اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا اور اس وقت کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص (خلافت) پہنائے گا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ اس کو قمیض پہنائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! لیکن اس میں کچھ بری باتیں ہوں گی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کے لئے دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس کو ہدایت دے اور اس کو برے کاموں سے دور رکھ اور اس کی پہلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما۔ (البدایہ والنہایہ: ج:8، ص:120)

حدیث مبارکہ:10

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

امین تین ہیں۔ 1-حضرت جبرائیل علیہ السلام، 2-میں، 3-اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) (البدایہ والنہایہ: ج:8، ص:120)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ہمیں سحری کے وقت بلاتے اور ارشاد فرماتے: آؤ اس مبارک کھانے کے لئے پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:8، ص:121)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

(البدایہ والنہایہ: ج:8، ص:121)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے لیے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ ان کو بلایا گیا جب وہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے معاملات اس پر پیش کرو اور اس کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہیں۔ (البدایہ والنہایہ: ج:8، ص:122)

حدیث مبارکہ: 14

حارث اعور سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹنے کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی حکومت کو ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھو دیا تو اندرائن کی طرح لوگوں کے کندھوں سے ان کے سر کٹ کٹ کر گریں گے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:8، ص:131)

حدیث مبارکہ: 15

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میری امت میں سے سب سے زیادہ رقیق القلب اور بہت زیادہ رحم دل انسان ہیں پھر اسی طرح بقیہ خلفائے اربعہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہی ایک دوسری جماعت کے مناقب بیان فرمائے

اور انہی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بھی فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ معاویہ بن سفیان (رضی اللہ عنہ) میری امت میں سے بہت زیادہ حلیم و بردبار اور بہت زیادہ سخی شخص ہیں۔ (السنۃ للخلال: ج:2،ص:453)

مدح امیر معاویہ بزبان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مدح بیان فرماتے تھے اور دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے تھے۔

حارث اعور سے روایت ہے:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کی طرح گرنے لگیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 37843)

یزید بن اصم سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث 31700)

نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ

میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی۔ ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے لئے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: رقم الحدیث 2968)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ناراض نہیں تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ اگر کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل تفصیل سے دیکھنے ہوں تو الصواعق المحرقہ و تطہیر الجنان کتاب کا مطالعہ کرے جس کی فقیر نے ترجمہ اور تخریج کی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ

باب: جس نے کہا وہ تمام رمضان المبارک میں ہے

اس باب میں تمام رمضان المبارک میں شب قدر ہونے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہے۔

1179 حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ النَّسَائِيُّ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ لَمْ يَرْفَعَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں ارشاد فرمایا: وہ تمام رمضان المبارک میں ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کو سفیان اور شعبہ نے ابواسحاق سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:4،ص:307)

شرح: پورے رمضان المبارک میں لیلۃ القدر ہونے کے متعلق اقوال

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

پانچواں قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے کہ یہ پورے رمضان المبارک کی کسی ایک رات میں ہو سکتی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن منذر اور بعض شافعیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ یہ غیر معین رات ہے جو پورے رمضان المبارک میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ (فتح الباری: جز:4،ص:263)

یہاں پر جو باب باندھا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان ہی میں ہے اور رمضان المبارک کی ہر رات میں اس کا امکان ہے یعنی پورے ماہ میں گھومتی رہتی ہے آخری عشرہ یا کسی اور رات کے ساتھ خاص نہیں یا اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر سال کے رمضان المبارک میں پائی جاتی ہے کسی خاص رمضان المبارک کی قید نہیں کہ فلاں سال کے رمضان المبارک میں ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

☆ قوله عن سعید بن جبیر رضی الله عنه

حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ تابعی بزرگ ہیں اسدی کوفی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی احادیث مبارکہ منقول ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ اسدی کوفی ہیں شاندار تابعی ہیں شعبان ترانوے 93 میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حجاج ابن یوسف نے قتل کیا اس سال رمضان یا شوال میں حجاج مر گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے بعد حجاج کسی کو قتل نہ کر سکا۔ جب حجاج نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرنا چاہا تو پہلے بہت بحث و مباحثہ کیا۔ پھر جلاد کو قتل کا حکم دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس حکم پر بہت ہنسے وجہ پوچھی تو فرمایا تیرے ظلم اور رب تعالیٰ کے حلم پر ہنستا ہوں۔ جب ذبح کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لٹایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ پڑھ کر قبلہ رخ لیٹے۔ انی وجهت وجهی الخ۔ حجاج بولا انہیں غیر قبلہ کی طرف لٹاؤ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا۔ فاینما تولوا فثم وجه الله حجاج بولا انہیں اوندھا لٹاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا۔ منها خلقناكم وفيها نعيدكم الخ۔ حجاج بولا انہیں ذبح کر دو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے حجاج میرے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا گواہ رہ تیرا میرا فیصلہ رب کے ہاں ہوگا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی الٰہی اب میرے بعد تو حجاج کو کسی کے قتل پر قابو نہ دے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ذبح کر دیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے بعد حجاج پندرہ دن زندہ رہا اس کے پیٹ میں زخم ہو گیا حکیم کو بلایا گیا اس نے گوشت کی بوٹی دھاگے میں باندھ کر اس کے حلق کے اندر لٹکائی۔ جب نکالی تو وہ خون سے لتھڑی ہوئی تھی اس نے کہا اب تو نہیں بچ سکتا۔ وہ چیختا تھا کہ مجھے سعید ابن جبیر نے مارا۔ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار عراق کے شہر اوسط میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:550)

سبحان اللہ عزوجل! تابعی کی کیا شان ہے کہ جو دعا فرما دیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فوراً قبول ہو۔ ان مقدس نفوس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کیا جب راضی کر دیا تو جو ان کی مقدس زبان سے نکلتا تھا وہ ہو کر رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقدس نفوس کے ساتھ سچی محبت اور عقیدت عطا فرمائے۔

آمین بجاه النبی الامین و صلی الله علیه وسلم

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

اَبْوَابِ قِرَائَةِ الْقُرْآنِ وَتَحْزِيبِهِ وَتَرْتِيلِهِ

قرآن مجید کی قرأت اوراس کوروزانہ پڑھنے اوراس کی ترتیل کے ابواب

قرآن مجید کی قرأت کے ابواب کوفرداًفرداًبیان کرنے سے قبل درج ذیل ابحاث بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: قرآن مجید کی تعریف اوراسماء

قرآن مجید کی تعریف یہ ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے جو ہمارے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر عربی زبان میں نازل ہوا۔

یہ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے اس کی ابتداء سورہ فاتحہ سے ہے اوراس کا اختتام سورہ الناس پر ہے۔

قرآن مجید کے اسماء قرآن، فرقان، کتاب، ذکراورنورذکرفرمائے گئے ہیں۔

قرآن

قرآن مجید میں اٹھاون بار القرآن کا لفظ آیا ہے۔دس بار قرآن کا ذکر آیا ہے اور دوبار قرانہ کا بہ طور مصدر ذکر ہے۔

قرآن کا لفظ قرأت سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے پڑھنا اورچونکہ اس کو بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں نیز قرء کا معنیٰ ہے جمع کرنا چونکہ قرآن مجید میں سورتیں اور آیات مجتمع ہیں اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کا ذکران آیات مبارکہ میں ہے۔

ارشادفرمایا: اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ۝ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۝ (الواقعہ:77تا78)

بے شک یہ بہت معزز قرآن ہے۔محفوظ کتاب میں (موجود ہے)

ایک اور مقام پرارشادفرمایا:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ۝ فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۝ (البروج:21تا22)

بلکہ وہ بہت معظم قرآن ہے۔لوح محفوظ میں (لکھا ہوا ہے)

فرقان

فرقان فرق سے بنا ہے کیونکہ یہ کتاب حق اور باطل، ایمان اور کفر اور خیر وشر کے درمیان فرق کرتی ہے اس لیے اس کا نام

فرقان ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًاۙ (الفرقان:1)

بہت برکت والا ہے جس نے اپنے (محبوب) بندہ پر "فرقان" کو نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

کتاب

کتاب کا لفظ کتب سے بنا ہے اس کے معنیٰ ہیں جمع کرنا اور اس میں مختلف قصص، آیات اور احکام کو جمع کیا گیا ہے اس لیے اس کا نام کتاب ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ (البقرہ:2)

یہ عظیم کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى (الاحقاف:30)

جنہوں نے کہا! اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب کو سنا ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔

ذکر

ذکر کے معنیٰ ہیں نصیحت چونکہ قرآن مجید میں بہت زیادہ نصیحتیں بیان کی گئی ہیں اس لیے اس کا نام ذکر ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:9)

بے شک ہم ہی نے "ذکر" نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

نور

قرآن مجید کو نور بھی کہتے ہیں چونکہ نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیز کو ظاہر کرے اور قرآن مجید بھی ظاہر ہے اور بہت سی اخبار، احکام اور اسرار کا مظہر ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (النساء:174)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے مستحکم دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف بیان کرنے والا نور نازل کیا۔

مصحف

قرآن مجید کو مصحف بھی کہتے ہیں۔ مصحف کا معنیٰ ہے جس میں صحیفوں کو جمع کیا گیا ہو اور صحیفہ چرمی ٹکڑے یا کاغذ کے ورق کو کہتے ہیں۔

علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشا پوری متوفی 728ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کے بعد اس کا نام رکھنے کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا اور پھر اس کا نام مصحف رکھا۔ (غرائب القرآن: جز: 1، ص: 25)

دوسری بحث: قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگانا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

عبدالملک بن مروان نے مصحف کے حروف کو متشکل کرنے اور ان پر نقطے لگانے کا حکم دیا اس نے اس کام کے لئے حجاج بن یوسف کو شہر واسط میں فارغ کر دیا اس نے بہت کوشش سے اس کام کو انجام دیا اور اس میں احزاب کا اضافہ کیا اس وقت حجاج عراق کا گورنر تھا۔ اس نے حسن اور یحییٰ بن یعمر کے ذمہ یہ کام لگایا اس کے بعد واسط میں ایک کتاب لکھی جس میں قرأت کے متعلق مختلف روایات کو جمع کیا بڑے عرصہ تک لوگ اسی کتاب پر عمل کرتے رہے حتیٰ کہ ابن مجاہد نے قرأت میں ایک کتاب لکھی۔

زبیدی نے کتاب الطبقات میں مبرد کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ

جس شخص نے سب سے پہلے مصحف کے حروف پر نقطے لگائے وہ ابوالاسود الدولی ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایک مصحف تھا جس پر یحییٰ بن یعمر نے نقطے لگائے تھے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 1، ص: 63)

علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی 681ھ لکھتے ہیں:

ابوالاسود الدوئلی کا پورا نام ہے ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل بن یعمر بن حلس بن نفاثہ بن عدی بن الدیل بن بکر الدیلی۔ یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علم نحو کو وضع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ کلام کی کل تین قسمیں 1-اسم، 2-فعل، 3-اور حرف۔ اور ارشاد فرمایا: اس بنیاد پر تم قواعد تحریر کرو۔

ایک قول یہ ہے:

ابوالاسود عراق کے گورنر زیاد کے بچوں کو پڑھاتا تھا۔ ایک دن وہ زیاد کے پاس گیا اور کہا۔ اللہ تعالیٰ امیر کی خیر کرے میں دیکھتا ہوں کہ عربوں کے ساتھ بہ کثرت عجم مخلوط ہو گئے ہیں اور ان کی زبان متغیر ہو گئی ہے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ

میں ان کے لئے ایسے قواعد تحریر کروں جن کی بناء پر وہ درست طریقہ سے عربی بولیں۔ زیاد نے کہا: نہیں۔ پھر ایک دن ایک شخص نے زیاد سے کہا۔ توفی ابانا وترك بنون۔ زیاد نے حیرت سے کہا "توفی ابانا وترك بنون" (کہنا چاہئے تھا توفی ابونا وترك بنين، ہمارا باپ فوت ہوگیا اور اس نے بیٹے چھوڑے ہیں گویا اس نے عربی میں گرامر کی غلطی کی) تب زیاد نے کہا: ابوالاسود کو بلاؤ جب وہ آیا تو اس سے کہا۔ لوگوں کے لئے وہ قواعد تحریر کرو جن سے میں نے پہلے تم کو منع کیا تھا۔

ایک قول یہ ہے:

زیاد نے از خود ابوالاسود سے اس علم کی فرمائش کی لیکن اس نے زیاد سے معذرت کر لی پھر ایک دن ابوالاسود نے ایک شخص سے سنا وہ سورہ توبہ کی آیت غلط پڑھ رہا تھا۔

اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ (التوبہ:3)

اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔

اس آیت میں رسولہ میں رسول پر پیش ہے وہ شخص زیر پڑھ رہا تھا اور اس سے یہ معنیٰ ہو جاتا ہے۔ اللہ مشرکوں اور اپنے رسول سے بے زار ہے۔ العیاذ باللہ! تب ابوالاسود زیاد کے پاس گیا اور کہا میں اب عربی قواعد لکھنے پر تیار ہوں اس وقت ابو الاسود نے زبر کی علامت حرف کے اوپر ایک نقطہ قرار دی اور پیش کی علامت حرف کے سامنے ایک نقطہ قرار دی اور زیر کی علامت حرف کے نیچے ایک نقطہ قرار دی۔ ابوالاسود 69ھ میں بصرہ میں طاعون کی بیماری میں فوت ہوا اس کی عمر 85 سال تھی۔

(وفیات الاعیان: ج:2، ص535 تا 539)

ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے سورہ توبہ کی اسی آیت کو غلط پڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود کو قرآن مجید کے قواعد مرتب کرنے کا حکم دیا۔ (مختصر تاریخ دمشق)

علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی لکھتے ہیں۔

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو حکم یہ دیا کہ قرآن مجید پر نقطے لگائے جائیں اور حجاج نے نصر بن عاصم اللیثی اور یحیٰ بن یعمر العدوانی کو اس کام کے لئے مقرر کیا۔ یہ دونوں ابوالاسود الدولی کے شاگرد تھے۔

اور ایک قول یہ ہے:

ابوالاسود نے سب سے پہلے نقطے لگائے اور اس پر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ جب ابوالاسود نے ایک شخص کو سورہ توبہ کی آیت غلط پڑھتے سنا تو اس نے علم نحو ایجاد کیا اور زبر، زیر اور پیش کے لئے نقطوں کی علامات وضع کیں۔ ایک عرصہ تک حرکات اور اعراب کے لئے یہی علامات رائج رہیں لیکن چونکہ ان علامات کا نقطوں کے ساتھ التباس اور اشتباہ تھا اس لیے پھر زبر، زیر اور پیش کے لئے (ــَـ، ــِـ، ــُـ) اس طرح کی علامات مقرر کر دی گئیں۔ (مناہل العرفان: ج:1، ص:401)

تیسری بحث: بے وضو قرآن مجید چھونے کی ممانعت

بے وضو قرآن مجید چھونا جائز نہیں ہے جس پر کثیر دلائل ہیں۔

حدیث مبارکہ سے ممانعت کا ثبوت

حدیث مبارکہ میں بے وضو شخص کے قرآن مجید چھونے کی ممانعت آئی ہے۔

عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت ہے:

جس مکتوب کو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ طاہر کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث 478)

آثار صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے اقوال سے ممانعت کا ثبوت

آثار صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے بے وضو شخص کے قرآن مجید چھونے کی ممانعت آئی ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی 211ھ لکھتے ہیں:

عطاء نے کہا کہ کوئی شخص بغیر وضو کے مصحف کو نہ چھوئے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث 1335)

جابر سے روایت ہے:

شعبی نے کہا کہ جنبی کے لئے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھنا مکروہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث 1345)

معمر کہتے ہیں کہ زہری نے کہا:

جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بغیر وضو کے نہ چھوا جائے۔ معمر نے کہا کہ حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ لوگوں کی قدیم عادت ہے۔
(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث 1338)

امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان بن یزید سے روایت ہے: ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ رفع حاجت کے لئے گئے جب وہ قضاء حاجت کے بعد واپس آئے تو ہم نے ان سے کہا: اے ابوعبداللہ آپ وضو کر لیں۔ ہم آپ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں گے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں قرآن مجید کو نہیں چھوؤں گا بے شک قرآن مجید کو طہارت کے بغیر کوئی شخص نہیں چھو سکتا پھر ہم نے ان سے سوال کیا اور انہوں نے وضو کیے بغیر ہمارے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 1100)

فقہاء حنبلیہ کا مؤقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بصری، حضرت عطاء، حضرت طاؤس، حضرت شعبی اور حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہم سے روایت ہے: جو شخص بے وضو ہو اس کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے اور یہی آئمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ہمارے علم میں داؤد ظاہری کے علاوہ اور کسی کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔ اس نے کہا جنبی اور بے وضو کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف ایک آیت لکھ کر بھیجی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ:79) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے مکتوب میں لکھا کہ غیر طاہر قرآن مجید کو نہ چھوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو جو مکتوب لکھا تھا اس سے مقصود پیغام بھیجنا تھا اور اگر کسی رسالہ یا فقہ کی کتاب میں کوئی آیت ہو تو اس رسالہ یا کتاب کو چھونا ممنوع نہیں ہے اور اس کتاب میں اس آیت کی وجہ سے وہ کتاب مصحف یا قرآن مجید نہیں ہوگی اور اس کی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ، حضرت حسن بصری، حضرت شعبی، حضرت عطاء، حضرت طاؤس، حضرت قاسم، حضرت ابووائل، حضرت حکم اور حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بے وضو کے لئے قرآن مجید کو لٹکانے والی ڈوری کے ساتھ پکڑ کر اٹھانا جائز ہے اور امام اوزاعی، امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو چھو نہیں رہا اور یہ ایسا ہے جیسے اس نے رحل میں قرآن مجید کو اٹھایا ہوا ہو۔ نیز ممنوع قرآن مجید کو چھونا ہے اور قرآن مجید کو اٹھانا اس کو چھونا نہیں ہے اور اٹھانے کو چھونے پر قیاس کرنا قیاس فاسد ہے۔ تفسیر اور فقہ کی کتابوں اور رسالوں کو بے وضو اٹھانا جائز ہے۔ خواہ ان میں قرآن مجید کی آیات ہوں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف مکتوب لکھا اور اس میں قرآن مجید کی آیت تھی۔ نیز تفسیر اور فقہ کی کتابیں قرآن مجید یا مصحف نہیں ہیں اور ممنوع ان کو بے وضو مس کرنا ہے اور ان کتابوں کے لئے قرآن مجید کی طرح حرمت ثابت نہیں ہے۔ بے وضو بچوں کے لئے قرآن مجید اٹھانے میں دو قول ہیں اس آیت کے عموم کی وجہ سے منع ہے اور ضرورت کی بناء پر جائز ہے جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات نقش ہوں ان کو بے وضو چھونے میں دو قول ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ وہ اوراق قرآن مجید کے مشابہ ہیں اور دوسرا جواز کا قول ہے کیونکہ ان پر مصحف اور قرآن مجید کا اطلاق نہیں ہوتا اور وہ فقہ کی کتابوں کے مشابہ ہیں اور ان کو بے وضو نہ چھونے میں مشقت اور حرج ہے جس طرح بچوں پر وضو لازم کرنے میں حرج ہے۔ اگر بے وضو کو قرآن مجید چھونے کی ضرورت ہو تو وہ تیمم کر کے چھو سکتا ہے۔ مصحف کو لے کر دار الحرب کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کے ساتھ دشمن کے علاقہ میں سفر نہ کرو کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ دشمن قرآن مجید کی بے ادبی کریں گے۔ (المغنی: جز:1، ص168 تا 170)

شافعیہ کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

بے وضو شخص پر قرآن مجید کو چھونا حرام ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ:79) اور

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغیر طہارت کے قرآن مجید کو مت چھوؤ اور بے وضو بچوں کے لئے قرآن مجید کو اٹھانا جائز ہے یا نہیں۔ اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے: جیسے بڑوں کے لئے جائز نہیں ہے ان کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ طہارت کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ان کو قرآن مجید پڑھانے کی ضرورت ہے۔ (المجموع من شرح المہذب: جز:2، ص:693)

مالکیہ کا موقف

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ، شام اور مصر کے تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بے وضو شخص قرآن مجید کو نہ چھوئے اور یہ حکم صرف اس آیت کی وجہ سے نہیں ہے۔

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؈ (الواقعہ:79)

اس کتاب کو مطہرین کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے ہے کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:478)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قرآن مجید کو بغیر وضو کے لٹکانے والی ڈوری یا غلاف کے ساتھ بھی نہ چھوئے البتہ اگر قرآن مجید کسی بکس یا ڈبہ میں ہو تو اس کو بغیر وضو کے چھو سکتا ہے۔

الحکم بن عتیبہ اور حماد بن سلیمان نے کہا کہ قرآن مجید کو بے وضو شخص لٹکانے والی ڈوری کے ساتھ اٹھا سکتا ہے اور میرے نزدیک ان کا قول شاذ ہے۔ داؤد بن علی ظاہری نے بھی ان کے قول کو اختیار کیا ہے۔ اس نے کہا کہ قرآن مجید اور جن دراہم اور دینار پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اس کو جنبی اور حائض چھو سکتے ہیں۔ (تمہید: جز:7، ص164 تا 165)

حنفیہ کا موقف

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک بغیر غلاف کے بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: بے وضو کے لئے مصحف کو بغیر غلاف کے چھونا جائز ہے۔ انہوں نے چھونے کو قرأت پر قیاس کیا ہے یعنی جب بے وضو قرآن مجید کو چھو سکتا ہے تو اس کو بھی چھو سکتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے "لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؈" اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غیر طاہر قرآن مجید کو نہ چھوئے اور جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بھی بے وضو چھونا جائز نہیں ہے اور نہ تفسیر کی کتابوں کو بے وضو چھونا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن مجید کو چھونے والا ہو جائے گا۔ رہا فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔ (بدائع الصنائع: جز:1، ص:265)

علامہ سید محمد امین عمر بن عبدالعزیز شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تفاسیر حدیث مبارکہ اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا مکروہ نہیں ہے (علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی 956ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی یہ توجیہ کی ہے کہ کتب تفسیر وغیرہ کے چھونے والے کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ قرآن مجید کو چھو رہا ہے کیونکہ ان کتابوں میں جو آیتیں مذکور ہیں وہ تبعاً ہیں اور ان کتابوں کو قرآن مجید نہیں کہا جاتا۔ علامہ ابن ہمام متوفی 861ھ نے کتب تفسیر وغیرہ کو بے وضو چھونے سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے لیکن علامہ حموی حنفی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ بے وضو تفسیر کی کتابوں کو چھونا جائز ہے کیونکہ وہ بھی باقی کتب شرعیہ کی طرح ہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ہمارے تمام اصحاب احناف کا یہی قول ہے۔

''شرح درر البحار'' میں بھی اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ اور ''السراج'' میں ''الایضاح'' سے منقول ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں جہاں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور دوسری عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ اسی طرح فقہ کی کتابوں میں بھی قرآن مجید کی آیات کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور فقہی عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کتب تفسیر اور دیگر کتب شرعیہ کو بے وضو چھونے کے مکروہ ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔

''خلاصہ'' کی عبارت کا یہی تقاضا ہے۔

علامہ طحطاوی متوفی 1231ھ نے لکھا ہے کہ

جو کچھ السراج میں مذکور ہے وہ قواعد شرع کے زیادہ موافق ہے یعنی کتب تفسیر میں بے وضو قرآن مجید کی آیات کو ہاتھ نہ لگائے باقی عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (ردالمحتار: جز:1 ص:286)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی دہلوی متوفی 542ھ لکھتے ہیں:

الجامع الصغیر میں مذکور ہے کہ جنبی شخص جب کسی تھیلی کو پکڑے جس میں ایسے دراہم ہوں جن پر قرآن مجید کی سورت نقش ہو یا مصحف کو غلاف کے ساتھ پکڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بغیر تھیلی کے ایسے دراہم کو اور بغیر غلاف کے مصحف کو نہ پکڑے اور جنبی شخص قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے پوری آیت کا پڑھنا منع ہے اس سے کم پڑھ سکتے ہیں اور تلاوت کے قصد سے نہ پڑھیں دعا اور افتتاح کے قصد سے پڑھ سکتے ہیں۔

بے وضو کا مصحف کو مس کرنا اور چھونا مکروہ ہے جیسا کہ جنبی کے لئے مکروہ ہے اسی طرح امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احادیث مبارکہ، تفاسیر اور فقہ کی کتابوں کو بھی بغیر وضو کے چھونا مکروہ ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور الجامع الصغیر میں اختلاف کا ذکر نہیں کیا لیکن اس میں مذکور ہے کہ فقہ کی کتابیں مصحف کی طرح ہیں لیکن جب ان کو آستین سے پکڑے تو مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: جز:1 ص:104)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی 1005ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بے وضو ہو اس کو صرف قرآن مجید کو چھونے سے منع کیا جائے گا کیونکہ بغیر وضو کے کتب حدیث مبارکہ اور فقہ کو چھونے میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح خلاصہ میں ہے اور یہ اختلاف مطلقاً ہے یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتب تفسیر اور دیگر کتب شرعیہ کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔

(النہر الفائق: جز:1،ص:134)

چوتھی بحث: قرآن مجید پڑھنے کے فضائل

قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے، دینے اور تلاوت کرنے کے کثیر فضائل ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی مغفرت فرما کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے قرآن مجید کی کسی ایک آیت کو قصداً سنا اس کے لئے ایک نیکی کو دگنا کر کے لکھا جائے گا اور جس نے اس کو تلاوت کیا وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہو جائے گی۔ (مجمع الزوائد: جز:7،ص:162)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن قرآن مجید پڑھنے والا آئے گا تو قرآن کہے گا۔ اے رب عزوجل! اس کو مزین کر تب اس کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا پھر قرآن مجید کہے گا اے رب عزوجل! اس کو اور مزین کر تو اس کو عزت والے حلے پہنائے جائیں گے پھر قرآن مجید کہے گا۔ اے رب عزوجل! اس سے راضی ہو جا تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا پھر اس شخص سے کہا جائے گا قرآن مجید پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلہ میں اس کو نیکی دی جائے گی۔ (جامع ترمذی: ص:414)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص بھی اپنے بچے کو دنیا میں قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے اس کو قیامت کے دن جنت میں تاج پہنایا جائے گا جس کو تمام

جنت والے پہچان لیں گے کہ یہ دنیا میں اس کے بیٹے کو قرآن مجید پڑھانے کی وجہ سے پہنایا گیا ہے۔

(مجمع الزوائد: جز:7، ص:166)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ جب وہ گھر جائے تو وہاں تین حاملہ اونٹنیاں موجود ہوں جو نہایت بڑی اور فربہ ہوں۔ ہم نے عرض کیا یقیناً۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن تین آیتوں کو تم میں سے کوئی شخص نماز میں پڑھتا ہے وہ تین بڑی اور فربہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:1769)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو وہ معزز اور بزرگ فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہو اور وہ اٹک اٹک کر قرآن مجید پڑھتا ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں۔ (صحیح البخاری: جز:1، ص:269)

حدیث مبارکہ:6

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کرتے تھے اور ہر سورت کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے جب لشکر واپس آیا تو لوگوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا تھا۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا چونکہ اس سورت میں رحمٰن کی صفت ہے اس لیے میں اس کے پڑھنے سے محبت کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:1787)

حدیث مبارکہ:7

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید کا علم حاصل کرے اور لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دے۔ (صحیح بخاری: جز:2، ص:752)

حدیث مبارکہ:8

حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مصحف میں دیکھے بغیر قرآن مجید پڑھنے کا ہزار درجہ اجر ہے اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنے کا دو ہزار درجہ اجر ہے۔

(مجمع الزوائد: جز:7،ص:165)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص سورۂ کہف کی پہلی دس آیات یاد کرلے گا وہ دجال (کے شر) سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 1780)

حدیث مبارکہ:10

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اس کے گھر میں ایک جانور تھا اچانک وہ جانور بدکنے لگا اس نے دیکھا کہ ایک بادل نے اس کو ڈھانپا ہوا ہے۔ اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے شخص! پڑھتے رہو یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:269)

حدیث مبارکہ:11

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سنو! عنقریب فتنے برپا ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان فتنوں سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کتاب اللہ! اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد والوں کی پیش گوئیاں ہیں اور یہ تمہارے درمیان حکم ہے یہ فیصل ہے بے فائدہ نہیں ہے جس متکبر نے اس کو ترک کردیا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کردے گا جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت کو تلاش کیا اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں رہنے دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے یہ حکمت آمیز نصیحت ہے۔ یہ صراط مستقیم ہے اس کی وجہ سے خواہشات میں کجی نہیں آئے گی کسی زبان کا کلام اس کے مشابہ نہیں ہوسکتا۔ علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہوں گے بار بار پڑھنے کے باوجود اس سے اکتاہٹ نہیں ہوگی اس کے اسرار کبھی ختم نہیں ہوں گے جنہوں نے جب اس کو سنا تو اس پر ایمان لانے میں بالکل توقف نہیں کیا اور بے ساختہ کہا۔ بے شک ہم نے حیرت انگیز کلام سنا جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لے آئے: جس

نے اس کے مطابق کہا اس نے سچ کہا جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر دیا گیا جس نے اس کے مطابق حکم کیا اس نے عدل کیا جس نے اس کی دعوت دی وہ صراط مستقیم پر ہدایت یافتہ ہے۔ (جامع ترمذی: ص 413)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوالمنذر رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا: "اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا: اے ابوالمنذر رضی اللہ عنہ! (رضی اللہ عنہ) تمہیں یہ علم مبارک ہو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1782)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا دس گنا اجر ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ "الم" ایک حرف ہے بلکہ ایک الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (جامع ترمذی: ص 413)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی شخص ہر رات تہائی قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

تہائی قرآن مجید کیسے پڑھے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سورہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 1783)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس اوپر اٹھایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔ فرشتے نے سلام کیا اور کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں نوروں کی بشارت ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مصداق مل جائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 1774)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے پیٹ میں قرآن مجید نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 414)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید پڑھنے والے سے کہا جائے گا۔ قرآن مجید پڑھتا جا اور جنت کے درجوں میں چڑھتا جا اور جس طرح دنیا میں آہستہ آہستہ قرآن مجید پڑھتا تھا اسی طرح پڑھ جہاں تو آخری آیت پڑھے گا وہی تیرا ٹھکانہ ہوگا۔ (جامع ترمذی: 414)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صرف دو اشخاص میں رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ دن رات اس مال کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید دیا اور وہ دن رات قیام میں قرآن مجید پڑھتا ہے۔

(سنن کبریٰ: ج: 5: ص: 27)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جائے اس میں بہت خیر ہوتی ہے اور جس گھر میں قرآن مجید نہ پڑھا جائے اس میں کم خیر ہوتی ہے۔(مجمع الزوائد: جز:7،ص:171)

حدیث مبارکہ:20

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن مجید پڑھایا اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے اس کو زبانی قرآن مجید پڑھایا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ایسی صورت میں اٹھائے گا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا۔ قرآن مجید پڑھو اور جب بھی وہ ایک آیت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے باپ کا ایک درجہ بلند فرمادے گا حتیٰ کہ اس کا بیٹا وہ تمام قرآن مجید پڑھ لے گا جو اس کو یاد ہے۔(مجمع الزوائد: جز:7،ص:166)

حدیث مبارکہ:21

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے سبحان العظیم کہا اس کے لئے جنت میں ایک پودا اگایا جاتا ہے اور جس نے پورا قرآن مجید پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو سورج کی روشنی سے زیادہ حسین ہوگا۔(مجمع الزوائد: جز:7،ص:162)

حدیث مبارکہ:22

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کچھ لوگ اہل اللہ ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل قرآن وہ اہل اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔(سنن کبریٰ: جز:5،ص:17)

حدیث مبارکہ:23

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمادے گا اور اس کو اس کے گھر کے دس ایسے افراد کی شفاعت کرنے والا بنائے گا جن میں سے ہر ایک کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔(سنن ابن ماجہ: جز:؟؟،ص:19)

حدیث مبارکہ:24

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے بزرگ لوگ حاملین قرآن ہیں۔(مجمع الزوائد: جز:7،ص:161)

حدیث مبارکہ:25

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرے وہ غور کرے اگر وہ قرآن سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔(مجمع الزوائد: جز:7،ص:163)

حدیث مبارکہ:26

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جو شخص علم کا ارادہ کرے وہ قرآن مجید میں غور کرے کیونکہ اس میں اولین اور آخرین کا علم ہے۔(مجمع الزوائد: جز:7،ص:165)

حدیث مبارکہ:27

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کسی کام پر اس قدر اجر نہیں دیتا جتنا نبی کے خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1742)

حدیث مبارکہ:28

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعلانیہ قرآن مجید پڑھنے والا اعلانیہ صدقہ کرنے کی مثل ہے اور پوشیدگی سے قرآن مجید پڑھنے والا پوشیدگی سے صدقہ دینے والے کی مثل ہے۔(جامع ترمذی: ص:414)

حدیث مبارکہ:29

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے جو شخص قرآن مجید پڑھنے میں مشغولیت کی وجہ سے میرا ذکر نہ کر سکا اور مجھ سے دعا نہ کر سکا میں اس کو دعا کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماؤں گا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت باقی کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی

فضیلت مخلوق پر ہے۔(جامع ترمذی:ص:415)

حدیث مبارکہ:30

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے جو معزز اور بزرگ ہیں اور (نامہ اعمال) لکھتے ہیں اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے وہ اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1759)

حدیث مبارکہ:31

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن مجید پڑھانے کا حکم دیا اور اس پر برانگیختہ کیا اور فرمایا: قیامت کے دن جب قرآن مجید پڑھنے والے کے گھر والوں کو بہت سخت حاجت ہوگی تو قرآن مجید ان کے پاس آئے گا اور مسلمان سے کہے گا مجھے پہچانتے ہو؟ وہ شخص کہے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں وہ ہوں جس سے تم محبت کرتے تھے اور اس سے جدائی کو ناپسند کرتے تھے جو تم کو کھینچتا تھا اور تم کو قریب کرتا تھا وہ شخص کہے گا شاید تم قرآن مجید ہو پھر قرآن مجید اس کو اس کے رب عزوجل کے پاس لے جائے گا اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوگا اور بائیں طرف جنت ہوگی اس کے سر کے اوپر سکینہ کو رکھا جائے گا اور اس کے ماں باپ کو تمام دنیا سے قیمتی حلے دیئے جائیں گے وہ کہیں گے کہ ہمارے اعمال تو اس انعام کے لائق نہیں یہ کس چیز کا صلہ ہیں۔قرآن مجید کہے گا یہ تمہارے بیٹے کے قرآن مجید کی وجہ سے ہے۔(مجمع الزوائد:ج:7،ص:160)

حدیث مبارکہ:32

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کیونکہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جس طرح دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گے سورہ بقرہ پڑھا کرو اس کا پڑھنا برکت ہے اور نہ پڑھنا حسرت ہے جادوگر اس کے حصول کی استطاعت نہیں رکھتے۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1771)

حدیث مبارکہ:33

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید پڑھنے والا جب قرآن مجید کے حلال کو حلال قرار دے اور اس کے حرام کو حرام قرار دے تو وہ اپنے گھر کے ان دس افراد کے لئے شفاعت کرے گا جن میں سے ہر ایک کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔ (مجمع الزوائد: ج: 7، ص: 162)

حدیث مبارکہ: 34

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک شب اپنے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے اچانک ان کی گھوڑی کودنے لگی انہوں نے پڑھا تو وہ پھر کودنے لگی انہوں نے پھر پڑھا تو وہ پھر کودنے لگی وہ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ گھوڑی یحییٰ (ان کا بچہ) کو نہ کچل ڈالے اس لیے میں گھوڑی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان میرے سر پر ہے اور اس میں چراغ کی طرح کچھ چیزیں روشن ہیں وہ سائبان اوپر چڑھنے لگا حتیٰ کہ میری نظروں سے دور ہو گیا صبح کو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! گزشتہ شب میں اپنے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا کہ یکا یک میری گھوڑی بدکنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابن حضیر! پڑھتے رہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا: میں پڑھتا رہا وہ پھر کودنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: اے ابن حضیر (رضی اللہ عنہ)! پڑھتے رہو۔ انہوں نے عرض کیا: میں پڑھتا رہا وہ پھر کودنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابن حضیر رضی اللہ عنہ پڑھتے رہو۔ انہوں نے کہا میں واپس چلا گیا اور یحییٰ (گھوڑی کے) قریب تھا مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ یحییٰ کو کچل نہ دے۔ میں نے دیکھا کہ سائبان کی طرح کوئی چیز ہے جس میں کچھ چیزیں چراغوں کی طرح ہیں وہ آسمان کی طرف چڑھ رہی ہیں حتیٰ کہ میری نظر سے اوجھل ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ فرشتے تھے جو سن رہے تھے اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ لیتے اور یہ ان سے مخفی نہ رہتے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1756)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مومن قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی طرح ہے جس کی خوشبو پسندیدہ اور ذائقہ خوشگوار ہے اور جو مومن قرآن مجید نہیں پڑھتا وہ کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو تو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے اور جو منافق قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا ہے اور منافق جو قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کی طرح ہے اس میں خوشبو نہیں ہے اور مزا کڑوا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1757)

حدیث مبارکہ: 37

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا کیا اور وہ رات اور دن

اس کی تلاوت کرتا ہو۔ دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ رات اور دن اس مال کو خرچ کرتا ہو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1791)

پانچویں بحث: قرآن مجید پڑھنے کے آداب

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی 542ھ لکھتے ہیں:

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ بہترین کپڑے پہنے، عمامہ باندھے اور قبلہ کی طرف منہ کرے اسی طرح عالم پر علم کی تعظیم واجب ہے گرمیوں میں صبح کے وقت قرآن مجید کو ختم کرے اور سردیوں میں اول شب میں۔ اگر وہ قرآن مجید پڑھنے یا نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اور اس کو ریا کاری کا خدشہ ہو تو اس وجہ سے قرآن کریم پڑھنے اور نماز پڑھنے کو ترک نہ کرے اسی طرح باقی فرائض کو بھی خوف ریا کی وجہ سے ترک نہ کرے۔ لیٹ کر قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور قرأت کے وقت اپنی ٹانگیں ملالے۔ کسی شخص نے قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد کیا ہو پھر اس کو باقی قرآن مجید یاد کرنے کی فرصت مل جائے تو نفلی نماز پڑھنے سے قرآن مجید کو یاد کرنا افضل ہے اور فقہ کا علم حاصل کرنا باقی قرآن مجید کے حفظ کرنے سے افضل ہے اور بغیر علم کے زہد کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ قرآن مجید خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: جز: 1، ص: 103)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی جتنی مقدار سے نماز جائز ہوتی ہے قرآن مجید کی اتنی مقدار کو حفظ کرنا ہر مکلف پر فرض عین ہے اور سورہ فاتحہ کو اور کسی ایک سورت کو حفظ کرنا واجب ہے اور پورے قرآن مجید کو حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور سنت عین پڑھنا نفل سے افضل ہے اور قرآن مجید کو مصحف سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کے مصحف کو دیکھنے اور قرآن مجید کو پڑھنے دونوں عبادتوں کو جمع کرنا ہے اور باوضو ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے اچھے کپڑے پہن کر تعظیم اور اکرام کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنا مستحب ہے۔ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے۔ اعوذ باللہ ایک بار پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ قرأت کے دوران کوئی دنیاوی کام نہ کرے حتیٰ کہ اگر اس نے سلام کا جواب دیا یا سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہا تو اعوذ باللہ کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فتاویٰ الحجہ میں مذکور ہے اور النوازل میں مذکور ہے کہ محمد بن مقاتل سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے سورہ توبہ کو بغیر بسم اللہ پڑھے پڑھنا شروع کیا تو انہوں نے کہا اس نے خطا کی۔ علامہ سمرقندی نے کہا سورہ توبہ کو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر پڑھنا شروع کرے اور یہ قول قراء کی تصریح کے مخالف ہے انہوں نے کہا سورہ توبہ سے پہلے بسم اللہ کو اس لیے نہیں لکھا کہ بسم اللہ امان ہے اور سورہ توبہ رفع امان کے لئے ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بھی کوئی

سورت یا آیت نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ بتا دیتے تھے کہ اس کو فلاں جگہ رکھو اور رسول اللہ ﷺ ظاہری پردہ فرما گئے اور آپ ﷺ نے سورہ توبہ کا مقام نہیں بتایا اور میں نے دیکھا کہ اس کا قصہ الانفال کے قصہ کے مشابہ ہے کیونکہ الانفال میں عہود کا ذکر ہے اور اس میں رفع العہود کا ذکر ہے اس لیے میں نے ان دونوں کو ملا دیا اور ایک قول یہ ہے: اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تھا۔ بعض نے کہا الانفال اور براءۃ ایک سورت میں جو قتال کے لئے نازل ہوئیں اور بعض نے کہا یہ الگ الگ سورتیں ہیں اس لیے ان کے درمیان فاصلہ کو رکھا گیا اور بسم کو نہیں لکھا گیا۔ اولیٰ یہ ہے کہ چالیس دن میں ایک بار قرآن مجید کو ختم کیا جائے دوسرا قول یہ ہے کہ سال میں دو بار ختم قرآن مجید کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جس نے سال میں دو بار قرآن مجید کو ختم کیا اس نے قرآن مجید کا حق ادا کر دیا۔ ایک قول یہ ہے: ہفتہ میں ایک بار ختم کرے البتہ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہ کرے کیونکہ سنن ابوداؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن مجید کو ختم کیا اس نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا۔

بستر پر لیٹ کر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ سنن ترمذی میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بستر پر لیٹ کر قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کی ہر موذی چیز سے حفاظت کرتا ہے البتہ ادباً ٹانگیں ملائے، غسل خانہ میں اور مواضع نجاست میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھنا مستحب ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص 496 تا 497)

چھٹی بحث: قرآن مجید سننے کا حکم

قرآن مجید سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے یا واجب ہے اس بارے میں آئمہ اربعہ کے مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن مجید نماز میں پڑھا جائے یا خارج از نماز اس کا سننا واجب ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:7، ص:316)

حفاظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی مالکی متوفی 656ھ اس حدیث مبارکہ کہ "جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو" کی شرح میں لکھتے ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اور ان فقہاء کرام کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جب امام بلند آواز سے قراءت کرے تو مقتدی قراءت نہ کرے۔ (المفہم: جز:2، ص:39)

شافعیہ کا مذہب

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ واذا قرء فانصتوا کے تحت لکھتے ہیں۔

اس آیت کے ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کا سننا مطلقاً واجب ہو اور عامۃ العلماء کے نزدیک خارج از نماز قرآن مجید کا سننا مستحب ہے اور جو علماء امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کو واجب نہیں کہتے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ استدلال ضعیف ہے۔ (انوار التنزیل واسرار التاویل: جز:3،ص:86)

حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (الاعراف:204) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ ﷺ نے بلند آواز سے قرأت کی تھی۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی تھی۔ ایک شخص نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ ﷺ میں نے قرأت کی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تب ہی میں سوچ رہا تھا کہ مجھے قرآن مجید پڑھنے میں دشواری کیوں ہو رہی ہے پھر لوگ ان نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے جن نمازوں میں رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا۔ (الکافی: جز:1،ص:246)

حنفیہ کا مذہب

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی درمختار: جز:1،ص:237)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نماز اور خارج نماز میں قرآن مجید کو سننا مطلقاً واجب ہے کیونکہ یہ آیت ہر چند کہ نماز کے متعلق وارد ہے لیکن اعتبار خصوصیت سبب کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ قنیہ میں مذکور ہے کہ گھر میں بچہ قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام کاج میں مشغول ہوں تو وہ نہ سننے میں معذور ہوں گے بشرطیکہ انہوں نے اس کے پڑھنے سے پہلے کام شروع کیا ہو ورنہ وہ معذور نہیں ہوں گے۔ اگر فقہ میں مشغول شخص کے پاس کوئی قرآن مجید پڑھے یا رات کو چھت پر پڑھے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تو ان کے نہ سننے کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا کیونکہ ان کے نہ سننے کا سبب پڑھنے والا ہے یا وہ سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کر کے اذیت پہنچا رہا ہے اس میں غور کرنا چاہئے۔ اور شرح المنیہ میں یہ مذکور ہے کہ اصل میں قرآن کریم کا سننا فرض کفایہ ہے کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کی تلاوت کو ضائع نہ کیا جائے اور بعض کے خاموش ہو جانے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے جیسے سلام کا جواب دینا واجب ہے تاکہ مسلمان کے حق کی رعایت ہو اور بعض کے جواب دینے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے اور باقی

مسلمانوں سے یہ وجوب ساقط ہو جاتا ہے البتہ قرآن مجید پڑھنے پر اس کا احترام کرنا واجب ہے بایں طور کہ وہ بازاروں میں قرآن مجید نہ پڑھے اور نہ ان مقامات پر قرآن مجید پڑھے جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور اگر اس نے وہاں پڑھا تو قرآن مجید کی حرمت کو ضائع کرنے والا وہی شخص ہوگا سو وہی گناہ گار ہوگا نہ کہ مشغول لوگ تا کہ لوگوں کو اپنی ضروریات پوری کرنے میں حرج نہ ہو۔ قاضی القضاۃ یحییٰ منقاری زادہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔ (ردالمحتار: ج:1، ص366 تا 366)

ساتویں بحث: امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنے کا حکم

امام کے پیچھے قرأت کرنے یا نہ کرنے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

حنبلیہ کا موقف

علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی متوفی 763ھ لکھتے ہیں:

اثرم نے نقل کیا ہے کہ مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ ابن الزغوانی نے شرح الخرقی میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور ہمارے اکثر اصحاب اس کے وجوب کو نہیں پہچانتے اس کو نوادر میں نقل کیا ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔

ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے: جس نماز میں آہستہ قرأت ہوتی ہے اس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے۔ ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ ہر رکعت میں جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور انہوں نے کہا کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا کفایت کرے گا اور سری نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور سکتات میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (کتاب الفروع: ج:1، ص:427)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں کہ

مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (الاعراف:204) (الکافی: ج:1، ص:246)

مالکیہ کا موقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی الخرشی مالکی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز اور نفل نماز میں امام پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی پر واجب نہیں ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری البتہ سری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔

(حاشیۃ الخرشی علی مختصر سیدی خلیل: ج:1، ص:269)

شافعیہ کا مؤقف

امام ابواسحاق ابراہیم بن علی الفیروز آبادی الشیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں:

آیا مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کی قرأت واجب ہے اس میں غور کیا جائے گا اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے تو مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قرأت واجب ہے اور اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے تو اس میں دو قول ہیں۔ کتاب الام اور البویطی میں مذکور ہے کہ اس میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرأت دشوار ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: میں دیکھ رہا تھا تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے۔ ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہاں ہم ایسا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورہ فاتحہ کے سوا ایسا نہ کرو کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم یہ ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے قرأت کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی تھی۔ ایک شخص نے کہا: ہاں! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (تبھی تو) میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری تلاوت میں دشواری کیوں ہو رہی ہے۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے قرأت کرتے تھے ان نمازوں میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرأت کرنا ترک کر دیا۔ (المہذب: ج:1، ص:72)

حنفیہ کا مؤقف

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

نماز اور خارج نماز میں قرآن مجید کو سننا مطلقاً واجب ہے۔ (ردالمحتار: ج:1، ص:366)

علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (الاعراف:204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور جن نمازوں میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے ان میں اگرچہ سننا ممکن نہیں ہے لیکن خاموش رہنا ممکن ہے پس اس سے ظاہر نص کے اعتبار سے ان نمازوں میں خاموش رہنا واجب ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو ترک کر دیا اور ان کے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے پس ظاہر ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے قرأت کو ترک کیا تھا اور

حدیث مبارکہ مشہور میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو تم اس سے اختلاف نہ کرو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ قرآن مجید پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اس حدیث میں امام کی قرأت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک بغیر قرأت کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز بغیر قرأت کے نہیں ہے بلکہ یہ نماز قرأت کے ساتھ ہے اور وہ امام کی قرأت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (بدائع الصنائع: جز:1، ص:524)

حنفیہ کے دلائل

نماز اور خارج نماز میں قرآن مجید کو سننا واجب ہے۔ مقتدی نماز میں قرأت نہیں کرے گا بلکہ اس کا خاموش رہنا واجب ہے۔ اسی (80) کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے بہر حال امام کے پیچھے خاموش رہنے کے وجوب اور قرأت نہ کرنے کے وجوب پر کئی دلائل ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

نافع سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قرأت کرے تو وہ فرماتے جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کرے۔ نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ (سنن دار قطنی: رقم الحدیث 1488)

دلیل نمبر:2

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ص:61)

دلیل نمبر:3

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے اس کو منع کیا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے۔ اس نے کہا کیا تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی۔ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 325)

دلیل نمبر: 4

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 326)

دلیل نمبر: 5

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کر رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی سورت کی قرأت سے کون الجھا رہا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت سے منع فرما دیا۔ (سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 327)

دلیل نمبر: 6

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 330)

دلیل نمبر: 7

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 333)

دلیل نمبر: 8

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خاموش رہو امام کی قرأت تمہیں کافی ہے۔ (سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 330)

دلیل نمبر: 9

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔ (سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 332)

دلیل نمبر:10

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امام کے پیچھے وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پر نہ ہو۔ (سنن دارقطنی: ج:1، ص:333)

دلیل نمبر:11

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگارے ہوں۔ (المصنف: ج:1، ص:376)

دلیل نمبر:12

اسود فرماتے ہیں:

امام کے پیچھے قرأت کرنے سے انگارے چبانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ (المصنف: ج:1، ص:376)

دلیل نمبر:13

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔ (المصنف: ج:1، ص:376)

دلیل نمبر:14

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (المصنف: ج:1، ص:376)

دلیل نمبر:15

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا سراً۔ (المصنف: ج:1، ص:376)

دلیل نمبر:16

زید بن اسلم سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا انہوں نے کہا: ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔
(المصنف: ج:1، ص:139)

دلیل نمبر:17

ابوالبشر کہتے ہیں کہ

میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

(المصنف:ج:1،ص:377)

دلیل نمبر:18

ابوالبشر سے روایت ہے:

میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

(المصنف:ج:1،ص:377)

دلیل نمبر:19

عبیداللہ بن مقسم سے روایت ہے:

میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا آپ رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا! نہیں۔ (المصنف:ج:1،ص:141)

دلیل نمبر:20

نافع اور انس بن سیرین سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ (المصنف:ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:21

شعبی سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی:ج:1،ص:330)

دلیل نمبر:22

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:404)

دلیل نمبر:23

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرأت کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں مٹی بھر دی جاتی۔

(شرح معانی الاثار: ص:129)

دلیل نمبر:24

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں:

عبید اللہ بن مقسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔ (شرح معانی الاثار: ص:129)

دلیل نمبر:25

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں:

ابوحمزہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا وہ امام کے پیچھے قرأت کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نہیں۔ (شرح معانی الاثار: ص:129)

دلیل نمبر:26

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کوئی ایک تمہارا امام بن جائے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ (مسند احمد: ج:4: ص:415)

دلیل نمبر:27

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:847)

دلیل نمبر:28

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے ماسوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو۔

(کتاب القراۃ للبیہقی: ص:135)

دلیل نمبر:29

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:
امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنا سنت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 3794)

دلیل نمبر:30

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت ثابت ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی (ممانعت پر) روایات وارد ہیں۔ (الدرایہ مع الہدایہ الاولین: ص:121)

ان تمام دلائل سے واضح ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی کا چپ رہنا واجب ہے وہ قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت نہیں پڑھے گا بلکہ اس پر امام کی قرأت سننا واجب ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِیْ کَمْ یُقْرَاُ الْقُرْآنُ

باب: کتنے ایام میں قرآن مجید ختم کرے

اس باب میں اس بات کا حکم بیان فرمایا گیا ہے کہ قرآن مجید کا ختم کتنے دنوں میں کرنا چاہئے۔

1180 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ قَالَا اَخْبَرَنَا اَبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اقْرَاِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ قَالَ اِنِّي اَجِدُ قُوَّةً قَالَ اقْرَاْ فِي عِشْرِينَ قَالَ اِنِّي اَجِدُ قُوَّةً قَالَ اقْرَاْ فِي خَمْسَ عَشْرَةَ قَالَ اِنِّي اَجِدُ قُوَّةً قَالَ اقْرَاْ فِي عَشْرٍ قَالَ اِنِّي اَجِدُ قُوَّةً قَالَ اقْرَاْ فِي

سَبْعٍ وَلَا تَزِيْدَنَّ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَحَدِيْثُ مُسْلِمٍ اَتَمُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کو ایک ماہ میں ختم کیا کرو، عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ (ختم کرنے کی) قوت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیس دنوں میں پڑھا کرو۔ عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ (پہلے ختم کرنے کی) قوت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پندرہ دنوں میں پڑھا کرو۔ عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ (پہلے ختم کرنے کی) قوت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس دنوں میں پڑھا کرو۔ عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ (پہلے ختم کرنے کی) قوت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات دنوں میں پڑھا کرو اور اس کے اوپر زیادتی نہ کرنا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث مسلم اتم ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:396، صحیح البخاری: ج:15، ص:479، صحیح مسلم: ج:6، ص:42، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: ج:31، ص: 216)

1181 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَاقْرَاُ الْقُرْآنَ فِيْ شَهْرٍ فَنَاقَصَنِيْ وَنَاقَصْتُهُ فَقَالَ صُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا قَالَ عَطَاءٌ وَّاخْتَلَفْنَا عَنْ اَبِيْ فَقَالَ بَعْضُنَا سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَقَالَ بَعْضُنَا خَمْسًا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ہر ماہ کے اندر تین روزوں کو رکھ لیا کرو۔ اور قرآن مجید ایک ماہ کے اندر پڑھا کرو۔ میں کم کرنے کے واسطے عرض کرتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کم کرتے رہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھا کرو۔ عطاء بیان فرماتے ہیں: میرے والد محترم سے اختلاف کیا تو بعض نے کہا سات دن اور بعض نے پانچ دن کہا۔

(شعب الایمان: ج:2، ص:393، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:31، ص:239)

1182 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ اَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَمْ اَقْرَاُ الْقُرْآنَ قَالَ فِيْ شَهْرٍ قَالَ اِنِّيْ اَقْوٰى مِنْ ذٰلِكَ يُرَدِّدُ الْكَلَامَ اَبُوْ مُوْسٰى وَتَنَاقَصَهُ حَتّٰى قَالَ اقْرَاْهُ فِيْ سَبْعٍ قَالَ اِنِّيْ اَقْوٰى مِنْ ذٰلِكَ قَالَ لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَاَهُ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنے دن کے اندر قرآن مجید پڑھ لیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک ماہ کے اندر (پڑھ لیا کرو) عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ

(پہلے ختم کرنے کی) قوت رکھتا ہوں۔ ابوموسیٰ کے قول کے مطابق اس کو کم کرتے کرتے ارشاد فرمایا: سات دنوں کے اندر پڑھ لیا کرو۔ عرض کیا کہ میں اس سے (پہلے ختم کرنے کی) قوت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اس کو تین ایام سے پہلے پڑھے گا وہ اس کو سمجھ نہیں سکے گا۔

(مسند احمد: جز:13، ص:297، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:31، ص:239)

1183 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَطَّانُ خَالُ عِيسَى بْنِ شَاذَانَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا الْحَرِيشُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاُ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ قَالَ اِنَّ بِي قُوَّةً قَالَ اقْرَاْهُ فِي ثَلَاثٍ قَالَ اَبُوْ عَلِيٍّ سَمِعْت اَبَا دَاوُدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ يَعْنِي ابْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ عِيسَى بْنُ شَاذَانَ كَيِّسٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کو ایک ماہ کے اندر پڑھا کرو۔ عرض کیا کہ میرے اندر اس کی زیادہ قوت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین دنوں میں پڑھا کرو۔ ابوعلی فرماتے ہیں: میں نے امام ابوداؤد کو اور انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عیسیٰ بن شاذان سمجھدار تھے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:31، ص:239)

شرح:

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:
اولیٰ یہ ہے کہ چالیس دن میں ایک بار قرآن مجید کو ختم کیا جائے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ
سال میں دو بار ختم قرآن مجید کیا جائے۔
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ
جس نے سال میں دو بار قرآن مجید کو ختم کیا اس نے قرآن مجید کا حق ادا کر دیا۔
ایک قول یہ ہے:
ہفتہ میں ایک بار ختم کرے البتہ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہ کرے کیونکہ سنن ابوداؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن مجید کو ختم کیا اس نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا۔ (غنیۃ المستملی: ص:497)

صدرالشریعۃ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

تین دن سے کم میں قرآن مجید کا ختم خلاف اولیٰ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید پڑھا اس نے سمجھا نہیں۔ (بہار شریعت: ج:1،ص:551)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے ایمان لائے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم تیرہ سال بڑے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کثرت کے ساتھ عبادت کرتے تھے اور خوف خدا عزوجل میں بہت زیادہ رویا کرتے تھے جس کی وجہ سے آنکھیں خراب ہوگئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ سہمی قرشی ہیں آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے پہلے ایمان لائے آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم آپ رضی اللہ عنہ سے تیرہ سال بڑے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے عالم حافظ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور انور ﷺ سے احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 63ھ حرہ کے واقعہ میں ہوئی یا 73 تہتر میں یا 67 سڑسٹھ میں مکہ معظمہ میں یا 55 میں طائف میں یا 65 پینسٹھ میں مصر میں۔

یعلیٰ ابن عطا اپنی والدہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ

وہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے لئے سرمہ تیار رکھتی تھیں تاکہ لگا کر سوئیں مگر آپ رضی اللہ عنہ چراغ گل کر دیتے تھے پھر خوف خدا عزوجل سے رویا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابھر گئی تھیں یعنی خراب ہوگئی تھیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:567)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَحْزِيبِ الْقُرْآنِ

باب: روزانہ کی مقدار تلاوت قرآن مجید متعین کرنا

یہ باب روزانہ کی مقدار تلاوت قرآن مجید متعین کر کے پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1184 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ قَالَ سَأَلَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ فَقَالَ لِي فِي كَمْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَقُلْتُ مَا أُحَزِّبُهُ

فَقَالَ لِیْ نَافِعٌ لَا تَقُلْ مَا اُحَزِّبُهٗ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَرَاْتُ جُزْئًا مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ ذَكَرَهٗ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

ابن الہاد سے روایت ہے: مجھ سے نافع بن جبیر بن مطعم نے سوال کیا کہ آپ کتنا قرآن مجید پڑھا کرتے ہیں تو میں نے کہا میں اس کے پڑھنے کی مقدار متعین نہیں کرتا۔ نافع نے مجھے کہا آپ یہ نہ فرمائیں کہ میں اس کو متعین نہیں کرتا بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے قرآن مجید کا ایک جزء پڑھا ہے۔ فرمایا کہ مجھے لگتا ہے کہ انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اس کو بیان کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1184)

1185 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَخْبَرَنَا قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَالِدٍ وَهٰذَا لَفْظُهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَعْلٰی عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ فِیْ حَدِیْثِهٖ اَوْسُ بْنُ حُذَیْفَةَ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَفْدِ ثَقِیْفٍ قَالَ فَنَزَلَتِ الْاَحْلَافُ عَلَی الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَاَنْزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَنِیْ مَالِكٍ فِیْ قُبَّةٍ لَهٗ قَالَ مُسَدَّدٌ وَّكَانَ فِی الْوَفْدِ الَّذِیْنَ قَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَقِیْفٍ قَالَ كَانَ كُلَّ لَیْلَةٍ یَّاْتِیْنَا بَعْدَ الْعِشَاءِ یُحَدِّثُنَا و قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ قَائِمًا عَلٰی رِجْلَیْهِ حَتّٰی یُرَاوِحُ بَیْنَ رِجْلَیْهِ مِنْ طُوْلِ الْقِیَامِ وَاَكْثَرُ مَا یُحَدِّثُنَا مَا لَقِیَ مِنْ قَوْمِهٖ مِنْ قُرَیْشٍ ثُمَّ یَقُوْلُ لَا سَوَاءَ كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ مُسْتَذَلِّیْنَ قَالَ مُسَدَّدٌ بِمَكَّةَ فَلَمَّا خَرَجْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ كَانَتْ سِجَالُ الْحَرْبِ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ نُدَالُ عَلَیْهِمْ وَیُدَالُوْنَ عَلَیْنَا فَلَمَّا كَانَتْ لَیْلَةً اَبْطَاَ عَنِ الْوَقْتِ الَّذِیْ كَانَ یَاْتِیْنَا فِیْهِ فَقُلْنَا لَقَدْ اَبْطَاْتَ عَنَّا اللَّیْلَةَ قَالَ اِنَّهٗ طَرَاَ عَلَیَّ جُزْئِیْ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَكَرِهْتُ اَنْ اَجِیْءَ حَتّٰی اُتِمَّهٗ قَالَ اَوْسٌ سَاَلْتُ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ یُحَزِّبُوْنَ الْقُرْاٰنَ قَالُوْا ثَلَاثٌ وَّخَمْسٌ وَّسَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰی عَشْرَةَ وَثَلَاثَ عَشْرَةَ وَحِزْبُ الْمُفَصَّلِ وَحْدَهٗ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَحَدِیْثُ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَتَمُّ ر

عبداللہ بن سعید اپنی حدیث مبارکہ میں فرماتے ہیں: حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ثقیف کے وفد میں گئے تو جن کا معاہدہ تھا ان کا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس نزول ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے بنی مالک کا اپنے قبے کے اندر نزول فرمایا۔ مسدد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ثقیف والے

وفد کے لوگوں میں سے ایک نے آپ ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ ہمارے پاس روزانہ عشاء کے بعد تشریف لا کر مقدس کلمات ارشاد فرماتے۔ ابوسعید کہتے ہیں قیام کی حالت میں رہتے حتیٰ کہ بہت زیادہ قیام فرمانے کی وجہ سے قدمین شریفین پر زور دیا کرتے اور بہت زیادہ اپنی قوم قریش سے ملنے والی مصیبتوں کو بیان فرماتے۔ پھر آپ ﷺ ارشاد فرماتے: ہم ان کے برابر نہ تھے ہم کمزور بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ مسدد فرماتے ہیں: ہم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب چل پڑے تو لڑائی ان کے اور ہمارے درمیان ڈول کی مانند رہی بعض دفعہ یہ ہوتا کہ ہم ان پر غلبہ پا لیتے اور بعض اوقات وہ ہمارے اوپر غلبہ پا لیتے۔ پس ایک رات میں روزانہ آنے کی عادت کے خلاف تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے آج تو تاخیر فرما دی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کا ایک جزء بیچ رہتا تھا جس کو بغیر پڑھ کر آنا پسند نہیں کیا۔ اوس فرماتے ہیں: میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ قرآن مجید کے کس طرح متعین کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: تین، پانچ، سات، نو، گیارہ، تیرہ سورتیں اور ایک مفصل سورتوں کی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث ابوسعید اتم ہے۔

(معجم الکبیر: جز: 1 ص: 220، سنن ابن ماجہ: جز: 4 ص: 245، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 43 ص: 314)

1186 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

حضرت عبداللہ یعنی ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تین روز سے کم کے اندر قرآن مجید پڑھا اس نے سمجھا نہیں۔

(سنن دارمی: جز: 1 ص: 418، صحیح ابن حبان: جز: 3 ص: 35، مسند احمد: جز: 14 ص: 29)

1187 حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ حَبِيبٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَمْ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ قَالَ فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ قَالَ فِي شَهْرٍ ثُمَّ قَالَ فِي عِشْرِينَ ثُمَّ قَالَ فِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثُمَّ قَالَ فِي عَشْرٍ ثُمَّ قَالَ فِي سَبْعٍ لَمْ يَنْزِلْ مِنْ سَبْعٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کتنے ایام کے اندر قرآن مجید ختم کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چالیس دن کے اندر (ختم کرنا چاہئے) پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیس (20) دن کے اندر (ختم کرنا چاہئے) پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پندرہ دن کے اندر (ختم کرنا چاہئے) پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس دن کے اندر (ختم کرنا چاہئے) پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات

دن کے اندر (ختم کرنا چاہیے) سات دنوں سے کم نہ فرمایا۔

(سنن النسائی الکبریٰ: ج: 5، ص: 25، شعب الایمان: ج: 2، ص: 393، مسند الصحابة فی الکتب التسعة: ج: 31، ص: 240)

1188 حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ قَالَا أَتَى ابْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي أَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ أَهَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ وَنَثْرًا كَنَثْرِ الدَّقَلِ لَكِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ النَّظَائِرَ السُّورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ النَّجْمَ وَالرَّحْمٰنَ فِي رَكْعَةٍ وَاقْتَرَبَتْ وَالْحَاقَّةَ فِي رَكْعَةٍ وَالطُّورَ وَالذَّارِيَاتِ فِي رَكْعَةٍ وَإِذَا وَقَعَتْ وَنُونَ فِي رَكْعَةٍ وَسَأَلَ سَائِلٌ وَّالنَّازِعَاتِ فِي رَكْعَةٍ وَوَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ وَعَبَسَ فِي رَكْعَةٍ وَالْمُدَّثِّرَ وَالْمُزَّمِّلَ فِي رَكْعَةٍ وَهَلْ أَتَى وَلَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي رَكْعَةٍ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَالْمُرْسَلَاتِ فِي رَكْعَةٍ وَالدُّخَانَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ فِي رَكْعَةٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا تَأْلِيفُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ

علقمہ اور اسود سے روایت ہے: ایک شخص نے آکر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ میں مفصل سورتوں کی تلاوت ایک رکعت میں کرلیا کرتا ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جس طرح شعر پڑھا کرتے ہیں یا جس طرح درخت سے سوکھی ہوئی کھجوریں اترتی ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو ساتھ والی سورتوں کو ایک رکعت میں قرأت فرماتے۔ النجم اور الرحمٰن ایک رکعت میں، اور الحاقہ ایک رکعت کے اندر اور الطور اور الذاریات کو ایک رکعت کے اندر، اذا واقعت اور ن ایک رکعت کے اندر، المعارج اور النازعات ایک رکعت کے اندر، ویل المطففین اور عبس ایک رکعت کے اندر اور المدثر والمزمل ایک رکعت کے اندر اور ھل اتی اور ولا اقسم بیوم القیٰمة ایک رکعت کے اندر، عم یتساء لون اور مرسلٰت ایک رکعت کے اندر اور الدخان اور اذا الشمس کورت ایک رکعت کے اندر۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ تالیف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 9، مسند الصحابة فی الکتب التسعة: ج: 24، ص: 497)

1189 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے: میں نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس حال میں کہ آپ رضی اللہ عنہ طواف بیت اللہ کررہے تھے تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے سورہ بقرہ کی آخری دو آیات رات کے اندر تلاوت فرمائیں تو اس کے لئے یہ کافی ہوں گی۔

(معجم الکبیر: ج:18، ص:203، سنن ابن ماجہ: ج:4، ص:273، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:20، سنن الترمذی: ج:10، ص:112)

1190 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو اَنَّ اَبَا سَوِيَّةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ حُجَيْرَةَ يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ اٰيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ وَمَنْ قَامَ بِاَلْفِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِينَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ ابْنُ حُجَيْرَةَ الْاَصْغَرُ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دس آیات کے ساتھ قیام کیا وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا جس نے سو آیات کے ساتھ قیام کیا وہ عبادت کرنے والوں کے ساتھ لکھا جائے گا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن الحجیرہ الاصغر عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حجیرہ ہیں۔

(شعب الایمان: ج:2، ص:400، صحیح ابن حبان: ج:6، ص:310، صحیح ابن خزیمہ: ج:2، ص:181، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:32، ص:31)

1191 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي اَيُّوْبَ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ عَنْ عِيْسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقْرِئْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اقْرَاْ ثَلَاثًا مِنْ ذَوَاتِ الر فَقَالَ كَبُرَتْ سِنِّي وَاشْتَدَّ قَلْبِي وَغَلُظَ لِسَانِي قَالَ فَاقْرَاْ ثَلَاثًا مِنْ ذَوَاتِ حاميم فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَقَالَ اقْرَاْ ثَلَاثًا مِنَ الْمُسَبِّحَاتِ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرِئْنِي سُوْرَةً جَامِعَةً فَاَقْرَاَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَزِيْدُ عَلَيْهَا اَبَدًا ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ مَرَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن مجید پڑھا دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راء والی تین سورتوں کو پڑھو۔ عرض کی کہ میری تو عمر بہت زیادہ ہے، میرا قلب سخت تر ہے اور زبان موٹی ہوگئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حم کی تین سورتوں کو پڑھا کرو اس نے اس کی مثل عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسبحات میں سے تین سورتوں کو پڑھا کرو۔ اس نے اس کی مثل عرض کی پس اس شخص نے عرض کی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے جامع سورت ہی پڑھا دیجئے

پس نبی کریم ﷺ نے اس کو اذا زلزلت الارض والی سورت پڑھا دی حتیٰ کہ اس سے اس نے فارغ ہونے پر عرض کی اس مقدس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر کبھی بھی زیادتی نہ کروں گا تو نبی کریم ﷺ نے دوبار ارشاد فرمایا: ادنیٰ سا شخص فلاح پا گیا۔

(سنن النسائی الکبریٰ: جز:6، ص:180، شعب الایمان: جز:2، ص:496، صحیح ابن حبان: جز:3، ص:50، مسند البزار: جز:1، ص:379)

شرح:

تحزیب حزب سے نکلا ہے یعنی روزانہ کی مقدار تلاوت متعین کر لینا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کو سات دن میں ختم کیا کرو اور اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء کرام نے قرآن مجید کی سورتوں کو سات منزلوں پر تقسیم فرمایا اس لیے مشہور ہے کہ قرآن مجید میں سات منزلیں ہیں ہر منزل کو ایک دن پڑھا جائے۔ اسی تقسیم کو تحزیب فمی بشوق کہا جاتا ہے۔ فمی شوق کے اندر سات حروف ہیں چنانچہ فاء سے سورہ فاتحہ کی منزل مراد ہے اور میم سے سورہ مائدہ کی منزل مراد ہے۔ یا سے سورہ یونس کی منزل مراد ہے۔ با سے سورہ بنی اسرائیل کی منزل مراد ہے۔ ش سے سورہ شعراء کی منزل مراد ہے، واؤ سے سورۃ والصفات کی منزل مراد ہے اور ق سے سورہ ق کی منزل مراد ہے۔ چنانچہ اس طرح سات منزلیں ہیں اور ان کی تقسیم یوں ہے۔

پہلی منزل

پہلی منزل تین سورتوں پر مشتمل ہے۔

1-البقرہ، 2-آل عمران، 3-النساء

دوسری منزل

دوسری منزل پانچ سورتوں پر مشتمل ہے۔

1-المائدہ، 2-الانعام، 3-الاعراف 4-الانفال، 5-التوبہ

تیسری منزل

تیسری منزل سات سورتوں پر مشتمل ہے۔

1-یونس، 2-ھود، 3-یوسف 4-رعد، 5-ابراہیم، 6-النمل 7-النحل

چوتھی منزل

چوتھی منزل نو سورتوں پر مشتمل ہے۔

1-بنی اسرائیل، 2-الکہف، 3-مریم 4-طٰہٰ، 5-الانبیاء، 6-الحج 7-المومنون، 8-النور، 9-الفرقان

پانچویں منزل

پانچویں منزل گیارہ سورتوں پر مشتمل ہے۔

1-الشعراء، 2-النمل، 3-القصص 4-العنکبوت، 5-الروم، 6-لقمان 7-السجدة، 8-الاحزاب، 9-سبا 10-فاطر، 11-یٰسین

چھٹی منزل

چھٹی منزل تیرہ سورتوں پر مشتمل ہے۔

1-والصافات، 2-ص، 3-الزمر 4-المومن، 5-حم السجدة، 6-الشوریٰ 7-الزخرف، 8-الدخان، 9-الجاثیة 10-الاحقاف، 11-محمد، 12-الفتح 13-الحجرات

ساتویں منزل

ساتویں منزل سورہ ق سے سورہ والناس تک ہے۔

1- ق، 2- الذاریات، 3- الطور 4- النجم، 5- القمر، 6- الرحمٰن 7- الواقعة، 8- الحدید، 9- المجادلہ 10-الحشر، 11-الممتحنة، 12- الصف 13- الجمعة، 14- منافقون، 15- التغابن 16- الطلاق، 17-التحریم، 18- الملک 19- القلم، 20- الحاقہ، 21- المعارج 22- نوح، 23- الجن، 24-المزمل 25- المدثر، 26- القیامة، 27- الدھر 28- مرسلات، 29- النبا، 30- النزعٰت 31-عبس، 32- التکویر، 33- الانفطار 34- المطففین، 35- الانشقاق، 36-البروج 37- الطارق، 38- الاعلیٰ، 39- الغاشیة 40- الفجر، 41- البلد، 42- الشمس 43- اللیل، 44- الضحیٰ، 45- الم نشرح 46- التین، 47- العلق، 48- القدر 49- البینة، 50- الزلزال، 51-العدیٰت 52- القارعة، 53- التکاثر، 54- العصر 55- الھمزة، 56- الفیل، 57- قریش 58-الماعون، 59- الکوثر، 60-الکٰفرون 61-النصر، 62-اللھب، 63-الاخلاص 64-الفلق، 65-الناس

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِیْ عَدَدِ الْآیِ

باب: آیات کو شمار کرنا

یہ باب سورتوں کی آیات کو شمار کرنے کے متعلق ہے۔

1192 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُورَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا حَتّٰى يُغْفَرَ لَهُ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید تیس آیات کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی حتیٰ کہ اس کو بخش دیا جائے گا۔ وہ تبارك الذى بيده الملك ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:6، ص:112)

1193 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سَعِيدٍ الْعُتَقِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُنَيْنٍ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ كُلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَهُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِی الْقُرْآنِ مِنْهَا ثَلَاثٌ فِی الْمُفَصَّلِ وَفِیْ سُورَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رُوِیَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى عَشْرَةَ سَجْدَةً وَّاِسْنَادُهُ وَاهٍ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن مجید کے پندرہ سجدہ بتائے ان میں سے تین مفصل سورتوں کے اندر ہیں اور دو سجدے سورہ حج میں ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ سجدے روایت فرمائے ہیں اور ان کی اسناد لائق یقین نہیں۔

(مستدرک: ج:1، ص:345، سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:350، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:314، سنن دارقطنی: ج:4، ص:202)

1194 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ لَهِيعَةَ اَنَّ مِشْرَحَ بْنَ هَاعَانَ اَبَا الْمُصْعَبِ حَدَّثَهُ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ حَدَّثَهُ قَالَ قُلْتُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفِیْ سُورَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ قَالَ نَعَمْ وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يَقْرَاْهُمَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں عرض کی کہ سورہ حج کے

اندر دو سجدے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں اور جوان دونوں سجدوں کو نہ کرے وہ ان کو نہ پڑھے۔

(مستدرک: جز:1،ص:343،معجم الکبیر: جز:17،ص:307،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:317،سنن ترمذی: جز:2،ص:443)

شرح:

اس باب سے سورتوں کی آیات کو شمار کر کے پڑھنے سے بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل عبث نہیں بلکہ اس میں ایک طرح کا اہتمام پایا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی تیس آیتوں والی سورت کا شفاعت کرنا

☆ **قوله قال سورة من القرآن ثلاثون اية تشفع لصاحبها .**

قرآن مجید کی تیس آیات پر ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید بھی قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا حتیٰ کہ اس پڑھنے والے کو جنت میں داخل کروائے گا۔

قرآن مجید کی شفاعت دو طرح کی ہے۔

1-حقیقی،2-مجازی

حقیقی یوں کہ قرآن مجید کی شفاعت کا ثبوت احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔مجازی یوں کہ اس کے پڑھنے سے نجات کا سبب ہوگا وہ بھی نبی کریم ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے۔

شفاعت کا معنیٰ

شفاعت کا لفظ شفع سے بنا ہے اور شفع کا معنیٰ ملانا اور زیادتی کے ہے اور شفاعت آپس میں جرائم اور معاصی سے درگزر کرنے کی درخواست ہے۔

شفاعت کی تعریف کے متعلق علماء کرام کے کئی اقوال ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

علامہ ابن اثیر جزری کا قول!

علامہ ابن الاثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

شفع کا معنیٰ ملانا اور زیادتی ہے کیونکہ شفعہ کرنے والا مبیع کو اپنی ملک کے ساتھ ضم کرتا ہے گویا کہ وہ ایک اور طاق کو، دو اور جفت کرتا ہے اور شافع وہ شخص ہے جو طاق کو جفت کرنے والا ہے۔(نہایہ: جز:2،ص:485)

یہی علامہ محمد ابن الاثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

شفاعت آپس میں جرائم اور معاصی سے درگزر کرنے کی درخواست ہے۔(نہایہ: جز:2،ص:485)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

شفع کا معنی ہے ایک چیز کو اس کی مثل کی طرف ملانا کہا جاتا ہے کہ تمام مخلوقات شفع ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے زوج (جوڑے) پیدا کیے ہیں۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (الذاریات:49) اور اللہ تعالیٰ وتر ہے کیونکہ وہ ہر جہت سے واحد ہے اور تمام اولاد آدم شفع ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام وتر ہیں اور شفاعت کا معنی ہے ایک شخص کا دوسرے کے ساتھ ملنا بایں طور کہ وہ اس کا ناصر ہو اور اس کے متعلق سائل ہو اس کا اکثر استعمال اس صورت میں ہوتا ہے کہ کم رتبہ اور کم حیثیت والا شخص زیادہ مرتبہ اور زیادہ حیثیت والے شخص سے سوال کرے اور مدد کرنے کے لئے کہے۔ قیامت میں جو شفاعت ہوگی وہ بھی اسی معنی میں ہے۔

قرآن مجید میں شفاعت کے متعلق حسب ذیل آیات ہیں۔

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ○ (مریم:87)

ان کے سوا کسی کو شفاعت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا مگر جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ○ (طٰہٰ:109)

اس دن اس کے سوا کسی کی شفاعت نفع نہیں پہنچائے گی جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس کی بات سے وہ راضی ہو۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ (الانبیاء:28)

اور وہ صرف اسی کی شفاعت کریں گے جس سے وہ راضی ہے۔

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ○ (المدثر:48)

سو ان (مجرموں) کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ پہنچائے گی۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ (الزخرف:86)

اور جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔

مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ (یونس:3)

اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس شفاعت کرنے والا نہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ واحد تمام امور کی تدبیر فرماتا ہے اور کسی چیز کے فیصلہ میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے ہاں اگر وہ تدبیر اور تقسیم کرنے والے فرشتوں کو اجازت دے تو وہ اس کی اجازت کے بعد کرتے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

اور الشفعۃ کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی مکان یا زمین کو فروخت کر رہا ہو تو اس کا شریک یا اس کا پڑوسی اس مکان یا زمین کو

اپنے مکان یا زمین کے ساتھ ملائے اور اس سے کہے کہ تم کسی اور کو فروخت کرنے کے بجائے مجھے فروخت کرو ہر وہ مال جو تقسیم نہیں کیا گیا اس میں رسول اللہ ﷺ نے شفعہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ (المفردات: ج:1، ص346 تا 347)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری کا قول

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

کسی دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لئے بادشاہ سے کلام کرنا شفاعت ہے شفع الیہ کا معنیٰ ہے اس سے طلب کیا۔ الشافع اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو دوسرے کے لئے کسی چیز کو طلب کرے۔ استشفعته ان فلان کا معنیٰ ہے میں نے اس نے یہ سوال کیا کہ وہ فلاں شخص سے میری شفاعت کرے اور حدود کی حدیث مبارکہ میں سے جب حد سلطان کے پاس پہنچ جائے تو شفاعت کرنے والے اور جس کی شفاعت کی گئی ہو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (لسان العرب: ج:8، ص:184)

امام خلیل بن احمد الفراہیدی کا قول

امام خلیل بن احمد الفراہیدی متوفی 175ھ لکھتے ہیں:

شفاعت کا لفظ شفع سے بنا ہے شفع کا معنیٰ ہے جفت کہا جاتا ہے کہ فلاں چیز طاق تھی میں نے اس کے ساتھ دوسری چیز ملا کر اس کو جفت کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○ (الفجر:3) اور قسم ہے جفت اور طاق کی۔ الشفع یوم اضحیٰ کو کہا جاتا ہے اور الوتر یوم عرفہ کو کہا جاتا ہے میں نے فلاں کی شفاعت طلب کی اس نے میری اس کی طرف شفاعت کی۔ اس کا اسم شفاعت ہے اور شفاعت کرنے والے کو شافع اور شفیع کہتے ہیں۔ (کتاب العین: ج:2، ص:928)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی کا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا جرم کیا ہے اس سے اس جرم کے معاف کرنے کا سوال کرنا شفاعت ہے۔ (التعریفات: ص:92)

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی کا قول

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی متوفی 986ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی کریم ﷺ جنت میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں۔ علامہ طیبی نے اس کی شرح میں کہا یعنی گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنے کے لئے یا جنت میں بلند درجات کے لئے۔ علامہ نووی نے کہا آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور یہی مقام محمود ہے یعنی اہل محشر کو خوف اور گھبراہٹ سے راحت پہنچانے کے لئے آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور حساب کو جلد شروع کرنے کے لئے اس شفاعت کا معتزلہ انکار نہیں کرتے اور نہ وہ بلند درجات کے لئے شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کی امت میں شفاعت شروع ہو گی اور انبیاء کرام علیہم السلام اور

ملائکہ صراط پر شفاعت کریں گے پھر دوزخ میں داخل ہونے والے گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے اور ابو طالب کی حدیث مبارکہ میں ہے اس کو میری شفاعت نفع پہنچائے گی یعنی اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی کیونکہ اس نے نیک عمل کیے تھے۔ اور ہمارے نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا تھا اور آپ ﷺ کی حفاظت کی تھی اور آپ ﷺ کی حمایت کی تھی۔ جیسا کہ پیر کی رات کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی کیونکہ جب اس کی باندی ثویبہ نے اس کو آپ ﷺ کی ولادت کی بشارت دی تھی تو ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ اور جو علماء کافر کے عذاب میں تخفیف کا انکار کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو آپ کی صحبت سے یہ نفع پہنچا کہ وہ بہت سارے گناہوں سے بچ گیا نیز حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ کے مصائب کے باوجود مدینہ منورہ میں ثابت قدم رہے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ یہ شفاعت درجات کی بلندی کے علاوہ ہے اور یہ بھی فرمایا یا میں ان کی شہادت دوں گا یعنی بعض کی شفاعت فرمائیں گے اور بعض کی شہادت دیں گے یا گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور نیکو کاروں کی شہادت دیں گے یا جو آپ ﷺ کے بعد فوت ہوئے ان کی شفاعت کریں گے اور جو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں فوت ہوئے ان کی شہادت دیں گے۔ (مجمع بحار الانوار: ج: 3، ص 236 تا 237)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی کا قول

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

شفاعت کی تعریف یہ ہے کہ کسی دوسرے کے لئے گڑگڑا کر اس دوسرے سے ضرر کو ترک کرنے یا اس کے لئے فعل خیر کرنے کا سوال کرنا۔ مبرد اور ثعلب نے کہا ہے: شفاعت دعا ہے اور دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لئے شفیع کا بادشاہ سے کلام کرنا شفاعت ہے اور الجامع میں مذکور ہے کہ شفیع کے ذریعے جرم کی معافی طلب کرنا شفاعت ہے اور جب کوئی شخص تم سے وسیلہ پکڑے اور تم اس کی شفاعت کرو تو تم اس کے لئے شافع اور شفیع ہو۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ اور مجھے الشفاعۃ دی گئی ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا ہے: الشفاعۃ میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد الشفاعۃ العظمیٰ ہے جو میدان محشر میں لوگوں کو خوف سے راحت دلانے کے لئے کی جائے گی اور اس کے وقوع میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شفاعت ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہے اور یہ وہ ہے جس میں آپ ﷺ کا سوال مسترد نہیں ہوگا اور تیسرا قول یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے خارج کرنے کے لئے جو آپ ﷺ شفاعت کریں گے اس سے وہ شفاعت مراد ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے جنت میں درجات بلند کرنے کے لئے شفاعت مراد ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جو لوگ دوزخ کے مستحق ہو چکے تھے ان کو دوزخ میں داخل نہ کرنے کی شفاعت مراد ہے۔ چھٹا قول یہ ہے کہ بعض مسلمانوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت مراد ہے اور یہ شفاعت بھی ہمارے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری: ج: 4، ص: 10)

علامہ فضل حق خیرآبادی کا قول

علامہ فضل حق خیرآبادی متوفی 1861ھ لکھتے ہیں:

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت وامتیاز بخشا ہے ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہ گاروں کی معافی کے لئے اسے بات کرنے کی اجازت ہے اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے اگر اس معزز شخصیت کی عرضی اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص کو کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی عرضی کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے یہ شفاعت وجاہت ہے اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنیٰ سفارش ہے اور وجاہت کے معنیٰ لحاظ اور عزت ہے کسی لفظ سے ڈر اور فکر نہیں سمجھا جاتا۔ بایں ہمہ ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سینہ زوری الگ الگ ہیں سفارش میں سینہ زوری نہیں ہوتی اگر کوئی شخص کسی کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سفارش مان لی یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے اسے اطاعت کہا جاتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے۔ سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحب اقتدار بادشاہ اپنے ہم نشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام ومرتبہ عطا کرتا ہے کہ اس کو حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لئے معافی چاہنے کی اجازت ہے اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے۔ بادشاہ اس کے جاہ ومنزلت کا لحاظ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرب کی سفارش قبول کر کے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانہ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلداری کے لئے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امور مملکت کی بست وکشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو دوسرے لوگ حکومت کے تمام شعبوں پر مسلط ہوں ملک کے بست وکشاد اور نظم وضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں ان ارباب اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی جرم کی معافی کا مطالبہ کرتا ہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو اس سے ضرر پہنچے گا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کر لی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے۔ اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جاسکتا ہے قبول شفاعت نہیں کہا جاسکتا۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں۔

وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت ہے۔ (تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی: جز:3،ص:51)

شفاعت کا قرآنی آیات کریمہ سے ثبوت

انبیاء کرام علیہم السلام، صالحین، ملائکہ اور ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے متعلق بے شمار آیات قرآنی ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

آیت نمبر:1

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ (یوسف:92)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

آیت نمبر:2

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ ط اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (یوسف:98)

میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری شفاعت کروں گا لاریب وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت نمبر:3

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ (الاعراف:151)

اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے۔

آیت نمبر:4

حضرت نوح علیہ السلام نے کہا:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا (نوح:28)

اے میرے رب! میری میرے والدین کی اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما۔

آیت نمبر:5

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (المائدہ:118)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

آیت نمبر:6

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا۔

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (الممتحنة:4)

مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ کے لئے کہ میں تیری شفاعت کروں گا۔

آیت نمبر:7

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۝ (ابراہیم:41)

اے ہمارے رب! روز حشر میری، میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما۔

آیت نمبر:8

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ (ابراہیم:36)

جو میرا پیروکار ہے وہ میرا ہے اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کے لئے تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

آیت نمبر:9

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۝ (مریم:47)

میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تیری شفاعت کروں گا وہ مجھ پر مہربان ہے۔

آیت نمبر:10

قرآن مجید میں صالحین کی شفاعت مومنین کے لئے فرمایا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (الحشر:10)

اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں کی۔

آیت نمبر:11

فرشتوں کی شفاعت کے متعلق یہ آیات کریمہ ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (الانبیاء:28)

اور فرشتے اس کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

آیت نمبر:12

قرآن مجید میں ہے:

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنۡ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمۡتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۝ (المومن:9)

اے اللہ! ان لوگوں کو گناہوں کے عذاب سے بچا اور جس شخص کو تو نے اس دن گناہوں کے عذاب سے بچالیا اس پر تو نے رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

آیت نمبر:13

قرآن مجید میں ہے: اَلَّذِيۡنَ يَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَ مَنۡ حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ (المومن:7)

وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں۔

آیت نمبر:14

قرآن مجید میں ہے:

فَاغۡفِرۡ لِلَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَ اتَّبَعُوۡا سَبِيۡلَكَ وَ قِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ۝ (المومن:7)

اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

آیت نمبر:15

قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَا وَاَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ۨالَّتِىۡ وَعَدْتَّهُمۡ وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّيّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝ (المومن:8)

اے ہمارے رب! مسلمانوں کو دائمی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے آباء، ازواج اور اولاد میں سے صالح ہوں ان کو بھی جنت میں داخل فرما۔ لاریب تو غالب اور حکمت والا ہے۔

آیت نمبر:16

قرآن مجید میں ہے:

يَوۡمَ يَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ؕ لَّا يَتَكَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ (النبا:38)

جس دن جبرائیل اور عام فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اس دن اللہ تعالیٰ کے حضور وہی بات کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور وہ صحیح بات کرے گا۔

آیت نمبر: 17

کفار شفاعت سے محروم ہوں گے اس بارے میں یہ آیات کریمہ ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ (الاعراف:53)

تو کیا ہماری شفاعت کرنے والے کوئی ہیں؟ جو ہماری شفاعت کریں۔

آیت نمبر: 18

قرآن مجید میں ہے:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ○ (الغافر:18)

کفار کے لئے کوئی ایسا مددگار اور شفاعت کرنے والا نہ ہوگا جس کی بات مانی جائے۔

آیت نمبر: 19

قرآن مجید میں ہے:

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ○ (الشعراء:100)

تو کیا ہمارے لیے شفاعت کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر: 20

قرآن مجید میں ہے:

لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ (الانعام:51)

تو اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر کفار کا کوئی مددگار ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔

آیت نمبر: 21

قرآن مجید میں ہے: فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ○ (المدثر:48)

کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی۔

آیت نمبر: 22

نبی کریم ﷺ کی شفاعت کرنے کے بارے میں درج ذیل آیات کریمہ ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آل عمران:159)

ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے شفاعت کیجئے۔

آیت نمبر:23

قرآن مجید میں ہے:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد:19)

اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے مغفرت طلب فرمایئے۔

آیت نمبر:24

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًاo (النساء:64)

اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

آیت نمبر:25

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (البقرہ:126)

اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جوان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں۔

شفاعت کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروز قیامت گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اس کے علاوہ قرآن مجید، صلحاء وعلماء بھی شفاعت کریں گے اس بارے میں درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہوا ہے اور یہ انشاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کیا ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6304)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی دستی دی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ گوشت کھایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

پھر ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا پھر ان کو منادی کی آواز سنائے گا وہ سب لوگ دکھائی دیں گے۔ سورج قریب ہوگا اور لوگوں کو نا قابل برداشت پریشانی اور گھبراہٹ کا سامنا ہوگا اس وقت لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہو چکے ہو آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرے پس لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں اور ان سے عرض کریں کہ اے آدم علیہ السلام! علیک السلام آپ علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ علیہ السلام میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور تمام فرشتوں کو آپ علیہ السلام کی تعظیم کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔

آج میرا رب عزوجل بہت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی ہوگا۔ اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا مجھ سے بھول ہوگئی۔ مجھے صرف اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ۔ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے:

اے نوح علیہ السلام! آپ علیہ السلام زمین پر بھیجے جانے والے سب سے پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عبدالشکور فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں۔ کیا

آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں گے:

آج میرا رب عزوجل سخت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی۔ مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے کہ

آپ علیہ السلام! اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور زمین کے لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل کے پاس شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے:

آج میرا رب عزوجل بہت غصہ میں ہے اور اس سے پہلے اتنے غصہ میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصہ میں ہوگا اور وہ اپنے (ظاہری) جھوٹ کو یاد کریں گے اور فرمائیں گے مجھے صرف اپنی فکر ہے، مجھے صرف اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے:

اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو رسالت اور کلام سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔

پس ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

میرا رب عزوجل! آج سخت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ مجھے صرف اپنی فکر ہے، مجھے صرف اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پس وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے:

اے عیسیٰ! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا تھا اور آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم (رضی اللہ عنہا) کی طرف القا کیا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال

ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے:

میرا رب عزوجل آج سخت غصہ میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور وہ اپنے کسی گناہ کو ذکر نہیں کریں گے مجھے صرف اپنی فکر ہے، مجھے صرف اپنی فکر ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے۔

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی نوید سنا دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے سامنے ہماری شفاعت فرمایئے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ پھر عرش کے نیچے اپنے رب عزوجل کے لئے سجدہ کروں گا پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد وثناء کے ایسے کلمات القاء فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں القاء نہیں فرمائے تھے۔

پھر کہا جائے گا۔

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے سوال کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا۔

اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

کہا جائے گا۔

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ہے ان کو جنت کے دائیں دروازہ سے داخل کر دو اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور مقام ہجر میں یا مکہ مکرمہ اور مقام بصریٰ میں ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 4712)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے شفاعت کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں کرنے والا ہوں۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! میں آپ ﷺ کو کہاں تلاش کروں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔

میں نے عرض کیا:

اگر میں صراط پر آپ ﷺ سے ملاقات نہ کرسکوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پھر تم مجھے میزان کے پاس طلب کرنا۔

میں نے عرض کیا:

اگر میں میزان کے پاس آپ ﷺ سے ملاقات نہ کرسکوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پھر تم مجھے حوض کے پاس طلب کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث 2433)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہوگی۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث 2435)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن میرے پیروکار تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6305)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن دوزخ والوں کی صفیں بنائی جائیں گی ان کے پاس سے مومنین گزریں گے پھر دوزخ کی صفوں میں سے ایک شخص کسی کامل مومن کو دیکھے گا جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا وہ اس سے کہے گا۔اے شخص کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے فلاں فلاں کام میں مجھ سے مدد طلب کی تھی پھر اس کو مومن کامل یاد کرے گا اور اس کو پہچان لے گا پھر اس کی اپنے رب عزوجل کے حضور شفاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت قبول فرمالے گا۔ (مسند ابویعلی: رقم الحدیث 4373)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک جنگل میں دو آدمی سفر کر رہے تھے ایک عبادت گزار تھا اور دوسرا بدکار تھا عبادت گزار کو پیاس لگی حتیٰ کہ وہ شدت پیاس سے گر گیا۔ بدکار اس کو دیکھ رہا تھا اس کے پاس پانی تھا اور عابد بے ہوش پڑا تھا اس نے سوچا اگر میرے پاس پانی ہونے کے باوجود یہ نیک بندہ پیاس سے مر گیا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی خیر نہیں پہنچے گی اور اگر میں نے اپنا پانی اس کو پلا دیا تو میں پیاس سے مر جاؤں گا وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اٹھا اور اس پر پانی کے چھینٹے ڈالے اور اس کو اپنا فاضل پانی پلا دیا پھر اس نے اپنا سفر طے کر لیا۔ قیامت کے دن وہ بدکار حساب کے لئے پیش کیا گیا اس کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ فرشتے اس کو دوزخ میں لے جا رہے تھے اس نے اس عابد کو دیکھ کر کہا۔

اے فلاں شخص کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟

عابد نے کہا:

تم کون ہو؟

اس نے کہا:

میں وہ شخص ہوں جس نے جنگل میں اپنے اوپر تم کو ترجیح دی تھی۔

عابد نے کہا:

ٹھیک ہے! میں تمہیں پہچانتا ہوں۔

پھر فرشتوں نے کہا:

ٹھہرو! فرشتوں کو ٹھہرایا گیا اس عابد نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی اے میرے رب عزوجل! تو جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھ پر احسان کیا تھا اور کس طرح اس نے اپنے اوپر مجھے ترجیح دی تھی۔ اے میرے رب عزوجل! اس کو میرے لیے ہبہ کر دے۔

وہ تمہارے لیے ہے پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث 4212)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا ان کے دل میں ایک خیال ڈالا جائے گا پس وہ کہیں گے کاش ہم اپنے رب عزوجل کے پاس کسی کی شفاعت طلب کرتے حتیٰ کہ وہ ہمیں اس جگہ سے رہائی دلاتا۔ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

اور عرض کریں گے:

آپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور تمام مخلوق کے والد محترم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آپ علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ آپ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو اس جگہ سے رہائی دے۔

پس وہ فرمائیں گے:

میں اس کام کے لئے نہیں ہوں وہ اپنی بھول کو یاد کریں گے اور اپنے رب عزوجل سے حیاء کریں گے۔

وہ فرمائیں گے:

مگر تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے:

میں اس کے لئے نہیں ہوں وہ اپنی بھول کو یاد کریں گے۔

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے: حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ اے میرے رب عزوجل! بے شک میرا یہ بیٹا میرے اہل سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ برحق ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اے نوح! وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے اس کے عمل نیک نہیں ہیں سو تم اس چیز کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے (ھود: 45،46) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4476) اور امام بخاری نے کتاب التوحید میں روایت کیا ہے: حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کے خلاف انہیں ہلاک کرنے کی دعا کی تھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4712) وہ دعا یہ تھی۔ اے میرے رب عزوجل! زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ چھوڑ۔ اگر تو نے انہیں چھوڑا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار کافر ہو گی۔ (نوح: 26،27) حضرت نوح علیہ السلام نے ان دو باتوں کی وجہ سے ان سے شفاعت نہ کرنے کا عذر کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

مجھے اپنے رب عزوجل سے حیاء آتی ہے لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا تھا۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

تو وہ فرمائیں گے:

میں اس کے لئے نہیں ہوں وہ اپنی بھول کو یاد کریں گے وہ اپنے رب عزوجل سے حیاء کریں گے۔

اور فرمائیں گے۔

لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے نوازا اور ان کو تورات عطا فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یاد کریں گے کہ انہوں نے ایک شخص کو (نادیا) قتل کر دیا تھا اور وہ اپنے رب عزوجل سے حیاء کریں گے۔

اور فرمائیں گے۔

لیکن تم حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے:

میں اس کے لئے نہیں ہوں لیکن تم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ ان کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر لوگ میرے پاس آئیں گے پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں ہوں پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا۔

پھر کہا جائے گا۔

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو مجھے میرا رب عزوجل اسی وقت سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کر دوں گا پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا۔

پھر کہا جائے گا۔

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیجئے

آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو وہ مجھ کو اسی وقت تعلیم فرمائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی سو میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر آپ ﷺ تیسری یا چوتھی بار میں فرمائیں گے۔

پس میں کہوں گا۔

اے میرے رب عزوجل! اب دوزخ میں صرف وہ رہ گئے جن کو قرآن مجید نے دوزخ میں بند کر دیا ہے یعنی ان پر خلود اور دوام واجب ہو گیا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 6565)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت عون بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے رب عزوجل کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے شفاعت کے درمیان اور اس میں اختیار دیا کہ میری نصف امت جنت میں داخل کر دی جائے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ ہر اس شخص کو حاصل ہو گی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2441)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت عون بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ رب عزوجل نے مجھے آج رات کس چیز کا اختیار دیا ہے۔

ہم نے عرض کیا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی زیادہ علم ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس نے مجھے میری نصف امت کو جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا ہے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔

ہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بھی شفاعت کا اہل کر دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ ہر مسلمان کو حاصل ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4317)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن میں جن کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں پھر قریش اور انصار میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہوں۔ پھر اہل یمن میں سے جو لوگ مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اتباع کی پھر باقی عرب پھر عجم اور جو اولوالفضل ہیں میں ان کی پہلے شفاعت کروں گا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث 13550)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے روزہ کہے گا۔ اے میرے رب عزوجل اس کو کھانے اور شہوت پوری کرنے سے میں نے منع کر دیا تھا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن مجید کہے گا اس کو رات کی نیند سے میں نے منع کر دیا تھا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث 18543)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (سنن دار قطنی: رقم الحدیث 2269)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس قبلہ کے اہل سے بے شمار لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جنہوں نے اس کی نافرمانی کی جرأت کی اور اس کی اطاعت کی مخالفت کی ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس مجھے شفاعت کا اذن دیا جائے گا میں جس طرح کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اسی طرح سجدہ میں اس کی حمد و ثناء کروں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر

اٹھائیے سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 18511)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں اور میرے ہاتھ ہی حمد کا جھنڈا ہو گا اور فخر نہیں اور اس دن ہر نبی خواہ آدم علیہ السلام ہوں یا کوئی اور سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس دن لوگ تین بار خوفزدہ ہوں گے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ علیہ السلام ہمارے باپ آدم علیہ السلام ہیں آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے وہ کہیں گے مجھ سے بھول ہو گئی تھی میں اس کی وجہ سے زمین پر اتارا گیا لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

پس وہ فرمائیں گے:

میں نے زمین والوں کے خلاف ایک دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک کر دیئے گئے لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے:

بے شک میں نے تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان میں سے ہر جھوٹ ایسا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے دین کی رخصت کو حلال کیا لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے:

بے شک میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

وہ فرمائیں گے:

بے شک میری اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے لیکن تم (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر لوگ میرے پاس آئیں گے پس میں ان کے ساتھ چل پڑوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں جنت کے دروازہ کی کنڈی کو پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا پس کہا جائے گا۔ یہ کون ہے؟ پھر کہا جائے گا یہ (سیدنا) محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں وہ مجھے مرحبا مرحبا کہیں گے پھر میں سجدہ میں گر جاؤں گا پس اللہ تعالیٰ مجھے حمد وثناء الہام فرمائے گا۔

مجھ سے کہا جائے گا۔

اپنا سر اٹھایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا○ (بنی اسرائیل:79)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث 3148)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کے لئے شفاعت کریں گے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث 2440)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رہے دوزخ والے تو یہ وہ لوگ ہیں جو دوزخ کے مستحق ہیں یہ لوگ دوزخ میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا پس اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کر دے گا حتیٰ کہ وہ کوئلہ کی طرح جب ہو جائیں گے تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی پھر ان کو گروہ در گروہ لایا جائے گا پھر ان کو جنت کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر کہا جائے گا۔

اے اہل جنت ان پر پانی ڈالو پھر جس طرح کیچڑ میں پڑے ہوئے بیج سے سبزہ اگتا ہے وہ اس طرح اگنے لگیں گے مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا گویا رسول اللہ ﷺ کھیتی باڑی کرتے رہے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 185)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری شفاعت کی وجہ سے ایک قوم کو جہنم سے نکالا جائے گا ان کا نام جہنمین رکھا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 4315)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام شفاعت کریں گے پھر شہداء شفاعت کریں گے پھر موذنین شفاعت کریں گے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث 3471)

حدیث مبارکہ: 20

عبدالملک بن عباد بن جعفر سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنی امت میں پہلے اہل مدینہ، اہل مکہ اور اہل طائف کی شفاعت کروں گا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث 3470)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے رب عزوجل نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے کوئی حساب نہ ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا اور ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین بار دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر جنت میں ڈال دے گا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث 2437)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا ہی خوب ہے وہ شخص! میں اپنی امت کے بدکار لوگوں کے لئے ہوں۔

آپ ﷺ کی مجلس میں ایک شخص نے کہا:

یارسول اللہ (ﷺ)! پھر آپ ﷺ اپنی امت کے نیک لوگوں کے لئے کس طرح ہوں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے جو بدکار لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا اور جو میری امت کے نیک لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث 7483)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص جو نبی نہیں ہو گا اس کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر دو قبیلوں جتنے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث 18544)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مجھے گوروں اور کالوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے صرف ایک قوم کی طرف نبی مبعوث کیا جاتا تھا اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا گیا اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں تھیں اور مجھے شفاعت دی گئی تو میں نے اس کو اپنی امت کے لئے مؤخر کر دیا سو وہ ہر اس شخص کو حاصل ہو گی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرے گا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث 3460)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ایسے نور کے منبر بچھائے جائیں گے جن پر وہ بیٹھیں گے میں ان پر نہیں بیٹھوں گا۔ میں اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑا رہوں گا اس خوف سے کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے گا اور میری امت رہ جائے گی۔

پس میں کہوں گا۔

اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

پس اللہ عزوجل فرمائے گا۔
یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ کیا چاہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی امت کے ساتھ کیا کروں؟
پس میں کہوں گا۔
اے میرے رب عزوجل! ان کا حساب لے لے۔ پس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا۔ پس ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کی مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ جن لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا ہوگا ان کو بھی رہائی کا پروانہ لکھ دیا جائے گا اور دوزخ کا داروغہ مالک یہ کہے گا۔ یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ نے اپنے رب عزوجل کے غضب کا نشانہ بننے کے لئے اپنی امت کے کسی فرد کو نہیں چھوڑا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث 2958)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:
انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے جس کے دو کم سن بچے پیش رو ہوں اللہ تعالیٰ اس کو ان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
اور جس کا آپ ﷺ کی امت میں سے ایک کم سن بچہ پیش رو ہو؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس کا ایک کمسن بچہ پیش رو ہو اے خیر کی توفیق یافتہ!
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
اور جس کا آپ ﷺ کی امت میں سے کوئی کمسن بچہ پیش رو نہ ہوا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تو میں اپنی امت کا پیش رو ہوں۔ میرے فراق سے بڑھ کر ان کے لئے کون سی مصیبت ہے۔
(سنن الترمذی: رقم الحدیث 1062)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ میرا رب عزوجل مجھے ندا کرے گا۔
اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)! کیا آپ ﷺ راضی ہو گئے؟
میں کہوں گا۔
اے رب عزوجل! بے شک میں راضی ہو گیا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث 3466)

حدیث مبارکہ: 28

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ناتمام بچہ اپنے رب عزوجل سے جھگڑا کرے گا جب اس کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا اس سے کہا جائے گا۔ اے ناتمام بچے اپنے رب عزوجل سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر لے پھر وہ اپنے ماں باپ کو گھسیٹتا ہوا لائے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 1608)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس نے قرآن مجید پڑھا اور حفظ کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو اپنے گھر کے کسی ایسے دس افراد کے لئے شفاعت کرنے والا بنا دے گا جو سب دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 216)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
ہم رسول اللہ ﷺ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کا چہرہ پھول کی طرح چمک رہا تھا۔
ہم نے پوچھا:
یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کس وجہ سے اس قدر خوش ہو رہے ہیں۔
تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ابھی ابھی میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھے شفاعت عطا فرمائی ہے۔

ہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! کیا وہ صرف بنو ہاشم کے لئے ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں!

ہم نے عرض کیا:

کیا وہ صرف قریش کے لئے ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں۔

ہم نے عرض کیا:

کیا وہ آپ ﷺ کی (پوری) امت کے لئے ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ میری امت کے گناہ گاروں کے لئے ہے جو گناہوں سے بوجھل ہوں۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث 5378)

حدیث مبارکہ: 31

حضرت عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے ضرور بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کے علاوہ؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(ہاں)! میرے علاوہ۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 4316)

حدیث مبارکہ: 32

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عمل کرو اور (عمل پر) اعتماد نہ کرو۔ میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو گناہوں میں ہلاک ہو چکے

ہوں گے۔(مجمع الزوائد:رقم الحدیث 18524)

حدیث مبارکہ:33

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اہل جنت ان لوگوں کونہیں پائیں گے جن کووہ دنیا میں پہچانتے تھے۔وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس جاکران کاذکر کریں گے وہ ان کی شفاعت کریں گے۔ان کی شفاعت قبول کی جائے گی ان کوطلقاء کہا جائے گاان پرآب حیات ڈالا جائے گا۔(معجم الاوسط:رقم الحدیث 3068)

حدیث مبارکہ:34

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

میری امت کے کچھ لوگوں کوان کے گناہوں پرعذاب دیا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گاوہ دوزخ میں رہیں گے پھر مشرکین ان کوعار دلائیں گے اور کہیں گے تم نے جونبی کی تصدیق کی تھی اور ایمان لائے تھے اس نے تم کونفع نہیں دیا۔پھر اللہ تعالیٰ دوزخ میں سے کسی موحد کونہیں چھوڑے گاسب کودوزخ سے نکال دے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کوپڑھا۔

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ۝ (الحجر:2)

بسااوقات کافریہ تمناکریں گے کاش وہ مسلمان ہوتے۔(معجم الکبیر:رقم الحدیث 10509)

حدیث مبارکہ:35

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جس شخص کے کبیرہ گناہ نہ ہوں اس کاشفاعت سے کیاتعلق ہے۔(سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:431)

حدیث مبارکہ:36

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

میں روئے زمین کے تمام درختوں اور پتھروں کی تعداد کے برابر شفاعت کروں گا۔(مجمع الزوائد:رقم الحدیث 18525)

حدیث مبارکہ:37

حضرت شرجیل بن شفعہ نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب عزوجل! حتیٰ کہ ہمارے آباء اور امہات داخل ہو جائیں۔

اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا۔

کیا سبب ہے کہ میں ان کو انکار کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ چلو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب عزوجل! ہمارے آباء اور امہات!

اللہ عزوجل فرمائے گا۔

تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ اور تمہارے آباء بھی۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 1855)

حدیث مبارکہ:38

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ابوطالب آپ ﷺ کا دفاع کرتے تھے اور آپ ﷺ کی مدد کرتے تھے اور آپ ﷺ کے لئے غضب ناک ہوتے تھے آپ ﷺ نے ان کو کوئی نفع پہنچایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 209)

حدیث مبارکہ:39

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے دکھایا گیا کہ میری امت کو میرے بعد کیا حالات پیش آئیں گے اور وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں گے سو اس نے مجھے غم زدہ کر دیا اور یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں بھی مقدر کر دیا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کا والی بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث 5318)

حدیث مبارکہ:40

حضرت عبدالرحمان بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے سلیمان کے ملک کی طرح کسی ملک کا سوال کیوں نہیں کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر ارشاد فرمایا:

تمہارے پیغمبر کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک سے افضل چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا اس کو ایک دعا عطا فرمائی۔ بعض انبیاء کرام علیہم السلام نے اس دعا سے دنیا مانگ لی تو وہ ان کو عطا فرمادی گئی اور بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی امت نے جب ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اس دعا کو خرچ کر کے ان کے لئے ہلاکت کی دعا کی تو ان کی امت کو ہلاک کر دیا گیا اور مجھے وہ دعا دی گئی تو میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے اس دعا کو چھپا کر رکھا۔

(مسند البزار: رقم الحدیث 3459)

حدیث مبارکہ: 41

ابونضرہ سے روایت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر نبی کے پاس ایک دعا تھی جس کو اس نے دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہے اور میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور فخر نہیں۔ قیامت کا دن لوگوں پر بہت طویل ہوگا پس بعض بعض سے کہیں گے۔

چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جو ہر بشر کے باپ ہیں وہ ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا فیصلہ فرمائے۔

پس وہ فرمائیں گے:

میں اس کا اہل نہیں ہوں میں اپنی بھول کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا تھا اور آج کے دن مجھے صرف اپنے نفس کی فکر ہے لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار ہیں۔

پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے:

اے نوح علیہ السلام! آپ علیہ السلام ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے۔

وہ فرمائیں گے:

میں اس کا اہل نہیں ہوں میں نے یہ دعا کی تھی کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو غرق کر دیا جائے اور آج مجھے صرف اپنی

ذات کی فکر ہے لیکن تم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے:

اے ابراہیم! اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمائے۔

سو وہ فرمائیں گے:

میں اس کا اہل نہیں ہوں میں نے اسلام میں تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدافعت اور حفاظت کی تھی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے اِنِّیْ سَقِیْمٌ ○ (الصافات:89) میں بیمار ہوں۔ اور ان کا یہ قول ہے۔ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ○ (الانبیاء:63) بلکہ ان میں سب سے بڑا یہ ہے۔ سو اس سے پوچھ لو اگر یہ بات کر سکتے ہیں اور جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق کہا یہ میری (دینی) بہن ہے اور آج کے دن مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے۔

سو وہ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کی فضیلت دی ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

پس وہ فرمائیں گے:

میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کر دیا تھا اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔

تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے:

اے عیسیٰ (علیہ السلام)! آپ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

وہ کہیں گے:

میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا لیا گیا تھا اور مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم یہ بتاؤ کہ اگر کسی برتن کے اندر کوئی قیمتی چیز رکھی ہوئی ہو اور اس پر مہر لگی ہوئی ہو تو کیا کوئی شخص اس برتن کی مہر توڑے بغیر اس قیمتی چیز کو حاصل کر سکتا ہے؟

لوگوں نے کہا:

نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

(سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) خاتم النبیین ہیں اور آج وہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرمادی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پھر لوگ میرے پاس آکر کہیں گے۔ یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارا فیصلہ کردے۔ پس میں کہوں گا کہ میں ہی اس شفاعت کے لئے ہوں حتیٰ کہ اللہ عزوجل اجازت دے جس کے لئے وہ چاہے اور جس سے وہ راضی ہو۔ پس جب اللہ تعالیٰ مخلوق میں اعلان کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی ندا کرے گا۔ احمد (ﷺ) اور ان کی امت کہاں ہے؟ پس ہم ہی آخر اور اول ہیں ہم آخری امت ہیں اور ہم ہی پہلے وہ ہیں جن کا حساب لیا جائے گا پھر ہمارے راستے سے تمام امتوں کو ایک طرف کردیا جائے گا اور ہم اس کیفیت کے ساتھ گزریں گے کہ ہمارے چہرے اور ہمارے ہاتھ اور پیر وضو کے آثار سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور ہمیں دیکھ کر تمام امتیں یہ کہیں گی لگتا ہے اس ساری امت میں نبی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پھر میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کی کنڈی کو پکڑوں گا پس دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ سو پوچھا جائے گا۔ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) سو میرے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ پھر میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا وہ کرسی یا عرش پر ہوگا اس کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور ایسے کلمات حمد کے ساتھ اس کی حمد کروں گا جن کلمات حمد کے ساتھ مجھ سے پہلے کسی نے اس کی حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا۔

مجھ سے کہا جائے گا۔

اپنا سر اٹھائیے اور کہئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ پس میں کہوں گا۔ اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت!

پس مجھ سے کہا جائے گا۔

آپ ﷺ دوزخ سے ان تمام (مسلمانوں) کو نکال دیجئے جن کے دل میں اتنا ایمان ہو پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس کی ان کلمات حمد کے ساتھ حمد کروں گا جن کلمات حمد سے مجھ سے پہلے کسی نے حمد کی تھی نہ میرے بعد کوئی کرے گا۔

پھر مجھ سے کہا جائے گا۔

اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں کہوں گا۔

اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔

پس کہا جائے گا۔

ان تمام کو دوزخ سے نکال لیجئے جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو سو میں ان کو نکالوں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تیسری بار بھی اسی طرح ہوگا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 2692)

اشکال اور اس کا جواب

علامہ داؤدی نے کہا:

گویا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ کے راوی نے ان احادیث مبارکہ کی اصل کو ملحوظ نہیں رکھا کیونکہ ان احادیث مبارکہ کا ابتدائی حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت میدان محشر میں پریشان لوگوں کو محشر سے رہائی دلانے اور ان کے حساب میں تعجیل کے لئے ہے اور یہ شفاعت بالوجاہت ہے اور ان احادیث مبارکہ کا آخری حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شفاعت گناہ گاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لئے ہے اور یہ شفاعت اس وقت ہوگی جب لوگ میدان محشر سے صراط کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور گناہ گار صراط سے گزرتے ہوئے دوزخ میں گر جائیں گے شفاعت بالوجاہت موقف (محشر) میں ہوگی اور دوزخ سے نکالنے کے لئے شفاعت صراط پر ہوگی اور اس حدیث مبارکہ میں ان دونوں شفاعتوں کو ملا دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

یہ بہت قوی اشکال ہے۔ (التوشیح: جز: 5، ص: 140)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے رب عزوجل سے اذن طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں اس شفاعت کا اذن طلب کروں گا جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا اور وہی مقام محمود ہے جس کا آپ ﷺ کے لئے ذخیرہ کیا ہے اور آپ ﷺ کو بتایا ہے کہ آپ ﷺ کو اس پر فائز کیا جائے گا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ کے سجدہ کرنے اور آپ ﷺ کے حمد کرنے کے بعد آپ ﷺ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا اور آپ ﷺ

فرمائیں گے۔ میری امت، میری امت اور اس کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے پھر لوگ سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن دیا جائے گا اور امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا اور وہ صراط کی دائیں بائیں جانب کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر پہلا شخص صراط پر سے بجلی کی طرح سے گزرے گا۔ پھر آندھی کی طرح گزرے گا۔ پھر پرندوں کی طرح پھر دوڑنے والے لوگوں کی طرح۔ لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے گزریں گے اور تمہارے نبی صراط پر کھڑے ہوں گے اور وہ کہہ رہے ہوں گے رب سلم رب سلم۔ اے رب عزوجل! سلامتی سے گزار۔ اے رب عزوجل! سلامتی سے گزار حتیٰ کہ بندوں کے اعمال کم ہو جائیں گے حتیٰ کہ ایک شخص گھسٹتے ہوئے گزرے گا اور صراط کے دونوں کناروں پر لوہے کے کنڈے لٹکے ہوئے ہوں گے اور جس کے متعلق حکم ہوگا اس کو پکڑلیں گے پس بعض چھلے ہوئے نجات پائیں گے اور بعض دوزخ میں گر جائیں گے اس توجیہ سے حدیث متصل ہو جاتی ہے (گویا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کے راوی نے دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے سے پہلے والی حدیث کا حصہ ساقط کر دیا جس میں تعجیل حساب کی شفاعت اور اس کے قبول ہونے کا ذکر تھا) کیونکہ یہی وہ شفاعت ہے جس کی خاطر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور یہ محشر سے راحت پہنچانے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کے لئے تھی پھر اس شفاعت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور گناہ گاروں کے لئے شفاعت شروع ہوگی اور انبیاء کرام علیہم السلام وغیرہم اور فرشتوں کی شفاعت ہوگی جیسا کہ دوسری احادیث مبارکہ میں ہے اور رویت باری اور لوگوں کے حشر کی حدیث مبارکہ میں یہ آیا ہے کہ ہر امت اسی چیز کی اتباع کرے گی جس کی وہ پرستش کرتی تھی پھر مومنوں کو منافقوں سے ممتاز اور متمیز کیا جائے گا پھر شفاعت شروع ہوگی اور صراط کو رکھا جائے گا پس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے مومنوں کو منافقوں سے متمیز کیا جائے اور محشر کے خوف سے رہائی دلائی جائے اور یہی مقام محمود ہے اور جس شفاعت کا احادیث مبارکہ میں ذکر ہے یہ صراط گناہ گاروں کی شفاعت ہے اور یہ احادیث مبارکہ کا ظاہر معنیٰ ہے اور یہ شفاعت ہمارے نبی سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسروں کے لئے ہوگی۔ اس کے بعد ان لوگوں کے لئے شفاعت ہوگی جو دوزخ میں دوزخی ہو گئے اور اس طریقہ سے احادیث مبارکہ کے متون مجتمع ہو گئے اور ان کے معانی مترتب ہو گئے اور مختلف نہیں ہوئے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم: جز: ۱، ص: 578)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

گویا بعض راویوں نے اس چیز کو محفوظ رکھا جس کو دوسروں نے محفوظ نہیں رکھا۔ اس سے متصل باب میں یہ حدیث مبارکہ آئے گی کہ بعض لوگ صراط سے گھسٹتے ہوئے گزریں گے اور صراط کی دونوں جانب لوہے کے کنڈے ہوں گے جن سے بعض لوگ چھل جائیں گے اور بعض لوگ آگ میں گر جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ان کے لئے شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے اس کے بعد ان لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کے لئے شفاعت کی جائے گی جو صراط سے دوزخ میں گر جائیں گے ایک حدیث مبارکہ میں اس کی تصریح ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قیامت کے دن سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ نصف کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا وہ اسی حال میں ہوں گے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) سے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑ لیں گے اس دن اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کی تمام اہل محشر مدح کریں گے۔

اور امام ابویعلیٰ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مدح کروں گا جس سے اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے گا پھر مجھے کلام کرنے کی اجازت دی جائے گی پھر میری امت صراط سے گزرے گی جو جہنم کی پشتوں پر نصب کیا ہوا ہوگا سو وہ گزریں گے۔

اور مسند احمد میں ہے۔

اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چاہتے ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے معاملے میں کیا کروں۔

میں عرض کروں گا۔

اے رب عزوجل ان کا حساب جلد لے لے۔ (فتح الباری: ج:13،ص:263)

عبدالمصطفیٰ کہتا ہے کہ میدان محشر میں تمام لوگ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے تعجیل حساب کی شفاعت طلب کریں گے اور ان کی معذرت کے بعد سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شفاعت کو طلب کریں گے پھر میدان محشر میں اس شفاعت کو کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صراط پر جائیں گے اور لوگوں کو دوزخ سے نکالنے اور جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔ جس طرح کہ ابونضرہ کی حدیث مبارکہ (2692) مسند احمد میں اس کا مفصل طور پر ذکر ہے۔

سجدہ تلاوت کی تعداد

☆ **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقراہ خمس عشرۃ سجدۃ فی القرآن .**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن مجید میں پندرہ سجدے بتائے ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ حنبلیہ کی دلیل ہے۔

مذاہب اربعہ

سجدہ تلاوت کی تعداد میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

مالکیہ کا مذہب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ مفصل کے تین سجدے نہیں مانتے۔

شافعیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں دو سجدے سورۂ حج میں ہیں اور تین مفصل میں ہیں اور سورہ ص میں سجدہ نہیں ہے۔

حنفیہ کا مذہب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں مفصل کے سجدے اور سورۂ ص کا سجدہ البتہ حج کا ایک سجدہ نہیں مانتے۔

حنبلیہ کا مذہب

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پندرہ سجدے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام سجدے تسلیم کرتے ہیں۔ (المغنی: جز:1، ص:357)

سجدہ تلاوت میں مذاہب اربعہ

سجدہ تلاوت میں آئمہ ثلاثہ جن میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء ایک طرف ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دوسری طرف ہیں اور ان میں سجدہ تلاوت کے حکم میں اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ اور جمہور کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک سجدہ تلاوت سنت ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ (انشقاق:20، 21)

وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ میں قرآن مجید کی تلاوت پر سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور جو مذمت بیان کی جاتی ہے وہ واجب کے ترک ہونے پر کی جاتی ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝ (النجم:62)

اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

یہاں پر فَاسْجُدُوْا امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے لہٰذا سجدہ سہو واجب ہے۔

نماز میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری الدہلوی متوفی 542ھ لکھتے ہیں:

ایک آدمی نے سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اگر وہ نماز میں ہے اور آیت سجدہ قرأت کے آخر میں پڑھی ہے یا آیت سجدہ کے بعد صرف ایک یا دو آیتیں پڑھی ہیں تو اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کے بعد رکوع کرے اور اس رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کرے اگر وہ چاہے تو الگ سجدہ تلاوت کرے اور پھر قیام کی طرف لوٹ جائے اور سورت کو ختم کرلے اور اگر وہ اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملالے تو وہ افضل ہے اور اگر وہ فوراً سجدہ تلاوت نہ کرے حتیٰ کہ اس سورت کو ختم کرلے پھر رکوع کرے اور نماز کا سجدہ کرے تو اس سے سجدہ تلاوت ساقط ہوجائے گا اور اگر اس نے فوراً نماز کا رکوع کرلیا اور نماز کا سجدہ کرلیا تو اس کا سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا خواہ اس نے نماز کے سجدہ میں سجدہ تلاوت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اسی طرح اگر اس نے آیت سجدہ کے بعد دو آیتیں پڑھی ہوں تو اس پر اجماع ہے کہ نماز کے سجدہ سے سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا خواہ اس نے سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی ہو۔ اور رکوع میں اختلاف ہے۔

امام خواہر زادہ نے کہا کہ

رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کرنا ضروری ہے حتیٰ کہ رکوع سجدہ کے قائم مقام ہوجائے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے اور اگر اس نے آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتوں کی تلاوت کرلی اور رکوع کرلیا تو اب الگ سجدہ تلاوت کرے گا۔

اور امام خواہر زادہ نے کہا:

اب رکوع سجدہ کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

اور شمس الحلوائی نے کہا:

تین آیتیں پڑھنے سے سجدہ تلاوت کی فی الفور ادائیگی ختم نہیں ہوتی اور اس کے بعد رکوع کیا تو وہ سجدہ تلاوت کے قائم مقام ہوجائے گا اور اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ لیا تو اب رکوع سجدہ تلاوت کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

(خلاصۃ الفتاویٰ: جز:1،ص186 تا187)

سوال

اگر کسی نے رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھا تو کیا اس پر سجدہ ہے کہ نہیں؟

جواب

اس بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

آیا اس کی نماز تو باطل نہیں ہوجائے گی یا پڑھنا ہی مکروہ ہے یا سجدہ سہو واجب ہے چنانچہ مذاہب اربعہ کے علماء کرام کے اقوال یہ ہیں۔

مالکیہ کا موقف

چنانچہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

بعض متقدمین نے رکوع اور سجود میں قرآن مجید کو جائز کہا ہے اور جمہور کے نزدیک رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھنا ممنوع ہے۔ (اکمال المعلم: ج:2،ص:394)

شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجدے میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ (شرح للنواوی: ج:3،ص:1695)

حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ (المغنی: ج:1،ص:298)

حنفیہ کا موقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو جائے گی اور صرف نبوت کی بشارتیں باقی رہیں گی اور یہ بتایا کہ قرآن مجید کی شان بہت بلند ہے اور بتایا کہ رکوع اور سجود بندوں کے اظہار تذلل اور اظہار عجز سے ہیں سو رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا کہ اس کو تذلل کے محل میں نہ پڑھا جائے بلکہ محل قیام میں پڑھا جائے جو کہ محل وقار ہے تاکہ اہل علم اس کے معانی پر غور کریں اگر کوئی شخص رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھے تو اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز باطل نہیں ہوگی خواہ وہ عمداً قرآن مجید پڑھے یا بھول کر لیکن اگر اس نے بھولے سے رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھا تو اس پر سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے۔ (شرح سنن ابوداؤد: ج:4،ص:86)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر نمازی نے اپنے رکوع یا سجود یا تشہد میں قرآن مجید پڑھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یہ اس وقت ہے جب پہلے قرآن مجید پڑھا۔ پھر تشہد پڑھا اور اگر پہلے تشہد پڑھا پھر قرآن مجید پڑھا تو پھر اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے اسی طرح محیط السرخسی میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:126)

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی مکروہ ہے کہ نمازی غیر حالت قیام میں مثلاً رکوع، سجود یا قعود کی حالت میں قرآن مجید پڑھے کیونکہ ان حالتوں میں قرآن مجید پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص:357)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف با بن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھا تو اس پر سجدہ سہو ہے۔ (فتح القدیر: جز:1، ص:521)

خارج از نماز سجدہ تلاوت کا طریقہ

خارج از نماز سجدہ تلاوت میں آیا تکبیر تحریمہ اور سلام ہے یا نہیں اس میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت جو خارج از نماز ہے اس میں تکبیر تحریمہ اور سلام دونوں ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سلام ہے اور تکبیر تحریمہ نہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا موقف

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بغیر تکبیر تحریمہ اور سلام کے سجدہ تلاوت ہے صرف اتنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور تکبیر کہہ کر سر کو اٹھا لے۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد تمرتاشی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں:

سجدہ تلاوت کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت نہ ہاتھ اٹھانا ہے اور نہ اس میں تشہد ہے اور نہ ہی سلام ہے۔

(تنویر الابصار: جز:2، ص:700)

قرآن مجید میں جن مقامات پر سجدہ تلاوت ہے

قرآن مجید میں درج ذیل سورتوں کی آیات پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔

سورہ الاعراف میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ نو (9) اور سورہ اعراف کی آیت نمبر 206 پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ نحل میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ چودہ اور سورہ النحل کی آیت نمبر پچاس پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ مریم میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ سولہ (16) سورہ مریم کی آیت نمبر اٹھاون پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ الفرقان میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ انیس (19) اور سورہ الفرقان کی آیت نمبر ساٹھ (60) پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ ص میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ تیئس اور سورہ ص کی آیت نمبر 24 پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ والنجم میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ ستائیس اور سورہ علق کی آیت نمبر (19) انیس پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ الرعد میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ تیرہ اور سورہ الرعد کی آیت نمبر پندرہ (15) پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ پندرہ اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ایک سو نو (109) میں سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ الحج میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ سترہ اور سورہ الحج کی آیت نمبر (18) اٹھارہ پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ السجدہ میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ (21) اکیس اور سورہ السجدہ کی آیت نمبر پندرہ (15) پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ حم السجدہ میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ چوبیس (24) اور سورہ حم السجدہ کی آیت نمبر (38) اڑتیس پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ انشقاق میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ (30) تیس اور سورہ انشقاق کی آیت نمبر اکیس (21) میں سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ علق میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ تیس اور سورہ علق کی آیت نمبر انیس (19) میں سجدہ تلاوت ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنه**

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم بھی رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے چند صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے احادیث مبارکہ لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں عتبہ بن ابی سفیان کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا (58) اٹھاون میں مصر میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے چند صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے احادیث نقل کیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:535)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَاب مَنْ لَمْ یَرَ السُّجُوْدَ فِی الْمُفَصَّلِ

باب: جو مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں کہتے

اس باب میں مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت نہ کرنے کی احادیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہیں۔

1195 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ مُحَمَّدٌ رَاَيْتُهُ بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُدَامَةَ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْجُدْ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ مُنْذُ تَحَوَّلَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد کسی مفصل سورت کا سجدہ نہ فرمایا۔

(معجم الکبیر: ج:11، ص:334، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:312، صحیح ابن خزیمہ: ج:1، ص:280، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:30، ص:105)

1196 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَانَ زَيْدٌ الْإِمَامَ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے سورہ النجم تلاوت کی تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ نہ فرمایا۔ خارجہ بن زید بن ثابت اپنے والد محترم سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے معنا روایت کرتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت زید رضی اللہ عنہ حالانکہ امام تھے مگر انہوں نے سجدہ نہ فرمایا۔

(معجم الکبیر: جز:5،ص:126، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:324، سنن ترمذی: جز:2،ص:439، سنن الدارمی: جز:1،ص:409)

شرح:

سورہ انشقاق میں سجدہ ہونا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع سے جس کو امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے صحیح بخاری کے اندر روایت کیا ہے سے ثابت ہے اور سورہ اقرا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع سے امام علی بن عمر دارقطنی متوفی 285ھ نے سنن دارقطنی میں اور امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار متوفی 292ھ نے مسند البزار میں سورہ نجم میں سجدہ ہونا ثابت ہے اور یہ تینوں سجدے مفصل کے ہیں جس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نفی فرما رہے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 7ھ میں اسلام لائے ہیں جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرما رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سے لے کر اب تک سجدہ نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے آگے جو ابواب ہیں اس میں مفصل سے سجدوں کا ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور رہا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کا جواب تو اس بارے میں یہ ہے کہ سورہ نجم میں حدیث مبارکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کرنا ثابت ہے اس لیے اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ سجدہ فی الفور واجب نہ ہوگا بلکہ اس میں تراخی بھی جائز ہو۔

☆ **قولہ قال ابوداؤد کان زید الامام فلم یسجد**

یہاں سے امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سورہ والنجم میں سجدہ نہ کرنے کی وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ چونکہ قاری تھے انہوں نے سجدہ نہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ نہ کیا۔ یاد رہے کہ یہاں امام سے مراد امام صلوٰۃ نہیں بلکہ امام قرأۃ ہے بمعنیٰ پیشوا گویا کہ قاری قرآن پیشوا ہے اور سامع قاری کے سجدہ کرنے میں تابع ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ**

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں۔ہجرت کے بعد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے تک کاتب رہے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ تھے اور علم میراث کے امام تھے۔قرآن مجید کو جمع کرنے والوں میں امیر تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قرآن مجید کو جمع فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس کو مصاحف میں نقل فرمایا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اس امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا کہ جس کی وجہ سے امت مسلمہ نزاع سے محفوظ ہوگئی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصاری ہیں۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں۔ہجرت کے بعد سے وفات پاک تک کاتب رہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ ہیں۔علم میراث کے امام ہیں۔قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید جمع کیا اور عہد عثمانی میں اس کو مصاحف میں نقل فرمایا۔آپ رضی اللہ عنہ سے بڑی مخلوق نے احادیث روایت کیں۔پچاس سال عمر ہوئی 45 پینتالیس میں وفات شریف ہوئی۔(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:578)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ رَاٰى فِيهَا السُّجُوْدَ

باب: جو سورہ والنجم میں سجدہ سے قائل ہیں

اس باب میں سورہ والنجم میں سجدہ کرنے کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

1197 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ فِيْهَا وَمَا بَقِىَ اَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ اِلَّا سَجَدَ فَاَخَذَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ اِلٰى وَجْهِهٖ وَقَالَ يَكْفِيْنِىْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كَافِرًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ النجم قرأت فرما کر سجدہ فرمایا تو تمام قوم نے سجدہ کیا مگر ایک شخص کنکریوں یا مٹی کی مٹھی پیشانی تک اوپر کر کے کہنے لگا مجھے کفایت کرے گی۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس کو بعد میں خود دیکھا کہ وہ کافر ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:323،صحیح البخاری: جز:1،ص:364،مسند احمد: جز:8،ص:149،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:25،ص: 214)

شرح:

پچھلے باب میں والنجم میں سجدہ کرنے کی نفی تھی اور اس باب میں سورہ نجم میں سجدہ کرنے کا حکم بیان فرمایا گیا گویا کہ پچھلے باب میں مالکیہ کا مؤقف بیان فرمایا گیا اور اس میں جمہور علماء کرام کا مؤقف بیان فرمایا گیا ہے۔

☆ قولہ قال عبداللہ فلقد رایتہ بعد ذالک قتل کافراً

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس شخص کو خود دیکھا کہ اس کے بعد وہ کافر ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا۔

امیہ بن خلف

یہ شخص جو کافر ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا یہ امیہ بن خلف تھا جس طرح کہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے کتاب التفسیر کے اندر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے اور اس میں صراحت ہے یہ واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے اور ہجرت سے پہلے کا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب السُّجُوْدِ فِیْ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَ اقْرَاْ

باب: سورہ اذا السماء انشقت اور اقرا میں سجدہ کا بیان

یہ باب سورہ انشقاق اور سورہ علق میں سجدہ کے حکم میں ہے۔

1198 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اَسْلَمَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ سَنَةَ سِتٍّ عَامَ خَيْبَرَ وَهٰذَا السُّجُوْدُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرُ فِعْلِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے سورہ اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربك الذی خلق کا سجدہ کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 7ھ میں خیبر کے سال اسلام لائے اور یہ سجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہے۔

(معجم الاوسط: جز:1 ص:78، سنن ابن ماجہ: ج:3 ص:351، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2 ص:316، سنن الترمذی: ج:2 ص:435)

1199 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَاَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ السَّجْدَةُ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ

ابو رافع سے روایت ہے: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں عشاء کی نماز ادا کی تو آپ نے سورہ اذالسماء انشقت پڑھتے سجدہ فرمایا میں نے عرض کیا یہ سجدہ کس طرح کا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یہ سجدہ کیا تھا تو میں اس سجدہ کو ہمیشہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1، ص:508، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:315، سنن النسائی: جز:4، ص:54، صحیح البخاری: جز:3، ص:219)

شرح:

جن سورتوں میں سجدہ تلاوت کرنے کا حکم ہے ان میں سورہ انشقاق اور سورہ اقرا بھی ہے لہٰذا جب ان سورتوں میں سجدہ کے مقام کی آیت کی تلاوت کریں گے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ السُّجُوْدِ فِیْ ص

باب: سورہ ص میں سجدہ کا بیان

یہ باب سورہ ص میں سجدہ کے متعلق ہے۔

1200 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَيْسَ ص مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: سورہ ص کا سجدہ لازمی سجود سے نہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

(سنن الترمذی: جز:2، ص:487)

1201 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو يَعْنِیْ ابْنَ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ هِلَالٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ سَرْحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ

قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ص فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمٌ اٰخَرُ قَرَاَهَا فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ تَشَزَّنَ النَّاسُ لِلسُّجُوْدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هِيَ تَوْبَةُ نَبِيٍّ وَلٰكِنِّيْ رَاَيْتُكُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُوْدِ فَنَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدُوْا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر اقدس پر سورہ ص کی تلاوت فرمائی جب سجدہ تک پہنچ گئے تو نیچے تشریف لائے پس سجدہ فرمایا اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سجدہ کیا پس جب دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قرأت فرمائی تو لوگ سجدہ کرنے کے واسطے تیار ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک نبی کی توبہ کا ذکر ہے مگر میں نے تم کو سجدے کے واسطے تیار دیکھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے تو سجدہ فرمایا اور انہوں نے بھی سجدہ کیا۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:23، ص:15)

شرح: اختلاف فقہاء کرام

سورہ ص کے وجوب میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

سورہ ص کا سجدہ ہمارے نزدیک سجدہ تلاوت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سجدۂ شکر ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورہ ص پڑھی اور سجدہ تلاوت کیا اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ تلاوت کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ یہ سجدہ ہوا اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ اگر یہ سجدہ واجب نہ ہوتا تو اس کو نماز میں داخل کرنا جائز نہ ہوتا۔ نیز روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورہ ص لکھ رہا ہوں جب میں سجدہ کی جگہ پر پہنچا تو دوات اور قلم نے سجدہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم دوات اور قلم کی بہ نسبت سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں سورہ ص کو پڑھنے کا حکم دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس آیت پر سجدہ کیا۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے اور اس حدیث مبارکہ میں دوات اور قلم کی جگہ درخت کا ذکر ہے اور اس میں درخت کی اس دعا کا ذکر ہے۔ اے اللہ عزوجل! مجھ سے اس سجدہ کو اس طرح قبول فرما جس طرح تو نے اس سجدہ کو اپنے بندہ داؤد علیہ السلام سے قبول کیا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث:579)

علامہ محمود بن احمد بن عبدالعزیز البخاری حنفی متوفی 616ھ لکھتے ہیں:

سورہ ص کا سجدہ سجدہ تلاوت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ سجدہ شکر ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں سورہ ص کی تلاوت کی تو لوگ سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کیوں سجدہ کے لئے تیار ہو گئے یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے۔ اور روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ ص کے متعلق فرمایا: حضرت داؤد صلوات اللہ علیہ نے توبہ کرنے کے لئے یہ سجدہ کیا اور زمین پر گئے اور ہم شکر کرنے کے لئے یہ سجدہ کرتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

ایک صحابی نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورہ ص کو لکھ رہا ہوں جب میں سجدہ کی جگہ پر پہنچا تو دوات اور قلم نے سجدہ کیا۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم دوات اور قلم کی بنسبت سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس کی تلاوت کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس پر سجدہ کیا۔ اور وہ جو اس سے پہلے المستدرک اور سنن دارقطنی کی روایت سے گزرا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں سورہ ص کی تلاوت کی اور اس پر سجدہ نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کرنا چاہتے تھے کہ سجدہ تلاوت کرنا فوراً واجب نہیں ہوتا اور اس کو تاخیر سے ادا کرنا جائز ہے کیونکہ یہ بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سورہ ص کی خطبہ میں تلاوت کی اور اس پر سجدہ کیا اور یہ سجدہ تلاوت کے وجوب کی دلیل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کو منقطع کر کے سجدہ کیا۔ (المحیط البرہانی: جز:2، ص:103)

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے نیچے تشریف لا کر سجدہ تلاوت کیا اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر سے نیچے تشریف لا کر سجدہ کیا۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت فرمائی پھر انہوں نے منبر سے اتر کر سجدہ فرمایا اور پھر منبر پر چڑھ گئے۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث:1502)

اور سائب بن یزید سے روایت ہے:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت کی پھر منبر سے نیچے تشریف لا کر سجدہ تلاوت ادا کیا۔

(سنن الدارقطنی: رقم الحدیث:1503)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

منبر پر آیت سجدہ پڑھی تو خود اس پر اور سننے والوں پر سجدہ واجب ہے اور جنہوں نے نہ سنی ان پر نہیں۔

(درمختار: جز:2، ص:720)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِی الرَّجُلِ یَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَهُوَ رَاكِبٌ وَّفِی غَیْرِ الصَّلٰوةِ

باب: کسی شخص کا سجدہ کی آیت کو سن کر سجدہ کرنا اس حال میں کہ وہ سوار ہے اور غیر نماز میں سجدہ کا بیان

یہ باب سوار کے سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

1202 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِیُّ اَبُو الْجَمَاهِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیزِ یَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْهُمُ الرَّاكِبُ وَالسَّاجِدُ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی اِنَّ الرَّاكِبَ لَیَسْجُدُ عَلٰی یَدِهٖ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ مکرمہ کے دوران آیت سجدہ پڑھی تو تمام لوگوں نے سجدہ کیا ان میں سے سوار بھی تھے اور سجدہ کرنے والے زمین پر کر رہے تھے حتیٰ کہ سوار نے اپنے ہاتھ پر سجدہ کیا۔

(مستدرک: ج:1،ص:340،سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:325)

1203 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیدٍ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِی شُعَیْبٍ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ الْمَعْنٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ عَلَیْنَا السُّورَةَ قَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ فِی غَیْرِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ اتَّفَقَا فَیَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهٗ حَتّٰی لَا یَجِدَ اَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهٖ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کوئی سی سورت تلاوت فرما کر سنایا کرتے۔ ابن نمیر کہتے ہیں کہ نماز کے علاوہ میں پھر دونوں متفق ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی پیشانی رکھنے کے واسطے جگہ حاصل نہ ہوتی۔

(صحیح البخاری: ج:4،ص:212،مسند ابی عوانہ: ج:1،ص:521،مسند احمد: ج:9،ص:476،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:14،ص:97)

1204 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ اَبُو مَسْعُودٍ الرَّازِیُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ عَلَیْنَا الْقُرْاٰنَ فَاِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهٗ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَكَانَ الثَّوْرِیُّ یُعْجِبُهٗ هٰذَا

الْحَدِيثُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ يُعْجِبُهُ لِاَنَّهُ كَبَّرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس قرآن مجید تلاوت فرماتے پس جب آیت سجدہ سے گزرتے تو تکبیر کہا کرتے اور سجدہ فرماتے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے۔ عبدالرزاق فرماتے ہیں: ثوری اس حدیث مبارکہ کو پسند فرمایا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پسند کرنے کی وجہ تکبیر ہونا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:325، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:14، ص:99)

شرح:

اس باب کی حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت سواری پر اشارہ کے ساتھ جائز ہے۔ جمہور علماء کرام ان میں احناف بھی ہیں کے نزدیک ہاتھ پر یا زین کے اوپر سر رکھنے کی حاجت نہیں صرف اشارہ کفایت کرے گا مگر احناف کے نزدیک اس بات کی تصریح ہے کہ سجدہ سواری پر اسی صورت میں جائز ہے جبکہ سواری ہی پر پڑھا یا سنا ہو لہٰذا اگر تلاوت زمین پر کی ہو تو سواری پر سجدہ جائز نہیں۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سواری پر نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص ساتھ چل رہا ہے یا وہ بھی سوار ہے مگر نماز میں نہیں ایسی حالت میں اگر آیت بار بار پڑھی تو اس پر ایک سجدہ واجب ہے اور ساتھ والے پر اتنے جتنی بار سنا۔ (در مختار: جز:2، ص:716)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا سَجَدَ

باب: جب سجدہ کرے تو کیا کہے؟

یہ باب سجدہ میں تسبیح پڑھنے کے متعلق ہے۔

1205 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ يَقُوْلُ فِي السَّجْدَةِ مِرَارًا سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے سجدہ کی حالت میں ایک بار فرماتے میرا چہرہ اس ذات کے واسطے ہے جس نے اس کو پیدا فرمایا اور اپنی قوت سے اس کو سماعت و بصارت دی۔

(معجم الاوسط: جز: 4، ص: 9، سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1، ص: 509، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 325، سنن الترمذی: جز: 2، ص: 446)

شرح:

سجدہ تلاوت اگر فرض نماز میں ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کے اندر سبحن ربی الاعلیٰ پڑھے اور اگر نماز کے علاوہ ہو یا نفل نماز ہو تو اس کو اختیار ہے کہ جو حدیث مبارکہ میں دعا ہے اس کو پڑھے یا سبحن ربی الاعلیٰ کو پڑھے۔

صدرالشریعۃ مفتی محمد امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

یہ جو کہا گیا ہے کہ سجدہ تلاوت میں سبحن ربی الاعلیٰ پڑھے یہ فرض نماز میں ہے اور نفل نماز میں سجدہ کیا تو چاہے یہ پڑھے یا اور دعائیں جو احادیث مبارکہ میں وارد ہیں وہ پڑھے مثلاً

سجد وجھی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ فتبارک اللہ احسن الخالقین یا

اللھم اکتب لی عندک بھا اجراً وضع عنی بھا وزرا واجعلھا لی عندک ذخرا وتقبلھا منی کما تقبلھا من عبدک داؤد یا یہ کہے۔

سبحن ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا۔

اگر بیرون نماز ہو تو چاہے یہ پڑھے یا صحابہ کرام و تابعین عظام سے جو آثار مروی ہیں وہ پڑھے مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے تھے۔

اللھم لک سجدہ سوادی ربک امن فوادی اللھم ارزقنی علما ینفعنی وعملاً یرفعنی

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 732)

☆ قولہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مفصل احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

بَاب فِيمَنْ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ بَعْدَ الصُّبْحِ

باب: جو فجر کی نماز کے بعد سجدہ کی آیت تلاوت کرے

یہ باب نماز فجر کے بعد آیت سجدہ کی تلاوت کے حکم میں ہے۔

1206 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَحْرٍ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيُّ قَالَ لَمَّا بَعَثْنَا الرَّكْبَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ يَعْنِيْ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ كُنْتُ اَقُصُّ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَاَسْجُدُ فَنَهَانِيْ ابْنُ عُمَرَ فَلَمْ اَنْتَهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ عَادَ فَقَالَ اِنِّيْ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمْ يَسْجُدُوا حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

ابوتمیمہ ہجیمی سے روایت ہے: جب ہم سوار ہو کر حاضر ہوئے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی مدینہ منورہ کی طرف۔ ارشاد فرمایا کہ میں فجر کی نماز کے بعد وعظ کرتا تو اس میں سجدہ کیا کرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے تین بار روکا مگر میں نہ رکا۔ پھر اسی طرح کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی معیت میں پڑھی ہے تو وہ سجدہ نہ کرتے تھے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:326، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:13، ص:434)

مذاہب اربعہ

اوقات مکروہہ میں سجدہ تلاوت کرنے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

مالکیہ کا موقف

مالکیہ کے نزدیک اوقات مکروہہ میں سجدہ تلاوت مکروہ ہے۔

حنبلیہ کا موقف

حنبلیہ کے نزدیک اوقات مکروہہ میں سجدہ تلاوت ناجائز ہے بلکہ صحیح ہی نہ ہوگا۔

شافعیہ کا موقف

شافعیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک نفل سبب پائے جانے کی وجہ سے تمام اوقات میں جائز ہے۔

حنفیہ کا موقف

حنفیہ کے نزدیک اگر تلاوت وقت مکروہ ہی میں کی ہے تو سجدہ بھی اس وقت میں کر سکتے ہیں اور اگر تلاوت غیر مکروہ وقت میں کی تو پھر وقت مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اوقات مکروہہ میں آیت سجدہ پڑھی تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں تاخیر کرے حتیٰ کہ وقت کراہت جاتا رہے اور اگر وقت مکروہ ہی میں کرلیا تو بھی جائز ہے اور اگر وقت غیر مکروہ میں پڑھی تھی تو وقت مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:52)

سجدہ تلاوت کی چودہ آیات مبارکہ

قرآن مجید میں کل چودہ آیات مبارکہ ہیں جہاں پر سجدہ تلاوت کرنے کا حکم ہے اور وہ درج ذیل ہیں۔

آیت نمبر:1

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ۩ السجدۃ (الاعراف:206)

بے شک وہ تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

آیت نمبر:2

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۩ (الرعد:15)

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام۔

آیت نمبر:3

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۩ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۩ السجدۃ (النحل:49تا50)

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین پر چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

آیت نمبر:4

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا٥ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا٥ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا٥ السجدہ

(بنی اسرائیل:107 تا 109)

بے شک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا۔ اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

آیت نمبر:5

قرآن مجید میں ہے:

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا٥ السجدۃ (مریم:58)

جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں تو گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے۔

آیت نمبر:6

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ٥ (الحج:18)

کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت آدمی اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے۔

آیت نمبر:7

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا٥

(الفرقان:60)

اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے کیا ہم سجدہ کرلیں جسے تم کہو اور اس حکم نے انہیں اور بدکنا بڑھایا۔

آیت نمبر:8

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ٥ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ٥ (النمل:25تا26)

کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ تعالیٰ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

آیت نمبر:9

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ٥ السجدۃ (السجدہ:15)

ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

آیت نمبر:10

قرآن مجید میں ہے:

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ٥ (ص:24)

تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع کیا۔

آیت نمبر:11

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ط لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ٥ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ

وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَo (حم السجدہ:37 تا38)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور اکتاتے نہیں۔

آیت نمبر:12

قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْاo (النجم:62)

تو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ اور اس کی بندگی کرو۔

آیت نمبر:13

قرآن مجید میں ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَo وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَo (الانشقاق:20 تا21)

تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے۔

آیت نمبر:14

قرآن مجید میں ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْo (العلق:19)

اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

سجدہ تلاوت کے متعلق ضروری مسائل

چونکہ یہ باب "فیمن یقرا السجدة بعد الصبح" سجدہ تلاوت کا آخری باب ہے اس لیے مناسب ہے کہ سجدہ تلاوت کے ضروری مسائل بیان کر دیئے جائیں۔

مسئلہ نمبر:1

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے سننے والے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بالقصد سنی ہو بلا قصد سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

(درمختار: جز:2، ص:694)

مسئلہ نمبر:2

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:694)

مسئلہ نمبر:3

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قاری نے آیت پڑھی مگر دوسرے نے نہ سنی تو اگرچہ اس مجلس میں اس پر سجدہ واجب نہ ہوا البتہ نماز میں امام نے آیت پڑھی تو مقتدیوں پر واجب ہو گیا اگرچہ نہ سنی ہو بلکہ اگرچہ آیت پڑھتے وقت وہ موجود بھی نہ تھا بعد پڑھنے کے سجدہ سے پیشتر شامل ہوا اور اگر امام سے آیت سنی مگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوا تو امام کا سجدہ اس کے لئے بھی ہے اور دوسری رکعت میں شامل ہوا تو نماز کے بعد سجدہ کرے یونہی اگر شامل ہی نہ ہوا جب بھی سجدہ کرے۔

(درمختار وردالمحتار: جز:2،ص:696)

مسئلہ نمبر:4

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

رکوع یا سجود میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ واجب ہو گیا اور اسی رکوع یا سجود سے ادا بھی ہو گیا اور تشہد میں پڑھی تو سجدہ واجب ہو گیا لہٰذا سجدہ کرے۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:698)

مسئلہ نمبر:5

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہ کیا تو مقتدی بھی اس کی متابعت میں سجدہ نہ کرے گا اگرچہ آیت سنی ہو۔

(غنیۃ المستملی: ص:500)

مسئلہ نمبر:6

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

جو شخص نماز میں نہیں اور آیت سجدہ پڑھی اور نمازی نے سنی تو بعد نماز سجدہ کرے نماز میں نہ کرے اور نماز ہی میں کر لیا تو کافی نہ ہو گا بعد نماز پھر کرنا ہو گا مگر نماز فاسد نہ ہو گی ہاں اگر تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کیا اور اتباع کا قصد بھی کیا تو نماز جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:7

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

آیت سجدہ پڑھنے والے پر اس وقت سجدہ واجب ہوتا ہے کہ وہ وجوب نماز کا اہل ہو یعنی ادا یا قضا کا اسے حکم ہو لہٰذا اگر کافر یا مجنون یا نابالغ یا حسین ونفاس والی عورت نے آیت پڑھی تو ان پر سجدہ سہو واجب نہیں اور مسلمان عاقل، بالغ اہل نماز نے ان سے سنی تو اس پر واجب ہو گیا اور جنون اگر ایک دن رات سے زیادہ نہ ہو تو مجنون پر پڑھنے یا سننے سے واجب ہے۔ بے وضو یا جب نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے۔ نشہ والے نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے یونہی سوتے میں آیت پڑھی بعد بیداری اسے کسی نے خبر دی تو سجدہ کرے نشہ والے یا سونے والے نے آیت پڑھی تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا۔

(درمختار: جز:2،ص:702)

مسئلہ نمبر:8

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

عورت نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہ کیا حتیٰ کہ حیض آ گیا تو سجدہ ساقط ہو گیا۔ (فتاوی عالمگیری: جز:1،ص:132)

مسئلہ نمبر:9

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ اسے نا معلوم ہو تو بتا دیا گیا ہو کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ تھا اور آیت پڑھی گئی ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ سننے والے کو آیت سجدہ ہونا بتایا گیا ہو۔ (فتاوی عالمگیری: جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:10

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نفل پڑھنے والے نے آیت پڑھی اور سجدہ بھی کر لیا پھر نماز فاسد ہو گئی تو اس کی قضا میں سجدہ کا اعادہ نہیں اور نہ کیا تھا تو بیرون نماز کرے۔ (درمختار: جز:2،ص:706)

مسئلہ نمبر:11

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

چند اشخاص نے ایک ایک حرف پڑھا کہ سب کا مجموعہ آیت سجدہ ہو گیا تو کسی پر سجدہ واجب نہ ہوا یونہی آیت کے ہجے کرنے یا ہجے سننے سے بھی واجب نہ ہوگا۔ یونہی پرند سے آیت سجدہ سنی یا جنگل اور پہاڑ وغیرہ میں آواز گونج اٹھی اور بجنسہ آیت

کی آواز کان میں آئی تو سجدہ واجب نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:12

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

آیت سجدہ لکھنے یا اس کی طرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:13

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سجدہ تلاوت کے لئے تحریمہ کے سوا تمام وہ شرائط ہیں جو نماز کے لئے ہیں مثلاً طہارت، استقبال قبلہ، نیت، وقت اس معنیٰ پر کہ آگے آتا ہے ستر عورت لہٰذا اگر پانی پر قادر ہے تیمم کر کے سجدہ کرنا جائز نہیں۔ (درمختار: جز:2،ص:699)

مسئلہ نمبر:14

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اس کی نیت میں شرط نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے بلکہ مطلقاً سجدہ تلاوت کی نیت کافی ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:699)

مسئلہ نمبر:15

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سبحٰن ربی الاعلیٰ کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے پہلے پیچھے دونوں بار اللہ اکبر کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:135)

مسئلہ نمبر:16

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر تنہا سجدہ کرے تو سنت یہ ہے کہ تکبیر اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں تو مستحب یہ ہے کہ اتنی آواز سے کہے کہ دوسرے بھی سنیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:700)

مسئلہ نمبر:17

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

آیت سجدہ بیرون نماز پڑھی ہو تو فوراً سجدہ کر لینا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ فوراً کر لے اور وضو ہو تو تاخیر مکروہ تنزیہی۔

(درمختار: جز:2،ص:703)

مسئلہ نمبر:18

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اس وقت اگر کسی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو تلاوت کرنے والے اور سامع کو یہ کہہ لینا مستحب ہے "سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير." (ردالمحتار: ج: 2، ص: 703)

مسئلہ نمبر:19

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سجدہ تلاوت میں فوراً کرنا واجب ہے تاخیر کرے گا گناہ گار ہوگا اور سجدہ کرنا بھول گیا تو جب تک حرمت نماز میں ہے کر لے اگر چہ سلام پھیر چکا ہو اور سجدہ سہو کرے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 704)

مسئلہ نمبر:20

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

تاخیر سے مراد تین آیت سے زیادہ پڑھ لینا ہے کم میں تاخیر نہیں مگر آخر سورت میں اگر سجدہ واقع ہے مثلاً انشقت تو سورت پوری کر کے سجدہ کرے گا جب بھی حرج نہیں۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 707)

مسئلہ نمبر:21

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو اس کا سجدہ نماز ہی میں واجب ہے بیرون نماز نہیں ہو سکتا اور قصداً نہ کیا تو گناہ گار ہوا توبہ لازم ہے بشرطیکہ آیت سجدہ کے بعد فوراً رکوع و سجود نہ کیا ہو۔ نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہ کیا پھر وہ نماز فاسد ہوگئی یا قصداً فاسد کی تو بیرون نماز سجدہ کر لے اور سجدہ کر لیا تھا تو حاجت نہیں۔ (درمختار: ج: 2، ص: 705)

مسئلہ نمبر:22

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

آیت سجدہ درمیان سورت میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اسے پڑھ کر سجدہ کرلے پھر کچھ اور آیتیں پڑھ کر رکوع کر لے اور اگر سجدہ نہ کیا اور رکوع کر لیا اور اس رکوع میں ادائے سجدہ کی بھی نیت کر لی تو کافی ہے اور اگر نہ سجدہ نہ رکوع کیا بلکہ سورت ختم کر کے رکوع کیا تو اگر چہ نیت کرے ناکافی ہے اور جب تک نماز میں ہے سجدہ کی قضا کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج: 1، ص: 133)

مسئلہ نمبر:23

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر آیت سجدہ کے بعد ختم سورت میں دو تین آیتیں باقی ہیں تو چاہے فوراً رکوع کر دے یا سورت ختم کرنے کے بعد یا فوراً سجدہ کرلے پھر باقی آیتیں پڑھ کر رکوع میں جائے یا سورت ختم کر کے سجدہ میں جائے سب طرح اختیار ہے مگر اس صورت اخیرہ میں سجدہ سے اٹھ کر کچھ آیتیں دوسری سورت کی پڑھ کر رکوع کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:24

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سجدہ پر سورت ختم ہے اور آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا تو سجدہ سے اٹھنے کے بعد دوسری سورت کی کچھ آیتیں پڑھ کر رکوع کرے اور بغیر پڑھے رکوع کر دیا تو بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:25

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

تلاوت کے بعد امام رکوع میں گیا اور نیت سجدہ کر لی مگر مقتدیوں نے نہ کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوا لہٰذا امام جب سلام پھیرے تو مقتدی سجدہ کر کے قعدہ کریں اور سلام پھیریں اور اس قعدہ میں تشہد واجب ہے اگر قعدہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوگئی کہ قعدہ جاتا رہا یہ حکم جہری نماز کا ہے۔ سری میں چونکہ مقتدی کو علم نہیں لہٰذا معذور ہے اور اگر امام نے رکوع سے سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی تو اسی سجدہ نماز سے مقتدیوں کا بھی سجدہ تلاوت ادا ہو گیا اگر چہ نیت نہ ہو لہٰذا امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے کہ مقتدیوں نے اگر نیت نہ کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا اور رکوع کے بعد جب امام سجدہ کرے گا تو اس سے سجدۂ تلاوت بہر حال ادا ہو جائے گا نیت کرے یا نہ کرے پھر نیت کی کیا حاجت۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:26

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جہری نماز میں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ کرنا اولیٰ ہے اور سری میں رکوع کرنا کہ مقتدیوں کو دھوکہ نہ لگے۔

(ردالمحتار: جز:2،ص:708)

مسئلہ نمبر:27

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام نے سجدۂ تلاوت کیا مقتدیوں کو رکوع کا گمان ہوا اور رکوع میں گئے تو رکوع توڑ کر سجدہ کریں اور جس نے رکوع اور ایک سجدہ کیا جب بھی ہو گیا اور اگر رکوع کر کے دو سجدے کر لیے تو اس کی نماز گئی۔

(درمختار: جز:2،ص:709)

مسئلہ نمبر:28

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت کو بار بار پڑھا یا سنا تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اگرچہ چند اشخاص سے سنا ہو۔ یونہی اگر آیت پڑھی اور وہی آیت دوسرے سے سنی جب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ (درمختار: جز:2،ص:712)

مسئلہ نمبر:29

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

پڑھنے والے نے کئی مجلسوں میں ایک آیت بار بار پڑھی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والا جتنی مجلسوں میں پڑھے گا اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والے پر ایک اور اگر اس کا عکس ہے یعنی پڑھنے والا ایک مجلس میں بار بار پڑھتا رہا اور سننے والے کی مجلس بدلتی رہی تو پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر اتنے جتنی مجلسوں میں سنا۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:134)

مسئلہ نمبر:30

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مجلس میں آیت پڑھی یا سنی اور سجدہ کرلیا پھر اسی مجلس میں وہی آیت پڑھی یا سنی تو وہی پہلا سجدہ کافی ہے۔

(درمختار: جز:2،ص:712)

مسئلہ نمبر:31

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

ایک مجلس میں چند بار آیت پڑھی یا سنی اور آخر میں اتنی ہی بار سجدہ کرنا چاہے تو یہ بھی خلاف مستحب ہے بلکہ ایک ہی بار کرے بخلاف درود شریف کے کہ نام اقدس لیا یا سنا تو ایک بار درود شریف واجب اور ہر بار مستحب۔

(ردالمحتار: جز:2،ص:717)

مسئلہ نمبر:32

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

آیت سجدہ بیرون نماز تلاوت کی اور سجدہ کرکے پھر نماز شروع کی اور نماز میں پھر وہی آیت پڑھی تو اس کے لئے دوبارہ سجدہ کرے اور اگر پہلے نہ کیا تھا تو یہی اس کے بھی قائم مقام ہوگیا بشرطیکہ آیت پڑھنے اور نماز کے درمیان کوئی اجنبی فعل فاصل نہ ہو اور اگر نہ پہلے سجدہ کیا نہ نماز میں تو دونوں ساقط ہوگئے اور گناہ گار ہوا توبہ کرے۔ (درمختار وردالمحتار: جز:2،ص:716)

مسئلہ نمبر:33

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

ایک رکعت میں بار بار وہی آیت پڑھی تو ایک ہی سجدہ کافی ہے خواہ چند بار پڑھ کر سجدہ کیا یا ایک بار پڑھ کر سجدہ کیا پھر دوبارہ تیسری بار آیت پڑھی یونہی اگر ایک نماز کی سب رکعتوں میں یا دو تین میں وہی آیت پڑھی تو سب کے لئے ایک سجدہ کافی ہے۔(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:135)

مسئلہ نمبر:34

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کرلیا پھر سلام کے بعد اسی مجلس میں وہی آیت پڑھی تو اگر کلام نہ کیا تھا تو وہی نماز والا سجدہ اس کے قائم مقام ہی ہے اور کلام کرلیا تھا تو دوبارہ سجدہ کرے اور اگر نماز میں سجدہ نہ کیا تھا پھر سلام پھیرنے کے بعد وہی آیت پڑھی تو ایک سجدہ کرے نماز والا ساقط ہو گیا۔(ردالمحتار: جز:2،ص:712)

مسئلہ نمبر:35

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا پھر بے وضو ہوا اور وضو کر کے بنا کی پھر وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب نہ ہوا اور اگر بنا کے بعد دوسرے سے وہی آیت سنی تو دوسرا واجب ہے اور یہ دوسرا سجدہ نماز کے بعد کرے۔(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:135)

مسئلہ نمبر:36

علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود متوفی 747ھ لکھتے ہیں:

ایک مجلس میں سجدہ کی چند آیتیں پڑھیں تو اتنے ہی سجدے کرے ایک کافی نہیں۔(شرح الوقایہ: جز:1،ص:232)

مسئلہ نمبر:37

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

پوری سورت پڑھنا اور آیت سجدہ چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے اور صرف آیت سجدہ کے پڑھنے میں کراہت نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ دو ایک آیت پہلے یا بعد ملالے۔(درمختار: جز:2،ص:717)

مسئلہ نمبر:38

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

آیت سجدہ پڑھی مگر کام میں مشغولی کے سبب نہ سنی تو اصح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہیں مگر بہت سے علماء کہتے ہیں کہ اگر چہ نہ

سنی سجدہ واجب ہو گیا۔ (درمختار: جز:2،ص:718)

مسئلہ نمبر:39

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جمعہ وعیدین اور سری نمازوں میں اور جس نماز میں جماعت عظیم ہو آیت سجدہ امام کو پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر آیت کے بعد فوراً رکوع وسجود کر دے اور رکوع میں نیت نہ کرے تو کراہت نہیں۔ (درمختار: جز:2،ص:720)

مسئلہ نمبر:40

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

زمین پر آیت سجدہ پڑھی تو یہ سجدہ سواری پر نہیں کر سکتا مگر خوف کی حالت ہو تو ہو سکتا ہے اور سواری پر آیت پڑھی تو سفر کی حالت میں سواری پر سجدہ کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:135)

مسئلہ نمبر:41

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

مرض کی حالت میں اشارہ سے بھی سجدہ ادا ہو جائے گا یونہی سفر میں سواری پر اشارہ سے ہو جائے گا۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:135)

الحمدللہ عزوجل! سجدہ تلاوت کے متعلق جس قدر مسائل آتے ہیں اکثر کو بیان کر دیا ہے۔ سجدہ تلاوت کا یہ آخری باب تھا جس کی چیدہ چیدہ بحث بھی بیان کر دی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَفۡرِيعِ اَبۡوَابِ الۡوِتۡرِ

وتر کے ابواب کی تفریع

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ صفت ہے کہ علیحدہ علیحدہ باب باندھنے سے قبل ایک بڑا باب باندھ دیتے ہیں اور یہاں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی کیا۔

بَاب اسۡتِحۡبَابِ الۡوِتۡرِ

باب: وتر کا استحباب

یہ باب وتر کے حکم میں ہے۔

1207 حَدَّثَنَا اِبۡرَاهِيمُ بۡنُ مُوۡسٰى اَخۡبَرَنَا عِيۡسٰى عَنۡ زَكَرِيَّا عَنۡ اَبِىۡ اِسۡحٰقَ عَنۡ عَاصِمٍ عَنۡ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهم قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَا اَهۡلَ الۡقُرۡآنِ اَوۡتِرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ وِتۡرٌ يُحِبُّ الۡوِتۡرَ حَدَّثَنَا عُثۡمَانُ بۡنُ اَبِىۡ شَيۡبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوۡ حَفۡصٍ الۡاَبَّارُ عَنِ الۡاَعۡمَشِ عَنۡ عَمۡرِو بۡنِ مُرَّةَ عَنۡ اَبِىۡ عُبَيۡدَةَ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بِمَعۡنَاهُ زَادَ فَقَالَ اَعۡرَابِيٌّ مَا تَقُوۡلُ فَقَالَ لَيۡسَ لَكَ وَلَا لِاَصۡحَابِكَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اہل قرآن مجید! وتر پڑھو بے شک اللہ تعالیٰ وتر ہے وتر کو محبوب رکھتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معناً بیان کر کے اضافہ کیا کہ اعرابی نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا آپ کے لئے اور آپ کے اصحاب کے واسطے نہیں۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 441، سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 5، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 468، مسند احمد: ج: 2، ص: 341)

1208 حَدَّثَنَا اَبُوۡ الۡوَلِيۡدِ الطَّيَالِسِيُّ وَقُتَيۡبَةُ بۡنُ سَعِيۡدٍ الۡمَعۡنٰى قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيۡثُ عَنۡ يَزِيۡدَ بۡنِ اَبِىۡ حَبِيۡبٍ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ ابۡنِ رَاشِدٍ الزَّوۡفِيِّ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ اَبِىۡ مُرَّةَ الزَّوۡفِيِّ عَنۡ خَارِجَةَ بۡنِ حُذَافَةَ قَالَ اَبُوۡ الۡوَلِيۡدِ الۡعَدَوِيُّ خَرَجَ عَلَيۡنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ

اللّٰـهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ اَمَدَّكُمْ بِصَلٰوةٍ وَهِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ وَهِيَ الْوِتْرُ فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ اِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ

خارجہ بن حذافہ سے روایت ہے: حضرت ابوالولید عدوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی نماز کے ذریعے تم لوگوں کی نصرت فرمائی جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے تو اس کو تمہارے واسطے عشاء اور فجر کے طلوع ہونے کے مابین رکھا ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:448، معجم الکبیر: جز:4،ص:200، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:477، سنن دارقطنی: جز:2،ص:30)

شرح: مذاہب اربعہ

وتر مستحب ہے یا سنت موکدہ یا واجب اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

وتر ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس شخص نے عمداً وتر ترک کیا وہ برا شخص ہے اس کی شہادت قبول نہیں کرنی چاہئے۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وتر کی تاکید میں مبالغہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ احادیث مبارکہ میں وتر پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔(المغنی: جز:1،ص:453)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک وتر کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔(شرح المہذب: جز:4،ص:12)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔(اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:379)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وتر کی نماز تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھنے سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں وتر کی قضاء

پڑھنے سے ابتداء کی تھی اور جس روایت میں ہے کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز تک وتر کو مؤخر نہ کرو اس کی قضا سے منع کرنا مقصود نہیں ہے۔ نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے بھی وتر کی قضا پڑھی جاتی ہے یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے اور فرائض سے کم ہے کیونکہ وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ وتر کے لئے اذان دی جائے گی اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی مشروع نہیں ہے اس کے سوا اختلاف ہے۔ حماد بن یزید، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وتر فرض ہے اور یوسف بن خالد سمتی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے: وتر واجب ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور اسد بن عمر نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے: وتر سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث اعرابی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو تعلیم دی کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اعرابی نے پوچھا۔ کیا ان کے سوا بھی مجھ پر کوئی نماز ہے ارشاد فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم نفل پڑھو۔ اور مروی ہے کہ ابومحمد نام کے ایک انصاری شخص نے کہا کہ وتر فرض ہے جب یہ بات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے اس کا رد کیا اور فرمایا ابومحمد نے جھوٹ بولا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وتر سنت ہے لازم نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔

اور وسطی نماز اسی وقت متحقق ہوگی جب فرائض کا عدد پانچ ہو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لاریب اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کردی ہے سنو! وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لے کر طلوع فجر تک پڑھا کرو۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ وتر کا وجوب باقی فرائض کے بعد مقرر ہوا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک نماز زیادہ کی ہے اور زیادہ کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے جبکہ سنتوں کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے اور زیادتی کا تحقق بھی واجبات میں ہوتا ہے کیونکہ واجبات کا عدد معین ہوتا ہے اور نوافل کی کوئی گنتی شمار اور انتہاء نہیں ہوتی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مغرب کی طرح وتر کی تین رکعات ہیں اور ایک روایت میں ہے رات کے وتر دن کے وتر کی طرح ہیں۔ اور دن کے وتر واجب ہیں لہٰذا رات کے وتر بھی واجب قرار پائیں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ تراویح کی مقدار بیس رکعات ہیں کیونکہ دن اور رات کے واجبات کی تعداد بھی بیس رکعت ہے اور دن اور رات کے واجبات کی تعداد بیس رکعات تبھی ہوگی جب وتر کو واجب قرار دے کر دیگر واجبات میں شامل کیا جائے البتہ وتر کا وجوب چونکہ ظنی دلیل سے ثابت ہوا ہے اس لیے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور باقی فرائض سے اس کا مرتبہ کم ہوگا اور اس پر فرض کا اطلاق نہیں ہوگا بہرحال فرض صرف پانچ نمازیں ہیں جیسا کہ سابقہ روایات میں مذکور ہے اور فرائض اور واجبات میں ہمارے

نزدیک فرق ظاہر ہے۔(المبسوط:ج:1،ص155 تا156)

حنفیہ کے مزید دلائل

حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہیں اس پر مزید دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جوشخص وتر سے سوجائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے وتر پڑھ لے۔(مجمع الزوائد:ج:2،ص:239)

دلیل نمبر:2

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وترحق واجب ہے۔(سنن دارقطنی:ج:2،ص:22)

دلیل نمبر:3

ابوبصرہ غفاری سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زیادہ کردی ہے اور وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لے کر صبح کے وقت تک پڑھو۔

(مسند احمد بن حنبل:ج:6،ص:397)

دلیل نمبر:4

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو وتر چھوڑ کر سوجائے وہ صبح کے وقت اس کی قضاء پڑھ لے۔(سنن الترمذی:رقم الحدیث:466)

دلیل نمبر:5

عبدالرحمن ابن رافع تنوخی سے روایت ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب شام میں تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ شام کے لوگ وتر میں سستی کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی شام کے لوگ وتر کیوں نہیں پڑھتے۔تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نے پوچھا کیا مسلمانوں پر وتر واجب ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے رب عزوجل نے ایک نماز اور دی ہے جو وتر ہے عشاء اور فجر کے طلوع کے درمیان۔

(جامع الرضوی بصحیح البہاری: جز:2، ص:554)

دلیل نمبر:6

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6861)

ان دلائل سے واضح ہوا کہ وتر واجب ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيمَنْ لَمْ يُوتِرْ

باب: جو وتر کو نہ ادا کرے

یہ باب وتر نہ ادا کرنے والے کے حکم میں ہے۔

1209 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اَبُو اِسْحٰقَ الطَّالْقَانِيُّ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَتَكِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وتر حق ہیں جو وتر کو ادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہیں جو وتر کو ادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہیں جو وتر کو ادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

(مستدرک: جز:1، ص:448، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:469، مسند احمد: جز:46، ص:493)

1210 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي كِنَانَةَ يُدْعَى الْمَخْدَجِيَّ سَمِعَ رَجُلًا بِالشَّامِ يُدْعَى اَبَا مُحَمَّدٍ

يَقُولُ إِنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ قَالَ الْمَخْدَجِيُّ فَرُحْتُ إِلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ عُبَادَةُ كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ عَلَى الْعِبَادِ فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ كَانَ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

ابن محیریز سے روایت ہے: بنی کنانہ کے مخدجی شخص نے شام میں ابو محمد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک وتر واجب ہیں۔ مخدجی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابو محمد نے غلط بیان کیا ہے اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اوپر پانچ نمازوں کو فرض فرمایا جس نے ان کو پڑھا اور خفیف جان کر ان میں سے کچھ نہ چھوڑا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے ان کو نہ پڑھا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد نہیں ہے اگر چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو جنت میں داخل فرمادے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 8، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 446، سنن النسائی: جز: 2، ص: 243، مسند احمد: جز: 46، ص: 208)

شرح:

اس باب کی احادیث مبارکہ سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ حنفیہ کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

☆ قولہ فمن لم یوتر فلیس منا۔

جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ بطور تہدید فرمایا گیا ہے اور اس سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَمِ الْوِتْرُ
وتر کی رکعات کتنی ہیں

یہ باب وتر کی رکعات کے حکم میں ہے۔

1211 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ هٰكَذَا مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک بدوی آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کے اشارہ سے فرمایا دو دو رکعات ہیں اور وتر رات کے آخر میں ایک رکعت ہے۔

(معجم الاوسط: ج: 1، ص: 292)

1212 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنِي قُرَيْشُ بْنُ حَيَّانَ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان پر وتر کا پڑھنا لازمی ہے پس جو وتر کی پانچ رکعات پڑھنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ پڑھ لے اور جو چاہتا ہے کہ تین پڑھے تو اسے چاہئے کہ وہ تین پڑھے اور جو چاہتا ہے کہ ایک رکعت پڑھے تو اسے چاہئے کہ وہ ایک رکعت پڑھے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 444، معجم الکبیر: ج: 4، ص: 147، سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 35، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 23)

مذاہب اربعہ

وتر کی رکعات میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ (المغنی: ج: 1، ص: 447)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعات وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے جب بھی کسی دوگانہ کے بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے تو وتر ہو جائیں گے۔(بدایۃ المجتہد:جز:1،ص:506)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے اور کم از کم درجہ کمال تین رکعات ہیں پھر اس سے کامل پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ رکعات ہیں اور بناء پر شہرت یہ وتر کی سب سے زیادہ رکعات ہیں۔

(شرح المہذب:جز:4،ص:12)

حنفیہ کا مذہب

علامہ احمد شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

وتر میں تین رکعات ہیں جن میں ہمارے نزدیک صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے گا۔ہماری دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس کو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے ہیں اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات پڑھنے کے بعد تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے بھیجا تو انہوں نے آکر بتایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلىٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا۔جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے رات گزاری اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت پڑھتے دیکھا تو ارشاد فرمایا یہ تم کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو یا تو دوگانہ نماز پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ یہ بات مشہور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز سے منع فرمایا تھا۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:قسم بخدا میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا نیز اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا۔(المبسوط:جز:1،ص:164)

حنفیہ کے مزید دلائل

حنفیہ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں اور ایک رکعت کی ممانعت حدیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے۔

دلیل نمبر:1

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے یعنی کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔ (درایہ: جز:1، ص:114)

دلیل نمبر:2

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں ایک رکعت وتر کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔ (مؤطا امام محمد: ص:146)

دلیل نمبر:3

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الاعلٰی پڑھتے اور دوسری رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔ (سنن النسائی: جز:1، ص:175)

دلیل نمبر:4

حسن سے روایت ہے:

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعات ہیں اور اس کی صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔
(المصنف: جز:2، ص:294)

دلیل نمبر:5

ابراہیم سے روایت ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں قرار دیتا۔ (مجمع الزوائد: جز:2، ص:249)

دلیل نمبر:6

عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے:

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں کیا پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے تھے دوسری میں قُلْ یٰآیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور معوذتین پڑھتے تھے۔(جامع ترمذی:ص:93)

دلیل نمبر:7

حسن سے روایت ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تین رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

(المصنف:جز:3،ص:26)

دلیل نمبر:8

ثابت سے روایت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔(المصنف:جز:2،ص:294)

دلیل نمبر:9

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے اور وضو فرمایا مسواک فرمائی۔اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے تھے ان فی خلق السموات الخ۔پھر دو رکعات نفل ادا فرمائیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سو گئے حتیٰ کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹے سنے پھر اٹھے تو وضو فرمایا اور مسواک کیا پھر دو رکعات ادا فرمائیں پھر اٹھے اور وضو کے ساتھ مسواک کیا اور دو رکعات ادا فرمائیں اور تین رکعات وتر ادا فرمائے۔(سنن النسائی:رقم الحدیث:1705)

دلیل نمبر:10

ابوخالد سے روایت ہے:

میں نے حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:ہم سب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم تو یہی جانتے ہیں کہ وتر نماز مغرب کی طرح ہیں یہ رات کے وتر ہیں وہ مغرب کے دن وتر۔(شرح معانی الاثار:جز:1،ص:293)

دلیل نمبر:11

ابن اسباق سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا پھر تین رکعات وتر پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:6822)

دلیل نمبر:12

حمید سے روایت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6824)

دلیل نمبر:13

زاذان سے روایت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ آخر شب میں تین رکعات وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6825)

دلیل نمبر:14

ابو غالب سے روایت ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6826)

دلیل نمبر:15

مکحول سے روایت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6831)

دلیل نمبر:16

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:685)

دلیل نمبر:17

حضرت علقمہ سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وتر کم از کم تین رکعات ہیں۔ (الحجۃ للشیبانی: جز:1، ص:198)

دلیل نمبر:18

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں تین رکعات وتر چھوڑوں اگرچہ ان کے بدلے مجھے سرخ اونٹوں کا خزانہ مل جائے۔ (الحجۃ للشیبانی: جز:1، ص:196)

دلیل نمبر:19

علقمہ سے روایت ہے:

وتر تین رکعات ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6830)

دلیل نمبر:20

سعید بن جبیر سے روایت ہے:

وہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6835)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ

باب: وتر میں کیا پڑھے؟

وتر میں کون سی سورتیں پڑھے یہ باب اس حکم میں ہے۔

1213 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ الْاَبَّارُ ح و حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَنَسٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ طَلْحَةَ وَزُبَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ قَالَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَيْنِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں سبح اسم ربك الاعلٰى اور قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ پڑھتے تھے۔ عبدالعزیز ابن جریج سے روایت ہے: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی سورتوں سے وتر ادا فرماتے تھے پس اس کو معناً ذکر کر کے فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین۔

(مستدرک: جز:2، ص:282، معجم الاوسط: جز:1، ص:211، سنن ابن ماجہ: جز:1، ص:370، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:38)

شرح:

بعض روایات میں ان مذکورہ سورتوں کے علاوہ دوسری سورتیں بھی مروی ہیں چنانچہ محمد بن نصر کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں نو سورتیں تلاوت فرماتے تھے پہلی رکعت میں اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ، اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ ، اور دوسری میں العصر، اذا جاء نصر اللہ والفتح اور اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور تیسری رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ، تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور حضرت سعید بن جبیر کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پہلی رکعت میں خاتمہ البقرہ اور دوسری میں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ اور بعض اوقات قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابی بن کعب رضی الله عنه

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ اچھے قاری تھے آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھا اور جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت متقی تھے داڑھی مبارک سفید ہو چکی تھی مگر پھر بھی ان کو خضاب نہیں لگاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں سب سے زیادہ شدید عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ سب سے زیادہ حیاء دار اور صادق عثمان (رضی اللہ عنہ) ہے اور حلال وحرام کا سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) ہے اور وراثت کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) ہے اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) ہے۔

واقدی سے روایت ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تو جس شخص نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھا وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے آخر میں لکھنے والے بھی یہی تھے جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

لکھتے تھے۔

ابو نعیم فرماتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 22ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے:

30ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا اوران کے سراور داڑھی مبارکہ کے بال سفید تھے یہ خضاب نہیں لگاتے تھے۔(اسد الغابہ: جز:1،ص:50)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں کاتب وحی تھے آپ رضی اللہ عنہ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اوران فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے قاری تھے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو المنذر رکھی تھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو الطفیل۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطاب دیا سید انصار۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطاب دیا سید المسلمین کا۔آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں 19ھ میں وفات پائی یعنی خلافت میں۔(مرآۃ المناجیح: ج:8،ص515تا516)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ

باب: وتر میں قنوت پڑھنے کا بیان

1214 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ عَنْ اَبِي الْحَوْرَاءِ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ اَقُولُهُنَّ فِي الْوِتْرِ قَالَ ابْنُ جَوَّاسٍ فِي قُنُوتِ الْوِتْرِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهُ لَا

يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ قَالَ هٰذَا يَقُوْلُ فِي الْوِتْرِ فِي الْقُنُوتِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَقُوْلُهُنَّ فِي الْوِتْرِ اَبُوْ الْحَوْرَاءِ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کی تعلیم دی کہ ان کو وتر میں پڑھا کرو۔ ابن جواس نے کہا وتر قنوت میں۔ اے اللہ عزوجل! مجھے اس کی معیت میں ہدایت فرما جس کو تو نے ہدایت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ سلامتی میں رکھ جس کو تو نے سلامتی میں رکھا اور اس کی معیت میں دوست بنا جس کو تو نے دوست بنایا اور جس کو تو نے میری ذات کو عطا فرمایا اس میں خیر کثیر عطا فرما اور مجھے اپنے قضا کی برائی سے محفوظ رکھ بے شک تو ہی قضا فرمانے والا ہے اور دوسروں کی قضا تیری ذات پر نہیں اور جس کو تو دوست رکھتا ہے اس کو کوئی ذلیل نہیں کرسکتا اور جس سے تو دشمنی رکھے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا ہمارا رب عزوجل برکت والا اور بلند و بالا ہے۔ ابواسحاق نے اپنی اسناد کے ساتھ اس کو معناً بیان کیا اس کے آخر میں ہے یہ وتر قنوت میں کہا کرے اور انہوں نے وتر کا قول ذکر نہیں کیا۔ ابوالحوراء ربیعۃ بن شیبان ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1214)

1215 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو الْفَزَارِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ اٰخِرِ وِتْرِهٖ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هِشَامٌ اَقْدَمُ شَيْخٍ لِحَمَّادٍ وَبَلَغَنِيْ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ اَنَّهٗ قَالَ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ يَعْنِيْ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ هٰذَا الْحَدِيْثَ اَيْضًا عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَرُوِيَ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ

وَحَدِيثُ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ رَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرِ الْقُنُوتَ وَلَا ذَكَرَ اُبَيًّا وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَبْدُ الْاَعْلٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ وَسَمَاعُهُ بِالْكُوفَةِ مَعَ عِيسَى بْنِ يُونُسَ وَلَمْ يَذْكُرُوا الْقُنُوتَ وَقَدْ رَوَاهُ اَيْضًا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ وَشُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَلَمْ يَذْكُرَا الْقُنُوتَ وَحَدِيثُ زُبَيْدٍ رَوَاهُ سُلَيْمَانُ الْاَعْمَشُ وَشُعْبَةُ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ وَجَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ كُلُّهُمْ عَنْ زُبَيْدٍ لَمْ يَذْكُرْ اَحَدٌ مِّنْهُمُ الْقُنُوتَ اِلَّا مَا رُوِيَ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ زُبَيْدٍ فَاِنَّهُ قَالَ فِي حَدِيثِهِ اِنَّهُ قَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَلَيْسَ هُوَ بِالْمَشْهُورِ مِنْ حَدِيثِ حَفْصٍ نَخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ عَنْ حَفْصٍ عَنْ غَيْرِ مِسْعَرٍ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَيُرْوٰى اَنَّ اُبَيًّا كَانَ يَقْنُتُ فِي النِّصْفِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے آخر میں پڑھتے تھے۔ اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك وبمعا فاتك من عقوبتك واعوذبك منك لاحصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد کے پہلے شیخ ہشام ہیں اور مجھے یحییٰ بن معین کی یہ بات پہنچی کہ حماد بن سلمہ کے علاوہ کسی نے بھی اس کو روایت نہیں کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عیسیٰ بن یونس، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ، سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی کے والد محترم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے اندر رکوع سے قبل قنوت پڑھی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عیسیٰ بن یونس اس حدیث مبارکہ کو بھی فطر بن خلیفہ، زبید، سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی کے والد محترم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل بیان کیا۔ حفص بن غیاث، مسعر، زبید، سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے والد محترم سے وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے قبل وتر میں قنوت پڑھی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث سعید نے جو قتادہ سے روایت کیا ہے اسے یزید بن زریع، سعید، قتادہ، عزرہ، سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی نے اپنے والد محترم سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اس کے اندر قنوت کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اس کو عبدالاعلیٰ اور محمد بن بشر عبدی جس نے اس کو کوفہ سے عیسیٰ بن یونس سے سماع کیا اس نے قنوت کا ذکر نہ فرمایا اور اس کو ہشام دستوائی، شعبہ، عبدالمالک بن ابی سلیمان اور جریر بن حازم تمام نے زبید سے روایت کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی قنوت کا ذکر نہ فرمایا مگر یہ کہ جس کو روایت کیا حفص بن غیاث، مسعر نے زبید سے انہوں نے اپنی حدیث میں کہا بے شک قنوت رکوع سے قبل

پڑھی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ مشہور نہیں ہے اور حفص کی حدیث مبارکہ کے بارے میں ہمیں خوف ہے کہ حفص نے مسعر کے علاوہ دوسروں سے روایت کیا ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: روایت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ ماہ رمضان کے نصف میں قنوت پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1215)

1216 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهِ اَنَّ اُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ اَمَّهُمْ يَعْنِىْ فِىْ رَمَضَانَ وَكَانَ يَقْنُتُ فِى النِّصْفِ الْاٰخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

محمد نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کی رمضان میں امامت کرواتے اور رمضان المبارک کے آخری نصف میں قنوت پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1216)

1217 حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّىْ لَهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّلَا يَقْنُتُ بِهِمْ اِلَّا فِى النِّصْفِ الْبَاقِىْ فَاِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلّٰى فِىْ بَيْتِهٖ فَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَىٌّ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الَّذِىْ ذُكِرَ فِى الْقُنُوْتِ لَيْسَ بِشَىْءٍ وَهٰذَانِ الْحَدِيْثَانِ يَدُلَّانِ عَلٰى ضَعْفِ حَدِيْثِ اُبَيٍّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِى الْوِتْرِ

حسن سے روایت ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے لوگوں کو جمع فرمایا پس آپ رضی اللہ عنہ ان کو بیس (20) رکعات پڑھاتے تھے اور ان کے ساتھ قنوت کی تلاوت نہ فرماتے مگر باقی نصف کے اندر۔ پس جب آخری دس روزے باقی بچے تو ان کو ترک کر کے اپنے گھر میں ادا فرمانے لگے تو وہ کہتے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ بھاگ گئے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے قنوت کا ذکر کیا وہ کچھ نہیں اور یہ دونوں احادیث حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضعف پر دال ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں قنوت پڑھی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1217)

شرح:

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ نے قنوت فی الوتر کے بجائے ''باب الدعا فی الوتر'' قائم فرمایا اور اس کے اندر وہی حدیث مبارکہ ذکر فرمائیں جو امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں اور اس کے علاوہ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ بھی ذکر فرمائی جس کے اندر قنوت فی الوتر ذکر ہے۔اس کے اندر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رواۃ کا اختلاف ثابت کیا۔ ایک طریق قنوت فی الوتر کے متعلق اور باقی دو میں قنوت فی الوتر ذکر نہیں فرمایا۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے قنوت فی الوتر کا باب باندھ کر اس میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما والی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی۔اور اس پر حسن کا حکم لگا۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ نے سنن الکبریٰ کے اندر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نقل کر کے اس کی تائید فرمائی ہے۔

مذاہب اربعہ

قنوت فی الوتر کے متعلق آئمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

رکوع کے بعد قنوت پڑھے۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے کیونکہ حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صبح کی نماز میں قنوت کی صورت کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہم رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد دونوں طرح قنوت کرتے تھے۔(المغنی:جز:1،ص:447)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

وتر میں قنوت پڑھنے کے کئی قول ہیں صحیح اور مشہور یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔(شرح المہذب:جز:4،ص:15)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

بہرحال وتر کے اندر قنوت پڑھنے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں وتر میں قنوت پڑھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ منع فرماتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی ہے(گویا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر میں قنوت پڑھنا منع ہے)(بدایۃ المجتہد:جز:1،ص:148)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت کرے جیسا کہ ہم آثار صحابہ سے نقل کر چکے ہیں کیونکہ قنوت حکماً قرأت ہے اس لیے کہ نمازی کا قول اللھم انا نستعینك حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے مصحف میں دو سورتوں میں لکھا ہوا ہے اور جبکہ قرأت رکوع سے قبل ہے تو قنوت بھی رکوع سے قبل ہوگی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا قول فرماتے ہیں اور اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی حدیث مبارکہ نہیں ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وتر کے قنوت کو نماز فجر کے قنوت پر قیاس کیا ہے۔

(المبسوط: جز:1، ص:165)

حنفیہ کے مزید دلائل

حنفیہ کے نزدیک قنوت رکوع سے پہلے ہے جس پر کثیر دلائل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1215)

دلیل نمبر: 2

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال قنوت مشروع قرار دیتے تھے اور ان کا مؤقف تھا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھی جائے۔ (ترمذی: ص:93)

دلیل نمبر: 3

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے دوسری میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ (سنن النسائی: جز:1، ص:175)

دلیل نمبر: 4

علقمہ سے روایت ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(المصنف: جز:2، ص:302)

دلیل نمبر: 5

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (المصنف: ج: 2، ص: 302)

دلیل نمبر: 6

عاصم سے روایت ہے:

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: قنوت ثابت ہے میں نے پوچھا رکوع سے قبل یا بعد تو ارشاد فرمایا رکوع سے قبل۔ (صحیح البخاری: ج: 1، ص: 136)

دلیل نمبر: 7

اسود بن یزید سے روایت ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھی۔ (المصنف: ج: 2، ص: 302)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن حسن بن علی رضی الله عنهما**

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بڑے نواسے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لخت جگر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

حسن بن علی بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے۔ نبی کریم ﷺ کے نواسے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ہیں جو سیدۃ نساء العلمین ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہل جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے خوشبودار پھول اور آپ ﷺ کے ہم شکل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام حسن رکھا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا اور بال مونڈے اور یہ حکم دیا کہ ان کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کر دی جائے جن کو آپ ﷺ نے چادر میں لیا ان میں یہ پانچویں ہیں۔

ابو احمد عسکری نے کہا ہے:

ان کی کنیت ابو محمد خود حضور انور ﷺ نے رکھی تھی۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ یہ نام کسی کے نہیں رکھے گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نصف رمضان المبارک 3ھ میں پیدا ہوئے اور 49ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

(اسد الغابہ: ج: 2، ص 9 تا 10)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں۔ اپنے والد محترم کی شہادت کے بعد کوفہ والوں کی بیعت سے آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور چھ مہینے اور کچھ دن تک خلیفہ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ اور امام عادل اور صادق ہیں اور اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو پورا فرمانے والے ہیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بعد تیس سال تک خلاف رہے گی اگرچہ یہ چھ مہینے ان تیس سال کو پورا کرنے والے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت نص سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہو گیا ہے اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے نائب بنے اور اس کو تسلیم آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں کیا جس کا ذکر ابھی کیا جائیگا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حق کے متعلق تنازع کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا حق نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور خلافت کو چھوڑنے کے خط میں اس طرح ہے ان چھ مہینوں کے بعد آپ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر تشریف لائے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر سامنے آئے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں لشکروں کو ملاحظہ کیا تو جان گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے کی زیادہ تعداد کو ختم نہ فرمادے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع کے طور پر لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس رہے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ، حجاز اور عراق والوں میں سے کسی شے کو شرط قرار نہیں دیں گے علاوہ ازیں اس کے جو وہ میرے والد محترم کے زمانہ میں دیتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ میرا قرض ادا فرمائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دس باتوں کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کی شرائط کو قبول فرمالیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مسلسل ان سے کلام کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ جو چاہیں اس پر تحریر فرمادیں میں اس پر پابند رہوں گا جس طرح کہ کتب سیرت میں رقم ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری میں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پہاڑوں میں لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل خروج کیا۔ تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں ان لشکروں کو ملاحظہ کر رہا ہوں جو اپنے سامنے والے کو مارے بنا واپس نہیں لوٹیں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! عمرو بہترین شخص ہیں اگر یہ لوگ ان کو اور وہ ان کو ماردیں تو مسلمانوں کے امور اور ان کی عورتوں اور ان کی جاگیروں کے معاملات کو طے کرنے میں میرا معاون کون ہوگا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو

اشخاص عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبدالرحمٰن بن عامر کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں ان دونوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا کیا مطالبہ ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بنو مطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے اور یہ لوگ خون میں تیرائی کر کے آئے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس معاملہ میں میری ضمانت کون دے گا۔

انہوں نے کہا: ہم اس معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی ضمانت دیتے ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جو بات پوچھی انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمالی۔

ان واقعات میں اس طرح بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا ہو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ذکر کردہ مطالبات تحریر فرما کر روانہ کیے اور جب دونوں کی صلح ہوگئی ہو تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ وہ تحریر ہے جس کے ذریعے حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی ہے۔ یہ صلح اس بات پر ہوئی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر عطا فرمائیں گے کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین مہدیین کے مطابق عمل کریں گے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت عطا کر جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورہ سے نپٹایا جائے گا اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں جس مقام پر ہوں گے امن میں ہوں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ رضی اللہ عنہ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے متعلق حفاظت میں رہیں گے اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی لازمی ہوگا کہ وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ بربادی نہیں کریں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ ڈرائیں گے میں فلاں بن فلاں اس پر شہادت دیتا ہوں "وکفی باللہ شھیداً" جب صلح ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس تمنا کا مظاہرہ کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر کریں اور ان کو بتائیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے حوالے کر دی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ اس بات کو قبول فرما کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثناء ذات باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا لوگو! سب سے بڑی دانائی، تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے پھر ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو میرے نانا جان کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی، گمراہی سے حفاظت

میں رکھا، جہالت سے نجات عطا فرمائی، ذلت کے بعد عزت عطا فرمائی اور قلت کے بعد تمہیں کثرت عطا فرمائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حق کے بارے میں تنازع کیا تھا اور وہ میرا حق ہے اس کا حق نہیں اور تم نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو ختم کرنے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کو محبوب رکھا ہے اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور جو میرے اور ان کے مابین ہو رہی ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کی ہے اور میں خون خرابہ کی بدولت خون کی حفاظت کو بہتر سمجھتا ہوں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لیے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے میں ہو لیکن میں نے صرف آپ رضی اللہ عنہ کی اصلاح اور بقاء کو پسند کیا ہے اور جس بات سے اس صلح پر آپ رضی اللہ عنہ کا سینہ کھلا ہے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے۔

جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرا یہ سید (سردار) بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں جلد ہی صلح کروائے گا۔

اسے بخاری نے روایت کیا اور الدولابی نے بیان کیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگرچہ سب عرب میرے ہاتھ میں تھے جس سے صلح کرتا وہ صلح کر لیتے اور جس سے قتال کرتا وہ قتال کر لیتے لیکن میں نے خلافت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لئے ترک کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول 41ھ میں خلافت کو الوداع کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دوست آپ رضی اللہ عنہ سے کہتے۔ اے مومنین کے عار! آپ رضی اللہ عنہ فرماتے عار نار سے بہتر ہے۔ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مومنین کو ذلت میں ڈالنے والا نہیں مگر میں نے بادشاہی کے لئے آپ لوگوں سے لڑنا جھگڑنا پسند نہیں کیا پھر آپ رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسی جگہ کو اپنی قیام گاہ بنا لیا۔ (الصواعق المحرقۃ: ص135 تا 137)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ 1:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے مابین صلح کرا دے اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کبھی لوگوں کی طرف نظر کرم فرماتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف نظر رحمت فرماتے۔ (صحیح البخاری:ص:211)

حدیث مبارکہ:2

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں۔ اے اللہ عزوجل! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ (صحیح البخاری:ص:91)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) دنیا میں میری خوشبو ہیں۔ (الصواعق المحرقہ:ص:137)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن الترمذی:ص:238)

حدیث مبارکہ:5

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ عزوجل! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرتا ہے تو اس سے بھی محبت کر۔ (ترمذی:ص:239)

حدیث مبارکہ:6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرات) حسن وحسین رضی اللہ عنہما۔ (ترمذی:ص:239)

حدیث مبارکہ:7

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ایک شخص ملا اس نے عرض کیا:

اے نوجوان! تو کیا ہی اچھی سواری پر سوار ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سوار بھی کیا ہی اچھا ہے۔ (مستدرک:ص:186)

حدیث مبارکہ:8

حضرت زہیر بن ارقم سے روایت ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے لئے قیام کیا تو از دشنوءق میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کو گھٹنے کے بل بٹھاتے ملاحظہ کیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کو اس سے بھی محبت کرنی چاہئے اور موجود شخص کو چاہئے کہ اس بات کو اس تک پہنچا دے جو یہاں نہیں بیٹھا اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال نہ ہوتا تو میں اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرتا۔

(مستدرک:ص:190)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میں حسن سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔ (صحیح البخاری:ص:318)

حدیث مبارکہ:10

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھاگ کر آئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل فرما کر فرمانے لگے اے اللہ عزوجل! میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرتا ہے اس سے تو بھی محبت کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے تھے۔ (صحیح مسلم:ص:158)

حدیث مبارکہ: 11

مخارق سے روایت ہے:

حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء میں سے ایک عضو میرے گھر میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نے اچھا خواب دیکھا ہے، عنقریب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا تم اس کو دودھ پلاؤ گی پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے ان کو دودھ پلایا۔ (اسد الغابہ: جز:2، ص:11)

حدیث مبارکہ: 12

ابوالحوراء سے روایت ہے:

میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کون سی احادیث مبارکہ یاد ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا:

مجھے یاد ہے کہ میں نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی اور اس کو منہ میں رکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو میرے منہ سے نکال کر پھر صدقہ کی کھجوروں میں ڈال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کھجوروں میں کیا حرج ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے صدقہ جائز نہیں ہے۔ (اسد الغابہ: جز:2، ص:11)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ (اسد الغابہ: جز:2، ص:11)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اچانک حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے وہ دونوں دو سرخ قمیضیں پہنے لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر انہیں اٹھایا اور اپنے پاس بٹھا دیا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہی ہیں میں نے ان دو بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کرسکا حتیٰ کہ میں نے اپنا خطبہ منقطع کیا اور ان کو اٹھایا۔ (اسد الغابہ: جز:2،ص:12)

حدیث مبارکہ:15

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کے ساتھ تم نے تمسک کیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے ایک چیز دوسری سے عظیم ہے کتاب اللہ جو آسمانوں سے زمین تک اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور میری عزت میرے اہل بیت۔ یہ دونوں چیزیں ہرگز الگ نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر آئیں گی پس غور کرو تم میرے بعد ان کے لئے جانشین ہو گے۔

(اسد الغابہ: جز:2،ص:12)

حدیث مبارکہ:16

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے کوئی مشابہ نہیں تھا۔ (اسد الغابہ: جز:2،ص:12)

حدیث مبارکہ:17

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے اپنی زبان کو باہر نکالتے اور جب بچہ زبان کی سرخی کو دیکھتا تو اس کی طرف ڈھل جاتا۔ (الصواعق المحرقہ: ص:138)

حدیث مبارکہ:18

عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن زبیر سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کے اہل میں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ آپ ﷺ کے مشابہ اور آپ ﷺ کو محبوب تھے میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا اور نبی کریم ﷺ سجدہ میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے اور اپنی مرضی پر اترے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی ٹانگوں کو کھلا فرما دیتے تاکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوسری طرف سے سرک جائیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص:138)

حدیث مبارکہ:19

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر میں ہوتے تھے آپ رضی اللہ عنہ آ کر سجدہ کی حالت میں کبھی نبی کریم ﷺ کی پشت پر اور کبھی گردن پر بیٹھ جاتے۔ نبی کریم ﷺ آہستہ سے ان کو ہٹاتے جب آپ ﷺ نے نماز سے فراغت پائی تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ میری خوشبو ہے اور میرا یہ بیٹا سردار ہے اور میرے لیے یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (الصواعق المحرقہ: ص:138)

حدیث مبارکہ:20

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے اور ان کے والدین سے محبت کرتا ہے وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوں گے۔ (مسند احمد: ص:49)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کارنامے

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ سید کریم، حلیم، زاہد، پرسکون، باوقار، حشمت والے اور سخی کی تعریف کے قابل تھے۔

حلیہ میں ابونعیم نے روایت کیا ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملاقات کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں اس کے گھر کی طرف پیدل نہیں چلا ہوں لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ بیس سال بیت اللہ شریف کی طرف پیدل تشریف لاتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حاکم نے روایت کیا ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے 25 حج پیدل کیے ہیں اور اونٹنیاں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کھینچ کر لائی جاتی رہیں۔

ابونعیم نے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے دوبار زکوۃ نکالی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے مال کو تین بار تقسیم فرمایا حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک جوتا عطا فرماتے اور دوسرا روک لیتے اور ایک موزہ دیتے اور دوسرا پاس رکھ لیتے۔ ایک شخص کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ

وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم طلب کرتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو دس ہزار درہم بھجوا دیئے۔ ایک شخص جو پہلے مال دار تھا اپنی غربت اور بدحالی کی شکایت لے کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہارے سوال کا استحقاق یہ ہے کہ جس سے میری معلومات میں اضافہ ہو کہ آپ کو کیا دینا چاہئے اور وہ دینا میرے لئے مشکل ہے اور میرا ہاتھ تمہاری اہلیت کے مطابق دینے سے عاجز ہے اور راہ خدا عزوجل میں کثیر مال کا دینا بھی تھوڑا ہی ہے اور جو میرے پاس ہے وہ تیرے شکر کے مطابق پورا ہے اور اگر تو تھوڑا قبول فرمائے اور مجھ سے جلسے کے اہتمام کے درد کو دور فرما دے تو تو نے جو کیا ہے میں اس میں تکلف نہیں کروں گا۔ اس نے عرض کیا اے فرزند دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کم کو قبول کرلوں گا اور عطیہ پر شکر یہ ادا کروں گا اور میں منع کرنے پر عذر گمان کروں گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس سے حساب کیا۔ اور ارشاد فرمایا مجھے زیادہ رقم ادا کرو اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ کے پاس جو پانچ سو دینار تھے ان کا آپ نے کیا کچھ کیا ہے۔

اس نے عرض کیا:

وہ میرے پاس ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لاؤ جب وہ لایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس شخص کو عطا فرمائے اور معذرت بھی کرلی۔

ایک بڑھیا نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی ضیافت کی آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں عطا فرمائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو اسی طرح دیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں عطا فرمائیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بزار نے روایت کیا ہے: جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ایک شخص نے نماز کی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کردیا اور سجدے میں آپ رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے اہل عراق ہمارے متعلق اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو ہم آپ کے امیر اور مہمان بھی ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب:33)

آپ رضی اللہ عنہ اس آیت کو بار بار تلاوت فرماتے رہے حتیٰ کہ سب مسجد والے رو دیئے۔

عمیر بن اسحاق نے ابن سعد سے روایت کیا ہے:

انہوں نے کہا: میں نے ایک بار کے علاوہ کبھی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے منہ سے گندی بات نہیں سنی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اور عمرو بن

عثمان بن عفان کے مابین کسی زمین کے بارے میں کوئی تنازع تھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا ہمارے پاس وہ ہے جو اس کو ذلت میں ڈالے گا یہ وہ سخت کلمہ ہے جو میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔مروان نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد کو بھیجا جو آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا وہ مدینہ منورہ کا عامل تھا اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کے قاصد سے فرمایا۔

اس کو جا کر کہو! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے کر ان سے کوئی بات ختم نہیں کرنا چاہتا جو تو نے کہا ہے۔اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے اور میرے جمع ہونے کا ایک ہی مقام ہے۔اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے سچ کی آپ کو جزا دے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا بھی ہے۔

مروان نے ایک بار آپ رضی اللہ عنہ پر سختی کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا پھر اس نے دائیں ہاتھ سے ناک کا گندہ مادہ نکالا۔تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا برا ہو کیا تمہیں علم پتہ نہیں کہ دایاں ہاتھ منہ کے لئے اور بایاں شرم گاہ کے لئے ہے۔تم پر افسوس ہے تو مروان نے سکوت اختیار کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ عورتوں کو بہت زیادہ طلاق دینے والے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ محبت کرنے والی عورت کو ترک کر دیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوے (90) عورتوں سے شادی فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے کوفہ والو! حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عورتیں نہ دو وہ بہت طلاق دینے والے شخص ہیں۔

تو ایک ہمدانی نے کہا:

ہم اس کو ضرور لڑکیاں بیاہیں گے وہ جس سے راضی ہو اس کو رکھ لے اور جس کو ناپسند کرے اس کو طلاق دے دے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو مروان آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر بہت رویا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کیا تم اس شخص پر روتے ہو جس کو تم نے سخت اذیتیں دی ہیں۔اس نے جواب دیا میں یہ اس آدمی سے کرتا تھا جو پہاڑ سے زیادہ بردبار تھا۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ مجھے دولت مندی کی بدولت غربت، صحت کی بدولت بیماری بہت زیادہ محبوب ہے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے۔میں کہتا ہوں کہ جو شخص خود کو اس اچھائی کے حوالے کر دے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند فرمائی ہے کہ اس کو اس حالت کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے دوسری کی آرزو نہیں رکھنی چاہئے۔آپ رضی اللہ عنہ ہر سال ایک لاکھ روپیہ خرچ کرتے تھے۔ایک سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روپیہ روک لیا اور آپ رضی اللہ عنہ

بہت تنگ ہو گئے۔ ارشاد فرمایا میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بارے میں یاد دلانے کے لئے خط لکھنے کے لئے سیاہی منگوائی پھر میں رک گیا میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن (رضی اللہ عنہ) کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا ابو جان! اچھا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں نے مال کے رک جانے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اپنی طرح کے بندوں کو یاد دہانی کے لئے سیاہی منگوائی تھی۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں کیا کہا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دعا کیا کرو۔ اے اللہ عزوجل! میرے قلب میں اپنی امید دے دے اور اپنے علاوہ میری امیدی ختم کر دے حتیٰ کہ میں تیرے علاوہ کسی سے امید نہ رکھ سکوں۔ اے اللہ عزوجل! جس چیز سے میری طاقت کمزور اور میرا عمل کم ہو اور میری رغبت اور میرا سوال اس کو نہ پہنچے اور جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہے اس یقین کے بارے میری زبان پر بات نہ چلے۔ اے ارحم الراحمین مجھے اس سے خاص کر۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے میری طرف ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے بھیج دیئے تو میں نے کہا! سب تعریفیں اس ذات باری تعالیٰ کے لئے ہیں جو یاد کرنے والے کو ہرگز نہیں بھولتا اور اس سے دعا کرنے والا نامراد نہیں لوٹتا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن (رضی اللہ عنہ) کیا حال ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ٹھیک ہوں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے جو خالق سے امید رکھتا ہے وہ مخلوق سے امید نہیں رکھتا جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے فرمایا: اے بھائی! آپ رضی اللہ عنہ کے والد رضی اللہ عنہ نے خلافت کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرما دی پھر پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرما دی پھر شوریٰ کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کو یقین حاصل تھا کہ خلافت مجھے نصیب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہادت حاصل فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی پھر آپ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا گیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار پکڑ لی لیکن خلافت کا معاملہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے درست نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت کو جمع نہیں فرمائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ جس بات سے آپ رضی اللہ عنہ کو تنگ کر کے خروج کروائیں گے میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہونے کی آرزو کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہا نے اس کو قبول فرما لیا جب میں وصال فرما جاؤں تو سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر اس بات کا مطالبہ کرنا میرا گمان ہے کہ لوگ جلد ہی اس کو روک لیں گے اگر وہ اس طرح کریں تو ان سے مباحثہ نہ کرنا جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر پیغام دیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ تو ایک نعمت اور عزت کی بات ہے۔ مروان نے ان کو روکا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے ہتھیار اٹھا لیے حتیٰ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو واپس فرما دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ محترمہ کے پہلو میں بقیع میں دفن فرما دیا گیا۔

(الصواعق المحرقۃ: ص 139 تا 140)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی تاریخ وصال میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے: 49ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے: 50ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے:

51ھ میں وصال ہوا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر پلا دیا تھا آپ رضی اللہ عنہ اس زہر کے اثر سے چالیس دن بیمار رہے اور پھر وصال فرما گئے جب آپ رضی اللہ عنہ کا مرض زیادہ ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اے بھائی! مجھے تین بار زہر پلایا گیا لیکن اس بار سب سے زیادہ شدید زہر تھا جس سے میرا جگر کٹ رہا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا! آپ رضی اللہ عنہ کو کس نے زہر دیا ہے؟ کہا تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟ کیا تم ان سے قتال کرو گے؟ میں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ اجازت طلب کی گئی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ خوشی سے اجازت دے دی لیکن بنوامیہ کے امراء نے مزاحمت کی اس لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دوسری وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔

(اسد الغابہ: جز: 2، ص: 15)

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ جعدہ دختر اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کے لئے خفیۃً بھجوایا۔ یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کی شادی اس عورت سے کرائی اور اس کے لئے ایک لاکھ روپے خرچ کیے اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دے دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چالیس دن تک بیمار رہے جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو اس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے بارے میں پوچھا اس نے جواب دیا ہم نے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بھی تمہیں پسند نہیں کیا تو پھر آپ کو اپنے لئے کس طرح پسند کرتے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 140)

وتر کے بعد دعا کا بیان

یہ باب وتر کے بعد دعا کے حکم میں ہے۔

1218 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ طَلْحَةَ الْاَيَامِيِّ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ فِي الْوِتْرِ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کی نماز کا سلام پھیرا کرتے تو سبحان الملک القدوس فرمایا کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:41)

1219 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِیْ غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ الْمَدَنِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهٖ اَوْ نَسِيَهٗ فَلْيُصَلِّهٖ اِذَا ذَكَرَهٗ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو وتر کی نماز سے سو جائے یا اس کو بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ یاد آنے پر ان کو پڑھ لے۔

(مستدرک: جز:1،ص:443،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:453،سنن دار قطنی: جز:4،ص:343،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:21،ص:461)

شرح:

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار پڑھا کرتے تھے پہلی اور دوسری بار آہستہ اور تیسری بار آواز کو بلند کر کے پڑھا کرتے تھے۔ یہاں پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے باب فی الدعا بعد الوتر میں یہ ہے کہ دعا سے مراد عام دعا ہے چاہے وہ دعا ہو یا ذکر ہو۔

☆ قوله من نام عن وتره او نسيه فليصله اذا ذكره۔

سوال

یہاں پہ سوال ہوتا ہے کہ وتر کی قضاء کب تک ہے؟

الجواب

اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

1-صحابہ کرام وتابعین عظام کی ایک جماعت جس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں ان کے نزدیک وتر کی قضا صبح کی نماز پڑھنے سے قبل قبل ہے اس کے بعد نہیں ہے۔اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز تک وتر کا وقت وقت ادا ہے نہ کہ قضا ہے۔

2-احناف اور شوافع کا قول مشہور یہ ہے کہ وتر کی قضا ہمیشہ ہے کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں کہ اس کے بعد قضا نہ ہو مگر احناف کے نزدیک اوقات مکروہہ میں پڑھنا جائز نہیں جس طرح کہ صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

طلوع وغروب ونصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفلی نہ ادا نہ قضا یونہی تلاوت وسجدہ سہو بھی ناجائز ہے۔(بہار شریعت:جز:1،ص:454)

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وتر کی نماز تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھنے سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں وتر کی نماز پڑھنے سے ابتداء کی تھی اور جس روایت میں ہے کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز تک وتر کو مؤخر نہ کرو اس کی قضا سے منع کرنا مقصود نہیں ہے نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے وتر کی قضا پڑھی جاتی ہے یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے اور فرائض سے کم ہے کیونکہ وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ وتر کے لئے اذان دی جائے گی۔(المبسوط:جز:1،ص:155)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

☆ قولہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اچھی قرأت کرنے والے تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے!

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں سب سے زیادہ شدید عمر (رضی اللہ عنہ) ہے سب سے زیادہ حیاء دار اور صادق عثمان (رضی اللہ عنہ) ہے اور حلال وحرام کا سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) ہے اور وراثت کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) ہے اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) ہے۔

واقدی نے روایت کیا ہے:

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو جس شخص نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے لئے لکھا وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے آخر میں لکھنے والے بھی یہی تھے جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے۔

حضرت ابونعیم نے فرمایا ہے کہ

حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 22ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

30ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے یہ خضاب نہیں لگاتے تھے۔ (اسد الغابہ: جز: 1، ص: 50)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ خزرجی ہیں کاتب وحی تھے آپ رضی اللہ عنہ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے قاری تھے۔ حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل، حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطاب دیا سید الانصار، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطاب دیا سید المسلمین کا، آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں 19ھ انیس ہجری میں وفات پائی یعنی خلافت میں۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 516)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ

باب: سونے سے قبل وتر پڑھنا

یہ باب سونے سے قبل وتر پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1220 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ مِنْ اَزْدِ شَنُوئَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اَوْصَانِي خَلِيْلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَا اَدَعُهُنَّ فِي سَفَرٍ وَلَا حَضَرٍ رَكْعَتَي الضُّحٰى وَصَوْمِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ وَاَنْ لَّا اَنَامَ اِلَّا عَلٰى وِتْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی جن کو نہ تو میں سفر میں ترک کرتا ہوں نہ ہی حضر میں وہ دو رکعات چاشت اور ہر ماہ میں تین روزے اور یہ کہ وتر پڑھ کر سوؤں۔

(معجم الاوسط: جز: 2، ص: 213، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 402، شعب الایمان: جز: 3، ص: 387، مسند ابی عوانہ: جز: 2، ص: 9)

1221 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ السَّكُوْنِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ اَوْصَانِي خَلِيْلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَا اَدَعُهُنَّ لِشَيْءٍ اَوْصَانِي بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَلَا اَنَامُ اِلَّا عَلٰى وِتْرٍ وَبِسُبْحَةِ الضُّحٰى فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ ان کو نہ ترک کیا کرو مجھے ہر ماہ میں تین روزے رکھنے کی وصیت فرمائی اور وتر پڑھ کر سویا کرو اور حضر وسفر میں چاشت کی نماز پڑھوں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1221)

1222 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ اِسْحٰقَ السَّيْلَحِيْنِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِي بَكْرٍ مَتٰى تُوْتِرُ قَالَ اُوْتِرُ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَتٰى تُوْتِرُ قَالَ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَقَالَ لِاَبِي بَكْرٍ اَخَذَ هٰذَا بِالْحَزْمِ وَقَالَ لِعُمَرَ اَخَذَ هٰذَا بِالْقُوَّةِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا! آپ وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا رات کے اول حصے کے اندر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا! آپ وتر کب پڑھتے ہو۔

انہوں نے عرض کیا: رات کے اخیری حصہ کے اندر، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: آپ نے اس کو احتیاطاً کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ آپ نے قوت کی وجہ سے اس طرح کیا۔

(معجم الاوسط: ج:3،ص:251، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:35، صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:145، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:36،ص:78)

شرح: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا فعل مبارک

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کے اول حصہ میں وتر پڑھا کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے آخر حصہ میں پڑھا کرتے جس سے ثابت ہوا کہ چاہے وتر رات کے اول حصہ میں پڑھے چاہے آخر حصہ میں دونوں طرح جائز ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ وَقْتِ الْوِتْرِ

باب: وتر کے وقت کے متعلق

یہ باب وتر کے وقت کے بارے میں ہے۔

1223 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ مَتٰى كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُلَّ ذٰلِكَ قَدْ فَعَلَ اَوْتَرَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَوَسَطَهُ وَاٰخِرَهُ وَلٰكِنِ انْتَهٰى وِتْرُهُ حِيْنَ مَاتَ اِلَى السَّحَرِ

مسروق سے روایت ہے: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کب پڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ ﷺ نے ہر وقت میں ادا فرمائے ہیں رات کے اول، درمیانی اور آخری حصے میں لیکن آپ ﷺ نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت فجر کے قریب ادا فرمائے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:28، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:456، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:34، سنن الترمذی: جز:2،ص:261)

1224 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبح طلوع ہونے سے وتر پڑھا کرو۔

(مستدرک: جز:1،ص:443، معجم الکبیر: جز:12،ص:366، سنن الترمذی: جز:2،ص:279، شرح السنۃ: جز:1،ص:232)

1225 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ رُبَّمَا اَوْتَرَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ مِنْ اٰخِرِهِ قُلْتُ كَيْفَ كَانَتْ قِرَائَتُهُ اَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَائَةِ اَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلَّ ذٰلِكَ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّاَ فَنَامَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ غَيْرُ قُتَيْبَةَ تَعْنِيْ فِي الْجَنَابَةِ

عبداللہ بن ابی قیس سے روایت ہے: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اول حصہ میں ادا فرمایا کرتے اور بعض اوقات رات کے آخری حصہ میں ادا فرمایا کرتے۔ میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کس طرح ہوا کرتی تھی؟ سراً قرأت ہوا کرتی یا جہراً تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فعل فرمایا بعض اوقات آہستہ پڑھا کرتے اور بعض اوقات جہراً پڑھتے بعض اوقات غسل فرما کر آرام فرما لیتے اور بعض اوقات صرف وضو کر کے آرام فرما لیتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قتیبہ کے علاوہ دیگر نے بیان کیا ہے کہ مراد جنابت کا غسل ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:35)

1226 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے اندر اپنی وتر کی نماز کو رکھو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:468،شرح السنۃ: ج:1،ص:232،صحیح ابن خزیمہ: ج:2،ص:144،صحیح البخاری: ج:4،ص:81)

شرح:

عشاء سے لے کر صبح صادق طلوع ہونے سے قبل قبل وتر پڑھے جاسکتے ہیں۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگرچہ عشاء و وتر کا وقت ایک ہے مگر باہم ان میں ترتیب فرض ہے کہ عشاء سے پہلے وتر کی نماز پڑھ لی تو ہوئی ہی نہیں البتہ بھول کر اگر وتر پڑھ لیے یا بعد کو معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز بے وضو پڑھی تھی اور وتر وضو کے ساتھ تو وتر ہو گئے۔

(درمختار: ج:2،ص:23)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جوشخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہواس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے پھر اگر پچھلے پہر کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے وتر کا اعادہ جائز نہیں۔ (درمختار وردالمختار: ج:2، ص:34)

☆ عن عبدالله بن قيس رضى الله عنه

حضرت عبداللہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالاسود ہے شامی عطیہ ابن عازب کے آزاد کردہ غلام ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لیں۔ (مراۃ المناجیح: ج:8، ص:541)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِيْ نَقْضِ الْوِتْرِ

باب: نقض وتر کا بیان

یہ باب ایک ہی رات میں وتر کو دوبارہ نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1227 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ قَالَ زَارَنَا طَلْقُ بْنُ عَلِيٍّ فِيْ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ وَاَمْسٰى عِنْدَنَا وَاَفْطَرَ ثُمَّ قَامَ بِنَا اللَّيْلَةَ وَاَوْتَرَ بِنَا ثُمَّ انْحَدَرَ اِلٰى مَسْجِدِهٖ فَصَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ حَتّٰى اِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَدَّمَ رَجُلًا فَقَالَ اَوْتِرْ بِاَصْحَابِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ

قیس بن طلق سے روایت ہے: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ ایک دن ماہ رمضان میں ہمارے پاس آئے اور شام تک ہمارے پاس ہی رہے اور روزہ افطار فرمایا پھر اسی رات کو ہمارے ساتھ قیام فرمایا اور ہمارے ساتھ وتر ادا فرمائے پھر آپ اپنی مسجد کی جانب تشریف لے گئے تو اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر کی نماز باقی بچی تو ایک شخص کو آگے کر کے فرمایا آپ اپنے ساتھیوں کو وتر کی نماز پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک ہی رات میں وتر کو دوبار نہیں پڑھا جاتا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:36، سنن النسائی: ج:6، ص:172)

شرح:
بعض صحابہ کرام جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقض وتر کے قائل تھے۔ آئمہ اربعہ اور جمہور نقض وضو کے قائل نہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الْقُنُوتِ فِي الصَّلَوَاتِ

باب: نمازوں میں قنوت پڑھنا

یہ باب نمازوں میں قنوت پڑھنے کے حکم میں ہے۔

1228 حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ وَاللّٰهِ لَأُقَرِّبَنَّ لَكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكَافِرِينَ

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھاؤں گا۔ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آخری رکعت کے اندر قنوت پڑھتے اور مومنین کے لئے نماز کے اندر دعا فرمایا کرتے اور کافرین پر لعنت کرتے۔

(سنن الدارقطنی: جز:4، ص:404، سنن النسائی: جز:4، ص:226، سنن الدارمی: جز:1، ص:454، سنن النسائی: جز:2، ص:202)

1229 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالُوا كُلُّهُمْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ زَادَ ابْنُ مُعَاذٍ وَصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے۔ ابن معاذ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ مغرب کی نماز میں بھی اسی طرح کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:198، سنن الترمذی: جز:2، ص:167، سنن دارقطنی: جز:4، ص:398)

1230 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ

اَبِیْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوةِ الْعَتَمَةِ شَهْرًا يَقُوْلُ فِیْ قُنُوْتِهِ اللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اللّٰهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِیْ يُوْسُفَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَدْعُ لَهُمْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ وَمَا تُرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوْا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے اندر ایک ماہ تک قنوت کو پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قنوت میں کہا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما، اے اللہ عزوجل! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ عزوجل! کمزور مسلمین کو نجات عطا فرما، اے اللہ عزوجل! مضر پر اپنی سخت گرفت فرمالے۔ اے اللہ عزوجل! ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح سال کو بھیج دے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح تک ان کے واسطے کوئی بھی دعا نہ فرمائی تو میں نے یہ بات عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا آپ دیکھتے نہیں ہو کہ وہ آگئے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:197)

1231 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِیُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ يَدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءٍ مِنْ بَنِیْ سُلَيْمٍ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَيُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نماز فجر میں قنوت تلاوت فرمائی ہر نماز کی آخری رکعت میں جب سمع اللہ لمن حمدہ فرمالیتے تو بنی سلیم کے قبیلوں، رعل، ذکوان اور عصیہ کی بربادی کے واسطے دعا فرمایا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی آمین کہا کرتے۔

(مستدرک: جز:1،ص:348، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:200، صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:313، مسند احمد: جز:6،ص:142)

1232 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ سُئِلَ هَلْ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَقَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ قَالَ مُسَدَّدٌ بِيَسِيْرٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز قنوت پڑھی ہے؟ تو فرمایا! ہاں۔ ان کو کہا گیا کہ رکوع سے قبل یا بعد، فرمایا! رکوع کے بعد۔ مسدد فرماتے ہیں: تھوڑے عرصہ کے ساتھ۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1232)

1233 حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک قنوت پڑھی پھر ترک فرمادی۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:273، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:201)

1234 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُفَضَّلٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْغَدَاةِ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ قَامَ هُنَيَّةً

محمد بن سیرین سے روایت ہے: مجھے اس آدمی نے بیان کیا ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت سے اپنا سر اقدس اٹھایا تو کچھ دیر قیام فرمایا۔

(سنن دارقطنی: جز:4،ص:399)

شرح:

اس باب کے اندر قنوت نازلہ کا بیان ہے جو کہ اکثر کے نزدیک تمام فرض نمازوں میں مشروع ہے اسی وجہ سے یہاں پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فی الصلوات جمع کا صیغہ لائے ہیں برخلاف قنوت دائمی کے کہ وہ جن آئمہ کرام کے نزدیک فرض نماز میں مشروع ہے وہ صرف فجر کی نماز کے اندر ہے باقی نمازوں میں نہیں ہے مگر امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے قنوت فی الفجر کا باب باندھا ہے اس سے وہی قنوت دائمی مراد ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک ہیں اور شافعیہ قنوت فی الفجر کے قائل ہیں اور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی 275ھ حنبلی ہیں اور حنابلہ قنوت فی الفجر کے قائل نہیں ہیں اسی لیے انہوں نے قنوت فی الفجر کا باب باندھا ہی نہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب القنوت فی الفجر قائم فرمایا اور اس کے اندر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع کان یقنت فی صلوٰۃ الفجر والمغرب ذکر فرما کر ارشاد فرمایا بعض اہل علم قنوت فی الفجر کے قائل ہیں اس کے بعد انہوں نے باب ترک القنوت باندھا اور اس کے اندر ابو مالک اشجعی کی حدیث مبارکہ "قلت لابی یا ابت انک قد صلیت" الخ ذکر فرمائی۔ آگے فرمایا ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل

العلم۔ اور امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ نے پہلے کئی باب قنوت فی الفرائض کے قائم فرمائے اور بعد میں ترک القنوت کا باب قائم فرمایا اور اس کے اندر دو احادیث مبارکہ ذکر فرمائی ہیں ایک تو وہی ابو مالک اشجعی والی حدیث اور دوسری حضرت انس رضی اللہ عنہ کی "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شهراً یدعو علی حی من احیاء العرب ثم ترکه" اسی طرح امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی 354ھ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے "کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لایقنت فی الصبح الا ان یدعو القوم او علی قوم" یہ دلائل احناف کے بیان کئے گئے ہیں۔

☆ قوله ویلعن الکافرین

لعنت کی تعریف واقسام و کافروں پر لعنت کی تحقیق

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

لعنت کا معنیٰ ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے دور اور مسترد کرنا اس لیے لعنت اسی شخص پر کرنا جائز ہے جو ایسی صفات سے متصف ہو جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود اور دور ہونے کو مستلزم ہوں اور یہ صفات کفر اور ظلم میں مثلاً یوں کہے کافروں اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ لعنت انہی پر کرنی چاہیے جن پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے کیونکہ کسی شخص پر لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ اس نے فلاں شخص کو مسترد اور دور کر دیا اور یہ غیب ہے جس پر سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی مطلع نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہیں۔

تین صفات لعنت کی مقتضی ہیں۔

1- کفر

2- بدعت

3- اور فسق

اور ہر صفت کے اعتبار سے لعنت کی تین اقسام ہیں۔

1- وصف عام کے ساتھ

2- وصف خاص کے ساتھ

3- اور تعیین شخصی کے ساتھ

وصف عام کے ساتھ جیسے کافروں، بدعتیوں اور فاسقوں پر لعنت ہو۔ وصف خاص کے ساتھ جیسے یہود و نصاریٰ، منکرین تقدیر، خارجیوں، رافضیوں اور زانیوں، سود خوروں اور ظالموں پر لعنت ہو۔

یہ تمام اقسام جائز ہیں لیکن بدعت کی معرفت بہت دقیق ہے اس لیے عام لوگوں کو بدعتیوں پر لعنت کرنے سے منع کرنا چاہیے۔ تیسری قسم ہے شخص معین پر لعنت کرنا اس میں خطرہ ہے مثلاً زید کافر، بدعتی یا فاسق ہے تو زید پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، کہنا

درست نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں زید کا خاتمہ ایمان یا توبہ پر ہو اس لیے جس شخص معین پر شریعت میں لعنت ثابت ہے اسی پر لعنت کرنا جائز ہے مثلاً فرعون پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، ابوجہل پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کیونکہ ان کا کفر پر مرنا شریعت میں معلوم ہے۔ ہمارے زمانہ میں اگر کوئی شخص معین یہودی ہو تب بھی اس پر لعنت جائز نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرب ہو اس لیے اس کو ملعون اور مردود کہنا جائز نہیں ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

چونکہ اس حال میں وہ کافر ہے اس لیے اس کو اس وقت تک ملعون کہہ سکتے ہیں جیسے جو شخص اس وقت مسلمان ہو اس پر سلام اور رحمت بھیجنا جائز ہے اگر (نعوذ باللہ) اس کا مرتد ہونا متصور ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

مسلمان پر سلام اور رحمت بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام پر قائم اور ثابت رکھے جو سلامتی اور رحمت کا سبب ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کافر کو لعنت کی جائے اور یہ دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کفر پر ثابت رکھے جو لعنت کا سبب ہے کیونکہ یہ کفر کی دعا ہے جو بجائے خود کفر ہے۔

مرے ہوئے کافروں پر بھی اس طرح لعنت نہ کی جائے جس سے زندہ مسلمانوں کو تکلیف ہو کیونکہ ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص پر لعنت کی جس سے اس کے بیٹے حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کو رنج ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم کفار کا ذکر کرو تو بر سبیل عموم ذکر کرو کیونکہ جب تم کسی کو خاص کر کے اس کا ذکر کرو گے تو باپ کی وجہ سے بیٹے ناراض ہوں گے اور حضرت نعمان نے شراب پی ان کو حضور انور ﷺ کی مجلس میں کئی بار حد لگائی گئی۔ ایک صحابی نے ان پر لعنت کی تو نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا اور فرمایا: یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

معین کر کے کسی پر لعنت کرنا خطرہ سے خالی نہیں اور ابلیس پر بھی لعنت کرنے سے سکوت میں کوئی خطرہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور شخص پر لعنت کی جائے اگر یہ پوچھا جائے کہ یزید پر لعنت کی جائے یا نہیں کیونکہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کیا یا ان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہم کہتے ہیں کہ یہ ہرگز ثابت نہیں ہے اس لیے لعنت تو الگ رہی یہ بھی جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس میں ایک مسلمان کی طرف بلا تحقیق گناہ کبیرہ کی نسبت ہے ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا کیونکہ یہ خبر تواتر سے ثابت ہے اس لیے بلا تحقیق کسی مسلمان کی طرف کفر یا فسق کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص دوسرے شخص پر کفر یا فسق کی تہمت لگاتا ہے تو اگر وہ اس کا مصداق نہ ہو تو وہ تہمت کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ

کیا یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے یا قتل کا حکم دینے والے پر لعنت ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یوں کہنا چاہئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل یا قتل کا حکم دینے والا اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس پر لعنت ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں قتل کیا پھر انہوں نے کفر اور قتل سے توبہ کی اس لیے ان قیودات کے بغیر لعنت کرنے میں خطرہ ہے اور لعنت سے سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے لہٰذا مومن کو چاہئے کہ صرف انہی پر شخصی لعنت کرے جن کی کفر پر موت دلیل قطعی سے معلوم ہو اور یا عمومی اوصاف پر لعنت کرے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنا کسی پر لعنت کرنے سے بہتر ہے۔ (احیاء العلوم: ج: 7 ص 485 تا 491)

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ (البقرہ: 161)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ حالت کفر میں مر گئے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی (لعنت) ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے جو کفر پر مر گئے اس سے جمہور علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کی موت علی الکفر معلوم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بعض کفار پر لعنت کی ہے ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم تھا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اور کفر پر مریں گے۔

علامہ ابوبکر ابن العربی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! بے شک عمرو بن العاص نے میری ہجو کی ہے اور اس کو علم ہے کہ میں شاعر نہیں ہوں تو اس کی ہجو فرما اور جتنی بار اس نے میری ہجو کی ہے اتنی بار اس پر لعنت فرما۔ (کنز العمال: ج: 13 ص: 548)

علامہ ابوبکر ابن العربی نے اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ

جس شخص کا ظاہر حال کفر ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے جیسے اس سے جہاد کرنا جائز ہے حالانکہ عمرو بن العاص بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ (احکام القرآن: ج: 1 ص: 75)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس حدیث کی سند میں کلام ہے ثانیاً اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی ذات کا بدلہ لیا حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی اپنے ساتھ کی جانے والی زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک اللہ تعالیٰ کی حدود کو نہ توڑا جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا جاتا تو آپ سے زیادہ غضب میں کوئی نہیں ہوتا تھا۔ (جامع ترمذی: ص: 596)

البتہ یہ اعتراض صحیح ہے کہ امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

احد کے دن نبی کریم ﷺ نے دعا کی! اے اللہ عزوجل! ابوسفیان پر لعنت کر، اے اللہ عزوجل! حارث بن ہشام پر لعنت کر، اے اللہ عزوجل! صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (آل عمران: 128)

آپ اس میں کسی چیز کے مالک نہیں ہیں یا اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے بے شک یہ ظالم ہیں۔

سو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی وہ اسلام لے آئے اور انہوں نے اسلام میں اچھے عمل کیے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 427)

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ پہلے کا واقعہ ہے جب نبی کریم ﷺ کو کافروں پر لعنت سے روک دیا تو پھر آپ نے ان پر لعنت نہیں کی اس سے یہ موقف اور مضبوط ہو گیا کہ زندہ کافروں پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور جب نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں پر لعنت کرنے سے منع کر دیا تو کسی اور کے لئے کب جائز ہوسکتا ہے اور علامہ ابن العربی کا اس کو کافروں سے قتال کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ کافروں سے قتال کرنا تبلیغ اسلام کا سبب ہے جو رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے اس کے برخلاف زندہ کفار پر لعنت کرنا ان کو رحمت سے دور کرنے کی دعا ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

لعنت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا ہے اور یہ صرف کافر پر کی جاتی ہے اس لیے جس معین شخص کی کفر پر موت کا دلیل سے علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مشہور فاسق ہو جیسے یزید ہے معتمد قول کی بنیاد پر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اس کے برخلاف ابلیس، ابولہب اور ابوجہل پر لعنت جائز ہے اور غیر معین شخص پر بہ طور وصف لعنت کرنا جائز ہے جیسے جھوٹوں پر لعنت ہو اور ظالموں پر لعنت ہو یعنی یہ کافروں کا وصف ہے اس سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہئے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس وصف پر لعنت کی جائے جو گناہ کبیرہ ہو کیونکہ گناہ کبیرہ کے علاوہ گناہ صغیرہ اور مکروہ تنزیہی پر بھی لعنت کی گئی ہے جیسے تصویر بنانے والوں پر اور اس شخص پر جو لوگوں کی کراہت کے باوجود ان کی امامت کرے اور جو شخص راستہ میں قضاء حاجت کرے اور

جو عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے اور مشت زن پر اور قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر وغیر ہا لیکن جو کہتے ہیں کہ معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

ان پر یہ اشکال وارد ہوگا کہ

قرآن مجید میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس اپنے علاوہ اور کوئی گواہ نہ ہو وہ چار بار اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں بار کہے۔

اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ (النور:7)

اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

یہ لعنت مشروع کی گئی ہے اور یہ معین شخص پر لعنت ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

یہ اس کے جھوٹے ہونے کی صورت میں اس پر لعنت ہے لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ بہر حال یہ معین شخص پر لعنت ہے پھر میں نے علامہ قہستانی کی بحث لعان میں دیکھا کہ لعن کا معنیٰ لغت میں دور کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں اس کا معنیٰ ہے۔ کفار کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا اور مومنین کے حق میں اس کا معنیٰ ہے درجہ ابرار سے ان کو ساقط کرنا۔

البحر الرائق کی لعان کی بحث میں مذکور ہے کہ اگر تم یہ پوچھو کہ آیا کاذب معین پر لعنت کرنا مشروع ہے؟ تو میں کہوں گا کہ غایۃ البیان کی عدت کی بحث میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں جس سے چاہوں مباہلہ کر سکتا ہوں اور مباہلہ کا معنیٰ ہے۔ ایک دوسرے پر لعنت کرنا اور ان کا جب کسی سے اختلاف ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور انہوں نے کہا یہ ہمارے زمانہ میں بھی جائز ہے اور اس بحث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی صورتوں میں لعنت سے مراد ہے ابرار یعنی نیک لوگوں کے درجہ سے دور کرنا نہ کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں پر لعنت کی حقیقت مراد نہیں بلکہ اس سے مقصود حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے کی خساست کو ظاہر کرنا ہے۔

پھر قہستانی نے یہ کہا ہے کہ

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ حلالہ کرنے والے پر لعنت کرنے سے اگر صرف اس کے فعل کی خساست کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا تو پھر اس کے فعل کو مکروہ تحریمی کہنے کی کیا وجہ تھی؟ (رد المحتار: ج:5، ص:42)

یزید پر لعنت کی تحقیق

یزید پر لعنت کرنے یا نہ کرنے کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ احمد بن حجر مکی شافعی کا قول

علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

یزید اصل میں مسلمان ہے اور ہم اسی اصل کا قول کرتے ہیں جب تک کہ کسی دلیل قطعی سے اس کا اس اصل سے اخراج ثابت نہ ہو اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے: یزید کے معاملہ میں صحیح بات یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ چیزوں اور دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے اس لیے ہم اس کی تکفیر کے قطعاً درپے نہیں ہیں اور اسی قول میں سلامتی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھا لیکن فاسق، شریر اور ظالم تھا۔

یزید کے فسق کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ ابن جوزی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اس کو امام احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے کہا نیک اور متقی علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں انہوں نے یزید کے بارے میں لکھا ہے اس پر لعنت ہو۔ پھر علامہ ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابو یعلیٰ الفراء نے اپنی کتاب "المعتمد فی الاصول" میں اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد محترم امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ لوگ ہمیں یزید کی محبت کا طعنہ دیتے ہیں تو میرے والد نے فرمایا۔ اے بیٹے! کیا جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے اور اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے۔ تو انہوں نے کہا: اس آیت میں "فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ○" (محمد: 22، 23) پھر تم سے بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنی قرابتوں کو منقطع کرو گے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور قتل اور خون ریزی سے بڑھ کر کون سا فساد ہوگا؟ قاضی ابو یعلیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو لعنت کے مستحق ہیں اور ان میں یزید کا ذکر کیا ہے پھر یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے۔ جس نے ظلماً اہل مدینہ کو دھمکایا اس کو اللہ تعالیٰ دھمکائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے لشکر بھیج کر اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا۔ قاضی ابو یعلیٰ نے جس حدیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے وہ صحیح مسلم میں ہے اس لشکر نے بہت قتل اور خون ریزی کی اور بہت بڑا فساد کیا لوگوں کو قید کیا اور مدینہ منورہ کو مباح کیا یہ سب چیزیں مشہور ہیں حتیٰ کہ تین سو کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی تقریباً تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل کیے گئے اور سات سو قرآن مجید کے قاری قتل کیے گئے کئی دن تک مدینہ منورہ مباح رہا۔ مسجد نبوی میں کئی دن تک جماعت معطل رہی کسی شخص کے لئے مسجد نبوی میں جانا ممکن نہیں تھا حتیٰ کہ مسجد نبوی میں کتے اور بھیڑیے داخل ہوتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف پر پیشاب کرتے رہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور اس لشکر کا امیر اس وقت تک راضی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ لوگ اس پر بیعت نہ کر لیں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچ دے اور

چاہے تو ان کو آزاد کر دے اور جن مسلمانوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کی گردن اڑا دی یہ واقعہ حرا تھا پھر یہ لشکر حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لئے گیا اور انہوں نے کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس میں آگ لگا دی ان برائیوں سے بڑھ کر کون سی برائی ہوگی؟

علماء کا دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ

یزید پر لعنت جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک وہ چیز ثابت نہیں ہوئی جو لعنت کا تقاضا کرتی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر فتویٰ ہے اور یہی چیز ہمارے آئمہ کے بیان کردہ قواعد کے لائق ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ کسی شخص معین پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ لعنت کا مطلب ہے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل دور کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے اور یہ چیز اسی کے لئے جائز ہے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو اور جس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں ہے حتیٰ کہ کافر پر اس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے وہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو جائے نیز انہوں نے تصریح کی ہے کہ کسی معین مسلمان فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور جب تم نے ان کی یہ تصریحات جان لیں تو یہ بھی جان لو کہ ان کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فاسق خبیث تھا اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اس پر خوش ہوا تھا پھر بھی وہ کافر نہیں ہے کیونکہ اس نے قتل کو جائز اور حلال نہیں سمجھا تھا اور اگر جائز سمجھا تھا تو تاویل سے سمجھا تھا خواہ وہ تاویل باطل تھی اور یہ کفر نہیں ہے علاوہ ازیں اس کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دینا اور اس پر خوش ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے بلکہ روایت صحیحہ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی جس آیت سے یزید پر لعنت کا استدلال کیا ہے اور حدیث مسلم "وعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین" سے جس نے یزید پر لعنت کا استدلال کیا تو ان دونوں سے یزید پر اس کا نام لے کر بخصوصہ لعنت کرنا ثابت نہیں ہوتا اور گفتگو اسی میں ہے البتہ ان دلائل سے ان صفات پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بلاشبہ جائز ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ یزید کا نام لیے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا قتل کو جائز قرار دیا اس پر راضی ہوا اس پر لعنت ہو جس طرح بغیر تعیین کے یہ کہنا جائز ہے کہ مثلاً شراب پینے والے پر لعنت ہو اور یہی چیز آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں ہے کیونکہ آیت میں کسی کا نام لیے بغیر یہ ہے کہ جو قرابت کو منقطع کرے اور زمین میں فساد کرے اس پر لعنت ہو اسی طرح حدیث مبارکہ میں نام لیے بغیر ہے جو اہل مدینہ کو ڈرائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو لہٰذا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اس آیت کریمہ سے شخص معین پر بخصوصہ لعنت کا استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ پس واضح ہو گیا کہ بخصوصہ لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (الصواعق المحرقہ: ص 221 تا 223)

امام محمد بن محمد غزالی کا قول

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ کیونکہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے یا قتل کا حکم دیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے کیونکہ بغیر تحقیق کے مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ابولولو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے پس کسی مسلمان پر بغیر تحقیق کے فسق یا کفر کی تہمت لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے اور وہ شخص ایسا نہ ہو تو یہ تہمت لگانے والے پر لوٹ جائے گی۔ (احیاء العلوم: جز: 7 ص: 490)

علامہ سید محمد زبیدی کا قول

علامہ سید محمد زبیدی متوفی 1305ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے اس لیے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ خبیث فاسق تھا۔ ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے اور بعض علماء نے اس کے فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو بہت ایذاء پہنچائی اور واقعہ حرا میں مدینہ منورہ کو مباح کر دیا اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت طلب کی اور انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا۔

وخاب من كل جبار عنيد

اور ہر عناد رکھنے والا متکبر نا کام ہو گیا۔

تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبید اللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین رضی اللہ عنہما اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ (رضی اللہ عنہما) بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا۔

نفلق هاما من رجال اعزة　　علينا و كانوا اهم الحق و اظلما

ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو ہم پر غالب تھے دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں۔

اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے۔

لیت اشیافی ببدر شهدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ وپکار کا منظر دیکھتے۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفار قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہل مدینہ منورہ کی اہانت اور ان کے قتل عام کو دیکھتے یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے۔ اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی چیزیں بہت زیادہ ہیں۔ بعض عراقین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ انہوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ علامہ تفتازانی، آئمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے لیکن انہوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے صاحب بدالمعالی نے کہا ہے۔

ولم يلعن يزيد بعد موت نسوى المكثار فى الاعزاء غالى

یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت وعداوت کو بہت زیادہ ابھارنے والے انتہاء پسند تھے۔ یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مومن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف۔ یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہئے اور ایس طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق، شریر اور ظالم تھا۔ اس مسئلہ میں توقف، علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے انہوں نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور یہ لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "من حسن اسلام امرء ترك مالا يعنه" کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے۔

اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی نے بدء الامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت ہے خواہ ادنیٰ نسبت ہو اور اس کی عبادت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو ہم سب اس سے بری ہیں۔

(اتحاف السادة المتقین: ج: 7، ص 488 تا 489)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی کا قول

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں: شارع علیہ السلام نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے جامع ترمذی میں ہے:

لایکون المومن لعانا

مومن زیادہ لعنت کرنے والانہیں۔

سنن ابوداؤد میں ہے: **لاتلعنوا بلعنة الله**

اللہ تعالیٰ کی لعنت نہ دو۔

اور جامع ترمذی میں ہے: **من لعن شيئاً ليس له باهل رجعت لعانا .**

جو شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ لعنت کا اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آتی ہے۔

ہاں وصف عام کے ساتھ لعنت جائز ہے (جیسا کہ **لعنة الله على الكذبين**) اور جو کفر پر مرا ہو اس پر بھی لعنت جائز ہے (جیسے ابوجہل پر لعنت ہو) ان دونوں قسموں میں لعنت کو منحصر کرنا واجب ہے اور لعنت کی تیسری قسم ممنوع ہے خصوصاً جب کہ کوئی شخص بظاہر مومن ہو کیونکہ صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے "**سباب المسلم فسوق**" مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

اور صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

لعن المومن كقتله

مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عام نصوص اور عبارات کی بناء پر یزید پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے اور عام نصوص اور عبارات میں لعنت کا معنی فعل کی مذمت ہے نہ کہ اس شخص پر جو ان افعال کا مرتکب ہو لعنت کو جائز قرار دینا ہے اس تحقیق کو یاد رکھو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو قواعد شرع کی رعایت نہیں کرتے اور جو شخص لعن یزید سے منع کرے اس کو خارجی قرار دیتے ہیں ہاں! اس کے افعال کا قبیح مشہور ہے اور اہل بیت کی محبت واجب ہے لیکن اس پر لعنت سے منع کرنا، اہل بیت کی محبت میں کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قواعد شرع کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ (نبراس: ص: 555)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت (محمد: 22) سے **یزید علیه ما یستحقه** پر لعنت کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ علامہ برزنجی نے الاشاعۃ میں اور علامہ ہیتمی نے الصواعق میں نقل کیا ہے: جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بیٹے عبداللہ نے یزید پر لعنت

کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس پر لعنت کرنا کیوں کر جائز نہیں ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔

عبداللہ نے کہا:

میں نے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی ہے مجھے تو اس میں یزید پر لعنت کرنے کا ذکر کہیں نہیں ملا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

محمد (22تا23)

تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم کو زمین میں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتے توڑ ڈالو گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔

اور یزید نے جو کچھ آل رسول کے ساتھ کیا اس سے بڑھ کر فساد اور رشتوں کو توڑنا اور کیا ہوگا؟

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ معین فاسق پر لعنت کرنا جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے۔ جمہور اس پر متفق ہیں کہ معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی، زندہ ہو یا مردہ جس کی کفر پر موت دلیل سے معلوم نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اسلام لے آئے بہ خلاف اس شخص کے جس کی کفر پر موت معلوم ہو جیسے ابوجہل وغیرہ۔

شیخ الاسلام السراج البلقینی کا مذہب یہ ہے کہ

فاسق معین پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے اور اس کا شوہر اس پر غصہ میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ

یہ ہوسکتا ہے کہ ملائکہ علیہم السلام خصوصیت سے اس عورت پر لعنت نہ کرتے ہوں بلکہ وہ بالعموم لعنت کرتے ہوں کہ جو عورت اپنے شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کر کے رات گزارے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

علامہ ابن حجر مکی نے الزواجر میں لکھا ہے کہ

اگر شخص معین پر لعنت کے جواز میں درج ذیل حدیث مبارکہ سے استدلال کیا جائے تو زیادہ واضح ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرہ پر لوہا گرم کر کے داغ لگایا ہوا تھا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس پر داغ لگایا ہے۔

بہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اس معین شخص پر لعنت کی ہے جس نے اس گدھے پر داغ لگایا تھا تاہم اس میں یہ تاویل کی جا

سکتی ہے کہ آپ کی مراد وہ معین شخص نہیں تھا بلکہ جانوروں کے منہ پر داغ لگانے والے بالعموم لوگ مراد تھے۔ اور اس قول کی بناء پر کہ فاسق معین پر لعنت کرنی جائز ہے یزید پر لعنت کرنے کے مسئلہ میں زیادہ توقف نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں بہ کثرت اوصاف خبیثہ تھے اور وہ بہت کبائر کا ارتکاب کرتا تھا۔

اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو دھمکائے تو اس کو دھمکا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کا فرض قبول نہیں کیا جائے گا نہ نفل۔

اور یزید نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ منورہ پر ظلم کیا اور ان کو دھمکایا۔ اہل مدینہ کو قتل کیا ان کے اموال لوٹ لیے، مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اور تین دن اذان نہ ہو سکی اور سب سے بڑی قیامت یہ ہے کہ اس نے اہل بیت پر ظلم کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور ان کے گھر والوں کی اہانت کی اور یہ خبر تواتر سے ثابت ہے اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں اس سلسلہ میں ایک اور حدیث مبارکہ یہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں چھ اشخاص پر لعنت کرتا ہوں اور ہر نبی نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

1- جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرے۔

2- جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرے۔

3- جو جبر سے لوگوں پر مسلط ہو جائے تاکہ ان کو عزت دے جن کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور ان کو ذلیل کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی۔

4- جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس کو حلال کرے۔

5- اور میری اولاد پر ان کاموں کو حلال کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔

6- اور میری سنت کو ترک کرے۔

اور یزید کے کفر اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے ان میں سے حافظ ابن جوزی ہیں اور ان سے پہلے امام ابو یعلیٰ ہیں۔

اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے۔

ہم یزید کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے نہ اس کے ایمان میں توقف کرتے ہیں اس پر اور اس کے حامیوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس پر لعنت کے جواز کی تصریح کی ہے اور ابن الوردی کی تاریخ میں اور کتاب الوافی میں

بھی یہ تصریح ہے اور جب اہل بیت قید کر کے عراق میں یزید کے پاس لائے گئے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد اور خواتین سے ملا۔ اس وقت شہداء کربلا کے مبارک سر نیزوں پر تھے اور وہ اس وقت جیرون کی وادی میں تھے۔ یزید نے ان کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

لما بدت تلك الجمول واشرفت تلك الرؤس علی شفا جیرون

نعب الغراب فقلت قل اولم تقل فقد اقتضبت من الرسول دیونی

جب اونٹوں کا یہ قافلہ ظاہر ہوا' اور جیرون کے کنارے پر ان کے سر نیزوں پر بلند ہوئے' کوا بولنے لگا تو میں نے کہا تو بول یا نہ بول' میں نے تو رسول اللہ سے اپنے قرضے وصول کر لیے۔

یزید کی مراد یہ تھی کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نانا عتبہ کو اس کے ماموں ولید بن عتبہ کو اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کو قتل کر دیا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ اور نواسے کے بیٹوں، بھانجوں اور بھتیجوں کو قتل کر کے بدلہ لے لیا اور پرانے قرضے وصول کر لیے اور یہ کفر صریح ہے پس جب یہ اشعار اس سے صحت کے ساتھ ثابت ہوں تو اس کا کفر ثابت ہو جائے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا کہ یزید پر لعنت کرنا حرام ہے اور علامہ سفارینی حنبلی اور ابن جوزی حنبلی نے ان کی مخالفت کی اور کتاب الفروع میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے حجاج کو اسلام سے خارج کر دیا۔ ان پر اعتراض ہوا کہ پھر یزید کو کیا کہا جائے گا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح اس کے خلاف ہے اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے کہا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

مختار وہ ہے جو علامہ ابن جوزی، ابوحسین قاضی اور ان کے موافقین نے کہا یعنی یزید پر لعنت کرنی جائز ہے۔

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب اسر المصون میں لکھا ہے کہ

عام لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یزید کا موقف صحیح تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کرنے میں خطا کی اور اگر وہ تاریخ کی کتابوں کو پڑھتے کہ اس کی بیعت کس طرح کر لی گئی تھی اور کس طرح لوگوں کو مجبور کیا گیا اور اس نے اس دور میں ہر قسم کے قبیح کام کیے اور اگر ہم فرض کر لیں کہ اس کی بیعت صحیح تھی تو بعد میں اس نے ایسے کام کیے کہ ان میں سے ہر کام اس کی بیعت کے فسخ کو واجب کرتا ہے اور یزید کی طرف وہی مائل ہوگا جو جاہل ہوگا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزید کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا اور اس نے اہل بیت کرام کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے وہ گناہ گار رہا لیکن اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

اور بعض نے کہا: وہ اسی طرح تھا لیکن اس پر لعنت کرنا مکروہ ہے یا بغیر کراہت کے جائز ہے۔

اور بعض نے کہا: وہ کافر ملعون ہے۔

اور بعض نے کہا: اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس قول کا قائل یزید کے حامیوں کے سلسلہ میں منسلک ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ

میرا ظن غالب یہ ہے کہ وہ خبیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مصدق نہیں کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے حرم (کعبہ مکرمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم کے ساتھ اس کے افعال کا مجموعہ اور آپ کی عترت طاہرہ کے ساتھ جو اس کا سلوک رہا اس سے اس کا اتنا ایمان بھی ظاہر نہیں ہوتا جتنا اس کا ایمان ہو جو قرآن مجید کو گندگی میں ڈال دے (العیاذ باللہ) اور میرا یہ گمان نہیں ہے کہ اس کا حال اکابر مسلمانوں سے مخفی تھا لیکن وہ حضرات مجبور اور مقہور تھے اور صبر کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا اور اگر مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ اتنے زیادہ گناہ ہائے کبیرہ کے ساتھ مسلمان تھا جن کا شمار بیان میں نہیں آسکتا اور میرا مذہب یہ ہے کہ اس جیسے شخص پر معین کر کے لعنت کرنا جائز ہے اور یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ فاسقوں میں اس کی کوئی مثال ہوسکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے اپنے افعال پر توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور ابن زیاد، ابن سعد اور ان کے متبعین بھی اسی کے ساتھ لاحق ہیں اللہ تعالیٰ کی ان سب پر لعنت ہو اور ان کے انصار و اعوان پر اور ان کی جماعت پر اور قیامت تک جو بھی ان کی طرف مائل ہو ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور جو ان پر شخصی لعنت کرنے سے احتیاط کی وجہ سے گریز کرتا ہو اس کو یوں کہنا چاہیے کہ جو شخص قتل حسین سے راضی ہو اور جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت طاہرہ کو ناحق اذیت پہنچائی اور جس شخص نے ان کا حق غصب کیا ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو اور اب وہ یزید اور اس کے موافقین پر صراحت کے ساتھ لعنت کرنے والا نہیں ہوگا اور ان الفاظ کے ساتھ لعنت کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا سوا علامہ ابوبکر ابن العربی اور ان کے موافقین کے جیسا کہ ان سے منقول ہے وہ اس پر لعنت کرنے کو جائز نہیں کہتے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہو اور یہ ایسی گمراہی ہے جو یزید کی گمراہی سے بھی بڑھ کر ہے۔ (روح المعانی: جز: 26، ص 108 تا 111)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی کا قول

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی 1044ھ لکھتے ہیں:

فقیہ کہیر اسی آئمہ شافعیہ کے اکابرین میں سے ہیں اور امام الحرمین کے شاگرد ہیں اور علم و فضل میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ ہیں ان سے پوچھا گیا کہ یزید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھا کیا اس پر لعنت جائز ہے انہوں نے جواب دیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر صراحۃً لعنت کی ہے اور دوسرے میں اشارۃً لعنت کی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اس کے

بارے میں ایسے ہی دو قول ہیں:

علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ

ہمارا اس کے بارے میں قول واحد ہے ہم یزید پر اشارۃً نہیں صراحۃً لعنت کرتے ہیں اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے وہ شطرنج کھیلتا تھا، چیتوں کا شکار کرتا تھا، دائمی شرابی تھا اور شراب کے بارے میں اس کے اشعار مشہور ہیں۔

نیز راقم ہیں: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا جو شخص صراحۃً یزید پر لعنت کرے کیا وہ فاسق ہے؟ اور کیا یزید کے لئے دعاء رحمت صحیح ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: جو شخص اس پر لعنت کرے گا وہ فاسق اور گناہ گار ہوگا کیونکہ مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور ہمیں جانوروں پر بھی لعنت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث مبارکہ کے بموجب مسلمان کی عزت کعبہ سے زیادہ ہے۔ یزید کا اسلام صحیح ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرانے کا امر کیا یا ان کے قتل پر راضی ہوا اور جو چیز صحیح نہیں ہے اس کا گمان کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی جائز نہیں ہے اور جب حقیقت حال معلوم نہیں تو یزید کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے علاوہ ازیں قتل کرنا کفر نہیں ہے معصیت ہے اور اس کے لئے رحمت کی دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ جب ہم نماز میں تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو اس دعا میں وہ بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے البتہ ہمارے استاذ اعظم شیخ محمد بکری نے فقیہ کبیر اسی کی موافقت میں یزید پر صراحت سے لعنت کی ہے اور اس کے استاذ شیخ ابوالحسن نے بھی لعنت کی ہے۔

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے:

مجھے اس کے اسلام میں شک ہے نہ ایمان میں اس پر اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس بناء پر یزید کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا جائے گا کہ معین کافر پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (انسان العیون: جز: 1، ص 266 تا 267)

حافظ ابوالفداء ابن کثیر کا قول

حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ پر شراب پینے کی وجہ سے اور بعض فواحش کے ارتکاب کی وجہ سے زیادہ عیب لگایا گیا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں اس کی وہی رائے تھی جو اس کے دادا حضرت ابوسفیان کی حالت کفر میں جنگ احد کے بارے میں تھی کہ نہ اس جنگ کا حکم دیا تھا اور نہ اسے مسلمانوں کی ہزیمت سے کوئی رنج ہوا اور ہم پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں حسین کے ساتھ وہ نہ کرتا جو ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) نے کیا اور جو لوگ اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر

اقدس لے کر آئے ان سے اس نے کہا اس کے بغیر بھی تمہارے لیے اطاعت کافی تھی اور ان لوگوں کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کی اس نے بہت تعظیم وتکریم کی اور اس معرکہ میں ان کی جو چیزیں گم ہو گئی تھیں وہ سب دوگنی چوگنی کر کے اس نے واپس کر دیں اور انہیں تعظیم وتکریم کے ساتھ روانہ کر کے مدینہ منورہ پہنچا دیا جن دنوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل یزید کے گھر رہے تین دن تک یزید کے گھر والے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرتے رہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یزید کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو پہلے وہ خوش ہوا اور پھر بعد میں اس پر وہ نادم ہوا۔

ابو عبید نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ

جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کر دیا تو ان حضرات کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا اولاً تو یزید اس قتل سے خوش ہوا اور اس کے نزدیک ابن مرجانہ کا مرتبہ بڑھ گیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد وہ نادم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کیا فرق پڑتا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی رعایت کر کے خود تکلیف اٹھاتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر ٹھہراتا اور جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے انہیں وہاں کا حاکم بنا دیتا خواہ اس سے مجھے نقصان ہوتا اور میری سلطنت میں کمی ہوتی پھر کہا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے حسین کو تنگی میں ڈالا اور مجبور کر دیا حالانکہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ انہیں واپس جانے دیں یا میرے پاس آنے دیں یا اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جانے دیں حتیٰ کہ وہ خدا سے جا ملیں لیکن ابن مرجانہ نے ان کی بات نہیں مانی اور انہیں قتل کر کے قیامت تک مسلمانوں کی نگاہوں میں مجھے مبغوض بنا دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا اور ہر شخص خواہ نیک ہو یا بد مجھ سے نفرت کرے گا کیونکہ لوگوں کے نزدیک میرا حسین کو قتل کرنا بہت سنگین جرم ہے۔ میرا ابن مرجانہ سے کیا واسطہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

مزید راقم ہیں:

جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور ابن مطیع اور ابن حنظلہ کو والی بنا دیا اور یہ لوگ یزید سے بہت عداوت رکھتے تھے اس کے باوجود انہوں نے یزید کی مذمت میں صرف اس کا شراب پینا اور بعض بدکاریاں بیان کیں اور اس پر زندقہ کی تہمت نہیں لگائی جیسا کہ رافضی اس پر یہ تہمت لگاتے ہیں بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے تاکہ اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور قتل عام نہ ہو۔ جیسا کہ واقعہ حرہ میں ہوا اور اہل حرہ سے اس کا صرف جنگ کرنا کافی تھا لیکن اس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنی فوجوں پر تین دن کے لئے مدینہ منورہ مباح کر دیا جس کی وجہ سے بہت بڑا فساد ہوا۔ (البدایہ والنہایہ: جز:8،ص:232)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء یزید شقی پر لعنت کرنے کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور بعض اس کے متعلق غلو اور افراط کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہو گیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس کی اطاعت واجب ہو گئی (نعوذ باللہ) من ھذا القول و من ھذا الاعتقاد۔ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کب امام ہوا اور کب اس پر مسلمانوں کا اتفاق رہا؟ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس کے زمانہ میں تھے اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج ہو گئے تھے۔ ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کرہاً اور جبراً اس کے پاس گئی اس نے اس کے سامنے انعامات رکھے انہوں نے جب اس کی برائیوں کو دیکھا تو مدینہ منورہ واپس آ گئے اور کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے شراب پیتا ہے، نمازوں کا تارک ہے، زانی، فاسق اور محارم کو حرام کرنے والا ہے۔

اور بعض دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ

اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور ان کے اور ان کے اہل بیت کے ساتھ عداوت اور ان کے قتل پر خوشی اور ان کی اہانت تواتر معنوی سے ثابت ہے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ لوگ ان احادیث نبویہ کا کیا جواب دیں گے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا کفر ہے اور دائمی عذاب کا موجب ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ

اس کا انجام ہمیں معلوم نہیں شاید کہ اخیر وقت میں اس نے کفر اور معصیت سے توبہ کر لی ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض متقدمین علماء مثلاً امام احمد بن حنبل اور علامہ ابن جوزی وغیرہ نے اس پر لعنت کی ہے اور بعض علماء کرام نے لعنت سے منع کیا ہے اور بعض نے توقف کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض تھا جو کام اس بدبخت نے کیے وہ کسی اور نے نہیں کیے اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، اہل بیت کی اہانت کی، مدینہ منورہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے کا امر کیا اور حضرت عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما

کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اسی دوران دنیا سے جہنم چلا گیا اور اس کی توبہ اور رجوع کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

(تکمیل الایمان، ص 70 تا 71)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

یزید پلید علیہ مایستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا اسی قدر پر آئمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اس کو کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ○ محمد: (22، 23)

کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی، مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ منورہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر میں حلال کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخواں مبارک چور ہو گئے، سر انور کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہو گا۔ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن مجید میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا لہٰذا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔

لقولہ تعالیٰ "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ" (مریم: 59 تا 60)

اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط اور اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ ہو۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○ (الشعراء: 227) (فتاویٰ رضویہ: جز: 6، ص 107 تا 108)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ فَضْلِ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

باب: گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت کا بیان

یہ باب گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت کے متعلق ہے۔

1235 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِيْ ابْنَ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهُ قَالَ احْتَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ حُجْرَةً فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُصَلِّي فِيْهَا قَالَ فَصَلَّوْا مَعَهُ لِصَلَاتِهِ يَعْنِيْ رِجَالًا وَّكَانُوْا يَاْتُوْنَهُ كُلَّ لَيْلَةٍ حَتّٰى اِذَا كَانَ لَيْلَةٌ مِّنَ اللَّيَالِيْ لَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَحْنَحُوْا وَرَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوْا بَابَهُ قَالَ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيْعُكُمْ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنْ سَتُكْتَبَ عَلَيْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلٰوةِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ خَيْرَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر حجرہ مبارکہ تعمیر کروایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے دوران باہر تشریف لایا کرتے اور اس کے اندر نماز پڑھا کرتے۔ راوی فرماتے ہیں: لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دی۔ لوگوں کے حاضر ہونے کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر رات آتے حتیٰ کہ ایک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف بھی نہ لے کر آئے تو انہوں نے کھنکارنا اور آوازوں کو بلند کرنا شروع کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کو کنکریاں ماریں۔ راوی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب غصہ کی صورت میں تشریف لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو تم ہمیشہ یہ کام کر رہے ہو حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ یہ کام تم پر فرض فرما دیا جائے گا لہٰذا گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ مرد کی اچھی نماز وہی ہے جس کو وہ اپنے گھر کے اندر پڑھا کرے مگر فرض نماز کے۔

(معجم الکبیر: جز: 5، ص: 144، شرح السنۃ للبغوی: جز: 2، ص: 201)

1236 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی تھوڑی سی نمازوں کو گھر کے اندر پڑھ لیا کرو اور ان کو قبور نہ بناؤ۔

(شرح السنۃ: ج:1،ص:239،صحیح ابن حبان: ج:4،ص:598،صحیح البخاری: ج:4،ص:374،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:13،ص:317)

شرح: آئمہ کرام کا مؤقف

سنن مؤکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت یہ ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں جمہور کا یہی مسلک ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: دن کی سنن مؤکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں پڑھی جائیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:371)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

☆ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں ہجرت سے لے کر وصال تک کاتب ہی رہے آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ تھے اور علم میراث کے بھی امام تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو جمع کرنے والی جماعت کے امیر بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصاری ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں ہجرت کے بعد سے وفات تک کاتب رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ ہیں۔ علم میراث کے امام ہیں۔ قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید جمع کیا اور عہد عثمانی میں اس کو مصاحف میں نقل فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بڑی مخلوق نے احادیث مبارکہ روایات کیں۔ پچاس سال عمر پائی 45 پینتالیس میں وفات شریف ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:578)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب طُولِ الْقِيَامِ

باب: لمبا قیام کرنا

یہ باب نماز میں لمبا قیام کرنے کے متعلق ہے۔

1237 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِى عُثْمَانُ بْنُ اَبِى سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيٍّ الْاَزْدِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ الْخَثْعَمِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَىُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ طُولُ الْقِيَامِ قِيلَ فَاَىُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ جَهْدُ الْمُقِلِّ قِيلَ فَاَىُّ الْهِجْرَةِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ هَجَرَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قِيلَ فَاَىُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِينَ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ قِيلَ فَاَىُّ الْقَتْلِ اَشْرَفُ قَالَ مَنْ اُهَرِيقَ دَمُهُ وَعُقِرَ جَوَادُهُ

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لمبا قیام کرنا۔ عرض کیا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کم مال والا جس کو وہ محنت کر کے دے۔ عرض کیا گیا کہ کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ان کاموں کو ترک کر دے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر حرام فرما دیئے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مشرکوں سے اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرے۔ عرض کیا گیا کہ کون سا قتل زیادہ شرف والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اس کا خون بہا دے اور اس کے گھوڑے کی ٹانگوں کو قطع کر دے۔

(سنن النسائی: جز:8،ص:286،مسند احمد: جز:30،ص:418)

شرح:

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ لمبا قیام کرنا افضل عمل ہے۔

☆ عن عبداللہ بن حبشی الخثعمی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ اہل حجاز میں سے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ خثعمی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا شمار اہل حجاز میں ہے۔ (مراۃ المناجیح: جز:8،ص:564)

بَاب الْحَثِّ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ

باب: قیام اللیل کی ترغیب

یہ باب قیام اللیل کی ترغیب کے متعلق ہے۔

1238 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ حَدَّثَنَا الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو قیام کر کے نماز پڑھا کرے اور اپنی گھر والی کو بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو وہ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو قیام کر کے نماز پڑھا کرے اور اپنے گھر والے کو بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو وہ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(مستدرک: جز:1، ص:453، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1، ص:472، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:501، سنن النسائی: جز:6، ص:79)

1239 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ جَمِيعًا كُتِبَا مِنَ الذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو خود بیدار ہو اور اپنی گھر والی کو جگائے پس وہ دو دو رکعات اکٹھے مل کر پڑھیں تو ان کو بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں لکھا جائے گا۔

(مستدرک: جز:1، ص:461، سنن ابن ماجہ: جز:4، ص:232)

اس باب کی احادیث مبارکہ کی تشریح گزر چکی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِی ثَوَابِ قِرَائَةِ الْقُرآنِ

قرآن مجید پڑھنے کا ثواب

یہ باب قرآن مجید پڑھنے کے ثواب کے بارے میں ہے۔

1240 حَدَّثَنَا حَفصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور اس کو سکھائے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:1 ص:247، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1 ص:541، سنن الترمذی: جز:10 ص:149، سنن سعید بن منصور: جز:1 ص:104)

1241 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِی يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْئُهُ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِی بُيُوتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِی عَمِلَ بِهٰذَا

سہل بن معاذ جہنی سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے قرآن مجید پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے والدین کو بروز حشر تاج پہنایا جائے گا اس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ حسین ہوگی جو دنیا میں تم لوگوں کے گھروں میں روشن ہوتا ہے پس تمہارا اس آدمی کے بارے میں کیا گمان ہے جس نے اس پر عمل کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1241)

1242 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِی يَقْرَاُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِی يَقْرَؤُهُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ فَلَهٗ اَجْرَانِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قرآن پاک پڑھے اور وہ اس میں ماہر بن جائے تو وہ مکرم اشخاص کے ساتھ ہوگا اور جو اس کو پڑھنے میں سختیاں برداشت کرے اس کے واسطے دو اجر ہیں۔

(سنن الترمذی: جز:10 ص:144، سنن الدارمی: جز:2 ص:537، شرح السنۃ: جز:1 ص:285، شعب الایمان: جز:2 ص:338)

1243 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر کے اندر مجتمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھیں اور آپس میں اس کا درس دیں تو ان پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے ان کو رحمت ڈھانپ لیا کرتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرا ڈال لیتے ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں میں ذکر فرماتا ہے۔

(معجم الاوسط: ج:4، ص:126، مسند ابی یعلیٰ: ج:2، ص:444)

1244 حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ عَلِیِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِیِّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِی الصُّفَّةِ فَقَالَ اَیُّكُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّغْدُوَ اِلٰی بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِیْقِ فَیَاْخُذَ نَاقَتَیْنِ كَوْمَاوَیْنِ زَهْرَاوَیْنِ بِغَیْرِ اِثْمٍ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ قَالُوْا كُلُّنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَاَنْ یَّغْدُوَ اَحَدُكُمْ كُلَّ یَوْمٍ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیَتَعَلَّمَ اٰیَتَیْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَیْنِ وَاِنْ ثَلَاثٌ فَثَلَاثٌ مِثْلُ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم صُفّہ میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ وادی بطحان یا وادی عقیق کی طرف جائے اور ادھر سے موٹے اونٹ لے کر آئے کوئی گناہ یا قطع رحمی کیے بناء۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کے تمام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دن مسجد کی طرف جائے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سے دو آیات کریمہ سیکھے تو یہ دو اونٹوں سے بھی بہتر ہے اگرچہ تین تین کے ساتھ مثل اونٹوں کے اعداد و شمار کے مطابق۔

(شعب الایمان: ج:2، ص:325، صحیح ابن حبان: ج:1، ص:321)

شرح:

☆ قولہ قال خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ

اس حدیث مبارکہ میں قرآن مجید کو پڑھنے اور پڑھانے والے کی فضیلت کو بیان فرمایا گیا ہے ان کی یہ خدمت یا تو صرف

الفاظ قرآن کی ہوگی، ان کو پڑھنا، پڑھانا، یاد کرانا، ان کی تصحیح و تجوید اور یا یہ خدمت قرآن مجید کے معنی کی ہوگی کہ اس کے معانی و معارف کو سمجھنا اور سمجھانا تشریح و تفسیر کرنا اور اس سے احکام کا استنباط کرنا وغیرہ وغیرہ یا تو یہ خدمت دونوں کو جامع ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ میں عالم یا حافظ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یہاں پر علماء کے فضائل و تعریف بیان کی جاتی ہے۔

عالم دین کی تعریف و شرائط

عالم دین وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم ہو اور اس کو علم ہو کہ کن چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ واجب ہے اسی طرح اس کو انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے مراتب اور ان کی صفات کا علم ہو اور اس کو علم ہو کہ مکلف پر کیا چیزیں فرض ہیں اور کیا چیزیں واجب ہیں اور اس کو سنن اور مباحات کا علم ہو اور اس کو معلوم ہو کیا چیزیں حرام ہیں اور کیا مکروہ تحریمی ہیں اور کیا مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا خلاف اولیٰ ہیں اور وہ علم کلام اور عقائد، علم تفسیر، علم حدیث اور علم فقہ واصول فقہ پر عبور رکھتا ہو، علم حرف، علم نحو، علم معانی اور علم بیان میں ماہر ہو اور بہ قدر ضرورت مفردات لغت کا حافظ ہو اور اس میں اتنی صلاحیت ہو کہ اس سے دین کے جس مسئلہ کا بھی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکے خواہ وہ جواب اس کو مستحضر ہو یا وہ کتب متعلقہ سے از خود اس کو تلاش کر سکے اور جو شخص ان صفات کا حامل نہیں ہے وہ عالم دین کہلانے کا مستحق نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو حرف اور نحو پر عبور نہیں ہے تو وہ احادیث مبارکہ کی عربی عبارات صحیح نہیں پڑھ سکتا اور اگر غلط عبارت پڑھے گا تو رسول اللہ ﷺ کی طرف اس قول کو منسوب کرے گا جو آپ نے نہیں فرمایا اور اگر وہ بہ قدر ضرورت مفردات لغت کا حافظ نہیں ہے اور علم معانی اور بیان پر دسترس نہیں رکھتا تو وہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ کا ترجمہ نہیں کر سکتا اور اگر اس کو علم کلام اور علم تفسیر اور حدیث پر عبور نہیں ہے تو وہ عقائد کو صحیح بیان کر سکتا ہے اور نہ صحیح عقائد پر دلائل قائم کر سکتا ہے اور نہ باطل فرقوں کا رد کر سکتا ہے اور اگر اس کو فقہ پر عبور نہیں ہے تو وہ حلال و حرام کے احکام کو جان سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے سو ایسا شخص عالم دین کس طرح ہوگا اور اس پر عالم دین کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے ہر چند عالم دین کے مصداق کے لئے ان امور کو جان لینا کافی ہے لیکن کامل عالم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم کے تقاضوں پر عامل ہو ورنہ وہ اس آیت کا مصداق ہوگا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ (الجمعہ:5)

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

عالم دین کے لئے علم شرعی ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم اور نقائص سے اس کی تنزیہ کا علم اور مکلف پر اس کے دین میں جو اللہ تعالیٰ کی عبادات اور معاملات میں اس کے احکام واجب ہیں ان کا علم اور ان کا مدار تفسیر، حدیث اور فقہ کے علم پر ہے۔ (ملخصہ فتح الباری: جز:1ص:192)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اس کے افعال اور اس کے فرشتوں کا علم ہے اور اس میں علم کلام اور اس کی کتابوں کا علم بھی داخل ہے اور علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ اور علم اصول فقہ بھی داخل ہے۔ (مرقات: ج:1، ص:269)

مزید راقم ہیں۔

علم شرعی کتاب اور سنت سے عام ہے اور علم ایک نور ہے جو مومن کے قلب میں نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال سے حاصل ہوتا ہے اور اسی علم سے مومن کو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اس کے افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے اگر یہ علم کسی بشر یا کتاب سے حاصل ہو تو یہ علم کسبی ہے اور اگر بغیر واسطہ کے حاصل ہو تو یہ علم لدنی ہے۔

اور علم لدنی کی تین قسمیں ہیں۔

1-وحی

2-الہام

3-فراست

وحی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

الہام اولیاء اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

اور فراست وہ ہے جس کے ذریعے ظاہری صورتوں سے امور غیبیہ منکشف ہو جاتے ہیں۔ (محصلہ مرقات: ج:1، ص:264)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی (1340ھ) سے سوال کیا گیا کہ

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ہر مسلم مرد اور ہر مسلم عورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے اس علم سے کون سا علم مراد ہے؟

الجواب

حدیث **طلب العلم فریضہ علی کل مسلم** کہ بوجہ کثرت طرق وتعدد مخارج حدیث حسن ہے اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلیم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم واشمل واعلیٰ واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے کافر یا بدعتی والعیاذ باللہ تعالیٰ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں پھر علم مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے تاجر ہو تو مسائل بیع وشرا، مزارع پر مسائل زراعت، موجر ومتاجر پر مسائل اجارہ و **علی ھذا القیاس** ہر شخص پر اس کی حاجت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اور

ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر وریاء وعجب وحسد وغیرہا اوران کے معالجات کہ ان کا تعلم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق وفاجر ومرتکب کبائر ہے یوں ہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔

نسئل اللہ العفو والعافیۃ تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں وبس (الخ) ہاں آیات واحادیث دیگر کہ فضیلت علماء وترغیب علم میں وارد وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلیم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت وترغیب اور جو ان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا اوران کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃ جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط، خواہ وساطۃ مثلاً نحو وصرف ومعانی وبیان کہ فی حد ذاتھا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہوسکتی ﷺ جنہوں نے علم وعلماء کے فضائل عالیہ وجلائل عالیہ ارشاد فرمائے انہی کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء وارث انبیاء کرام علیہم السلام کے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے درہم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑے۔ علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔

اخرج ابوداؤد، والترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و البیہقی عن ابی درداء رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فذکر الحدیث فی فضل العلم وفی آخرہ ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینار ولا درھماً وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحفظ و اخر بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نفیس مال ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تو بے شک محمود اور فضائل جلیلہ موعودہ کا مصداق اوراس کے جاننے والے کو لقب عالم ومولوی کا استحقاق۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10،ص:16)

علماء کی فضیلت کا قرآن مجید سے ثبوت

علماء کی فضیلت میں کثیر آیات مبارکہ ہیں جن میں سے تین آیات کریمہ یہ ہیں۔

آیت مبارکہ:1

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (الفاطر:28)

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

علامہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں:

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط" میں لفظ اللہ تعالیٰ پر زبر ہے اور الْعُلَمٰٓؤُا پر پیش ہے اوراس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے

کہ انہوں نے اس آیت کریمہ میں لفظ اللہ تعالیٰ پر پیش اور العلماء پر زبر بھی پڑھا ہے اس صورت میں یَخْشَی کا معنیٰ ڈرنا نہیں ہوگا بلکہ مجاز بالاستعارہ کے طور پر اس کا معنیٰ ہوگا عظمت والا بنا دینا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف علماء کو عظمت والا بناتا ہے اور وجہ استعارہ یہ ہے کہ جس شخص کی لوگوں پر ہیبت ہوتی ہے اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں وہ لوگوں کے درمیان عظمت والا ہوتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے علماء کو ہیبت والا بنا دیا جن سے لوگ ڈریں اور جس کی لوگوں کے نزدیک ہیبت ہوتی ہے اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں وہ ان کے نزدیک معظم اور جلیل القدر ہوتا ہے تو اس تقدیر پر معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف علماء کو معظم اور جلیل القدر بناتا ہے۔ (الکشاف: جز:3، ص:620)

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۝ (العنکبوت:43)

قرآن مجید کی امثال کو صرف علماء سمجھتے ہیں۔

آیت مبارکہ:3

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط (الزمر:9)

آپ فرمادیجئے کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں۔

علماء کے فضائل کا حدیث مبارکہ سے ثبوت

علماء کے فضائل میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک فقیہ شیطان کے اوپر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2681)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قیامت کے دن تین (گروہ) شفاعت کریں گے۔

1-انبیاء کرام (علیہم السلام)

2-علماء کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ)

3-شہداء کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4313)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص کسی راستہ پر علم کو طلب کرنے کے لئے چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے اپنے پر رکھتے ہیں اور بے شک عالم کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں مغفرت طلب کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے اور علماء ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کیا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2682)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو اشخاص کا ذکر کیا گیا ان میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے اور تمام آسمان اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلی بھی لوگوں کو تعلیم دینے والے پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2685)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 70)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7819)

حدیث مبارکہ:7

حضرت حماد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی کو قرآن مجید کی تعلیم دی تو وہ اس کا مولا ہے وہ اس کو نامراد کرے نہ اس پر اپنے آپ کو فضیلت دے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 2382)

حدیث مبارکہ:8

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیات کے ساتھ علیحدہ سلام کرو تم ان کے سامنے بیٹھو ان کے سامنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو اور نہ آنکھوں سے اشارے کرو جب وہ کوئی مسئلہ بتائے تو یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو نہ اس کی مجلس میں کسی سے سرگوشی کرو اس کے کپڑے کو نہ پکڑو جب وہ اکتا جائے تو اس کے پاس نہ جاؤ اس کی لمبی معیت سے احتراز نہ کرو کیونکہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے تم منتظر رہو کہ تم پر کب اس سے کوئی پھل گرتا ہے کیونکہ مومن عالم کا اجر، روزہ دار اور قیام کرنے والے عابد اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہد سے زیادہ ہے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا سوراخ ہو جاتا ہے جس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کر سکتی۔ (الجامع للخطیب: رقم الحدیث: 347)

حدیث مبارکہ:9

عمرو بن دینار سے روایت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک جنازہ میں گئے جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی سواری کی رکاب تھام لی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اے میرے بھتیجے! ایک طرف ہٹ جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

علماء کے ساتھ اس طرح کیا جاتا ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 5808)

حدیث مبارکہ:10

طاؤس سے روایت ہے:

سنت یہ ہے کہ چار اشخاص کی تعظیم اور توقیر کی جائے۔

1-عالم کی 2-سفید ریش کی 3-سلطان کی 4-اور والد کی۔

اور یہ جفا سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کو اس کا نام لے کر بلائے۔(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:20302)

حدیث مبارکہ:11

ایوب بن الفریۃ سے روایت ہے:

سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق تین ہیں۔

1-علماء 2-بھائی 3-اور سلطان

جس نے علماء کی بے ادبی کی اس کا دین فاسد ہو جاتا ہے اور بھائیوں کی توہین سے اس کی مروت فاسد ہو جاتی ہے اور سلطان کے استحقاق سے اس کا دین فاسد ہو جاتا ہے اور عاقل ان میں سے کسی کی توقیر میں کمی نہیں کرتا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ:رقم الحدیث:996)

حدیث مبارکہ:12

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین شخصوں کی تخفیف صرف منافق کرتا ہے جو شخص اسلام میں سفید ریش ہو، عالم اور امام عادل۔

(معجم الکبیر:رقم الحدیث:3442)

حدیث مبارکہ:13

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی تو وہ اس بندہ کا مولیٰ ہے وہ بندہ اس استاذ کو نا امید کرے نہ اس پر اپنے آپ کو ترجیح دے اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے اسلام کی گرہوں میں سے ایک گرہ کھول دی۔

(معجم الکبیر:رقم الحدیث:7528)

حدیث مبارکہ:14

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔(معجم الکبیر:رقم الحدیث:7819)

حدیث مبارکہ:15

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علم سیکھواور علم کے لئے طمانیت اور وقار حاصل کرواور جس سے علم حاصل کیا ہے ان کے سامنے تواضع اور انکسار کرو۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6184)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
علم سیکھواور علم کے لئے طمانیت اور وقار حاصل کرواور جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے ڈکٹیٹر نہ بنو۔
(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 275)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے عاجزی کرواور جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں وہ تمہارے سامنے عاجزی کریں اور تم اساتذہ پر حکم نہ چلاؤ اور تمہارے علم کے ساتھ جہالت کے کام نہ ہوں۔ (المدخل الی السنن البیہقی: ص: 333)

حدیث مبارکہ: 18

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں:
ابوجعفر نے کہا عالم کی موت ابلیس کے نزدیک ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔ (شعب الایمان: جز: 2، ص: 267)

علماء ظاہر و باطن

علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:
ایک عارف کے شاگرد نے کسی عورت سے بدکاری کا ارادہ کیا اچانک اس نے دور دراز کے ایک شہر سے اپنے شیخ کی آواز سنی یہ تم کیا کر رہے ہو تو وہ شاگرد ڈر کر بھاگ گیا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہوا ایک عارف کے کسی مرید نے بدکاری کا ارادہ کیا شیخ نے اس کو زور سے طمانچہ مارا جس سے اس کی آنکھ نکل گئی وہ تائب ہو کر اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا اور کہا میں توبہ کرتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری آنکھ لوٹا دے۔ شیخ نے کہا ٹھیک ہے لیکن تم مرتے وقت اندھے ہو جاؤ گے۔ شیخ نے دعا کی اس کی آنکھ لوٹ آئی لیکن موت سے تین دن پہلے وہ اندھا ہو گیا۔
اسی طرح شیخ ابوالغیث بن جمیل یمنی کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا ان کا عجم میں ایک مرید تھا اس نے کسی عورت سے بدفعلی کا ارادہ کیا انہوں نے غصہ میں آکر وہیں سے اپنی کھڑاؤں کھینچ کر ماری اور فقراء کے سامنے بہت غیظ و غضب کا اظہار کیا۔ ان کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا ہوا ہے حتیٰ کہ ایک ماہ بعد وہ عجمی شاگرد اس کھڑاؤں کو لے کر آیا اور اس نے اس گناہ سے توبہ کی۔
اسی طرح شیخ جیلانی نے وضو کرنے کے بعد اپنی دونوں کھڑاؤں زور سے پھینکیں وہاں جو حاضر فقراء تھے ان کو پتہ نہیں چلا

کہ اس کا کیا سبب ہے حتیٰ کہ تیئس (23) دن بعد ایک قافلہ آیا ڈاکوؤں نے ان کے اموال لوٹ کر آپس میں تقسیم کر لیے اور وہ قافلے والے سب ماجرا دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر انہوں نے ڈاکوؤں سے نجات پالی تو وہ حضرت شیخ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کریں گے پھر اچانک انہوں نے چیخنے کی آوازیں سنیں اور وہی ڈاکوان کے اموال لے کر آ گئے اور بتایا کہ دو کھڑاؤں آئیں اور انہوں نے آ کر ان کے سردار کو قتل کر دیا جب انہوں نے ان کھڑاؤں کو پکڑا تو وہ گیلی تھیں وہ ان کو لے کر حضرت شیخ کے پاس آ گئے۔ (فتاویٰ حدیثیہ: ص 407 تا 408)

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فَاتِحَةِ الْكِتَابِ
سورہ فاتحہ کے متعلق

یہ باب سورہ فاتحہ کے متعلق ہے۔

1245 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِى شُعَيْبٍ الْحَرَّانِىُّ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِى ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اُمُّ الْقُرْآنِ وَاُمُّ الْكِتَابِ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِىْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہی ام القرآن، ام الکتاب اور سبع مثانی ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 745)

1246 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِى سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهٖ وَهُوَ يُصَلِّىْ فَدَعَاهُ قَالَ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ قَالَ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُجِيْبَنِىْ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّىْ قَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ) لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ اَوْ فِى الْقُرْآنِ شَكَّ خَالِدٌ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَوْلُكَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِىَ السَّبْعُ الْمَثَانِى الَّتِىْ اُوْتِيْتُ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ

حضرت ابوسعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان کے قریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا حالانکہ وہ نماز کی حالت میں تھے تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔ فرماتے ہیں: میں نے نماز پڑھی پھر میں حاضر ہو گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا جواب دینے سے تم کو کس چیز نے منع کیا۔ عرض کی میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: اے ایمان والو! حاضر ہو جایا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے جب تمہیں بلائیں تا کہ تم کو زندگی بخشیں۔

میں تم کو قرآن مجید کی بڑی سورت تعلیم دیتا ہوں اس سے پہلے کہ میں مسجد سے باہر چلا جاؤں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے کہ وہ سورہ فاتحہ ہے یہی سبع مثانی ہے جو مجھے دی گئی اور قرآن عظیم ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1246)

شرح: سورہ فاتحہ کے اسماء

سورہ فاتحہ کے کثیر اسماء ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

فاتحۃ الکتاب

سورہ فاتحہ کا ایک نام فاتحۃ الکتاب بھی ہے اس کو فاتحۃ الکتاب کے ساتھ اس وجہ سے موسوم کیا گیا ہے کہ مصحف کا افتتاح اس سورت سے ہوتا ہے تعلیم کی ابتداء بھی اسی سورت سے ہوتی ہے اور نماز میں قرأت کی ابتداء بھی اسی سورت سے ہوتی ہے اور ایک قول کے مطابق سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو سورۃ فاتحۃ الکتاب کا نام دیا جس طرح کہ روایت میں ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے فاتحۃ الکتاب کو نہیں پڑھا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوئی۔ (جامع ترمذی: ص: 63)

سورۃ الحمد

سورہ فاتحہ کو سورۃ الحمد بھی کہتے ہیں کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جیسے سورہ بقرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت میں بقرہ کا ذکر ہے اسی طرح سورہ اعراف، سورہ انفال اور سورہ توبہ کے اسماء ہیں نیز مذکور الصدر سنن دارمی کی حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو الحمد للہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

ام القرآن

کسی چیز کی اصل اور اس کے مقصود کو ام کہتے ہیں اور پورے قرآن مجید کا مقصود چار چیزوں کو ثابت کرنا ہے الوہیت، مرکز

دوبارہ زندہ اٹھنا، نبوت اور قضاء وقدر، سورہ فاتحہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ کی الوہیت پر دلالت ہے اور مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ کی معاد پر یعنی مر کر دوبارہ زندہ اٹھنے پر دلالت ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○ کی اس پر دلالت ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے ہے اور انسان مجبور محض ہے نہ اپنے افعال کا خالق ہے اور "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○" کی نبوت پر دلالت ہے کیونکہ اس آیت میں اس راستہ کی ہدایت کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے اور انعام یافتہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو ام القرآن فرمایا ہے۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الحمد للہ ام القرآن ہے اور ام الکتاب ہے اور سبع مثانی ہے۔ (سنن دارمی: جز:2، ص:321)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو ام القرآن نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: جز:1، ص:169)

سورۃ الصلوٰۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اس سورت پر صلوٰۃ کا اطلاق کیا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نماز کو میرے اور میرے بندہ کے درمیان آدھا، آدھا تقسیم کیا گیا ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے پس جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ تو میں کہتا ہوں بندہ نے میری حمد کی۔ (صحیح مسلم: جز:1، ص:170)

ام الکتاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کو ام الکتاب فرمایا ہے جس طرح کہ روایات میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الحمد للہ ام القرآن ہے اور ام الکتاب ہے اور سبع مثانی ہے۔ (سنن دارمی: جز:2، ص:321)

اور امام بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جس کو بچھو نے کاٹا ہوا تھا اور کہا میں نے صرف ام الکتاب پڑھ کر دم کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ج:2، ص:749)

سورۃ الدعاء

یہ سورت اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے شروع ہوتی ہے پھر بندہ کی عبادت کا ذکر ہے پھر اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی دعا ہے اور دعا اور سوال کا یہی اسلوب ہے کہ پہلے داتا کی حمد وثناء کی جائے پھر دست طلب بڑھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی ہے پھر اپنے لئے دعا کی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ○ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ○ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ○ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ○ وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ○ رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ○ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ○

(الشعراء: 78 تا 85)

وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہی مجھے ہدایت دیتا ہے اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے وفات دے گا اور پھر زندہ فرمائے گا اور اسی سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہی میری خطائیں معاف فرمائے گا۔ اے میرے رب! مجھے حکم عطا فرما اور مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کر دے اور میرے بعد آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ اور مجھے جنت النعیم کے وارثوں میں شامل کر دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○

(یوسف: 101)

اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے میری وفات اسلام پر کر اور مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کر دے۔

لہٰذا دعا کا یہی طریقہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جائے پھر اس سے سوال کیا جائے اور سورہ فاتحہ میں اسی طریقہ سے دعا کرنے کی تعلیم دی ہے اس لیے اس کو سورہ دعا کہتے ہیں۔

السبع المثانی

قرآن مجید میں سبع مثانی کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ (الحجر: 87)

ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الحمد للہ ام القرآن ہے اور ام الکتاب ہے اور سبع مثانی ہے۔ (سنن دارمی: جز:2 ص:321)

امام بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ السبع الثانی ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا ہے۔

(صحیح بخاری: جز:2 ص:749)

اس سورت کو سبع مثانی اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں سات آیتیں ہیں اور مثانی فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

اول یہ کہ اس سورت کے نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور نصف میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہر دو رکعت نماز میں اس کو دوبار پڑھا جاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ یہ سورت دوبار نازل کی گئی ہے۔ چوتھا یہ کہ اس سورت کو پڑھنے کے بعد نماز میں دوسری سورت کو پڑھا جاتا ہے۔

الکافیہ

اس سورت کو کافیہ اس لیے کہتے ہیں کہ دوسری سورتوں کے بدلہ میں اس سورت کو پڑھا جا سکتا ہے اور اس سورت کے بدلہ میں کسی سورت کو نہیں پڑھا جا سکتا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ام القرآن۔ دوسری سورتوں کا عوض ہے اور دوسری کوئی سورت اس کا عوض نہیں۔ (تفسیر کبیر: جز:1 ص:90)

الشفاء

حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاتحۃ الکتاب ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (سنن دارمی: جز:2 ص:320)

الوافیہ

سفیان بن عیینہ نے اس کا نام سورہ وافیہ رکھا کیونکہ صرف اس سورت کو نماز میں آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھا جا سکتا لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۃ الکوثر کو بھی ایک رکعت میں آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھا جا سکتا لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ اس سورت کے مضامین جامع اور وافی ہیں اس لیے اس کو وافیہ کہا جاتا ہے۔

علامہ بقاعی نے ان اسماء کے علاوہ سورہ فاتحہ کے اسماء میں اساس، کنز، واقیہ، رقیہ اور شکر کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

1-فاتحہ کے اعتبار سے ہر نیک چیز کا افتتاح اس سورت سے ہونا چاہئے۔

2-اورام کے لحاظ سے یہ ہر خیر کی اصل ہے۔

3-اور ہر نیکی کا اساس ہے۔

4-اور مثنیٰ کے لحاظ سے دوبار پڑھے بغیر یہ لائق شمار نہیں۔

5-اور کنز کی حیثیت یہ ہر چیز کا خزانہ ہے۔

6-ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔

7-ہر مہم کے لئے کافی ہے۔

8-ہر مقصود کے لئے وافی ہے۔

9-واقیہ کے لحاظ سے ہر برائی سے بچانے والی ہے۔

10-رقیہ کے اعتبار سے۔

11-ہر آفت ناگہانی کے لئے دم ہے۔

12-اس میں حمد کا اثبات ہے جو صفات کمال کا احاطہ ہے۔

13-اور شکر کا بیان ہے جو منعم کی تعظیم ہے۔

14-اور یہ بعینہ دعا ہے جو مطلوب کی طرف توجہ ہے ان تمام امور کی جامع صلوٰۃ ہے۔ (نظم الدرر: جز: 1، ص 19 تا 20)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

1-فاتحہ، 2-فاتحۃ الکتاب

3-ام القرآن، 4-سورۃ الکنز

5-سورۃ وافیہ، 6-سورۃ کافیہ

7-سورۃ شافیہ، 8-سورۃ شفاء

9-سبع مثانی، 10-سورۃ نور

11-سورۃ رقیہ، 12-سورۃ الحمد

13-سورہ دعا، 14-سورۃ تعلیم المسئلہ

15-سورۃ مناجات، 16-سورۃ تفویض

17-سورۃ سوال، 18-سورۃ ام الکتاب

19-سورۃ فاتحۃ القرآن، 20-سورۃ صلوٰۃ

اس سورت میں سات آیتیں، ستائیس کلمے اور ایک سو چالیس حروف ہیں کوئی آیت ناسخ یا منسوخ نہیں۔ اس سورۃ کی وجہ تسمیہ (فاتحۃ الکتاب) اس لئے کہتے ہیں کہ اس سورۃ سے قرآن پاک کو شروع کیا جاتا ہے اور اس لئے کہ بعض روایات کی رو سے سب سے پہلے یہی اتری۔

سورۃ الحمد

اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اول میں لفظ الحمد آتا ہے۔

ام القرآن

اس لئے کہتے ہیں کہ ام کے معنیٰ ہیں اصل کے اور یہ سورۃ سارے قرآن پاک کی اصل ہے اس لئے کہ جس قدر مضامین سارے قرآن شریف میں تفصیل وار ہیں وہ سب اجمالاً یہاں آ گئے ہیں اس کو قرآن پاک سے وہی نسبت ہے جو بیج کو درخت سے ہوتی ہے کیونکہ بیج میں سارا درخت (یعنی پتے، شاخیں، پھل، پھول وغیرہ) ہوتا ہے۔

ام الکتاب

اس لئے کہتے ہیں کہ ساری آسمانی کتابوں کے تقریباً سارے مضامین اس میں آ گئے ہیں کیونکہ عقائد واعمال وغیرہ سب اس میں موجود ہیں نیز خدا کی ذات وصفات، اس کی معبودیت، اس کی بے نیازی، بندے کی عبدیت، نیازمندی وغیرہ تمام اس میں موجود ہیں۔

سبع مثانی

اس لئے کہتے ہیں کہ اس لفظ کے معنیٰ ہیں سات مکرر آیتیں چونکہ اس میں سات آیتیں ہیں اور دوبار یہ نازل ہوئی اس لئے اس کا یہ نام ہوا۔ نیز نماز میں ہر رکعت میں اس سورۃ کی تکرار ہوتی ہے نیز آدھی سورۃ میں رب عزوجل کی حمد وثناء ہے اور باقی آدھی میں بندے کی عرض ومعروض تو گویا آدھی خالق کے لئے ہے اور آدھی مخلوق کے لئے لہٰذا اس کو سبع مثانی کہا جاتا ہے نیز اس طرح کی سورۃ کسی اور آسمانی کتاب میں نہ آئی۔ نیز سورۃ فاتحہ کا ثواب قرآن مجید کے ساتویں حصہ کے برابر ہے لہٰذا جو شخص اسے سات بار پڑھ لے وہ پورے قرآن مجید کا ثواب پائے گا نیز اس کی آیتیں بھی سات ہیں اور دوزخ کے دروازے بھی سات جو شخص کہ ان سات آیتوں کے پڑھنے کا پابند ہوگا انشاء اللہ اس پر دوزخ کے سات دروازے بند ہو جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار جبرائیل امین نے بارگاہ نبوت ﷺ میں عرض کیا کہ میں آپ کی امت پر دوزخ کے عذاب کا خوف کرتا تھا جب سورۃ فاتحہ اتری تو مجھے اطمینان ہو گیا کیونکہ یہ سات آیتیں جہنم کے سات طبقوں کا قفل ہیں۔

سورة وافیہ

وافیہ کے معنیٰ پوری ہونے والی اس سورت میں یہ خصوصیت ہے کہ ہر رکعت میں پوری ہی پڑھی جاتی ہے دوسری سورتیں اگر دو رکعت میں آدھی آدھی یا کم وبیش پڑھ دی جائیں تو جائز ہوتا ہے۔

سورہ کافیہ

اس کو کافیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دوسری سورتوں کے بدلہ میں کافی ہوتی ہے لیکن اور کوئی سورۃ اس کا بدل نہیں ہوسکتی۔

سورہ شافیہ

اس لئے کہتے ہیں کہ یہ زہر اور صدہا قسم کی بیماریوں کا علاج ہے۔ ایک صحابی نے دیکھا کہ ایک آدمی مرگی کے دورہ میں گرفتار ہے تو اس کے کان میں یہ سورت پڑھ دی اور اس کو آرام ہو گیا حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں یہ واقعہ عرض کیا تو فرمایا یہ سورۃ ہر بیماری کی دوا ہے نیز یہ سورت جسمانی اور روحانی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

سورۃ صلوٰۃ

اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا پڑھنا ہر نماز میں ضروری ہے۔

سورۃ سوال

اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بندوں کو حق تعالیٰ سے دعا مانگنے کا طریقہ بنایا گیا ہے کہ جب دعا کرنی ہو تو پہلے خداوند تعالیٰ کی حمد کرے اپنی محتاجی اور بندگی کا ذکر کرے پھر اپنی حاجت عرض کرے اور دنیوی حاجت کے مقابلے میں آخرت کی حاجتیں زیادہ مانگے۔ سورۂ شکر اور سورہ دعا اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بندوں کو رب تعالیٰ کا شکر کرنے اور دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا گیا وغیرہ وغیرہ۔ (تفسیر نعیمی: ج:1 ص58 تا59)

مقام نزول

سورہ فاتحہ کے نزول کے متعلق مختلف روایات ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

واحدی نے ''اسباب النزول'' میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: سورۃ فاتحہ مکہ مکرمہ میں ایک خزانہ ہے نازل ہوئی ہے جو عرش کے نیچے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں اور ابو نعیم اور بیہقی دونوں نے اپنی اپنی ''دلائل النبوۃ'' اور واحدی اور ثعلبی نے از ابی میسرہ از عمرو بن شرحبیل سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو

میں ایک آواز سنتا ہوں بہ خدا! مجھے یہ خدشہ ہے کہ یہ کوئی عجیب وغریب چیز ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا۔ بہ خدا آپ امانت کو ادا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اس وقت گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا اور کہا آپ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ورقہ کے پاس جائیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ورقہ کے پاس چلیں۔ آپ نے پوچھا تم کو کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے۔ پھر دونوں ورقہ کے پاس گئے اور اس کو واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو مجھے اپنے پیچھے سے آواز آتی ہے۔ یا محمد، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں بھاگنے لگتا ہوں۔

ورقہ نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کریں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ آواز آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے رہیں اور سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے پھر مجھے آکر بتائیں پھر جب آپ خلوت میں تھے تو آپ کو آواز آئی یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کہیے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥" اور اس کو "وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥" تک پڑھا اور کہا کہیے "لا الٰہ الا اللہ" پھر آپ ورقہ کے پاس گئے اور اس کو یہ واقعہ سنایا۔

ورقہ نے کہا:

آپ کو بشارت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہیں جس کے آنے کی ابن مریم کو بشارت دی گئی تھی اور آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناموس کی مثل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل ہیں۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

جب بنو سلمہ کے جوان مسلمان ہوئے اور عمرو بن جموح کا بیٹا مسلمان ہوا تو عمرو کی بیوی نے عمرو سے کہا! تم اپنے بیٹے سے پوچھو وہ اس شخص سے کیا روایت کرتے ہیں:

عمرو نے اپنے بیٹے سے کہا۔

مجھے اس شخص کا کلام سناؤ تو اس کے بیٹے نے پڑھا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥" اور "الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ٥" تک پڑھا۔

اس نے کہا:

یہ کتنا حسین اور جمیل کلام ہے کیا اس کا سارا کلام اسی طرح ہے؟

اس کے بیٹے نے کہا:

اے ابا جان! اس سے بھی زیادہ حسین ہے۔

اور یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے ان تینوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں، ابو سعید ابن اعرابی نے معجم میں اور طبرانی نے اوسط میں مجاہد کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی تو ابلیس خوب رویا اور یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔

وکیع اور فریابی نے اپنی تفسیروں میں، ابو بکر بن انباری نے ''فضائل قرآن'' میں، امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں، عبد بن حمید اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں، ابو بکر بن انباری نے ''کتاب المصاحف'' میں، ابو الشیخ نے ''العظمۃ'' میں اور ابو نعیم نے ''حلیہ'' میں مجاہد سے روایت کیا ہے: فاتحۃ الکتاب مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

وکیع نے اپنی تفسیر میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ

فاتحۃ الکتاب مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ (درمنثور: جز: 1، ص: 3)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اس کے نزول کے بارے میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ یہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی بلکہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں: سب سے پہلے سورہ فاتحہ ہی نازل ہوئی چنانچہ اس کا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ جب میں تنہائی میں بیٹھتا ہوں تو غیبی آواز سنتا ہوں کہ کوئی کہتا ہے پڑھو اس کی خبر ورقہ بن نوفل کو دی گئی جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ میں بھائی تھے۔

ورقہ نے عرض کیا کہ

اب جب بھی یہ آواز آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان سے سنتے رہیں چنانچہ پھر یہ ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کیا کہ پڑھئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے فاتحہ نازل ہوئی مگر دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے سورہ اقراء نازل ہوئی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ سورت ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اتری لیکن اس پر اعتراض یہ ہے کہ نماز مکہ مکرمہ میں شب معراج میں فرض ہو چکی تھی اور نماز میں اس کا پڑھنا ضروری ہے اگر یہ سورت مدنی ہو تو مسلمانوں نے اتنے روز تک کیا پڑھا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ

سورت ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دوبارہ نازل ہوئی اس لئے اس کو سبع مثانی کہتے

ہیں کیونکہ یہ سات آیتیں ہیں اور دو دفعہ اتری ہیں اور دو بار اترنے میں حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کی شان کا پتہ لگ جائے اور حضور انور ﷺ کی عظمت بھی معلوم ہو جائے کیونکہ قرآن مجید کی آیتیں حقیقت میں حضور انور ﷺ کے لئے ربانی تحفہ ہیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:1، ص59 تا60)

فضائل

سورہ فاتحہ کے کثیر فضائل ہیں اور ان روایات کو صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں بھی درج کیا گیا ہے اور وہ احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ابی! (رضی اللہ عنہ) اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا اور حاضر نہیں ہوئے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی نماز پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک یارسول اللہ!

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وعلیک! اے ابی (رضی اللہ عنہ)! جب میں نے تمہیں بلایا تھا تو تم کو آنے سے کس چیز نے روکا تھا؟

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! میں نماز میں تھا!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جو میری طرف وحی نازل فرمائی ہے کیا تمہیں اس میں یہ حکم نہیں ملا۔

اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (الانفال:24)

جب اللہ اور رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کر دے گی تو حاضر ہو جاؤ۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

کیوں نہیں! اور میں انشاء اللہ دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تم کو ایسی سورت کی تعلیم دوں جس کی مثل تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ!

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو؟

توانہوں نے ام القرآن پڑھی!

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ اس کی مثل تورات میں نازل ہوئی ہے نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ فرقان میں یہ السبع من المثانی اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع الترمذی: ص:408)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی 516ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

السبع من المثانی میں من زائد ہے اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں اور اس کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ ہر نماز میں سورہ فاتحہ کو دوبارہ پڑھا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مثانی استثناء سے ماخوذ ہے کیونکہ اس سورت کے ساتھ یہ امت مستثنیٰ ہے اس امت سے پہلی امتوں پر یہ سورت نازل نہیں کی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ثناء سے ماخوذ ہے کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مثانی سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ" (الزمر:23) "اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ایسی کتاب جس کی آیتیں آپس میں متشابہ ہیں بار بار دہرائی ہوئی ہیں۔" تمام قرآن کو مثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں قصص اور امثال کو دہرایا گیا ہے اس تقدیر پر السبع من المثانی کا معنیٰ ہے قرآن کی سات آیتیں اور ایک قول یہ ہے کہ مثانی سے مراد قرآن مجید کی وہ سورتیں ہیں جن میں سو سے کم آیتیں ہوں۔ اور اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ تم السلام علیک ایھا النبی کہہ کر نماز میں حضور انور ﷺ سے خطاب کرتے ہو جبکہ کسی اور کے ساتھ نماز میں خطاب کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (شرح السنۃ: جز:3، ص:15)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم ایک سفر میں تھے ہم نے ایک جگہ قیام کیا۔ ایک لڑکی نے آکر کہا کہ قبیلہ کے سردار کو ایک بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہمارے لوگ حاضر نہیں ہیں کیا تم میں سے کوئی شخص دم کر سکتا ہے؟ ہم میں سے ایک شخص اس کے ساتھ گیا جس کو اس سے پہلے ہم دم کرنے کی تہمت نہیں لگاتے تھے اس نے اس شخص پر دم کیا جس سے وہ تندرست ہو گیا اور اس سردار نے اس کو تیس بکریاں دینے کا حکم فرمایا اور ہم کو دودھ پلایا جب وہ واپس آیا تو ہم نے اس سے پوچھا۔ کیا تم پہلے دم کرتے تھے۔

اس نے کہا:

نہیں! میں نے تو صرف ام الکتاب پڑھ کر دم کیا ہے!

ہم نے کہا:
اب اس کے متعلق کوئی بحث نہ کرو حتیٰ کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کے متعلق پوچھ لیں۔ ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اس کو کیا معلوم کہ یہ دم ہے (ان بکریوں کو) تقسیم کرو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ (صحیح البخاری: جز: 2، ص: 479)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ میرے اور میرے بندوں کے درمیان صلوٰۃ (سورۃ فاتحہ) کو تقسیم کر دیا گیا ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے اور جب بندہ کہتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب وہ کہتا ہے "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندہ نے میری ثناء کی اور جب وہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندہ نے میری تعظیم کی اور ایک بار فرمایا۔ میرے بندہ نے (خود) کو میرے سپرد کر دیا اور جب وہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے اور جب وہ کہتا ہے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ میرے بندہ کے لئے ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے۔ (صحیح مسلم: جز: 1، ص: 170)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
میں نماز پڑھ رہا تھا نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا میں حاضر نہ ہوا۔
میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ ﷺ! میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (الانفال: 24)
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ۔

پھر ارشاد فرمایا:

سنو! میں تم کو مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا جب ہم نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا میں تمہیں قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ یہ سبع مثانی ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری: جز: 2، ص: 749)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے اوپر کی جانب سے ایک چرچراہٹ کی آواز سنی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

یہ آسمان کا دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس دروازہ سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

یہ فرشتہ جو زمین کی طرف نازل ہوا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا اس فرشتہ نے آکر سلام کیا اور کہا۔ آپ ﷺ کو دونوروں کی بشارت ہو جو آپ ﷺ کو دیئے گئے ہیں اور آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے (ایک) فاتحۃ الکتاب ہے اور (دوسرا) سورہ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں ان میں سے جس حرف کو بھی آپ پڑھیں گے وہ آپ ﷺ کو دے دیا جائے گا۔ (سنن النسائی: جز: 5، ص: 12، 13)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جس دن فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی اس دن ابلیس بہت رویا تھا اور یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔

(مجمع الزوائد: جز: 6، ص: 311)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کی آواز سنی جو تہجد کی نماز میں

ام القرآن پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر اس سورت کو سنتے رہے حتیٰ کہ اس نے وہ سورت ختم کر لی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید میں اس کی مثل (اور کوئی سورت) نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:6،ص:310)

حدیث مبارکہ:8

حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاتحۃ الکتاب سے ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (سنن دارمی: جز:2،ص:320)

رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر فوراً حاضر ہونا

☆ قولہ الم یقل اللہ تعالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ الخ

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ سے اس پر استدلال کیا گیا ہے نبی کریم ﷺ جب کسی شخص کو نماز میں بھی بلائیں تو اس پر حاضر ہونا واجب ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اس سے نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔

امام رویانی نے یہ کہا ہے کہ

نماز میں آپ ﷺ کے بلانے پر جانا واجب نہیں ہے اور اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب نمازی یہ دیکھے کہ تاخیر سے کوئی حادثہ ہو جائے گا تو وہ نماز توڑ دے مثلاً وہ دیکھے کہ ایک نابینا شخص کنویں کی سیدھ میں جا رہا ہے اور اگر اس نے اس کو متنبہ نہ کیا تو وہ کنویں میں گر جائے گا تو وہ نماز توڑ دے۔ (روح المعانی: جز:9،ص:191)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

اگر نمازی بحالت نماز حضور انور ﷺ کے بلانے پر خدمت اقدس میں حاضر ہو اور جس کا حضور انور ﷺ حکم دیں وہ بھی کرے جب بھی وہ نماز ہی میں رہے گا پھر جتنی رکعات رہ گئی تھیں وہ ہی پڑھے۔ یہاں تفسیر بیضاوی نے فرمایا نماز بھی حضور انور ﷺ کی پکار پر حاضری ہے تو یہ حاضری دوسری حاضری سے نہیں ٹوٹ سکتی۔

فقیر کہتا ہے کہ

اگر نمازی کا وضو جاوے تو وضو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹی تو حاضری بارگاہ سے نماز کیوں ٹوٹے کہ وہ دل اور روح کا وضو ہے نماز کی حالت میں حضور انور ﷺ کو سلام کرنا واجب ہے **السلام علیک ایھا النبی** دوسرے کو سلام کرنا نماز توڑ دیتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:9، ص:509)

اعتراض

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول دو ذاتوں کا ذکر ہوا مگر دعا صیغہ واحد ارشاد ہوا۔ نحوی قاعدہ سے دعوا فرمانا چاہئے تھا۔

یہ کیوں ہوا؟

جواب

اللہ تعالیٰ کا ذکر برکت کے لئے ہے بلانے والے صرف رسول ہیں انہیں کے اعتبار سے دعا واحد ارشاد ہوا معنیٰ یہ ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تم کو بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ یا یوں کہو کہ اگرچہ بلانے والے دو ہیں اللہ رسول مگر بلاوا ایک ہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا بلاوا حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے ہے یا یوں کہو کہ بلاوے دو ہیں مگر ان دونوں بلاووں کی زبان ودہان ایک ہے یعنی زبان ودہان مصطفیٰ ﷺ۔ ان وجوہ سے دعا واحد ہی آنا چاہئے تھا۔

اعتراض

اگر یہ بات ہے تو دعا کا فاعل رب تعالیٰ کو کیوں نہیں مانتے کہ اس کا بلانا اصل ہے رسول کا بلانا فرع رسول کو فاعل کیوں مانتے ہو؟

جواب

چند وجہ سے ایک یہ کہ رسول قریب ہے **دعاکم** سے لفظ اللہ اور ضمیر لوٹا کرتی ہے قریب کی طرف دیکھو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ** یہاں بھی ذکر ہوا اللہ رسول کا **من فضلہ** میں ضمیر آئی واحد چونکہ رسول ضمیر سے قریب ہے اس لئے یہ ضمیر رسول کی طرف لوٹی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی مومن کو نہ بلاتا ہے نہ پکارتا ہے رسول ہی بلاتے پکارتے ہیں خواہ اپنی طور سے بلائیں پکاریں یا رب تعالیٰ کی طرف سے لہٰذا دعا کی ضمیر رسول ہی کی طرف لوٹنی چاہئے کہ اس میں دونوں پکاریں شامل ہو جائیں گی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ هِيَ مِنَ الطُّوَلِ

باب: جس نے کہا یہ طوال مفصل میں سے ہے

یہ باب سورۃ فاتحہ کے طوال مفصل ہونے کے بیان میں ہے۔

1247 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُوتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي الطُّوَلِ وَاُوتِيَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَام سِتًّا فَلَمَّا اَلْقَى الْاَلْوَاحَ رُفِعَتْ ثِنْتَانِ وَبَقِيَ اَرْبَعٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات آیات دی گئیں جو کہ طول ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ دی گئیں جب آپ علیہ السلام نے تختیاں ڈال دیں تو دو کو اٹھایا اور چار بقیہ بچ گئیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1247)

شرح:

الطّول جمع ہے طولی کی جیسے الکبر جمع ہے کبریٰ کی۔ اس میں ہی ضمیر سورہ فاتحہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ لمبی سورتوں میں سے ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي اٰيَةِ الْكُرْسِيِّ

باب: آیۃ الکرسی کے متعلق

یہ باب آیۃ الکرسی کے بیان میں ہے۔

1248 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اِيَاسٍ عَنْ اَبِي السَّلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا الْمُنْذِرِ اَيُّ اٰيَةٍ مَعَكَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ قَالَ اَبَا الْمُنْذِرِ اَيُّ اٰيَةٍ مَعَكَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ (اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) قَالَ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ لِيَهْنَ لَكَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ الْعِلْمُ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے ابوالمنذر! تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کون سی آیت سب سے بڑی ہے۔ میں نے عرض کیا "**اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم**" راوی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ اقدس مارا اور ارشاد فرمایا: آپ کو علم مبارک ہو۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1248)

شرح: کرسی کا معنیٰ

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:
کرسی لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس پر ٹیک لگا کر بیٹھا جاتا ہے۔
ثعلب نے کہا:
جو عرب کے نزدیک بادشاہوں کی کرسی کی حیثیت سے معروف ہے۔ (لسان العرب: جز:6، ص:194)
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:
کرسی وہ ہے جس پر بیٹھنے کے بعد مقعد سے زائد جگہ نہ بچے۔ (عمدۃ القاری: جز:1، ص:66)
علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
کرسی کا معنیٰ ہے جس پر کوئی شخص بیٹھے اور بیٹھنے کے بعد اس میں جگہ نہ بچے اور یہاں یہ کلام بہ طور تمثیل ہے ورنہ کوئی کرسی ہے نہ کوئی بیٹھنے والا۔ اکثر متاخرین نے یہی کہا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ہونا لازم نہ آئے اور احادیث مبارکہ میں بھی استعارہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور حق وہی ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو ہم جسمیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا انکار لازم آئے گا۔
اور متقدمین نے یہ کہا کہ
یہ متشابہات میں سے ہے اور حقیقت میں اس سے کیا مراد ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ (روح المعانی: جز:3، ص:10)

آیت الکرسی کے فضائل

آیت الکرسی پڑھنے کے کثیر فضائل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو دوسری نماز تک اپنی حفاظت میں رکھتا ہے اور آیت الکرسی کی حفاظت صرف نبی، صدیق یا شہید ہی کرتا ہے۔ (درمنثور: جز: 1، ص: 322)

حدیث مبارکہ: 2

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو دوسری نماز تک اپنی حفاظت میں رکھتا ہے اور آیت الکرسی کی حفاظت صرف نبی، صدیق یا شہید ہی کرتا ہے۔ (سنن کبریٰ: جز: 6، ص: 30)

حدیث مبارکہ: 3

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھے اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی اور وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (سنن کبریٰ: جز: 6، ص: 30)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک شخص آیا اور مٹھی بھر طعام لے جانے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا۔ میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں محتاج اور عیال دار ہوں اور مجھے بڑی سخت ضرورت تھی میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! گزشتہ رات کے تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟

میں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے اپنی اور اپنے عیال کی سخت مجبوری بیان کی۔ مجھے ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ جھوٹا ہے وہ پھر آئے گا میں تیسری رات پھر اس کی گھات میں بیٹھا وہ آیا اور پھر مٹھی بھر کر طعام لے جانے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا آج آخری بار ہے میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا تو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر

آ جاتا ہے۔

اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تم کو چند ایسے کلمات بتاتا ہوں جن سے تم کو نفع ہو گا۔

میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟

اس نے کہا:

جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھنا تو صبح تک اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہارے پاس صبح تک شیطان نہیں آئے گا۔

صبح کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہے تو وہ جھوٹا مگر یہ بات اس نے سچ کہی ہے۔ (درمنثور، جز:1، ص:326)

حدیث مبارکہ:5

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جو شخص بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھتا ہے صبح تک دو فرشتے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ (درمنثور، جز:1، ص:327)

حدیث مبارکہ:6

حضرت ابن الاسقع بکری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ لا الہ الا هو الحی القیوم

اور پوری آیت پڑھی۔ (درمنثور، جز:1، ص:322)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ سُوْرَةِ الصَّمَدِ

باب: سورہ اخلاص کے متعلق

یہ باب سورہ اخلاص کے متعلق ہے۔

1249 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَاُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ

جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ لَہٗ وَکَاَنَّ الرَّجُلَ یَتَقَالُّھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک آدمی نے کسی اور کو بار بار سورہ اخلاص پڑھتے ہوئے سنا۔ جس نے سنا اس نے صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا اور وہ شخص اس کو کم خیال کرتا تھا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک یہ ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔

(سنن النسائی: ج:4، ص:97، شرح السنۃ: ج:1، ص:296، صحیح ابن حبان: ج:3، ص:71، صحیح البخاری: ج:15، ص:419)

شرح: سورہ اخلاص کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کے متعدد نام ہیں جن میں زیادہ مشہور نام سورہ اخلاص ہے کیونکہ یہ سورت اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کو بیان کرتی ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور ہر شریک سے پاک ہے اور اس سورت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے انسان شرک اور دائمی عذاب سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے۔

اس سورت کے دوسرے نام یہ ہیں۔

1-سورۃ التفرید، 2-سورۃ التوحید 3-سورۃ النجات، 4-سورۃ الولایۃ 5-سورۃ المعرفۃ، 6-سورۃ الاساس

سورہ اخلاص کے فضائل

سورہ اخلاص کے کثیر فضائل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کا نسب بیان کیجئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی۔ "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ○" پس صمد وہ ہے جو کسی کی اولاد نہ ہو نہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ ہر ولد عنقریب مر جائے گا اور جو مرتا ہے اس کا عنقریب کوئی وارث ہوتا ہے اور بے شک اللہ عزوجل نہ مرے گا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○ آپ نے فرمایا اس کا نہ تو کوئی مشابہ ہے نہ ہی کوئی ہمسر ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3364)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کے لئے یہ جائز نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کے لئے یہ جائز نہ تھا ابن آدم کی تکذیب یہ ہے کہ اس نے کہا وہ اس کو دوبارہ نہیں پیدا کر سکے گا جیسے پہلے پیدا کیا تھا حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا حالانکہ میں الاحد الصمد ہوں حالانکہ میری اولاد ہے نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا کفو ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4975)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم لوگ جمع ہو جاؤ میں عنقریب تمہارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں گا پھر جنہوں نے جمع ہونا تھا وہ جمع ہو گئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔

پھر ہم میں سے بعض نے کہا:

میرے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے خبر آئی ہے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں گا! سنو! بے شک یہ سورت تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (صحیح المسلم: رقم الحدیث: 812)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انصار کے ایک شخص (حضرت کلثوم بن ہدم) مسجد قباء میں امامت کرتے تھے وہ جب بھی نماز میں کوئی سورت ملاتے تو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝" سے ابتداء کرتے پھر اس کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔

ان کے اصحاب نے کہا:

آپ پہلے یہ سورت پڑھتے ہیں اور اس کو کافی نہیں سمجھتے کوئی اور سورت ملاتے ہیں آپ یا تو اسی سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ کر کوئی اور سورت پڑھیں۔

انہوں نے کہا:

میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں تمہیں پسند ہو تو میں تم کو امامت کراؤں اور پسند نہ ہو تو امامت نہ کراؤں اور لوگ ان کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور کسی اور کو امام بنانا ناپسند کرتے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا۔

آپ ﷺ نے ان صاحب سے فرمایا: تم اپنے اصحاب کی بات کیوں نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو لازماً پڑھنے کا کیا سبب ہے؟

انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سورت کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 774)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن مجید پڑھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم کیسے تہائی قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (صحیح المسلم: 1855)

حدیث مبارکہ: 6

اسی سند سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین حصے کیے ہیں اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ قرآن مجید کا ایک حصہ بنایا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 811)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ اپنے اصحاب میں نماز پڑھاتے تھے وہ سورت ملانے کے بعد آخر میں سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پڑھتے تھے جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

ان سے پوچھو! وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ لوگوں نے پوچھا:

تو انہوں نے کہا:

یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے اس لیے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7375)

ثلث قرآن کے برابر کے احتمال

☆ انها لتعدل ثلث القرآن

سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ ثلث قرآن مجید کے برابر ہے اس میں چند احتمال ہیں یا تو باعتبار ثواب کے اور یا باعتبار مضمون کے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ اس شخص نے اس سورت کو بار بار اس کثرت سے پڑھا کہ مقدار میں وہ دس پاروں کے برابر ہوگئی۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الْمُعَوِّذَتَيْنِ

باب: موذتین کا بیان

یہ باب سورہ فلق اور والناس کے بیان میں ہے۔

1250 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ مَوْلٰى مُعَاوِيَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كُنْتُ اَقُوْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لِي يَا عُقْبَةُ اَلَا اُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قُرِئَتَا فَعَلَّمَنِي قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ قَالَ فَلَمْ يَرَنِي سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ صَلّٰى بِهِمَا صَلٰوةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ الْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ يَا عُقْبَةُ كَيْفَ رَاَيْتَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں سفر کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کو پکڑ کر چل رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے عقبہ! کیا میں آپ کو دو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں جن کی قرأت کی جاتی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ کی تعلیم دی۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں نے اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا تو لوگوں کو انہی دو سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت پائی تو میری طرف التفات فرما کر ارشاد فرمایا! اے عقبہ تم نے کس طرح دیکھا ہے؟

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:394، سنن النسائی: جز:16،ص:303)

1251 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِى سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَسِيرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْاَبْوَاءِ اِذْ غَشِيَتْنَا رِيحٌ وَّظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَاَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَيَقُوْلُ يَا عُقْبَةُ تَعَوَّذْ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا قَالَ وَسَمِعْتُهُ يَؤُمُّنَا بِهِمَا فِى الصَّلٰوةِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے مابین سیر وتفریح کر رہا تھا کہ ہم کو آندھی اور شاید اندھیرے نے آلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ٥ اور اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٥ کے واسطے سے پناہ طلب کی اور ارشاد فرماتے! اے عقبہ! ان دونوں کے ذریعے پناہ طلب کیا کرو کیونکہ ان دونوں کی مثل کے ساتھ کسی نے پناہ طلب نہیں کی اور میں نے سنا ہے کہ ان سورتوں کے ساتھ آپ نماز میں ہماری امامت کرواتے۔

(معجم الکبیر: ج:17، ص:345، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:394، شعب الایمان: ج:2، ص:511، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:36، ص:152)

شرح: فلق نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام فلق ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں الفلق کا لفظ ہے اس لیے اس کو سورۃ الفلق کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ٥ (الفلق:1)

آپ فرمادیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔

الناس کا نام اور وجہ تسمیہ

اس سورۃ کا نام الناس ہے کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں الناس کا لفظ ہے اور اس سورت میں الناس کا لفظ پانچ بار ذکر ہوا ہے۔

سورۃ الفلق اور والناس کے فضائل

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے کثیر فضائل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں سورہ یوسف اور سورہ ھود کو پڑھوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عقبہ (رضی اللہ عنہ) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ کو پڑھو تم کوئی سورت نہیں پڑھو گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بلیغ ہو اگر تم کر سکتے ہو تو اس کو فوت نہ ہونے دو۔ (مستدرک، رقم الحدیث: 3988)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آج رات مجھ پر ایسی سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی مثل کبھی نہیں دیکھی گئی "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○" (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 814)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت حابس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے حابس (رضی اللہ عنہ)! کیا میں تمہیں ان کلمات کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟

انہوں نے کہا:

کیوں نہیں! یا رسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ اور یہی المعوذتان ہیں۔ (سنن النسائی، رقم الحدیث: 5432)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ جنات کی نظر سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ طلب کرتے تھے حتیٰ کہ المعوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے ان کو شروع کر دیا اور ان کے سوا کو ترک کر دیا۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: 2058)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا معوذتین کے قرآن ہونے پر انکار تھا یا نہیں؟

اس بارے میں یہ احادیث مبارکہ پہلے بیان کی جاتی ہیں بعد میں اقوال بیان کیے جائیں گے۔

حدیث مبارکہ: 1

عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کو مصاحف سے کھرچ دیتے تھے اور کہتے تھے یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ سے نہیں ہیں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 21188)

حدیث مبارکہ: 2

زر بن جیش سے روایت ہے:

میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بھائی المعوذتین کو مصحف سے کھرچ دیتے تھے۔ سفیان بن مسعود سے کہا گیا تو انہوں نے اس واقعہ کا انکار نہیں کیا۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھ سے ان کو پڑھنے کے لئے کہا گیا تو میں نے ان کو پڑھا۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا:

ہم اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔

سفیان نے کہا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کو کھرچ دیتے تھے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں نہیں ہیں اور ان کا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر یہ پڑھ کر دم کرتے تھے اور ان کا یہ گمان تھا کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے لیے ہیں اور انہوں نے اپنے گمان پر اصرار کیا اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ تحقیق تھی کہ یہ دونوں سورتیں قرآن مجید سے ہیں انہوں نے ان دونوں سورتوں کو قرآن مجید میں رکھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4976)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں سورتوں کے متعلق سوال کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھ سے ان کو پڑھنے کے لئے کہا گیا تو میں نے پڑھا سو تم بھی اسی طرح پڑھو جس طرح میں نے پڑھا ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3515)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ المعوذتین کو اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے؟ انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ آپ پڑھئے "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ o" تو میں نے اس کو پڑھا پھر انہوں نے کہا: آپ پڑھئے "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o" تو میں نے اس کو پڑھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم وہی پڑھتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 797)

علماء کرام کے اقوال

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے انکار معوذتین کے بارے میں علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی حدیث 814 میں واضح دلیل ہے کہ المعوذتان قرآن مجید سے ہیں اور جس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس کے خلاف منسوب کیا اس کا قول مردود ہے۔ (اکمال المعلم: جز: 3، ص: 182)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی کا قول

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی 456ھ لکھتے ہیں:

وہ قرآن مجید جو اس وقت شرقاً غرباً تمام مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے اس میں سورۂ فاتحہ سے لے کر معوذتین تک جو مصاحف میں بیان کیا گیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس نے سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل فرمایا ہے جس شخص نے اس میں سے ایک حرف کا بھی انکار کیا وہ کافر ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ ان کے مصحف میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ المعوذتین نہیں تھیں سو وہ جھوٹ ہے موضوع ہے صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ زر بن جیش حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے مصحف میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین تھیں۔ (المحلی بالآثار: جز: 1، ص: 32)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کا قول

کتب قدیمہ میں یہ منقول ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ فاتحہ اور معوذتین کے قرآن مجید ہونے کا انکار کرتے تھے اور اس مسئلہ میں بہت قوی اشکال ہے کیونکہ اگر ہم یہ کہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں سورہ فاتحہ کے قرآن مجید ہونے پر نقل متواتر حاصل تھی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کا علم تھا اور پھر انہوں نے اس کے قرآن مجید ہونے کا انکار کیا تو یہ انکار ان کے کفر کو یا ان کی عقل کی کمی کو واجب کرے گا اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس زمانہ میں ان کے قرآن ہونے پر نقل متواتر نہیں تھی تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اصل میں قرآن مجید نقل متواتر سے ثابت نہیں ہے اور اس سے قرآن مجید حجت یقینیہ نہیں رہے گا اور ظن

غالب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو یہ قول منقول ہے یہ نقل کاذب اور باطل ہے اور اسی بات سے اس اشکال کا حل نکل سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر: جز: 1، ص: 190)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی کا قول

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی حدیث 814 میں اس پر واضح دلیل ہے کہ معوذتین قرآن ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو اس کے خلاف منقول ہے وہ مردود ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 4، ص: 2344)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی کا قول

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

المعوذتان قرآن مجید سے ہیں اور جس شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس کے خلاف منسوب کیا اس کا قول مردود ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز: 3، ص: 160)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی کا قول

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتان کے قرآن مجید ہونے کا انکار کرتے تھے اور روایت صحیحہ کا انکار کرنا درست نہیں ہے البتہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی تاویل کرنا ضروری ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتان کے قرآن مجید ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو مصحف میں لکھنے کا انکار کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اسی سورت کو قرآن مجید میں لکھا جائے جس کو لکھنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہو اور ان تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہیں پہنچی تھی یہ عمدہ تاویل ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ دونوں کتاب اللہ میں سے نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے اس قول میں کتاب اللہ سے مراد مصحف ہے لہٰذا تاویل صحیح ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی معوذتین متواتر تھیں لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کا تواتر ثابت نہ تھا اس لئے ان کا انکار کفر نہیں ہے البتہ معوذتین کا تواتر معروف ہو چکا ہے لہٰذا اب جو ان کا انکار کرے گا وہ کفر ہوگا اس کی نظیر یہ ہے کہ اب اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ کا انکار کفر ہے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ اجماع واضح نہیں تھا اس لیے آپ نے منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا۔ (فتح الباری: جز: 6، ص: 151)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

معوذتین کے قرآن ہونے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جو اختلاف منقول ہے اس سے بعض ملحدین نے قرآن مجید کے اعجاز میں طعن کیا ہے انہوں نے کہا: اگر قرآن مجید کی بلاغت حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہوتی تو قرآن مجید غیر قرآن سے ممتاز ہوتا پھر اس میں یہ اختلاف نہ ہوتا کہ یہ قرآن ہے یا نہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ معوذتین کے قرآن ہونے پر اجماع ہے اور فقہاء اسلام نے کہا ہے: اب معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کرنا کفر ہے اور شاید کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے انکار سے رکوع کر لیا تھا۔ (روح المعانی: جز:30،ص:499)

عبدالمصطفیٰ کہتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے رجوع کے قول کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ امام ابو القاسم سلمان بن احمد الطبرانی متوفی 360ھ نے خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں سورتوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے ان کو پڑھنے کے لئے کہا گیا تو میں نے پڑھا سو تم بھی اسی طرح پڑھو جس طرح میں نے پڑھا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:3515)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اسْتِحْبَابِ التَّرْتِيلِ فِي الْقِرَائَةِ

باب: قرأت میں ترتیل کے استحباب کا بیان

یہ باب قرأت میں ترتیل کے استحباب کے متعلق ہے۔

1252 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صاحب قرآن سے فرمایا جائے گا کہ قرآن پڑھو اور سیڑھیوں کو چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کے پڑھو جس طرح کہ تو دنیا کے اندر ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا کیونکہ تیری منزل وہی ہوگی جس آیت پر تو قرأت کو ختم کرے گا۔

(سنن الترمذی: جز:10،ص:156، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:31،ص:437)

1253 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسًا عَنْ قِرَائَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَمُدُّ مَدًّا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ مد کو ادا فرماتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1253)

1254 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهُ سَأَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَائَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَاتِهٖ فَقَالَتْ وَمَا لَكُمْ وَصَلَاتَهُ كَانَ يُصَلِّي وَيَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى ثُمَّ يُصَلِّي قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى حَتّٰى يُصْبِحَ وَنَعَتَتْ قِرَائَتَهُ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَائَتَهُ حَرْفًا حَرْفًا

یعلیٰ بن مملک سے روایت ہے: انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا تمہاری نماز کہاں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے اور اس قدر آرام فرما ہوتے جس قدر نماز ادا فرماتے تھے پھر نماز ادا فرماتے جس قدر آرام فرما ہوئے تھے پھر آرام فرما ہوتے جس قدر نماز ادا فرمائی تھی حتیٰ کہ صبح ہو جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی حالت بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا حرف حرف علیحدہ ہوا کرتا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:13؛ صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:188؛ شعب الایمان: جز:3،ص:473)

1255 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَةٍ يَقْرَاُ بِسُورَةِ الْفَتْحِ وَهُوَ يُرَجِّعُ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ مکرمہ کے دن اونٹ پر سوار ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فتح پڑھ رہے تھے اور لوٹا کر پڑھا کرتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1255)

1256 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے زینت دیا کرو۔

(مستدرک: جز:1، ص:761، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:561، سنن ابن ماجہ: جز:1، ص:426)

1257 حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ بِمَعْنَاهُ اَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَهِيْكٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَقَالَ يَزِيْدُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيدٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ هُوَ فِيْ كِتَابِيْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَهِيْكٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت سعید بن ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن مجید خوبصورت آواز سے نہ پڑھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کیا۔

(البزار: جز:1، ص:217)

1258 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْوَرْدِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ يَزِيْدَ مَرَّ بِنَا اَبُوْ لُبَابَةَ فَاتَّبَعْنَاهُ حَتّٰى دَخَلَ بَيْتَهُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَاِذَا رَجُلٌ رَثُّ الْبَيْتِ رَثُّ الْهَيْئَةِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَرَاَيْتَ اِذَا لَمْ يَكُنْ حَسَنَ الصَّوْتِ قَالَ يُحَسِّنُهُ مَا اسْتَطَاعَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ قَالَ قَالَ وَكِيعٌ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ يَعْنِيْ يَسْتَغْنِيْ بِهٖ

عبیداللہ بن ابو یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ہمارے قریب سے گزر ہوا تو ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیئے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے تو ہم بھی داخل ہو گئے وہاں پر ایک شخص ٹوٹے ہوئے گھر میں پرانے کپڑوں میں ملبوس تھا تو میں نے ان کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوبصورت آواز سے نہ پڑھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے کہا کہ اے ابو محمد! جب کسی کی آواز ہی نہ احسن ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے فرمایا۔ استطاعت کے مطابق احسن انداز سے

پڑھے۔محمد بن سلیمان انباری کہتے ہیں کہ وکیع اور ابن عیینہ اچھی آواز سے پڑھتے تھے۔

(معجم الکبیر: جز:5،ص:34،سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:558،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:54،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:44، ص:153)

1259 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مَالِكٍ وَحَيْوَةُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهٖ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس قدر توجہ سے نہیں سنتا جتنی توجہ سے نبی کی حسین آواز کو سنتا ہے۔قرآن مجید غنا سے آواز کے ساتھ پڑھنا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1259)

شرح: ترتیل کی تحقیق

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

رتل کا معنیٰ ہے کسی چیز کو مرتب اور منظم طور پر وارد کرنا اور ترتیل کا معنیٰ ہے لفظ کو سہولت اور استقامت کے ساتھ منہ سے نکالنا۔(المفردات: جز:1،ص:249)

علامہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو سرعت کے ساتھ نہ پڑھنا بلکہ ٹھہر ٹھہر کر سہولت کے ساتھ معانی میں غور وفکر کے ساتھ پڑھنا ترتیل ہے۔

الضحاک نے کہا:

ایک ایک حرف الگ الگ کر کے پڑھنا ترتیل ہے۔

مجاہد نے کہا:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے پسندیدہ اس کی قرأت ہے جو سب سے زیادہ تدبر سے قرآن مجید پڑھے۔

حضرت حسن سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھو یہ ترتیل ہے۔

ابوبکر بن طاہر نے کہا:

ترتیل یہ ہے کہ قرآن مجید کے خطاب کے لطائف میں غور کرو اور اپنے نفس سے قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کا مطالبہ کرو اور اپنے قلب سے اس کے معانی سمجھنے کا مطالبہ کرو اور اپنی روح کو قرآن مجید کی طرف متوجہ کر دو۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:19، ص:36)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا:

ترتیل کا معنیٰ تبیین ہے یعنی بیان کرنا اور قرآن مجید کو جلدی جلدی پڑھنے سے تبیین نہیں ہوتی یہ اس وقت ہوتی ہے جب تمام حروف کو ان کے مخارج سے واضح طور پر ادا کیا جائے اور جہاں مدات ہوں ان کو پورے طور پر پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کی نماز میں قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ رات کے سکوت پر سکون ماحول اور تنہائی میں انسان ان آیات کے حقائق اور دقائق میں غور کرنے پر قادر ہو اور جب وہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت ہو۔ اور جب وعد اور وعید کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں عذاب کا خوف اور ثواب کی امید ہو اور اس وقت اس کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے روشن ہو جائے اور جلدی جلدی قرآن مجید پڑھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانی میں غور نہیں کر رہا پس معلوم ہوا کہ ترتیل سے مقصود یہ ہے کہ حضور قلب اور کمال معرفت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ (تفسیر کبیر: جز:10، ص:683)

نبی کریم ﷺ کے تلاوت قرآن مجید کا انداز مبارکہ

نبی کریم ﷺ کے تلاوت قرآن مجید کا انداز بہت ہی حسین وجمیل تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ

نبی کریم ﷺ کس طرح قرأت کرتے تھے؟

انہوں نے کہا:

نبی کریم ﷺ مدات کے ساتھ قرأت کرتے آپ ﷺ اس کو کھینچ کر پڑھتے اور رحمٰن کو کھینچ کر پڑھتے اور رحیم کو کھینچ کر پڑھتے۔ لفظ اللہ تعالیٰ میں لام کے بعد الف کا خوب اظہار کرتے اور رحمان میں میم کے بعد الف کا اظہار کرتے اور رحیم میں دو سے چھ مدات تک کھینچ کر وقف کرتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:5046)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی قرأت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ایک ایک حرف کو الگ الگ پڑھ کر بتایا۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث:2923)

عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اے اہل قرآن قرآن مجید کو تکیہ نہ بناؤ اور رات اور دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو اور اس میں جو کچھ مذکور ہے اس سے نصیحت حاصل کرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور تم اس کے ثواب کو جلد طلب نہ کرو اس کا ثواب بہر حال ہے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 2803)

تلاوت کا حق کیا ہے؟

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

تلاوت کا حق یہ ہے کہ جب بندہ دوزخ کا ذکر پڑھے تو اللہ تعالیٰ سے دوزخ کی پناہ طلب کرے اور جب جنت کا ذکر پڑھے تو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 1160)

قرآن مجید کو غنا کے ساتھ پڑھنا

قوله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم و لیس منامن لم یتغن بالقرآن ۔ الخ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن مجید غنا کے ساتھ نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں غنا کے کئی محمل ہیں۔

1- جو قرآن مجید کے سبب سے دوسری آسمانی کتابوں سے مستغنی نہیں ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

2- جس کو قرآن مجید کے وعد اور وعید نے نفع نہیں پہنچایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

3- جس کو قرآن مجید سے راحت نہیں پہنچی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

4- جس نے دائماً قرآن مجید کی تلاوت کر کے خوش حالی کو حاصل نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

5- امام عبد الرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے نبی کو جتنی اجازت خوش آوازی کے لئے دی ہے کسی چیز کے لئے نہیں دی۔

6- امام ابن ابی داؤد اور امام طحاوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی کو حسن ترنم کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی ہے اتنی اجازت اور کسی چیز کے لئے نہیں دی۔

7- امام ابن ماجہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت فضالہ بن عبید سے مرفوعاً روایت کیا ہے: جو شخص خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت توجہ سے اس کا قرآن سنتا ہے۔

8- امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے قرآن مجید پڑھنا سیکھو اور اس کو خوش الحانی سے پڑھو۔ (فتح الباری: جز: 10، ص: 87)

مذاہب فقہاء

خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کے نزدیک الحان کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے جواز میں اختلاف ہے بہر حال خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ عبدالوہاب مالکی نے الحان کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے: یہ حرام ہے اور ابوالطیب الطبری، الماوردی، ابن بطال، قاضی عیاض مالکی، علامہ قرطبی اور متعدد اہل علم نے کراہت کا قول نقل کیا ہے اور ابن بطال نے جماعت صحابہ اور تابعین سے جواز کا قول نقل کیا ہے اور امام طحاوی حنفی نے بھی اسی قول کو نقل کیا ہے اور علامہ نووی نے تبیان میں کہا ہے کہ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے بہ شرطیکہ الفاظ کو زیادہ کھینچنے سے وہ الفاظ قرأت اور تجوید کی حد سے نکل نہ جائیں اور اگر وہ قرأت کی حد سے نکل جائیں حتیٰ کہ کسی ایک لفظ کی زیادتی ہو جائے یا کسی ایک حرف کا اخفاء ہو جائے تو پھر یہ حرام ہے اور رہا قرآن مجید کو الحان سے پڑھنا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے اور دوسری جگہ تصریح کی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کے اس میں دو قول ہیں اگر الحان اور ترنم کے ساتھ پڑھنے سے قرأت اپنے صحیح طریقہ سے خارج نہ ہو تو پھر جائز ہے ورنہ حرام ہے۔

اور علامہ الماوردی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے: ترنم کے ساتھ پڑھنے سے اگر بعض الفاظ اپنے مخارج سے نکل جائیں تو حرام ہے ورنہ جائز ہے۔

علامہ ابن حمدان حنبلی نے الرعایہ میں اور حنفیہ میں سے صاحب الذخیرہ نے کہا ہے:

اگر ترنم کی وجہ سے نظم قرآن مشوش نہ ہو تو پھر ترنم کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے اور اگر کوئی شخص خوش آواز نہ ہو تو اس کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ ابن ابی ملیکہ کا قول ہے جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری: جز:10، ص:89)

قرآن مجید کو سن کر اظہار وجد کرنا

قرآن مجید کو سن کر اظہار وجد کرنے کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء درج ذیل ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کے اصحاب نے بتایا کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا تھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے اور ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرمائی ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ آج کل ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو ان میں کوئی شخص بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

اور سعید بن عبدالرحمان الجمعی نے کہا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس اہل قرآن میں سے ایک شخص گزرا اور گر گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

اس کو کیا ہوا؟

لوگوں نے کہا:

جب اس کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سنتا ہے تو گر جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم تو نہیں گرتے۔

پھر آپ نے فرمایا۔

ان میں سے کسی ایک کے پیٹ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے۔ سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ کے اصحاب کا یہ طریقہ نہیں تھا۔

عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے:

محمد بن سیرین کے نزدیک ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جن کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو وہ بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے سامنے چھت کے اوپر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھیں پھر ان کے سامنے اول سے لے کر آخر تک قرآن مجید پڑھا جائے پھر اگر انہوں نے اپنے آپ کو چھت سے گرا دیا تو ہم مان لیں گے۔

ابو عمران الجونی نے بتایا کہ

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وعظ کیا تو ایک آدمی نے اپنی قمیص پھاڑ لی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس قمیص والے سے کہے کہ میں ان ڈرنے والوں کو پسند نہیں کرتا جو مجھے اپنا دل کھول کر دکھاتے ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:15، ص:223)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

نیک اور متقی لوگ جب قرآن مجید سنتے ہیں تو اس میں وعد اور وعید اور تخویف اور تہدید کی آیات پر جب غور کرتے ہیں تو ڈر

اور خوف کے غلبہ سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے جسم اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے لطف و کرم کی امید رکھتے ہیں اور ان کی یہ صفت فجار کی صفات کی حسب ذیل وجوہ سے مخالف ہے۔

1- یہ ابرار قرآن مجید کی آیات سن کر خوف خدا سے لرزتے ہیں اور یہ فجار خوش گلوئی اور سازوں کے ساتھ اشعار سن کر جھومتے ہیں اور وجد کرتے ہیں۔

2- جب متقین کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے معانی سمجھ کر ڈرتے ہیں اور خوف خدا عزوجل سے ڈرتے ہیں اور ادب کے ساتھ سجدہ میں گر جاتے ہیں جیسا کہ ان آیات میں ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ o اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ o اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ o (الانفال:2تا4)

''(کامل) مومنین تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرتے ہیں وہ لوگ نماز قائم رکھتے ہیں اور ہم نے جو چیزیں ان کو دی ہیں ان میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں یہی لوگ برحق ہیں ان ہی کے لئے ان کے رب کے پاس (بلند) درجات ہیں اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔''

اور ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو بے پرواہی سے قرآن مجید کو سنتے ہیں اور اس کی آیات میں غور اور فکر نہیں کرتے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْھَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا o (الفرقان:73)

''اور جب ان کے سامنے ان کے رب کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔''

یعنی جب وہ قرآن مجید کی آیات کو سنتے ہیں تو لہو ولعب اور دیگر دنیا کے کاموں میں مشغول ہو کر ان سے اعراض نہیں کرتے بلکہ کان لگا کر غور سے ان آیات کو سنتے ہیں اور ان کے معانی پر غور و فکر کر کے ان کو سمجھتے ہیں اسی لیے ان آیات کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ ان آیات کو سن کر سجدہ کرتے ہیں اور جاہلوں کی طرح اندھی تقلید میں ان آیات پر سجدہ نہیں کرتے۔

3- یہ نیک اور متقی لوگ باادب ہو کر قرآن مجید کی آیات کو سنتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے ہیں اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم پڑ جاتے تھے وہ

قرآن مجید کو سن کر چیختے چلاتے نہیں تھے اور نہ تکلف سے وجد کرتے تھے بلکہ سکون اور ادب اور خوف خدا عزوجل سے ان آیات کو سنتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر: جز:4، ص55 تا56)

عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبدالله بن مغفل رضی الله عنه

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں شریک ہوئے مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے پھر بصرہ کی جانب علم فقہ سکھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں جن میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ مزنی ہیں بیعت رضوان میں شریک ہوئے اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے آپ رضی اللہ عنہ ان گیارہ میں سے ہیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ بھیجا لوگوں کو علم فقہ سکھانے کے لئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں 60 ساٹھ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایات لیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بصرہ میں ان سے افضل کوئی نہ ہوا۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:532)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور عشرہ مبشرہ وہ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت عنایت فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ ہے

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ چھ افراد کے بعد مسلمان ہوئے۔ ایک قول ہے کہ چار کے بعد مسلمان ہوئے جس

وقت آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا آپ رضی اللہ عنہ کی عمر سترہ سال تھی یہ ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جن کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ قائم کی تھی جن کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت ان سے راضی تھے، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے۔ یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے راہ خدا عزوجل میں خون بہایا اور وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے راہ خدا عزوجل میں تیر چلایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

میں پہلا عرب ہوں جس نے راہ خدا عزوجل میں تیر چلایا بخدا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تھے اور درختوں کے پتوں کے سوا ہمارے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔

ابن اسحاق سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز پڑھنے کے بعد پہاڑ کی گھاٹیوں میں اپنی قوم کے خوف سے چھپ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک گھاٹی میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک کچھ مشرکین آ گئے انہوں نے مسلمانوں کو برا کہا اور ان کے دین کی مذمت کی پھر ان سے لڑائی چھڑ گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ایک مشرک کے مار کر اس کا سر پھاڑ دیا۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون بہایا گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران کے خلاف جو فوج بھیجی اس کا امیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کو قادسیہ کے مقام پر شکست دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہی مدائن کسریٰ کو عراق میں فتح کیا۔ کوفہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عراق کا گورنر بنایا گیا پھر معزول کر دیا گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شوریٰ میں رکھا تھا تو کہا اگر یہ خلیفہ بنا دیئے جائیں تو ٹھیک ورنہ میرے بعد جو شخص بھی خلیفہ بنے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ سعد رضی اللہ عنہ کو گورنر بنائے کیونکہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا پھر ان کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو کوفہ کا حاکم بنا دیا۔

قیس بن حازم، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! سعد رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کو قبول فرما۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کرتے تھے ان کی دعا قبول ہوتی تھی۔ لوگوں کو اس کا علم تھا اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا سے ڈرتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہوئی تو یہ فتنہ سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے ان کے بیٹے اور بھتیجے نے یہ چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیں لیکن انہوں نے یہ بات نہیں مانی اور سلامتی کو طلب کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ ملانا چاہا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے 55ھ میں وفات پائی۔ایک قول 58ھ کا ہے اور ایک قول 54ھ کا ہے۔مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔مہاجرین میں سے فوت ہونے والے آپ رضی اللہ عنہ آخری صحابی تھے۔(اسد الغابہ: ج:2،ص290تا293)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو اسحاق ہے آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم یعنی ابو وقاص کا نام مالک ابن وہیب ہے۔آپ رضی اللہ عنہ قرشی ہیں۔عشرہ مبشرہ میں سے ہیں پرانے مومن ہیں۔سترہ سال کی عمر میں ایمان لائے۔آپ رضی اللہ عنہ تیسرے مومن ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے کفار پر تیر چلایا تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔آپ رضی اللہ عنہ بڑے مقبول الدعا تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کا لقب مجاب الدعوات تھا۔لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی بددعا سے بہت ہی ڈرتے تھے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی تھی۔"اللهم سدد سهمه واجب دعوته" خدایا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نشانہ اور دعا کبھی خالی نہ جائے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم پر میرے ماں باپ فدا ان کے سوا کسی سے نہ فرمایا۔آپ رضی اللہ عنہ کی وفات اپنے منزل عتیق میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے قریب ہے لوگ میت شریف مدینہ منورہ لائے۔مروان ابن حکم نے آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا کہ اس وقت وہ ہی حاکم مدینہ منورہ تھا۔بقیع شریف میں مدفن ہوئے۔55 پچپن میں وفات ہے۔(70) ستر سال سے زیادہ عمر شریف ہوئی۔عشرہ مبشرہ میں آخری وفات آپ رضی اللہ عنہ کی ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ سے ایک خلقت نے احادیث مبارکہ روایت کیں۔(مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:582)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّشْدِيْدِ فِيمَنْ حَفِظَ الْقُرْآنَ ثُمَّ نَسِيَهُ

باب: قرآن مجید کو حفظ کر کے پھر بھول جانے پر وعید

یہ باب قرآن مجید کو یاد کر کے پھر بھول جانے پر وعید کے متعلق ہے۔

1260 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عِيسَى بْنِ فَائِدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَجْذَمَ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قرآن مجید کو پڑھ کر بھول جائے تو

وہ بروز حشر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں ہاتھ کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں آئے گا۔

(معجم الکبیر: ج:6،ص:23،سنن الدارمی: ج:2،ص:529،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:45،ص:380)

شرح:

نسیان سے مراد احناف کے نزدیک یہ ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے اور شافعیہ کے نزدیک یہ ہے کہ زبانی بھی نہ پڑھ سکے۔ یہ حدیث شافعیہ کے لئے حجت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نسیان قرآن کبیرہ گناہ ہے جس کی تلافی توبہ سے ہوتی ہے اور اس کو دوبارہ یاد کرنے سے ہوتی ہے اگر چہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور مالکیہ کے نزدیک قدر واجب نہیں جس کے ساتھ نماز جائز ہو جائے' نسیان حرام ہے اور وجوب مقدار سے زیادہ پر نسیان مکروہ ہے۔

اور یہ قول بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہاں نسیان سے مراد نسیان الفاظ نہیں ہے بلکہ ترک العمل بما فی القرآن ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنه**

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ انصار کے سردار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو ثابت ہے انصاری ساعدی خزرجی ہیں۔ بارہ نقیبوں میں آپ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انصار کے سردار تھے۔ انصار کو اس کا اقرار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت فاروقی 15 پندرہ میں ہوئی۔ شام کے علاقہ میں مقام حوران میں اپنے غسل خانہ میں مردہ پائے گئے۔ لوگوں کو آپ رضی اللہ عنہ کی موت کا علم نہیں ہوا حتیٰ کہ کسی غیبی آواز نے ان کو آپ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو جنات نے قتل کیا انہوں نے ہی اس شعر سے آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر دی۔

نحن قتلنا سید الخروج سعد ابن عبادۃ ورميناه بسهمين فلم نحظ فواده

(مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:582)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل وصلی اللہ علیه وسلم

بَاب اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

باب: قرآن مجید کا سات قرأتوں پر نازل ہونا

یہ باب قرآن مجید کے سات قرأتوں پر نازل ہونے کے متعلق ہے۔

1261 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰی غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَنِيهَا فَكِدْتُّ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهُ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰی غَيْرِ مَا اَقْرَاْتَنِيهَا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ فَقَرَاَ الْقِرَائَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَاُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِي اقْرَاْ فَقَرَاْتُ فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَئُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ اِنَّمَا هٰذِهِ الْاَحْرُفُ فِي الْاَمْرِ الْوَاحِدِ لَيْسَ تَخْتَلِفُ فِي حَلَالٍ وَلَا حَرَامٍ

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے سنا کہ ہشام بن حکیم سورہ فرقان کسی اور انداز میں تلاوت فرما رہے تھے برعکس اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائی تھی پس قریب ہی تھا کہ میں ان کے اوپر ٹوٹ پڑتا مگر میں نے ان کو مہلت دے دی حتیٰ کہ انہوں نے فراغت پالی پھر میں نے اپنی چادر کو ان کے گلے میں ڈال دیا پس اس کو لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آ گیا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ان کو سورہ فرقان پڑھتے ہوئے سنا جو مجھے پڑھانے کے علاوہ کا انداز تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا: پڑھیے تو اس نے ویسے ہی پڑھی جس طرح میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسے ہی نزول ہوا۔ پھر مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اس قرآن مجید کو سات قرأت پر نازل کیا گیا ہے لہٰذا جس طرح کسی کے لئے آسان ہو ویسے پڑھے۔ معمر نے زہری سے روایت کیا ہے: یہ قرأتیں ایک ہی حکم میں ہیں ان سے حلال و حرام میں کوئی اختلاف نہیں پڑتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1261)

1262 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُبَيُّ اِنِّي اُقْرِئْتُ الْقُرْآنَ فَقِيلَ لِي عَلٰى حَرْفٍ اَوْ حَرْفَيْنِ فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِي مَعِي قُلْ عَلٰى حَرْفَيْنِ قُلْتُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَقِيلَ لِي عَلٰى حَرْفَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِي مَعِي قُلْ عَلٰى ثَلَاثَةٍ قُلْتُ عَلٰى ثَلَاثَةٍ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا اِلَّا شَافٍ كَافٍ اِنْ قُلْتَ سَمِيعًا عَلِيمًا عَزِيزًا حَكِيمًا مَا لَمْ تَخْتِمْ اٰيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ اَوْ اٰيَةَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابی! مجھے قرآن مجید پڑھایا گیا تو مجھے کہا گیا کہ ایک قرأت میں یا دو قرأت میں۔ میرے ساتھ کے فرشتہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو کا فرمائیں تو میں نے دو کا کہا۔ مجھے کہا گیا کہ دو قرأت میں یا تین قرأت میں؟ میرے ساتھ کے فرشتہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین کا کہیں تو میں نے تین کا کہا حتیٰ کہ سات قرأت تک پہنچ گئے پھر مجھے کہا گیا کہ ان میں ہر ایک مکمل اور کافی ہے اگر سمیعاً علیماً کو عزیزاً حکیماً کہہ دیا تو کچھ حرج نہیں یہاں تک کہ عذاب کی آیت کو رحمت کی آیت سے اور رحمت کی آیت کو عذاب کی آیت سے نہ تبدیل کر دیا جائے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 567، سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 2، ص: 384)

1263 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ اَضَاةِ بَنِي غِفَارٍ فَاَتَاهُ جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَاْمُرُكَ اَنْ تُقْرِئَ اُمَّتَكَ عَلٰى حَرْفٍ قَالَ اَسْاَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ اِنَّ اُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ اَتَاهُ ثَانِيَةً فَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُقْرِئَ اُمَّتَكَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاَيُّمَا حَرْفٍ قَرَئُوا عَلَيْهِ فَقَدْ اَصَابُوا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار کے گڑھے کے قریب تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی امت کو ایک قرأت میں قرآن مجید پڑھایئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کا طلب گار ہوں کہ میری امت میں اس کی قوت نہیں۔ پھر دوسری بار حاضر ہوئے تو ویسے ہی عرض کیا حتیٰ کہ سات قرأتوں تک پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی امت کو سات قرأت پر پڑھایئے جس پر کوئی پڑھے تو اس نے ٹھیک پڑھی۔

(صحیح مسلم: ج:4،ص،257،مسند احمد:ج:43،ص:189)

شرح: سات حرفوں سے کیا مراد ہے؟

☆ **قوله ان هذاالقرآن انزل على سبعة احرف فاقروا ما تيسر امنه**

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سات حرفوں (قرأتوں) سے کیا مراد ہے۔ابو حاتم محمد بن حبان بستی نے اس مسئلہ میں علماء کرام کے پینتیس اقوال ذکر کیے ہیں ہم ان میں سے پانچ اقوال کو مختصر ذکر کرتے ہیں۔

1- اکثر اہل علم مثلاً سفیان بن عیینہ،عبداللہ بن وہب،ابن جریر طبری،ابوجعفر طحاوی وغیرہم کا یہ نظریہ ہے کہ سات حرفوں سے مراد ہے سات مختلف الفاظ سے متقارب معانی مثلاً "اقبل، تعال اور ہلم" ان سب کا معنیٰ ہے آؤ اور اذہب، اسرع اور عجل ان کا معنیٰ ہے جاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر:3 لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا میں لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امهلونا، لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اخرونا، لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارقبونا پڑھتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر:20 كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ میں "مروافيه" اور "سعوافيه" پڑھتے تھے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ ان تمام حروف کا معنیٰ واحد ہے اور ان میں حلال اور حرام کا کوئی فرق نہیں ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

ان حروف میں پڑھنے کی لوگوں کو اس لیے اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی لغت کے علاوہ دوسری لغت پر پڑھنے سے عاجز تھے کیونکہ ماسوا چند کے وہ سب ان پڑھ لوگ تھے اور دوسروں کی لغت پر پڑھنے سے ان کو دشواری ہوتی تھی اس لیے جب معنیٰ واحد ہو تو ان کو اختلاف الفاظ کی اجازت دی گئی۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ سات حروف میں پڑھنے کی اجازت خاص وقت میں ضرورت کی بناء پر تھی اور جب یہ ضرورت ختم ہو گئی تو سات حروف میں پڑھنے کی اجازت ہی ختم ہوگئی اور اب صرف ایک حرف پر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت ہے۔جس حرف پر ابتداء میں قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

2- ایک قوم نے یہ کہا کہ سات حرفوں سے مراد عرب کی سات لغات ہیں اور اس کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ ایک لفظ کو سات لغات پر پڑھا جائے گا بلکہ یہ سات لغات قرآن مجید میں متفرق ہیں۔بعض آیات لغت قریش پر ہیں، بعض لغت ہذیل پر ہیں، بعض لغت ہوازن پر ہیں، بعض لغت یمن پر ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا کہ

عبدالطاغوت کوسات لغات پر پڑھا گیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ بعض آیات کو سات لغات پر پڑھا گیا ہے اور ہر آیت اس طرح نہیں ہے۔ابو عبید اور ابن عطیہ کا یہی مختار ہے۔ابوعبید نے اس پر اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو مصحف لکھنے کا حکم دیا تو ارشاد فرمایا۔جب تمہارا اور زید کا اختلاف ہو تو اس لفظ کو لغت قریش پر لکھنا۔قاضی ابن الطیب اور حافظ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ جس کا یہ قول ہے کہ قرآن مجید لغت قریش پر نازل ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کا اکثر حصہ لغت قریش پر نازل ہوا ہے کیونکہ اس میں بعض الفاظ دوسری لغات پر بھی ہیں۔

3-ایک قوم نے یہ کہا کہ یہ سات لغات مضر میں ہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: قرآن مجید لغت مضر پر نازل ہوا ہے اور انہوں نے یہ کہا کہ قریش، کنانہ، اسد ہذیل، تمیم، حنبہ اور قیس یہ سب مضر کے قبائل ہیں۔اور یہ سات لغات انہی مراتب پر ہیں البتہ مضر میں بعض شواذ بھی ہیں کیونکہ قیس میں مونث کی ضمیر خطاب میں کاف کی جگہ شین لاتے ہیں اور جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ٥ (مریم:24) کو یوں پڑھتے ہیں۔جعل ربش تحتش سريا اور تمیم "الناس" کو "النات" اور "اکیاس" کو "اکیات" پڑھتے ہیں قرآن مجید کو اس طرح پڑھنا جائز نہیں ہے۔

4-سات حرفوں سے مراد سات قرأت ہے۔

صاحب الدلائل اور قاضی ابن الطیب نے کہا ہے:

ہم نے اختلاف قرأت میں تتبع کیا تو یہ سات ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے:

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہر کلمہ اور ہر آیت میں سات قرأت جاری ہوتی ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کلمہ میں قرأت کی زیادہ سے زیادہ سات وجوہ ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

بعض کلمات میں سات سے زیادہ وجوہ قرأت ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اکثر اور غالب کلمات میں سات سے زیادہ قرأت نہیں ہیں۔(فتح الباری: ج:9،ص:32)

اس اختلاف قرأت کی درج ذیل امثال ہیں۔

1-حرکت متغیر ہو اور صورت اور معنی متغیر نہ ہو مثلاً

ولا یضار کاتب ولا شهيد

"ر" پر زبر ہو یا پیش ہو۔

2-صیغہ کا تغیر ہو مثلاً "بعد بین اسفارنا" اور ساعد بین اسفارنا۔ پہلی قرأت میں امر کا صیغہ ہے اور دوسری میں فعل ماضی کا۔

3-نقطہ کا تغیر ہو مثلاً ایک قرأت میں "ثم ننشرھا" ہے اور ایک قرأت میں "ثم ننشزھا" ہے۔

4-قریب المفرج لفظ کے ساتھ تبدیل کرنے یا نہ کرنے کا فرق مثلاً ایک قرأت میں طلح منضود اور دوسری قرأت میں طلع منضود ہے۔

5-تقدیم اور تاخیر کا فرق ہو۔ مثلاً وجاء ت سکرۃ الموت بالحق اور حضرت ابوبکر صدیق، طلحہ بن مصرف اور زین العابدین کی قرأت میں ہے وجاء ت سکرۃ الحق بالموت۔

6-زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے۔

واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثی

یہ کمی کی مثال ہے کیونکہ مشہور قرأت میں ہے "وما خلق الذکر والانثی"

یہ کمی کی مثال ہے کیونکہ مشہور قرأت میں ہے "وما خلق الذکر والانثی" اور زیادتی کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت "وانذر عشیرتک الاقربین" کے بعد ہے ورھطک منھم المخلصین

7-ایک کلمہ کو دوسرے مترادف کلمہ کے ساتھ بدلنا مثلاً مشہور قرأت میں ہے۔ کالعھن المنفوش اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر کی قرأت میں ہے۔

کالصوف المنفوش۔

8-سات حرفوں سے مراد قرآن مجید کے سات معانی ہیں اور وہ یہ ہیں امر، نہی وعید، وعہد، قصص، مجادلہ اور امثال۔

ابن عطیہ نے کہا:

یہ قول ضعیف ہے کیونکہ عنوانات کو حروف نہیں کہتے نیز اس پر اجماع ہے کہ حلال اور حرام اور کسی معنیٰ کے تغیر میں وسعت کی گنجائش نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 1 ص 42 تا 46)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الدُّعَاءِ
باب: دعا کے متعلق

یہ باب دعا کے بیان میں ہے۔

1264 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ ذَرٍّ عَنْ يُسَيْعٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا عبادت ہے تمہارے رب عزوجل نے ارشاد فرمایا: مجھ سے دعا مانگو میں مستجاب فرماؤں گا۔

(مستدرک: جز:1، ص:667، سنن ابن ماجہ: جز:11، ص:279)

1265 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ عَنِ ابْنٍ لِسَعْدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا أَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِيمَهَا وَبَهْجَتَهَا وَكَذَا وَكَذَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَسَلَاسِلِهَا وَأَغْلَالِهَا وَكَذَا وَكَذَا فَقَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَيَكُونُ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ إِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَ الْجَنَّةَ أُعْطِيتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ وَإِنْ أُعِذْتَ مِنَ النَّارِ أُعِذْتَ مِنْهَا وَمَا فِيهَا مِنَ الشَّرِّ

حضرت ابن سعد سے روایت ہے: میرے والد محترم نے سن لیا اس حال میں کہ میں کہہ رہا تھا کہ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتوں، رونقوں اور وہ وہ چیز طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیری دوزخ، زنجیروں، طوقوں اور وہ وہ چیز سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس انہوں نے کہا اے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جلد ہی اس طرح کہ لوگ آئیں گے کہ دعا کے اندر چیزوں کی گنتی کریں گے لہٰذا تم ان میں سے ہونے سے خود کو بچاؤ کیونکہ اگر تم کو جنت عطا فرمادی گئی تو اس کی ہر بھلائی تم کو عطا فرمادی جائے گی اور اگر تم کو دوزخ میں عذاب دیا گیا تو اس میں برائی تم کو پہنچے گی۔

1266 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ حُمَيْدُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ صَاحِبَ رَسُولِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَدْعُو فِیْ صَلَاتِہٖ لَمْ یُمَجِّدِ اللّٰہَ تَعَالٰی وَلَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجِلَ ھٰذَا ثُمَّ دَعَاہُ فَقَالَ لَہٗ اَوْ لِغَیْرِہٖ اِذَا صَلَّی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِتَمْجِیْدِ رَبِّہٖ جَلَّ وَعَزَّ وَالثَّنَاءِ عَلَیْہِ ثُمَّ یُصَلِّی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَدْعُو بَعْدُ بِمَا شَآءَ

عمرو بن مالک سے روایت ہے: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ ہی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے تعجیل کی پھر اس کو بلایا یا اس کے علاوہ کسی اور کو بلایا تو فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے رب عزوجل کی تحمید بیان کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا کرے پھر بعد میں جو چاہے دعا مانگے۔

1267 حَدَّثَنَا ھَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ شَیْبَانَ عَنْ اَبِیْ نَوْفَلٍ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَیَدَعُ مَا سِوٰی ذٰلِکَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ دعا کے اندر جامع کلمات کو محبوب رکھتے اور جو اس کے علاوہ ہوتے ان کو ترک فرمادیتے۔

1268 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِکٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمُ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ اللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ لِیَعْزِمِ الْمَسْاَلَۃَ فَاِنَّہٗ لَا مُکْرِہَ لَہٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے۔ اے اللہ عزوجل! اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو میرے اوپر رحم فرما، تم اس سے پورے فرمادینے والا سوال کرو کیونکہ اس کو کوئی مجبوری نہیں۔

1269 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَا لَمْ یَعْجَلْ فَیَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی دعا مستجاب ہوتی

ہے حتیٰ کہ وہ جلدی کر کے یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی اور مستجاب نہ ہوئی۔

1270 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَيْمَنَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ اِسْحٰقَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرَظِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسْتُرُوا الْجُدُرَ مَنْ نَظَرَ فِي كِتَابِ اَخِيْهِ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ فَاِنَّمَا يَنْظُرُ فِي النَّارِ سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْاَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ كُلُّهَا وَاهِيَةٌ وَّهٰذَا الطَّرِيْقُ اَمْثَلُهَا وَهُوَ ضَعِيْفٌ اَيْضًا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیواروں کو پردوں سے نہ چھپایا کرو جس نے اپنے بھائی کا خط اس کی اجازت کے بناء دیکھا تو اس نے جہنم میں جھانکا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں ہتھیلیوں کو اوپر کر کے مانگا کرو اور ہاتھوں کی پشت کو اوپر نہ رکھو پس جب فراغت پالو تو ان کو چہرے پر پھیر لیا کرو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث محمد بن کعب سے متعدد طرق سے روایت ہے تمام طرق کا کوئی اعتبار نہیں اور اس طریق کی اسناد بھی ضعیف ہیں۔

1271 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الْبَهْرَانِيُّ قَالَ قَرَاْتُهٗ فِي اَصْلِ اِسْمٰعِيْلَ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ عَنْ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ ظَبْيَةَ اَنَّ اَبَا بَحْرِيَّةَ السَّكُوْنِيَّ حَدَّثَهٗ عَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ السَّكُوْنِيِّ ثُمَّ الْعَوْفِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْاَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ و قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ لَهٗ عِنْدَنَا صُحْبَةٌ يَعْنِي مَالِكَ بْنَ يَسَارٍ

حضرت مالک بن یسار سکونی عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اوپر رکھا کرو اور ان کی پشت اوپر کر کے نہ سوال کرو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سلیمان بن عبدالحمید نے کہا: ہمارے نزدیک مالک بن یسار رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے۔

1272 حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَبْهَانَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ هٰكَذَا بِبَاطِنِ كَفَّيْهِ وَظَاهِرِهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلیوں کی پشت اور سیدھ کو اسی طرح کیا ہوا تھا۔

1273 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ مَيْمُونٍ صَاحِبَ الْاَنْمَاطِ حَدَّثَنِي اَبُو عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب عزوجل زندہ اور کریم ہے وہ اپنے بندہ سے حیاء فرماتا ہے کہ وہ اس کی بارگاہ مقدسہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرے کہ وہ ان کو خالی لوٹا دے۔

1274 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمَسْاَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ اَوْ نَحْوَهُمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ اَنْ تُشِيرَ بِاُصْبُعٍ وَاحِدَةٍ وَالْاِبْتِهَالُ اَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ وَالْاِبْتِهَالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُورَهُمَا مِمَّا يَلِي وَجْهَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَخِيهِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: سوال یوں کرے کہ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرے یا ان کے محاذی اور استغفار یہ ہے کہ وہ ایک انگلی سے اشارہ کرے اور انکسار یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے پھیلانا ہے۔
عباس بن عبداللہ بن معبد بن عباس نے اس حدیث مبارکہ کے اندر فرمایا انکساری یوں ہے اور انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے ان کی پشت اپنے چہرے کی طرف کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آگے پہلے کی طرح حدیث بیان کی۔

1275 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ حَفْصِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ

سائب بن یزید اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ بلند

فرماتے ان کو اپنے چہرہ اقدس پر پھیر لیتے۔

1276 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ اللَّهَ بِالِاسْمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ لَقَدْ سَأَلْتَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اس طرح کہتے ہوئے سنا اے اللہ عزوجل! میں تیری ذات اقدس سے سوالی ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تیرے سوا کوئی نہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا، بے نیاز، جو نہ تو کسی کو جنے اور نہ ہی کسی سے جنا گیا اور جس کی ہمسری کوئی نہیں کرنے والا پس فرمایا تحقیق تو نے اللہ تعالیٰ سے اس نام اقدس کے ساتھ سوال کیا ہے کہ جب اس کے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا فرما دیا جاتا ہے اور جب دعا کی جائے تو مستجاب ہو جاتی ہے۔ مالک بن مغول نے اس حدیث میں کہا کہ تحقیق تم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم سے مانگا ہے۔

1277 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْحَلَبِيُّ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ حَفْصٍ يَعْنِي ابْنَ أَخِي أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَرَجُلٌ يُصَلِّي ثُمَّ دَعَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ دَعَا اللَّهَ بِاسْمِهِ الْعَظِيمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا پھر اس نے دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میں تیری ذات اقدس سے سوالی ہوں بے شک تیرے لیے حمد ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہی منان ہے۔ آسمانوں اور زمین کو از سر نو پیدا فرمانے والا ہے اے ذوالجلال والاکرام! اے حی اے قیوم۔ پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تحقیق تو نے اللہ تعالیٰ کے عظیم نام مقدس سے دعا کی ہے جو اس کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو وہ مستجاب ہوتی ہے اور جو اس کے ساتھ سوال کیا جائے وہ دے دیا جاتا ہے۔

1278 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ فِي

هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ (وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) وَفَاتِحَةِ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ (الٓمٓ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دونوں آیات مبارکہ میں ہے:

والهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم اور سورہ آل عمران کی شروع والی آیت الٓمٓ ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ○

1279 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِی ثَابِتٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُرِقَتْ مِلْحَفَةٌ لَهَا فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلٰی مَنْ سَرَقَهَا فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُسَبِّخِی عَنْهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ لَا تُسَبِّخِی اَیْ لَا تُخَفِّفِی عَنْهُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان کا لحاف چوری ہو گیا تو وہ چور کو بددعا دینے لگ گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگ گئے اس کے گناہ کا وزن کم نہ کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اس سے عذاب میں تخفیف نہ کرو۔

1280 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُم قَالَ اسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِیْ وَقَالَ لَا تَنْسَنَا يَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِكَ فَقَالَ كَلِمَةً مَّا يَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ بِهَا الدُّنْيَا قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيْتُ عَاصِمًا بَعْدُ بِالْمَدِيْنَةِ فَحَدَّثَنِيْهِ وَقَالَ اَشْرِكْنَا يَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِكَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے کر ارشاد فرمایا: اے میرے بھائی اپنی دعا میں ہم کو بھول نہ جانا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کلمہ ارشاد فرمایا جس نے مجھے تمام دنیا سے زیادہ خوشی بخش دی۔ پھر میں نے اس کے بعد مدینہ منورہ میں عاصم سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ آپ نے فرمایا اے میرے بھائی! اپنی دعا میں ہم کو شامل کر لینا۔

1281 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ مَرَّ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَدْعُو بِاُصْبُعَیَّ فَقَالَ اَحِّدْ اَحِّدْ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گزر ہوا اور میں دو انگلیوں کو بلند کر کے دعا مانگ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک ایک سے اور سبابہ کے ساتھ اشارہ فرمایا۔

شرح: دعا قبول ہونے کے آداب و شرائط

دعا میں ایسے امور کا ذکر کرنا مستحب ہے جس سے دعا کرنے والے کی عاجزی اور تذلل کا اظہار ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہو۔

1- جب دعا کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر بعد میں جو چاہے رب تعالیٰ سے طلب کرے جس طرح کہ حدیث مبارکہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کرے جس کا وہ اہل ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اس کے بعد سوال کرے تو اس کی قبولیت متوقع ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:10، ص:160)

2- جب بھی دعا کرے تو اپنے لیے بھی دعا کرے جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے۔ (مجمع الزوائد: جز:10، ص:151)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا ذکر کر کے اس کے لئے دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے۔ (جامع ترمذی: ص:433)

3- جب بھی دعا کی جائے پورے عزم کے ساتھ کی جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے یوں نہ کہے۔ اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما۔ (صحیح البخاری: جز:2، ص:938)

4- جب بھی دعا کی جائے قبولیت کے یقین سے دعا کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو قبولیت کے یقین سے دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا مقبول نہیں کرتا جو غافل دل سے دعا کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:10، ص:148)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

5-قبولیت کے اوقات میں دعا کرے مثلاً رات کے آخری حصہ میں فرض نمازوں کے بعد اسی طرح قبولیت کے ایام میں مثلاً یوم عرفہ کو رمضان میں، جمعہ میں۔

6-قبولیت کے احوال میں دعا کرے مثلاً بارش کے وقت۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اذان اور اقامت کے درمیان دعا مسترد نہیں ہوتی۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

بندہ کا اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے تو سجدہ میں بہ کثرت دعا کیا کرو۔

نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

سجدہ میں دعا کی قبولیت متوقع ہے۔

7-قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں قبلہ کی طرف منہ کیا اور غروب آفتاب تک دعا کرتے رہے۔

8-بہت زیادہ گلا پھاڑ کر دعا نہ کی جائے۔

امام بخاری حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب سے دعا نہیں کر رہے۔

9-تصنع اور تکلف سے مسجع مقفیٰ عبارات کے ساتھ دعا نہ کرے۔

امام ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عنقریب ایک قوم دعا میں حد سے تجاوز کرے گی۔

10-شوق اور خوف سے دعا کرے۔

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط (الانبیاء:90)

وہ ہم سے رغبت اور خوف سے دعا کرتے ہیں۔

11-گڑگڑا کر اور خشوع سے دعا کرے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ (الاعراف:55)

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔

12-تین بار دعا کرے۔

امام مسلم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے اور جب سوال کرتے تو تین بار سوال کرتے۔

13-قبولیت کے لئے جلدی نہ کرے۔

امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تک جلدی نہ کی جائے گی تمہاری دعا قبول ہوتی رہے گی تم میں سے ایک شخص کہتا ہے میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو بہ کثرت سوال کرو کیونکہ تم کریم سے دعا کر رہے ہو۔

14-قبولیت دعا کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے لوگوں کے جو حقوق دبا رکھے ہیں وہ ان کو واپس کرے جس پر ظلم کیا ہے وہ اس سے معاف کرائے۔

کعب احبار نے بیان کیا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے ساتھ مل کر تین بار بارش کی دعا کی لیکن بارش نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی۔تمہارے درمیان ایک چغل خور ہے جب تک وہ درمیان سے نہیں نکلے گا تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

یارب عزوجل! وہ کون ہے؟

ارشاد فرمایا:

میں تم کو چغلی سے منع کرتا ہوں تو میں تم سے اس کی چغلی کیسے کروں گا۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سب کو توبہ کرنے کا حکم دیا جب سب نے توبہ کر لی تو بارش ہوگئی۔(احیاء علوم الدین: جز:2،ص403 تا407)

اسم اعظم کی تحقیق

☆ **قوله فقال النبی صلی الله علیه وسلم لقد دعا الله باسمه العظیم الخ**

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر طبری، امام ابو الحسن الاشعری، امام ابو حاتم بن حبان، قاضی ابو بکر باقلانی وغیرہ نے اسم اعظم کا انکار کیا اور کہا کہ

اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء کو بعض دوسرے اسماء پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم کو اعظم کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور جن احادیث مبارکہ میں اعظم کا ذکر ہے اس سے مراد عظیم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء عظیم ہیں۔

امام ابوجعفر طبری نے کہا:

میرے نزدیک اس سلسلہ میں اقوال صحیح ہیں کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ فلاں اسم اعظم ہے اور کوئی اسم اس سے زیادہ اعظم نہیں ہے۔

امام ابن حبان نے کہا:

کسی اسم کے اعظم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس اسم کے ساتھ دعا کرنے والے کو عظیم اجر ملے گا۔

امام ابوجعفر صادق اور جنید وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ

بندہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم میں ڈوب کر دعا کرے وہی اسم اعظم ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ

اسم اعظم کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے مخلوق میں سے کسی شخص کو اس پر مطلع نہیں کیا۔

بعض علماء اسم اعظم کے ثبوت کے قائل ہیں اور اس کی تعیین میں ان کا اختلاف ہے۔

اور اس مسئلہ میں کل چودہ قول ہیں:

1- امام فخر الدین رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا ہے: اسم اعظم ''ھو'' ہے۔

2- اسم اعظم ''اللہ'' ہے کیونکہ یہی وہ اسم ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے غیر پر اطلاق نہیں ہوتا۔

3- اسم اعظم ''اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے اس سلسلہ میں امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

4- اسم اعظم ''الرحمٰن الرحیم الحی القیوم'' ہے کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے ''والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم'' اور سورہ آل عمران کی ابتداء ''الٓمّٓ ۝ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝'' اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

5- الحی القیوم، کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اسم اعظم تین سورتوں میں ہے۔ بقرہ، آل عمران اور طٰہٰ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان سورتوں میں اسم اعظم کو تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ''الحی القیوم'' ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ترجیح

دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت پر ان کی دلالت سب اسماء سے زیادہ ہے۔

6-"الحنان المنان بدیع السمٰوٰت والارض ذوالجلال والاکرام الحی القیوم" امام احمد اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس کی اصل ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

7-"بدیع السمٰوٰت والارض ذوالجلال والاکرام" اس کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

8-"ذوالجلال والاکرام" امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے: ایک شخص نے یا ذوالجلال والاکرام کہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کی دعا مقبول ہوئی۔

9-"اللہ لا الہ الا ھو الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد" امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اسم اعظم کی روایت کے سلسلہ میں اس روای کی سند سب سے زیادہ قوی ہے۔

10-"رب رب" امام حاکم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اکبر "رب رب" ہے اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے: جب بندہ رب رب کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لبیک۔ میرے بندے! تو سوال کر تجھے دیا جائے گا۔

11-لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظلمین۔ امام مسلم اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جو مسلمان شخص ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

12-"ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم"

امام رازی نے نقل کیا ہے:

امام زین العابدین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو اسم اعظم کی تعلیم دے تو انہوں نے خواب میں یہ کلمات دیکھے۔

13-اسم اعظم اسماء حسنیٰ میں مخفی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اسم اعظم ان اسماء میں ہے جن سے تم نے دعا کی ہے۔

14-اسم اعظم کلمۃ التوحید ہے اس کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری: جز: 11، ص 224 تا 225)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

☆ عن سلمان رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فارس میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں اسلام قبول

کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ رہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں عراق رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

نام ونسب

مابرابن بوذخشان بن مورسلان بن بیودان بن فیروز بن سہرک۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مجوسیوں کے آتش پرست گھرانے میں فارس میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔ ایک دن والد نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو کھیت میں بھیجا وہاں راستہ میں ایک گرجا ملا یہ گرجے میں گئے وہاں عبادت ہو رہی تھی ان کو عیسائیوں کا طریقہ عبادت اس طرح پسند آیا کہ بے ساختہ کہا یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے۔ انہوں نے کہا شام میں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھاگ کر شام چلے گئے اور وہاں کے پادری کے ساتھ رہنے لگے وہ شخص لالچی تھا لوگوں سے سونا چاندی غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے لے لیتا اور خود رکھ لیتا اور اس طرح سونے چاندی کے سات مٹکے اس نے جمع کر لیے بالآخر وہ مر گیا اور اس کی جگہ دوسرا پادری مقرر ہوا یہ شخص مالدار وزاہد اور تارک الدنیا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اس سے انسیت ہوگئی اور اس کی خدمت میں رہے جب وہ مرنے لگا تو آپ نے اس سے پوچھا اب میں کس سے فیض حاصل کروں۔ اس نے کہا موصل میں فلاں شخص دین حق کا سچا پیروکار ہے اس سے فیض حاصل کرو۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے پھر آئندہ کے لئے اس نے نصیبین میں ایک شخص بتایا۔ یہ اس کے پاس گئے یہ شخص بھی بڑا عابد وزاہد تھا جب اس کا وقت قریب آ گیا تو اس نے عموریہ میں ایک شخص کا پتہ بتایا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ عموریہ گئے جب اس کا بھی آخری وقت آ گیا تو اس نے کہا اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا اور صدقہ کو اپنے اوپر حرام کرے گا اور اس کے دو شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ عرب جانا چاہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ان کو عموریہ میں بنو کلب کے تاجر مل گئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اگر تم مجھے عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہیں دے دوں گا وہ لوگ تیار ہو گئے لیکن ان عربوں نے وادی القریٰ میں پہنچ کر دھوکہ دیا اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ چند دنوں کے بعد اس یہودی کا چچا زاد بھائی مدینہ منورہ سے ملنے آیا اس نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اسی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک دن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کھجور کے درخت پر چڑھ کر کچھ درست کر رہے تھے ان کا مالک نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے عم زاد نے آکر کہا سب لوگ قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ مکرمہ سے آیا ہے اور لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو خوش ہو گئے ایک دن کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور کہا میں یہ کچھ صدقہ کی چیزیں لایا ہوں آپ ان کو قبول

کرلیں آپ نے حاضرین میں وہ چیزیں دینے کا حکم فرمایا اور خود نہیں کھائیں اس طرح حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو آپ کی ایک علامت کی تصدیق ہوگئی دوسرے دن پھر کچھ چیزیں لے کر پہنچے اور کہا کل آپ نے صدقہ قبول نہیں کیا تھا آج یہ ہدیہ قبول کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ خود کھایا اور کچھ حاضرین کو کھلایا اور یوں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دوسری علامت کی بھی تصدیق ہوگئی اور اسی اثناء میں مہر نبوت کو بھی دیکھ لیا اس کو بوسہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سامنے آؤ۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنی سرگزشت سنائی۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے۔ غلامی کے باعث آپ رضی اللہ عنہ کو ارکان اسلام ادا کرنے میں دشواری ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مالک کو معاوضہ دے کر آزادی حاصل کرلو۔ تین سو 300 اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا۔ عام مسلمانوں نے مل کر تین سو درہم دیئے کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کے انڈے کے برابر سونا ملا تھا وہ چالیس اوقیہ تھا وہ سونا بھی اس یہودی کو دیا گیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آزاد ہو گئے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے آزاد ہونے کے بعد پہلا غزوہ خندق پیش آیا۔ غزوہ خندق میں تمام عرب کا ٹڈی دل لشکر اس ارادے سے اُمڈ آیا تھا کہ مسلمانوں کو مکمل استیصال کردے حملہ خود مدینہ منورہ پر تھا جس کی طرف کوئی قلعہ تھا نہ کوئی فصیل۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایرانیوں کی صف آرائیاں دیکھ چکے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ اتنے بڑے لشکر کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب نہیں۔ مدینہ منورہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کردینا چاہئے۔ یہ تدبیر مسلمانوں کو بہت پسند آئی اور اسی پر عمل کیا گیا۔ خندق کی کھدائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک تھے۔ اکیس بائیس دن محاصرہ رہا مگر مشرکوں کو شہر تک پہنچنا نصیب نہ ہوا اور بالآخر ناکام لوٹ گئے۔ خندق کے علاوہ بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رہے اور عہد صدیقی کے آخر یا عہد فاروقی کی ابتداء میں انہوں نے عراق میں سکونت اختیار کرلی۔ عہد فاروقی میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایران کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے اور چونکہ خود ایرانی تھے اس لیے بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیر دور خلافت میں 35ھ میں فوت ہوگئے۔

اہل علم نے کہا ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تین سو پچاس سال تھی ان کی اصفہان میں تین بیٹیاں تھیں۔

(اسد الغابہ: جز: 2، ص 328 تا 332)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلّی اللہ علیہ وسلم

اختتامیہ

الحمد للہ عزوجل! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی عطا سے آج فقیر وحقیر نے نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد سے موسوم چوتھی جلد مکمل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کو اپنی مقدس بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور میری میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز واقارب واساتذہ کرام وتمام امت مسلمہ کی پیرومرشد کے صدقے مغفرت فرمائے۔ ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت رسول کریم ﷺ، قیامت میں شفاعت شفیع عظیم اور جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ ومدفن جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ